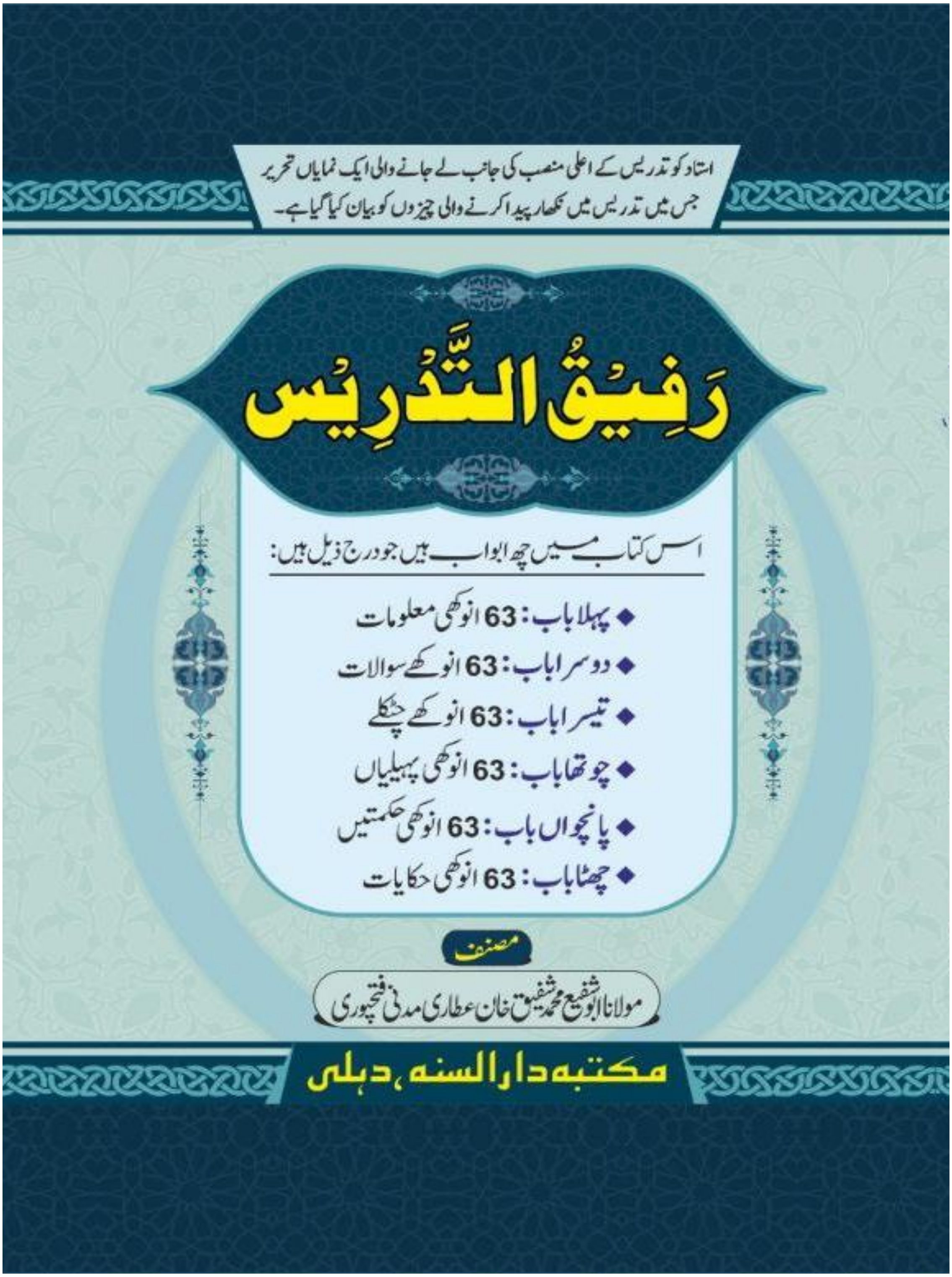
استاد کو تدریس کے اعلی منصب کی جانب لے جانے والی ایک نمایاں تحریر
جس میں تدریس میں نکھار پیدا کرنے والی چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔
رَفِیْقُ التَّدْرِیْس
اس کتاب میں چھ ابواب ہیں جو درج ذیل ہیں:
پہلا باب: 63 انوکھی معلومات
دوسرا باب: 63 انوکھے سوالات
تیسرا باب: 63 انوکھے چٹکلے
چوتھا باب: 63 انوکھی پہیلیاں
پانچواں باب: 63 انوکھی حکمتیں
چھٹا باب: 63 انوکھی حکایات
مصنف
مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
مکتبہ دار السنہ، دہلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْف وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

استاد کو تدریس کے اعلی منصب کی جانب لے جانے والی ایک نمایاں تحریر جس میں تدریس میں نکھار پیدا کرنے والی چیزوں کو بیان کیا گیا ہے۔

رَفِیْقُ التَّدْرِیْس

اس کتاب میں چھ ابواب ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆…پہلا باب:63انوکھی معلومات

☆…دوسرا باب:63انوکھے سوالات

☆…تیسرا باب:63انوکھے چٹکلے

☆…چوتھا باب:63انوکھی پہیلیاں

☆…پانچواں باب:63 انوکھی حکمتیں

☆…چھٹا باب:63انوکھی حکایات

مصنف

مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

مکتبۃ دار السنہ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

کتاب کانام	:	رَفِيْقُ التَّدْرِيْس
مصنف	:	مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری
تصحیح	:	حضرت مولانا مغیث احمد خان قادری
		استاد: دار العلوم جائس ادارہ احمدیہ اشرفیہ جائس، ضلع امیٹھی، یوپی، انڈیا
صفحات	:	376
سن طباعت	:	DEC 2023
تعداد	:	1100
ناشر	:	مکتبہ دار السنہ
رابطہ نمبر	:	+918808693818

پتہ

فیضان مدینہ، نگلہ میواتی، تاج نگری 2 تاج گنج آگرہ 282001

نوٹ: میں اپنے جملہ قارئین سے التجا کرتا ہوں کہ اس کتاب کی کمپوزنگ سے لے کر تصحیح تک کے سارے مراحل بنظرِ غائر طے کئے گئے ہیں لیکن بتقاضائے بشریت غلطی کا امکان موجود ہے لہذا جو بھی اس کتاب کی اغلاط سے مطلع ہو وہ اس میل ایڈی پر ضرور اطلاع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈشن میں اس کی تصحیح کی جاسکے۔

EMAIL: SHAFIQMADANI26@GMAIL.COM

دعائے خیر کا طالب: **ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(استاد: جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر، آگرہ، یوپی، انڈیا)

فہرست

كلماتِ مسرت.. ۲۷
شرفِ انتساب ۲۷
عرضِ مصنف ۲۸
مصنف کا تعارف.. ۳۱
مصنف کی اصلاحی کتب ۳۲
مصنف کی درسی کتب ۳۲
رفیق التدریس لکھے جانے کی وجہ ۳۴
درود وسلام پڑھنے کی فضیلت ۳۵
ایک سفر کی مثال ۳۵
گفتگو کرنا نہیں جانتے ۳۶
لوگ مختلف مزاج کے ہوتے ہیں ۳۶
بہترین گفتگو کرنے کا راز! ۳۷
اجنبی افراد کو متاثر کرنے کا طریقہ ۳۷
گفتگو میں چاشنی پیدا کرنے کا طریقہ ۳۸
اجنبی سے گفتگو کے تقاضے ۳۸
پہلا باب ۴۰
63 انوکھی معلومات ۴۰
(1) درود وسلام پڑھنے کی فضیلت.. ۴۱

(2)اللہ کے کل نام کتنے ہیں؟ ۴۵
(3)اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ........ ۴۵
(4)واحد اور احد ۴۷
(5)حُرُوفِ تَہَجّی اور شانِ مُصۡطَفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم........ ۴۷
(6)اسم محمد اسم اللہ کا مظہر ہے........ ۵۰
(7)اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے کمال کر دیا........ ۵۴
(8)حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چار نام حمد سے مشتق ہیں ۵۵
(9)آسمان میں احمد زمین میں محمد ۶۰
(10)تمام چیزوں میں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام ۶۱
(11)خلیل اور حبیب میں فرق........ ۶۳
(12)کلیم اور حبیب میں فرق ۶۴
(13)روح اللہ اور حبیب اللہ میں فرق........ ۶۵
(14)صفی اللہ اور حبیب اللہ میں فرق ۶۵
(15)اعلی حضرت کے شعر پر 5 سوال........ ۶۶
(16)خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان........ ۷۲
(17)اپنے حال پر خوش رہیں........ ۷۲
(18)اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کے ثمرات ۷۴
(19)کعبے کے بارے میں دلچسپ معلومات........ ۷۴

(20)طواف کی ابتداء کیسے ہوئی؟ ۷۵
(21)والدین کی عظمت پر مختصر کلام ۷۵
(22)اولیائے کرام کا تذکرہ ہونے کی وجہ ۷۹
(23)اسلام کس لئے آیا؟ ۸۳
(24)دوبارہ آنے کا عمل ۸۴
(25)چھپکلی کو مارنے کا ثواب ۸۵
(26)پرندوں سے چھ سبق ۸۵
(27)شریعت، طریقت اور معرفت کیسے بنتی ہے؟ ۸۶
(28)ایمان، اسلام اور احسان کسے کہتے ہیں؟ ۸۶
(29)بُردباری ہر درد کا علاج ہے ۸۷
(30) تین جملوں کے ذریعے غصے کا علاج ۸۸
(31)کامیابی کیسے ملے گی؟ ۸۸
(32)عقل مند کون؟ ۸۹
(33)دل کی سختی کا سبب ۸۹
(34)قبلہ ایک نہیں بلکہ کئی ہیں ۸۹
(35)بھوک کے دس فوائد ۹۰
(36)شکم سیری کی چھ آفتیں ۹۱
(37)تصوف کیا ہے؟ ۹۲

(38)زندگی کی تین قسمیں ہیں ۹۴
(39)علم وحکمت کی باتیں نہ سیکھنے کا وبال ۹۵
(40)نیک لوگوں کی پانچ نشانیاں ۹۵
(41)تہتر فرقے ۹۶
(42)نفس کی تین خرابی ۹۷
(43)چاند پر جانے کا ثبوت قرآن سے ۹۸
(44)پتھر پر لکھی ہوئی عبارت ۹۹
(45)گھر، گھوڑے اور عورت کی نحوست ۹۹
(46)کامیابی کیا ہے؟ ۱۰۰
(47)نماز کون نہیں پڑھتا؟ ۱۰۰
(48)حقوق خود بخود ادا ہو گئے ۱۰۰
(49)تین عادتیں ۱۰۱
(50)حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں ۱۰۱
(51)عورت کیا تھی اور اب کیا ہے؟ ۱۰۲
(52)چار چیزیں چار کی محتاج ہیں ۱۰۳
(53)بچوں کی پہچان کا طریقہ قرآن سے ۱۰۴
(54)لقمانِ حکیم ۱۰۵
(55)ساگ اصل میں کیا تھا؟ ۱۰۶

(56) قرآن عظیم دولت ہے ۱۰۷
(57) ہر ضرورت وحاجت پوری ہو ۱۰۸
(58) الف لیلٰی کی حقیقت ۱۰۹
(59) تین فطری قوانین ۱۰۹
(60) لوگوں کو پرکھنے کے اسلوب ۱۱۰
(61) طمع نہیں، منع نہیں، جمع نہیں ۱۱۲
(62) تاریخِ حکمرانانِ ھندوستان ۱۱۲
(63) استاد کیا چاہتا ہے؟ ۱۱۵
دوسرا باب ۱۱۷
63 انوکھے سوالات ۱۱۷
درود شریف کی فضیلت ۱۱۸
سوال 1: وہ کون سے اعمال ہیں جن کی وجہ سے جنت سے نہیں روکا جائے گا؟ ۱۱۹
سوال 2: لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہ کو کلمہ طیبہ کیوں کہتے ہیں؟ ۱۱۹
سوال 3: اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کے کلمات جلد جلد کیوں کہے جاتے ہیں؟ ۱۱۹
سوال 4: فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دوبار اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡم کیوں کہا جاتا ہے؟ ۱۲۰
سوال 5: دنیا کی اشیاء کی کتنی قسمیں ہیں؟ ۱۲۰
سوال 6: کون کون سی چیزیں عبادت ہیں؟ ۱۲۱
سوال 7: بزرگوں کی وفات کو عرس کیوں کہتے ہیں؟ ۱۲۱
سوال 8: ہر امت میں اولیاء اللہ کیوں ہوتے ہیں؟ ۱۲۱

سوال9:جب جُنُبی کے لئے حالت جنابت میں روزہ رکھنا صحیح ہے تو حائضہ کے لئے بھی حالت حیض میں روزہ رکھنا صحیح ہونا چاہئے تھا، ایسا کیوں نہیں؟ ۱۲۲

سوال10: دنیوی قانون پر عمل کرنا کیوں ضروری ہے؟ ۱۲۲

سوال11: زنا حرام کیوں ہے؟ ۱۲۲

سوال12: جس شہر میں طاعون ہو اس شہر سے بھاگنا حرام کیوں ہے؟ ۱۲۲

سوال13: محرم کے کھچڑے کو حلیم کہنا کیوں منع ہے؟ ۱۲۳

سوال14: پانی، نمک اور آگ دینے سے دوسروں کو منع کیوں نہیں کرنا چاہئے؟ ۱۲۴

سوال15: ذخیرہ اندوزی سے کیوں منع کیا گیا ہے؟ ۱۲۵

سوال16: بوقتِ ذبح الرّحمن الرّحیم کیوں نہیں پڑھا جاتا؟ ۱۲۵

سوال17: کھانے کا برتن، چاٹنے اور دھو کر اس کا پانی پینے کا حکم حدیث میں کیوں دیا گیا ہے؟ ۱۲۵

سوال18: کھانے میں اگر مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دینے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ ۱۲۶

سوال19: مسلمانوں کو مصیبت کیوں پہنچتی ہے حالانکہ وہ اللہ کو ماننے والے ہیں؟ ۱۲۶

سوال20: صرفیوں کے یہاں صیغوں میں کن چیزوں سے ثقل لازم آتا ہے؟ ۱۲۸

سوال21: صرفیوں کے یہاں صیغوں میں کن چیزوں سے خفت لازم آتی ہے؟ ۱۳۰

سوال22: بیوی کے مرنے کے بعد شوہر اس کو غسل کیوں نہیں دے سکتا؟ ۱۳۰

سوال23: شوہر کے مرنے کے بعد بیوی اس کو غسل کیوں دے سکتی ہے؟ ۱۳۱

سوال24: نکاح میں گواہوں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ ۱۳۱

سوال25: طلاق میں گواہوں کی ضرورت کیوں نہیں ہوتی؟ ۱۳۱

سوال26:امت کی بھول چوک معاف ہے تو بھولے سے طلاق دینے پر طلاق کیوں واقع ہو جاتی ہے؟ ۱۳۲
سوال27:وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم شریف کھڑے ہو کر کیوں پیا جاتا ہے؟.. ۱۳۲
سوال28:نونِ تثنیہ اور تنوین میں کیا فرق ہے؟ ۱۳۲
سوال29:اللہ تعالی نے قرآنِ پاک میں دیگر چیزوں کی قسم کیوں اٹھائی ہے؟ ۱۳۳
سوال30: قبر پر اذان کیوں دی جاتی ہے؟.. ۱۳۳
سوال31: عید الفطر کس دن ہو گی؟ جاننے کا کیا فارمولہ ہے؟.. ۱۳۴
سوال32:حدیث میں تکیہ، خوشبو اور تیل کو لوٹانے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟ ۱۳۹
سوال33: جن کو جن کیوں کہتے ہیں؟.. ۱۳۹
سوال34:جنات کس دن پیدا ہوئے؟.. ۱۴۰
سوال35:جنات کو کب پیدا کیا گیا؟ ۱۴۰
سوال36:سب سے پہلے صوف کا لباس کس نے پہنا؟.. ۱۴۰
سوال37:ہر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کس دن ہو گی؟ معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟.. ۱۴۰
سوال38:سب سے پہلے گھوڑے پر کس نے سواری فرمائی؟ ۱۴۱
سوال39:سب سے پہلے ترازو کس نے قائم کیا؟ ۱۴۲
سوال40:سب سے پہلے کس نے ہتھیار بنائے؟.. ۱۴۲
سوال41:سب سے پہلے ”اَمَّا بَعْدُ“ کس نے کہا؟.. ۱۴۳
سوال42:سب سے پہلے قرآن کا نام مصحف کس نے رکھا؟ ۱۴۴
سوال43:سب سے پہلے کس نے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا؟.. ۱۴۴

سوال44:سب سے پہلے زیتون کا درخت کہاں اگا؟ ۱۴۴
سوال45:سب سے پہلے لوحِ محفوظ میں کیا لکھا گیا؟ ۱۴۵
سوال46:سب سے پہلے چیچک کی بیماری عرب میں کب پیدا ہوئی؟ ۱۴۵
سوال47:سب سے پہلے کس نے چونے اور اینٹوں سے عِمارت تعمیر کروائی؟ ۱۴۶
سوال48:دُنیا میں سب سے پہلا اخبار کہاں سے اور کون سا نکلا؟ ۱۴۶
سوال49:انسانی معلومات کا سب سے پہلا ذریعہ کون سا ہے؟ ۱۴۶
سوال50:اسلام میں مرتد کو قتل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ ۱۴۶
سوال51: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی معرفت کیوں نہیں ہوتی؟ ۱۴۷
سوال52: قرآنِ پاک میں لفظِ صلوۃ کتنی بار آیا ہے؟ ۱۴۷
سوال53: غم دور ہونے اور عقل بڑھنے کا نسخہ کیا ہے؟ ۱۴۸
سوال54: زمین اور آسمان میں سے کون افضل ہے؟ ۱۴۸
سوال55:انسان کی زندگی میں خوشی کم اور غم زیادہ کیوں ہوتے ہیں؟ ۱۴۹
سوال56: بچے کی جنس کی تعیین کے متعلق جدید سائنس کیا کہتی ہے؟ ۱۴۹
سوال57: رحم میں بچے کی کیسی حالت ہوتی ہے؟ ۱۵۱
سوال58: رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی اس کی پہچان کیسے ہوگی؟ ۱۵۱
سوال59: علمِ غیبِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عقلی دلائل کیا ہیں؟ ۱۵۱
سوال60: قمری (یعنی ہجری) مہینہ اور سال کتنے دنوں کا ہوتا ہے؟ ۱۵۳
سوال61: عرب شریف میں ہندوستان کی بنسبت چاند ایک دن پہلے ہو جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ ۱۵۳
سوال62: کس عیسوی سال کی فروری ۲۹ اور کس عیسوی سال کی فروری ۲۸ دن کی ہوتی ہے؟ ۱۵۴

سوال63: عیسوی تاریخ کا دن معلوم کرنے کا کیا قاعدہ ہے؟ ۱۵۴
تیسرا باب ۱۵۶
63 انوکھے چٹکلے ۱۵۶
درود شریف کی فضیلت ۱۵۷
(1) عورت بیہوش ہوگئی ۱۵۸
(2) جیب کترا ۱۵۸
(3) سیاسی لوگ ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں ۱۵۸
(4) میں وہ نہیں جو بدل جاؤں ۱۵۹
(5) سست بیٹا ۱۵۹
(6) میر اندرانہ دو میں یہ چلا ۱۵۹
(7) مجھ پر یقین کرو گے یا گدھے پر ۱۶۰
(8) کس لئے رو رہے ہو؟ ۱۶۰
(9) عید کا زمانہ ۱۶۰
(10) خون پی رہی ہے ۱۶۰
(11) الیکشن ہار گیا ۱۶۰
(12) دعوتِ عام ۱۶۰
(13) گدھوں کا رنگ ایک جیسا ۱۶۱
(14) ناکام ہو گیا ۱۶۱
(15) اعلی حضرت اور نمازی ۱۶۲

(16)موبائل کتنے میں لیا؟ ۱۶۲
(17)ٹرین بناؤ ۱۶۳
(18)داڑھی مت رکھو ۱۶۳
(19)پانی دس میل تک بہا ۱۶۳
(20)دل کی سننی چاہئے ۱۶۳
(21)واپس آجاتا ہے ۱۶۳
(22)ڈاکٹری کا کورس ۱۶۳
(23)بی اے کیا ہے ۱۶۴
(24)خود جا کر پی لیں ۱۶۴
(25)انسان بنانے کے لئے ۱۶۴
(26)مجھے معلوم ہے ۱۶۴
(27)نقل تو نہیں کی ۱۶۴
(28)وقت ضائع نہ کریں ۱۶۵
(29)تم پر کتنا اعتماد ہے ۱۶۵
(30)ابو آرہے ہوں گے ۱۶۵
(31)مجھے برڈ فلو ہو گیا ۱۶۵
(32)تبھی سے کھسک گیا ۱۶۵
(33)پانی کم تھا ۱۶۵

(34)سو سونار کی ایک لوہار کی ۱۶۶

(35)مجرم کون ہے؟ ۱۶۶

(36)میتھ میں بول چال ۱۶۶

(37)بجلی کہاں سے آتی ہے؟ ۱۶۶

(38)دو وجہ سے پڑھائی ۱۶۶

(39)گھر کا معنی ۱۶۷

(40)منہ میں پانی آگیا ۱۶۷

(41)میں گدھوں کو راستہ نہیں دیتا ۱۶۷

(42)آپ بالکل ٹھیک ہیں ۱۶۷

(43)اپنے کام سے کام ۱۶۸

(44)تم بہت بیوقوف ہو؟ ۱۶۸

(45)نحوی دلہن کا مبتدا شوہر ۱۶۸

(46)ایک عجیب مقدمہ!! ۱۶۹

(47)روپئے اور عقل ۱۷۰

(48)بھکاری کا جواب ۱۷۰

(49)دماغ لڑانا ۱۷۰

(50)جیب کترا ۱۷۰

(51)اسکول کہاں ہے؟ ۱۷۱

(52)ہمیشہ طالبِ علم ۱۷۱
(53)اتنی دیر کیوں؟ ۱۷۱
(54)سال میں دو امتحان کیوں؟ ۱۷۱
(55)ماں کی بات ۱۷۲
(56)پانچ مچھر ۱۷۲
(57)آپریشن اور بیہوشی ۱۷۲
(58)حاجی اور نمازی ۱۷۲
(59)بڑھیا اور موت ۱۷۳
(60)کنواں اور کتا ۱۷۳
(61)نیند اور موبائل ۱۷۳
(62)ہڑتال ۱۷۴
(63)کتے کو کتا کاٹتا ہے ۱۷۴
(63)اینٹ کا جواب پتھر سے ۱۷۴
چوتھا باب ۱۷۵
63 انوکھی پہیلیاں ۱۷۵
درود شریف کی فضیلت ۱۷۶
(1)بیٹے نے باپ کا پہلا نکاح پڑھایا ۱۷۶
(2)ایسی گنتی جو کوئی نہ لکھ سکا ۱۷۶
(3)دو عورتوں میں کون سا رشتہ ہے؟ ۱۷۷

(4)دس روپے میں دس کلو سامان ۱۷۷
(5)اب،تب کیسے لائیں گے ؟............ ۱۷۷
(6)چڑیاں کتنی ہیں ؟ ۱۷۹
(7) تین آدمی اور سترہ اونٹ کیسے تقسیم ہوں ۱۷۹
(8)روٹی آٹھ اور درہم بھی آٹھ ۱۸۰
(9)جھاڑو کی پہیلی ۱۸۱
(10)شہد کی پہیلی ۱۸۱
(11)آنکھ کی پہیلی ۱۸۱
(12)پان کی پہیلی ۱۸۱
(13)پتنگ کی پہیلی ۱۸۱
(14)دھوپ کی پہیلی ۱۸۲
(15)فالودہ کی پہیلی ۱۸۲
(16)پانچ نمازیں ۱۸۲
(17)آئینہ کی پہیلی ۱۸۲
(18)مولی کی پہیلی ۱۸۲
(19)پالک کی پہیلی ۱۸۳
(20)دوکاندار کی پہیلی ۱۸۳
(21)ناریل کی پہیلی ۱۸۳

(22)تربوز کی پہیلی ۱۸۳

(23)قبر کی پہیلی ۱۸۳

(24)غوطے کی پہیلی ۱۸۴

(25)پوری کی پہیلی ۱۸۴

(26)پیتا کی پہیلی ۱۸۴

(27)مور کی پہیلی ۱۸۴

(28)سوال کی پہیلی ۱۸۴

(29)آنکھ کی پہیلی ۱۸۴

(30)قدم کی پہیلی ۱۸۴

(31)انڈے کی پہیلی ۱۸۵

(32)سفر کی پہیلی ۱۸۵

(33)اندھیرے کی پہیلی ۱۸۵

(34)نواسی کی پہیلی ۱۸۵

(35)ٹھوکر کی پہیلی ۱۸۶

(36)کل کی پہیلی ۱۸۶

(37)ہاتھ کی پہیلی ۱۸۶

(38)زبانوں کی پہیلی ۱۸۶

(39)پھل کی پہیلی ۱۸۶

(40)میتھ کی پہیلی ۱۸۶
(41)ہونٹ کی پہیلی ۱۸۷
(42)مشروم کی پہیلی ۱۸۷
(43)ماچس کی پہیلی ۱۸۷
(44)جنوری کی پہیلی ۱۸۷
(45)رات کو سونے کی پہیلی ۱۸۷
(46)تکیہ اور چارپائی کی پہیلی ۱۸۷
(47)سوال کی پہیلی ۱۸۸
(48)روٹی کی پہیلی ۱۸۸
(49)گلاب جامن کی پہیلی ۱۸۸
(50)شہتوت کی پہیلی ۱۸۸
(51)سگریٹ کی پہیلی ۱۸۸
(52)کتاب پڑھنے کی پہیلی ۱۸۹
(53)بیٹی کی پہیلی ۱۸۹
(54)غلط کی پہیلی ۱۸۹
(55)یومِ ولادت کی پہیلی ۱۸۹
(56)2سے 24 کیسے بنائیں؟ ۱۸۹
(57)4کے بیچ میں 8 کہاں؟ ۱۹۰

(58)نماز کی پہیلی ۱۹۰

(59)مرتد کی پہیلی ۱۹۰

(60)پانی کی پہیلی.. ۱۹۰

(61)گرم مسالہ کی پہیلی.. ۱۹۱

(62)اسٹار کی پہیلی ۱۹۱

(63)انوکھی پہیلی ۱۹۱

پانچواں باب ۱۹۳

63انوکھی حکمتیں ۱۹۳

حکمت کیا ہے اور کہاں ملتی ہے ؟ ۱۹۴

(1)خدا کے ایک ہونے کی حکمت ۲۰۲

(2)اللہ کے موجود ہونے کی حکمت ۲۰۳

(3)اللہ پاک کے دکھائی نہ دینے کی حکمت.. ۲۰۴

(4)عبادت کا مستحق صرف اللہ ہی ہے کی حکمتیں ۲۰۵

(5)اللہ تعالی کی ذات کا ادراک عقلاً محال ہے کی حکمت ۲۱۰

(6)اللہ عزوجل کا صورت سے پاک ہونے کی حکمت ۲۱۲

(7)اللہ عزوجل کا جسم سے پاک ہونے کی حکمت.. ۲۱۲

(8)اللہ عزوجل کا سوچنے سے پاک ہونے کی حکمت ۲۱۳

(9)اللہ کے اولاد سے پاک ہونے کی حکمتیں ۲۱۳

(10)اللہ کا مکان سے پاک ہونے کی حکمتیں ۲۲۰

(11)اللہ کے نہ سونے کی حکمتیں ۲۲۱

(12)اللہ کا مخلوق ہونا محال ہے کی حکمت ۲۲۳

(13)اللہ کا جھوٹ سے پاک ہونے کی حکمتیں ۲۲۳

(14)اللہ میاں اور سخی نہ کہنے کی حکمت ۲۲۵

(15)انبیائے کرام کو بھیجنے کی حکمت ۲۲۶

(16)جنات اور عورت کے نبی نہ ہونے کی حکمت ۲۲۷

(17)لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمت ۲۲۷

(18)قیامت کا وقت چھپائے جانے کی حکمت ۲۲۷

(19)عقیدۂ آخرت کی حکمتیں ۲۲۸

(20)وضو میں اعضائے اربعہ کو خاص کرنے کی حکمت ۲۲۹

(21)وضو میں ہاتھ دھونے کی حکمت ۲۳۰

(22)گردن کے مسح کی حکمت ۲۳۰

(23)وضو میں منہ دھونے کی حکمت ۲۳۱

(24)ترتیبِ وضو کی حکمت ۲۳۱

(25)مسواک کی حکمت ۲۳۲

(26)ناک میں پانی ڈالنے کی حِکمتیں ۲۳۲

(27)چہرہ دھونے کی حکمت ۲۳۳

(28)کُہنیاں دھونے کی حکمتیں ۲۳۳

(29)پاؤں دھونے کی حِکمتیں ۲۳۳
(30)نماز کا بعدِ ایمان اعظمِ فرائض ہونے کی حکمتیں ۲۳۴
(31)نماز کو صلاۃ کہنے کی حکمتیں ۲۳۴
(32)نماز کے شبِ معراج فرض ہونے کی حکمت ۲۳۶
(33)نماز کے افضل العبادات ہونے کی حکمتیں ۲۳۶
(34)پانچ نمازیں فرض ہونے کی حکمتیں ۲۳۷
(35)علمِ غیب عطا کئے جانے کی حکمتیں ۲۴۲
(36)لوگوں کے مختلف رنگوں کے ہونے کی حکمت ۲۴۳
(37)روح کو ملک الموت کے نکالنے کی حکمت ۲۴۴
(38)پیشانی کو پیشانی کہنے کی حکمت ۲۴۴
(39)مچھلی کے ذبح نہ کرنے کی حکمت ۲۴۴
(40)حضور پر زکوۃ فرض نہ ہونے کی حکمت ۲۴۵
(41)استقبالِ قبلہ کی حکمت ۲۴۵
(42)قبلہ مقرر کرنے کی حکمتیں ۲۴۵
(43)کعبہ کو قبلہ مقرر کرنے کی حکمتیں ۲۴۷
(44)مردے کو ماں کے نام کے ساتھ پکارنے کی حکمت ۲۵۰
(45)افعالِ حج کی حکمتیں ۲۵۰
(46)نماز باجماعت پڑھنے کی حکمتیں ۲۵۵

(47)ماں کی اپنے اولاد سے محبت کی حکمت ۲۵۶

(48)مچھلی کے نہ بولنے کی حکمت ۲۵۶

(49)رسول اللہ کے استغفار کرنے کی حکمتیں ۲۵۶

(50)جانوروں کے حلال و حرام ہونے کی حکمت ۲۵۷

(51)زمزم کو کھڑے ہو کر پینے کی حکمت ۲۵۸

(52)عورت کو حیض آنے کی حکمت ۲۵۸

(53)مرد کو طلاق کا مالک بنانے کی حکمت ۲۵۹

(54)حد قائم کرنے کی حکمت ۲۶۰

(55)اذان میں کانوں میں انگلیاں ڈالنے کی حکمت ۲۶۱

(56)روزے کی حکمت ۲۶۱

(57)روزوں کے لئے ماہِ رمضان کو منتخب کرنے کی حکمت ۲۶۲

(58)روزے میں بھول چوک معاف ہونے کی حکمت ۲۶۲

(59)زکوۃ فرض کرنے کی حکمت ۲۶۲

(60)زکوۃ سال میں ایک بار فرض ہونے کی حکمت ۲۶۳

(61)جہاد کرنے کی حکمت ۲۶۳

(62)کفار سے نکاح حرام ہونے کی حکمت ۲۶۳

(63)ختنہ کرنے کی حکمت ۲۶۴

چھٹا باب ۲۶۵

63 انوکھی حکایات ۲۶۵

درود شریف کی فضیلت ۲۶۶
(1)امامِ اعظم اور دہریہ کا مناظرہ ۲۶۷
(2)امام سیبویہ کی مغفرت کاراز ۲۶۸
(3)حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز ۲۶۸
(4)چور ولی بن گیا ۲۶۹
(5)بادشاہ کے تین سوال ۲۷۰
(6)چھوٹا پتھر یا چٹان ۲۷۴
(7)بھوکے شیر کا ایثار ۲۷۶
(8)ہر شے کی چار شکلیں ۲۷۷
(9)اعلیٰ حضرت کی بسم اللہ خوانی ۲۷۹
(10)راہب کے ۶۲ سوالات ۲۸۰
(11)ماں کو قتل کرنے کا انجام ۲۹۰
(12)دروازہ نہ کھل سکا ۲۹۵
(13)۲۵ مرتبہ میں چڑیا کہنا سیکھا ۲۹۶
(14)محمود غزنوی کے تین سوالات ۲۹۷
(15)قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت ۲۹۸
(16)حضرت علی المرتضیٰ کے فیصلے ۲۹۹
(17)لالچ بری بلا ہے! ۳۰۱

(18)انوکھی صدا ۳۰۲
(19)کتابیں بیچنے کا دکھ ۳۰۳
(20)تین قبروں کی حکایت ۳۰۵
(21)کتابیں بیچنے سے بہتر عہدہ قضا ۳۱۰
دو کلو سے زائد سونے کے بدلے کتاب ۳۱۱
تین ہزار درہم کی کتاب ۳۱۱
حفظِ حدیث میں انہماک ۳۱۱
(22)زمین سے دینار نکل آئے ۳۱۱
(23)بڑائی جتانے کا برا انجام ۳۱۳
(24)پنسل کی خصوصیات ۳۱۴
(25)مہمان کے لیے ڈنڈا ۳۱۵
(26)آزمائش کامیابی کا واحد راستہ ہے ۳۱۷
(27)قرآن مجید اور مسلمانوں کی حالت ۳۱۸
(28)اسکول، استانی اور قرعہ اندازی ۳۱۹
(29)چار مرد، چار خواہشات ۳۲۰
(30)کھانا کس نے بھیجا تھا؟ ۳۲۱
(31)استاذ، پھول اور میٹھا شہد ۳۲۲
(32)قابل تحسین غلطی ۳۲۳

(33)انسانیت کی خدمت ۳۲۴
(34) کنجوس کا بیٹامہا کنجوس ۳۲۶
(35)بوڑھیا کی حکمت بھری باتیں ۳۲۷
(36)سکون کی تلاش ۳۲۸
(37)خدا کی جنت ۳۲۹
(38)گھر کی تربیت ۳۳۰
(39)ایک ماں کی تڑپ ۳۳۱
(40)سلام کرنا کبھی مت بھولنا ۳۳۳
(41)ایک عجیب وغریب مزاحیہ اور علمی قصہ! ۳۳۴
(42)سورہ یاسین کا کمال ۳۳۶
(43)یہی آنسو چاہئے تھے ۳۳۷
(44) قاضی کا ایک عجیب ودلچسپ فیصلہ !! ۳۳۸
(45)تقوی کی برکت ۳۳۸
(46)عمر بن عبد العزیز کا تقوی ۳۴۰
(47)رابعہ بصریہ کا تقوی ۳۴۰
(48)عربوں کی عادت ۳۴۱
(49)ایک سچی حقیقت ۳۴۲
(50)مجھے نیک انساں بنا میرے مولا! ۳۴۴

(51)ایک کپ کافی ۳۴۵

(52)ایک مہینے سے کھیر کھا رہی ہوں ۳۴۶

(53)جنرل اور چرواہا ۳۴۷

(54)حکیم سقراط کی حکمت و فراست ۳۴۸

(55)بر ستی آنکھوں سے کیوں دیکھتے ہیں؟ ۳۴۹

(56)تین ہمنام بھائی ۳۵۰

(57)قرآن کی عظمت ۳۵۳

(58)عدنان خاشقجی کا عروج وزوال ۳۵۴

(59)بوڑھے والدین کے ساتھ حسن سلوک ۳۵۶

(60)اللہ سے ملاقات ۳۵۷

(61) سمجھداری یا چالاکی ۳۵۸

(62)عالم کی شایانِ شان ۳۵۹

(63)ایک قابل رشک ۳۶۱

مصنف کی دیگر کتب کا تعارف ۳۶۳

کلماتِ مسرت

الحمد للہ عزوجل مجھے یہ کلمات لکھتے ہوئے بیحد خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ میرے مشفق و معاون الحاج **محمد رحمت نواز انصاری نقشبندی** حیدرآبادی حال مقیم شکاگو امریکہ اور ان کی نیک سیرت زوجہ **"اسماء نکہت قادریہ"** نے میری اس تصنیف کو پسند فرمایا اور عوامِ ملّتِ اسلامیہ کے سامنے منظرِ عام پر لانے کے لئے مجھے ابھارا اور بھرپور کوشش فرمائی، سگِ عطار (یعنی مصنف) ان دونوں کا بیحد شکر گزار اور احسان مند ہے اور رہے گا ان شاءاللہ الکریم کہ میری ہر تصنیف میں ابتدائی مراحل سے لے کر اختتامی مراحل تک ان کا ایک اہم کردار ہوتا ہے۔

اللہ الکریم کی بارگاہِ عظیم میں دعا گو ہوں کہ موصوف و موصوفہ کی تمام تر کوششوں کو قبول فرما کر بہترین جزا عطا فرمائے اور دین و دنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے، زمینی و آسمانی بلاؤں سے ان کی حفاظت فرمائے، درازیٔ عمر بالخیر عطا فرمائے اور ان کی بے حساب مغفرت فرمائے۔ **آمین بجاہ النبی الامین** ﷺ

شرفِ انتساب

سگِ عطار نے اپنی اس کتاب کا نام عزیزم حضرت مولانا رفیق مدنی زید مجدہ و شرفہ وعلمہ وعملہ کے نام پر "رفیق التدریس" رکھا۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور طالبانِ علمِ دین کو اس سے مستفیض فرمائے نیز میرے اور میرے والدین و اساتذہ و مرشدِ کریم کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔ **آمین بجاہ النبی الامین** ﷺ

عرضِ مصنف

کئی سالوں سے ایک تمنا تھی کہ کوئی ایسی کتاب ہو جس میں تدریس کی اہمیت و ضرورت، تدریس کے طریقے، تدریس میں نکھار پیدا کرنے والے فارمولے، استاد کی ذمہ داریاں اور ایک استاد کو تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے ہوں جن کی مدد سے تدریس کے منصب پر فائز ہونے والے اسلامی بھائی اپنی تدریس کو بحسنِ خوبی سرانجام دے سکیں۔

بحمدہ تعالیٰ یہ سعادت مجھے حاصل ہوئی، اور آہستہ آہستہ کام شروع کیا، ایک سال کی محنت کے بعد اس موضوع پر 2000 صفحات لکھ دیا، پھر خیال آیا اتنی ضخیم کتاب کون پڑھے گا؟ لہذا ان 2000 صفحات کو پھر چار جلدوں میں تقسیم کیا۔ پھر اپنے ایک عزیز کو اس سے مطلع کیا تو انہوں نے فرمایا: میرے اعتبار سے ان چاروں جلدوں کو مستقل چار کتابیں بنا دیں جس سے خریدنے والوں کو آسانی ہو گی۔ ان کی بات سمجھ میں آئی لہذا ان کے کہنے پر ان 2000 صفحات (یعنی چار جلدوں) کو مندرجہ ذیل مستقل کتابیں بنا دیا:

(1)۔۔۔تدریس کے ۲۶ طریقے

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے:

☆...**پہلا باب:** تدریس کے نکات

☆...**دوسرا باب:** تدریس کے 26 طریقے

☆...**تیسرا باب:** درجے کی ترقی کے فارمولے

☆...**چوتھا باب:** طلبہ کے درمیان کئے جانے والے 19 بیان

☆...**پانچواں باب:** جسمانی و ذہنی نشو نما کے فارمولے

☆...**چھٹا باب:** تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے

(2)۔۔۔رفیق التدریس

یہ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے:

☆...**پہلا باب:** 63انوکھی معلومات ☆...**دوسرا باب:** 63انوکھے سوالات

☆...**تیسرا باب:** 63انوکھے چٹکلے ☆...**چوتھا باب:** 63انوکھی پہیلیاں

☆...**پانچواں باب:** 63 انوکھی حکمتیں ☆...**چھٹا باب:** 63انوکھی حکایات

(3)۔۔۔تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے

یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے:

☆...**پہلا باب: تاریخ ساز شخصیت بننے کے 6 فارمولے**

☆...**دوسرا باب: تاریخ ساز ۷۱ شخصیات**

(4)۔۔۔فیضانِ قرآن کورس

یہ کتاب چھ عنوان پر مشتمل ہے:

☆... فیضانِ قرآن کورس کے جدول چلانے کی رہنمائی

☆... فیضانِ قرآن کورس کے فوائد

☆... مدنی قاعدہ مع قواعد و کلمات

☆... سنتیں اور آداب

☆... دعائیں

☆... قرآنی سورتوں اور اذکارِ نماز کی مشق

(5)۔۔۔فیضانِ شریعت کورس

یہ کتاب چھ عنوان پر مشتمل ہے:

☆... فیضانِ شریعت کورس کے فوائد

☆... فیضانِ شریعت کورس کے جدول چلانے کی رہنمائی

☆... عقائد کے متعلق 16 بیانات

☆...عبادات کے متعلق 16 بیانات

☆...معاملات کے متعلق 16 بیانات

☆...تصوف کے متعلق 16 بیانات

اللہ الکریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور میری، میرے والدین، اہل و عیال، اساتذۂ کرام کی بخشش کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

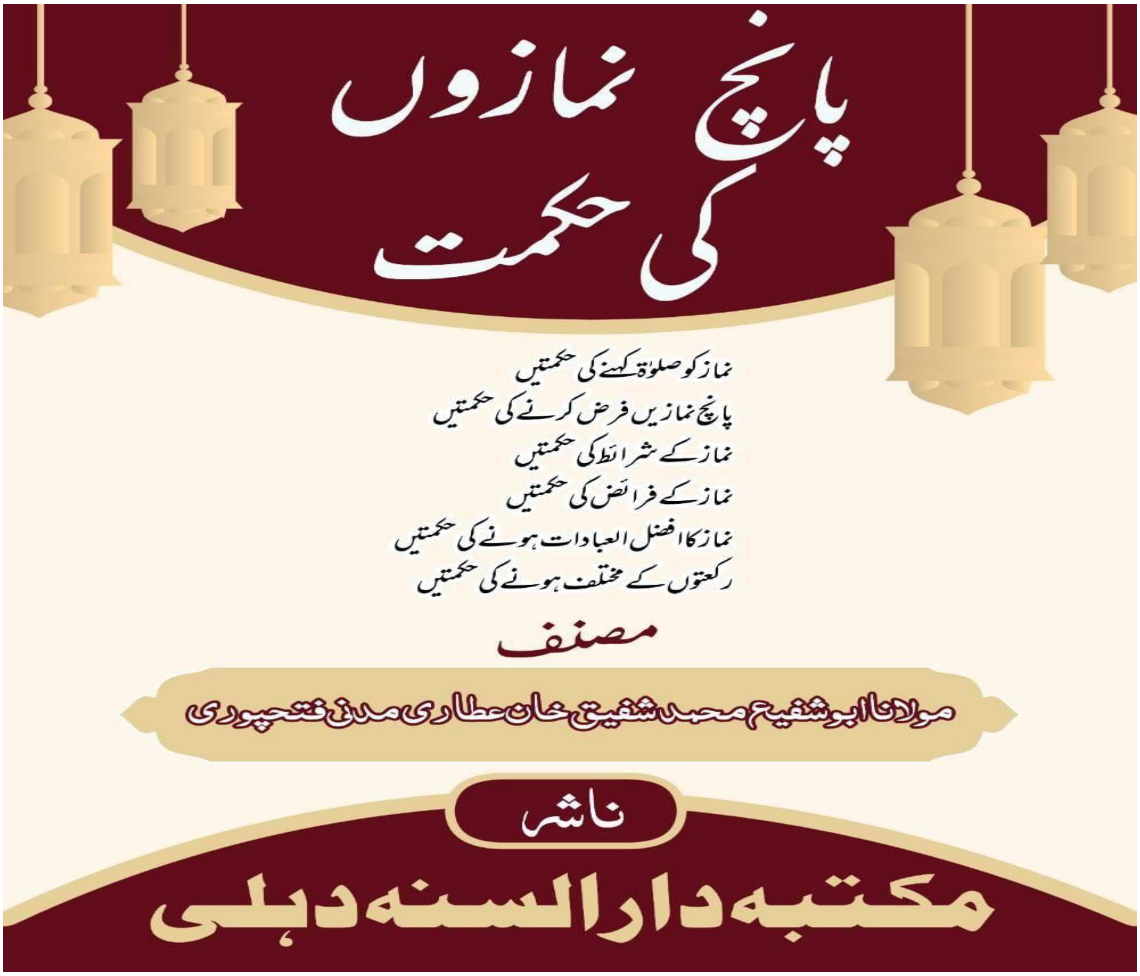

مصنف کا تعارف

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ۲۰۰۴ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لَلَوْلِی ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخِ پیدائش ۱۰ جون ۱۹۸۶ء ہے۔

مولانا نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن ۲۰۰۰ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئی چلے گئے تھے اور وہاں پر ۴ سال قیام کیا پھر ۲۰۰۴ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول ملا، دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور ۲۰۰۶ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھی، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریا کوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹسٹ دیا اور بفضلہ تعالی کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَرَیَّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی، ۲۰۱۴ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے، اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں چلنے والی علمِ صرف کی کتاب بنام مراح الارواح کی اردو شرح بنام **شفیق المصباح** تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لا کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ موصوف کو بے بہا برکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایاں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا کر کے موصوف کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

مصنف کی اصلاحی کتب

1☆...ما فعل اللہ بک (حصہ اول)
2☆...ما فعل اللہ بک (حصہ دوم)
3☆...ما فعل اللہ بک (حصہ سوم)
4☆...میری سنت میری امت
5☆... کیا حال ہے؟
6☆...موت کے وقت
7☆... عقائد کی حکمتیں
8☆...پانچ نمازوں کی حکمتیں
9☆... قرآنی سورتوں کے مضامین
10☆...سب سے پہلے سب سے آخر
11☆...امتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات
12☆... قصور کس کا؟
13☆... نصاب مسائلِ نماز
14☆... خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی جلد اوّل
15☆... خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی جلد دوم
16☆... خطبات مصطفائی و خطبات شفیقی جلد سوم
17☆... تدریس کے ۲۶ طریقے
18☆...رفیق التدریس
19☆... تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے
20☆... فیضانِ قرآن کورس
21☆... فیضانِ شریعت کورس
22☆... آسان فرض علوم
23☆... آسان خطباتِ محرم
24☆... تنظیمی نصاب

مصنف کی درسی کتب

1☆... شفیق المصباح شرح مراح الارواح
2☆... شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ
3☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ اول)
4☆... الشَّفِیۡق شرح تیسیر مصطلح الحدیث

5☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ دوم)

6☆... القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر

7☆... شارق الفلاح شرح نور الایضاح

8☆... عرفان الاثار شرح معانی الاثار

9☆... صرف کے دلچسپ سوالات

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

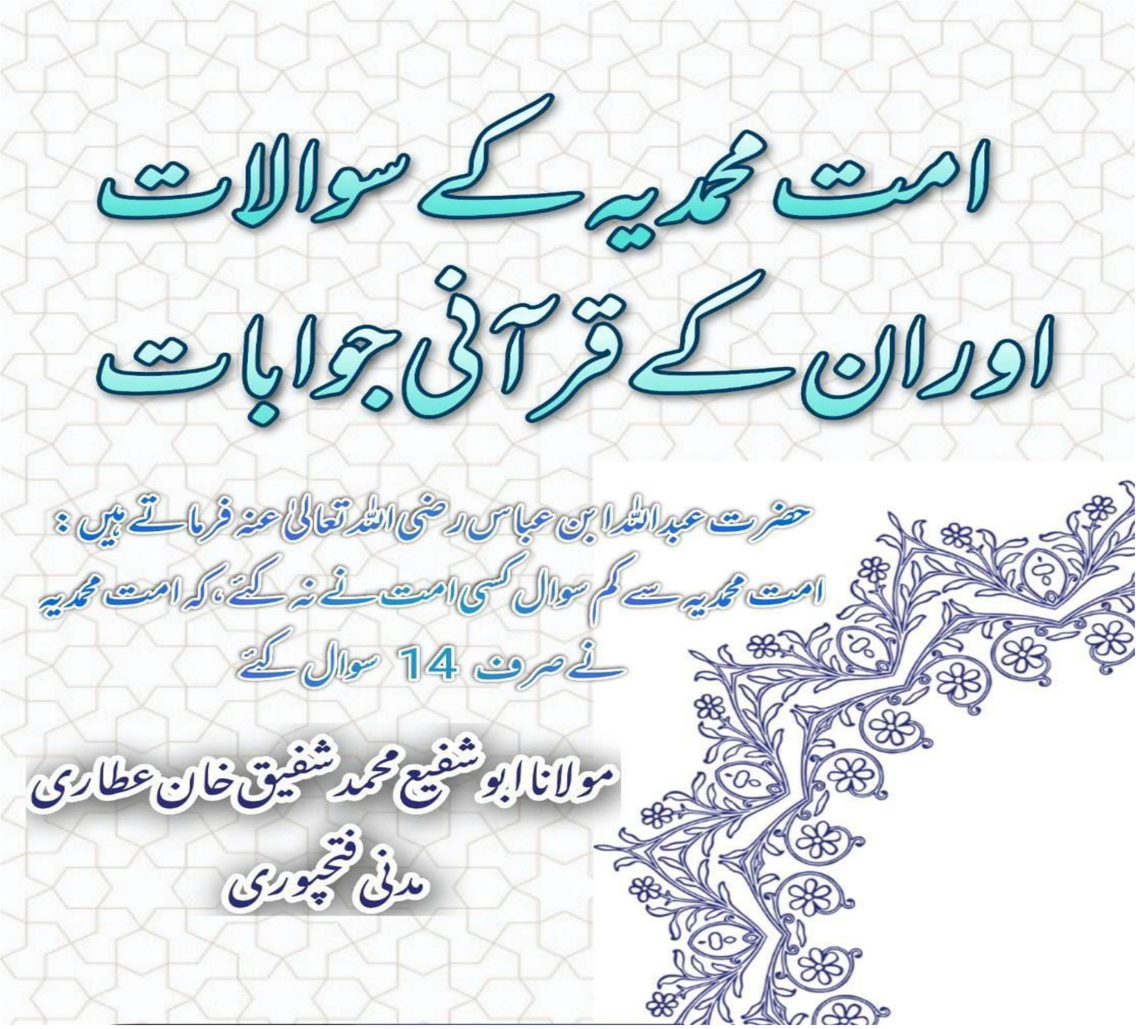

مصنف کے بارے میں

حضرت سیِّدُنا سفیان بن عُیَیْنَہ رَحمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: یہ قلم و دوات جس کے گھر داخل ہو جائیں اس کے بیوی بچے مشقت میں پڑ جاتے ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج۷، ص۲۸۶)

رفیق التدریس لکھے جانے کی وجہ

پیارے اسلامی بھائیو! "تدریس کے ۲۶ طریقے" میں تدریس کے تمام تر معاملات کو بیان کرنے کے بعد خیال آیا کہ کچھ ایسی چیزوں کا بھی اضافہ کیا جائے جو ہماری تدریس میں جان پیدا کریں، کیونکہ عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے مرکزی مجلسِ شوریٰ کے نگران حضرت مولانا عمران عطاری سلمہ الباری نے معلمین کے ایک مدنی مشورے میں ارشاد فرمایا: **"ہمارے پاس نئے نئے اسلامی بھائی آتے ہیں لہذا ان کو متاثر کر کے دینی ماحول میں لانا ہمارا مقصد ہے اور متاثر کرنے کا ایک بہترین ذریعہ آپ کی دینی و دنیوی معلومات ہے، جس قدر آپ کی معلومات زیادہ ہو گی اس قدر آپ ان اسلامی بھائیوں کو جلد متاثر کر سکتے ہیں لہذا اپنی دینی و دنیوی معلومات میں اضافہ کریں کہ یہ لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ ہے"**

پس نگرانِ شوریٰ سلمہ الباری کے اس فرمان کے مدِ نظر **"رفیق التدریس"** میں دینی و دنیوی معلومات کا ایک ذخیرہ جمع کیا گیا ہے جس کو پڑھنے کے بعد آپ خود اعتراف کریں گے کہ واقعی میں ایسی معلومات ہمیں پہلے نہیں تھی۔

نیز یہ چیزیں آپ کی گفتگو میں ایک ایسا حسن پیدا کریں گی جس کی بنا پر آپ کی گفتگو سننے والا آپ سے بور نہیں ہو گا بلکہ ان شاء اللہ آپ کے بولنے اور آپ کی گفتگو سننے کا مشتاق نظر آئے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیْف وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْق

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

درود وسلام پڑھنے کی فضیلت

سرکارِ مدینہ، راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: بے شک تمہارے نام مع شناخت مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں لہٰذا مجھ پر اَحسن (یعنی خوبصورت الفاظ میں) دُرودِ پاک پڑھو۔

(مصنّف عبد الرزاق، ۲/ ۱۴۰، حدیث: ۳۱۱۶)

ایک سفر کی مثال

پیارے اسلامی بھائیو! جس کے پاس معلومات اور موقع محل کی شناخت نہیں ہوتی لوگ اس سے اور اس کی گفتگو سے کس قدر بور ہوتے ہیں؟ اور جس کے پاس معلومات اور موقع محل کی شناخت ہوتی ہے اس کی گفتگو کا اثر کیا ہوتا ہے؟ اس ضمن میں ایک فرضی مثال پیشِ خدمت ہے چنانچہ:

ایک شخص کو ایک طویل سفر درپیش رہا، مصیبت یہ تھی کہ تنہا تھا اور آپ جانتے ہیں کہ طویل سفر اکیلے طے کرنا کس قدر کٹھن ہے۔ اس نے سوچا کہ اپنے ڈبے کے کسی ہم سفر کو "راستے کا دوست" بنا کر وقت کاٹ لوں گا۔ لیکن بد قسمتی سے جس ڈبے میں اسے جگہ ملی، وہاں پہلے ہی سے ایک نہایت باتونی حضرت تشریف فرما تھے اور بیک وقت سب مسافروں سے اس طرح خطاب فرما رہے تھے جیسے جماعت کے کمرے میں لیکچر دے رہے ہیں۔ نہایت تلخ لہجہ جیسے لڑ رہے ہوں۔ گفتگو میں کوئی دلچسپی اور نہ کوئی جاذبیت، محض سطحی باتیں موضوع زیر بحث تھا ملکی اور غیر ملکی سیاست، چند ہی منٹ میں اس نے محسوس کر لیا کہ تمام مسافر ان کی لایعنی اور مہمل باتوں سے "بور" ہو گئے ہیں اور پھر کسی نے کھڑکی سے باہر دیکھنا شروع کر دیا، کوئی اخبار پڑھنے لگا اور کسی نے لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ باتونی صاحب نے جب دیکھا کہ کوئی ان کی باتوں میں دلچسپی نہیں لے رہا تو وہ چپ ہو گئے اور پورے ڈبے میں قبرستان کی سی فضا طاری ہو گئی، اس مسافر نے دل ہی دل میں ان حضرت کو خوب کوسا۔

اگلے اسٹیشن پر ایک اور صاحب سوار ہوئے، صورت، شکل اور لباس سے خاصے باذوق معلوم ہوتے تھے، اطمینان سے جگہ پر قابض ہونے کے بعد انہوں نے سرسری طور پر پورے ڈبے کا جائزہ لیا، اس نووارد کی ان حرکات و سکنات نے باتونی صاحب کو پھر زبان کھولنے کا موقع دے دیا تھا، بھلا وہ کب چوکنے والے تھے، فوراً بولے: "کیوں صاحب! آپ بھی ممبئی جارہے ہیں؟"

نووارد نے مسکراتے ہوئے جواب دیا : "جی نہیں، بلکہ یہ ٹرین ممبئی جارہی ہے۔" اس فقرے پر ایک زبردست قہقہہ گونج اٹھا اور ہر مسافر دلچسپی سے نووارد کا جائزہ لینے لگا۔ قصہ مختصر چند ہی منٹ میں اس اجنبی مسافر کی گفتگو کی کشش اور جاذبیت نے ہر مسافر کو اپنے گردیوں کھینچ لیا جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے اور پھر تو زمانے بھر کی باتیں چھڑ گئیں اور وہی ریل کا ڈبہ جو کچھ دیر پہلے قبرستان کا سناٹا پیش کر رہا تھا، فلک شگاف قہقہوں سے گونجنے لگا اور سب مسافر اس طرح گھل مل کر بے تکلفی سے باتیں کر رہے تھے جیسے برسوں کی واقفیت ہو اور اس طرح ممبئی تک کا طویل سفر نہایت اچھا کٹ گیا۔

گفتگو کرنا نہیں جانتے

یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم میں سے بیشتر لوگ بلکہ یوں کہیے پنچانوے فیصد افراد ایسے ہیں جو گفتگو کرنا نہیں جانتے۔ کہنے کو تو ہر شخص گھنٹوں بول سکتا ہے اور دوسروں کا دماغ چاٹ سکتا ہے لیکن اسے گفتگو نہیں کہتے۔ گفتگو بھی ایک فن ہے اور ایسا فن ہے کہ اس کو جاننے والا خود بخود دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور اس کا تعلق تمام تر دوسروں کی ذہنی اور علمی کیفیت کو بھانپ لینے سے ہے۔ جب تک ہمیں یہ علم نہ ہو گا کہ ہمارا مخاطب کس ذہن اور کس علمیت کا مالک ہے؟ اس کا مزاج کس نوعیت کا ہے؟ اور ہمیں اس سے گفتگو کرنے کا کون سا اسلوب اختیار کرنا چاہیے؟ اس وقت تک ہم اپنے ماحول اور اردگرد کی سوسائٹی میں ہر دلعزیزی حاصل نہیں کر سکتے۔ گفتگو کے جو تقاضے ہیں انہیں پورا کرنے کے لیے تربیت اور مشق کی بہت ضرورت ہے۔

لوگ مختلف مزاج کے ہوتے ہیں

روز مرہ کی زندگی میں ہمیں بہت سے اجنبی اور غیر اجنبی افراد سے سابقہ پڑتا ہے، ان میں بوڑھے بھی ہوتے ہیں جوان بھی، بچے بھی اور عورتیں بھی۔ یہ سب مختلف مزاج اور مختلف طبیعتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ بدمزاج،

جذباتی، متحمل، چڑچڑے، ہنس مکھ، با اخلاق، بد اخلاق، تند خو اور نرم خو، غرض یہ کہ جتنے افراد اتنے ہی مزاج، ان سب کے عادات و خصائل، پیشے، مشغلے ایک دوسرے سے جدا، ظاہر ہے کہ اس قسم کے مختلف الانواع افراد سے میل جول اور بات چیت کا انداز ایک جیسا نہیں رکھا جاسکتا۔ موقع محل کے ساتھ ساتھ یہ تبدیلیوں اور موزوں طریق کا متقاضی ہے۔

بہترین گفتگو کرنے کا راز!

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ بہترین گفتگو کرنے کا راز اس امر میں پنہاں ہے کہ ہم دوسرے کی بات سکون سے سنیں اور پھر بولیں۔ بلاشبہ یہ اصول کارآمد ہے لیکن یہ ایک طرفہ ہے، فرض کیجیے گفتگو کرنے والے دو فرد دل میں پہلے سے یہ سوچ لیں کہ "میں صبر سے سنوں گا۔" تو بہت جلد دونوں ایک دوسرے سے "بور" ہو جائیں گے، گفتگو میں دلکشی اور جاذبیت پیدا کرنے کے لیے لازمی ہے کہ "سننے اور بولنے" دونوں سے یکے بعد دیگرے کام لیا جائے۔ بولنے والا اپنی باری پر بولے اور سننے والا اپنی باری پر سنے۔ گفتگو کرنا ایک فن ہے تو گفتگو سننا اس سے بھی زیادہ لطیف آرٹ ہے اور خاصے صبر و تحمل کا تقاضا کرتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ وہ فرد سوسائٹی میں خاصا اہم سمجھا جاتا ہے جو دوسروں کے "دکھ درد" سنجیدگی سے سن لیتا ہے اور ان میں دلچسپی لیتا ہے۔ ایک اچھا سننے والے کی خوبی یہ ہے کہ وہ جو کچھ سنتا ہے، غور سے سنتا ہے اور درمیان میں بولنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کے مقابلے میں ایک برا سننے والا وہ ہے جو دوسروں کی پرواکیئے بغیر خواہ مخواہ دخل در معقولات کرتا ہے۔ وہ دراصل اپنے بارے میں کچھ کہنے کے لیے اتنا بے چین ہوتا ہے کہ دوسرے کی بات میں دلچسپی ہی نہیں لیتا۔ اگر آپ ہر دلعزیز شخصیت بننا چاہتے ہیں اور اس بات کے خواہش مند ہیں کہ لوگ آپ کی گفتگو سنیں تو اس کے لیے آپ کو دوسروں کی شخصیت میں دلچسپی لینی پڑے گی۔

اجنبی افراد کو متاثر کرنے کا طریقہ

اجنبی افراد کو متاثر کرنے کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ آپ ان کی ہر بات میں دلچسپی ظاہر کریں۔ مثال کے طور پر آپ کو کسی "مصور" سے ملاقات کا موقع حاصل ہوتا ہے۔ وہ آپ کو اپنے اسٹوڈیو میں لے جاتا ہے اور تصویریں دکھانے لگتا ہے۔ اگر آپ اس موقعے پر خاموش رہیں گے تو اچھا نہ ہو گا۔ تصویروں کی مناسب تعریف کے ساتھ ساتھ مختلف

نوعیت کے سوالات ضرور کیجیے تاکہ مصور یہ سمجھے کہ آپ واقعی انتہائی دلچسپی سے اس کی محنت کا جائزہ لے رہے ہیں۔

گفتگو میں چاشنی پیدا کرنے کا طریقہ

نیز گفتگو میں چاشنی پیدا کرنے کے لیے سب سے زیادہ اہمیت موقع محل کی شناخت اور پھر درست لہجے کو استعمال کرتے ہوئے عقلمندانہ جملے ادا کرنا ہے۔ بر موقع اور وہ بھی شیریں اور خوش گوار لہجہ جادو کا اثر رکھتا ہے۔ آپ اپنے مخاطب سے موقع کی مناسبت کو مدنظر رکھتے ہوئے شیریں لہجے میں گفتگو کیجئے پھر دیکھئے وہ آپ کا کیسے گرویدہ ہوتا ہے!

انہیں ساری وجوہات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے **"تدریس کے ۲۶ طریقے جلد دوم"** کی تصنیف کی گئی ہے کہ ہم موقع محل کی مناسبت سے اپنے مخاطبین کو کبھی انوکھی معلومات دے کر، کبھی انوکھے سوالات کر کے، کبھی انوکھے چٹکلے سنا کر، کبھی انوکھی پہیلیوں سے دل لبھا کر، کبھی انوکھی حکمتیں بتا کر اور کبھی انوکھی حکایات سنا کر اپنا گرویدہ بنائیں۔

اجنبی سے گفتگو کے تقاضے

تلخ نوعیت کے مباحث، مثلاً: مذہب یا سیاست پر بحث کرنا گفتگو کی دلکشی کے لیے زہر قاتل ہے، اجنبی لوگوں سے ان موضوعات پر قطعاً گفتگو نہ کیجیے، بلکہ ایسے موضوعات تلاش کیجیے جو عام دلچسپی کے ہوں اور جن میں تنوع ہو۔ گفتگو کے دوران ہلکے پھلکے چٹکلے اور لطیفے خاصی اہمیت رکھتے ہیں اور ان سے گفتگو کو زیادہ پُرکشش بنانے کا کام لیا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ آپ کا مطالعہ وسیع ہونا چاہیئے کیونکہ تازہ بہ تازہ معلومات کے بغیر آپ لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے میں ناکام رہیں گے۔

نیز گفتگو میں دلکشی پیدا کرنے کا دوسرا راز اس امر میں مضمر ہے کہ آپ کا انداز گفتگو کیسا ہے؟ کیا آپ فصاحت سے بول سکتے ہیں؟ تلفظ یا گرامر کی غلطیاں گفتگو کی دل کشی کو ختم کرنے میں ایک بڑا سبب ہیں۔ یہ فن حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ جو زبان بول رہے ہیں اس کی نوک پلک درست ہو اور سننے والے پر ہر فقرہ اثر کرے۔ جو فرد گفتگو کو مزاحیہ فقروں سے سجاتا ہے، یقین کیجیے وہ گفتگو کا فن جان گیا ہے، البتہ گھڑے گھڑائے چٹکلوں اور رٹے رٹائے جملوں سے پرہیز کیجیے۔ بعض لوگ لطیفہ سنانا شروع کرتے ہیں تو اس طرح کہ لطیفہ کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اگر لطیفہ سنانا ہے تو موقع محل کی مناسبت سے سنایئے جو کہ دلچسپی کا باعث بنے نہ کہ بوریت کا سبب۔

ان تمام چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے **"رفیق التدریس"** کا مطالعہ کیجئے اور اپنی گفتگو کو دلنشین سے دلنشین تر بنائیے اور اپنے طلبہ کے دلوں میں اتر کر ان کی اصلاح کا باعث بنیئے۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں حسنِ کردار و گفتار کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

پہلا باب

63انوکھی معلومات

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆...اللہ کے کل نام کتنے ہیں؟
☆...اسمِ محمد اسمِ اللہ کا مظہر ہے
☆...تمام چیزوں میں اسمِ محمد
☆...طواف کی ابتدا کیسے اور کیوں ہوئی؟
☆...پرندوں سے چھ سبق
☆...عقلمند کون؟
☆...تصوف کیا ہے؟
☆...نماز کون نہیں پڑھتا؟
☆...علمِ تکسیر اور اعلی حضرت
☆...لوگوں کو پرکھنے کے فارمولے
☆...اللہ کو اللہ کیوں کہتے ہیں؟
☆...اعلی حضرت نے کمال کر دیا
☆...اعلی حضرت کے شعر پر پانچ سوال
☆...اسلام کس لئے آیا؟
☆...کامیابی کیسے ملے گی؟
☆...قبلہ ایک نہیں بلکہ کئی ہیں
☆...زندگی کی تین قسمیں
☆...حقوق خود بخود ادا ہو گئے
☆...تین فطری قوانین
☆...استاد کیا چاہتا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اللَّطِیفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الشَّفِیْقِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہ

(1) درودوسلام پڑھنے کی فضیلت

آج میں آپ کے سامنے درودِ پاک کی فضیلت میں ایسی حدیث پاک بیان کرنے لگا ہوں جس کو آپ نے بارہا سنا ہو گا، لیکن اس کے پیچھے جو راز پوشیدہ ہے اس کے بارے میں شاید ہی آپ کا خیال گیا ہو گا۔

حافظ محمد شرف الدین عبد المُؤمِن بن خَلف دِمیاطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب **"اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ"** میں **"مسند احمد بن حنبل"** کے حوالے سے اس حدیث کی تخریج کی ہے چنانچہ:

حضرت سیدنا ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت سرکارِ والا تَبار، ہم بے کسوں کے مدد گار، شفیعِ روزِ شُمار، دوعالَم کے مالک و مختار، حبیبِ پروردگار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ بہت خوش نظر آرہے ہیں؟" فرمایا: "میرے پاس میرے رب عزوجل کی طرف سے ایک آنے والا آیا اور مجھ سے عرض کیا کہ آپ کا جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا اللہ عزوجل اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹادے گا اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا اور اس پر اتنی ہی رحمت بھیجے گا۔"

(مسند احمد، حدیث ابی طلحۃ، رقم ۱۶۳۵۲، ج۵، ص۵۰۹)

پس اس حدیث سے پتا چلا کہ اللہ پاک درودِ پاک پڑھنے والے کو چار چیزیں عطا فرماتا ہے:

(۱)--- اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا یعنی اس کو دس نیکیاں ملیں گی۔

(۲)--- دس گناہ جو اس نے ماضی میں کئے، مٹادے گا۔ یعنی معاف ہو جائیں گے۔

(۳)--- اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا۔ یعنی جنت میں اس کے دس درجات بلند ہوں گے۔

(۴)--- اللہ پاک درود پڑھنے والے پر اتنی ہی یعنی دس رحمتیں بھیجے گا۔

یہ راز پوشیدہ ہے

درودِ پاک کی اس فضیلت میں جو راز پوشیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس حدیث میں سب سے پہلے نیکیوں کے ملنے، پھر گناہوں کے مٹائے جانے، پھر درجات کے بلند ہونے کو کیوں بیان فرمایا؟ یعنی یہ ترتیب ہی کیوں؟ اس کے بر عکس یعنی الٹا کیوں نہیں؟

کہ پہلے گناہ کے مٹنے کو بیان کیا جاتا پھر نیکیوں کے ملنے اور آخر میں درجات کی بلندی کو بیان کیا جاتا، یا پہلے درجات کی بلندی، پھر گناہوں کے مٹنے اور آخر میں نیکیوں کے ملنے کا تذکرہ کیا جاتا، مگر اس ترتیب کو چھوڑ کر پہلے نیکیوں کے ملنے، پھر گناہوں کے مٹنے اور اس کے بعد آخر میں درجات کے بلند ہونے کو بیان کیا گیا۔ اس کو آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ پہلے زمانۂ حال میں ملنے اور پھر ماضی میں کیئے ہوئے گناہوں کی بھرپائی، اور پھر مستقبل میں درجات کی بلندی کی بات کی گئی ہے۔

سوال یہ ہے

اب سوال یہ ہے کہ اسلام کے جہاں ہر فرمان میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہوتی ہیں، تو اس فرمان میں کون سی حکمت پوشیدہ ہے؟

یہ تھا سوال، اب اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں کہ اس میں کیا حکمت اور کیا راز ہے؟ پیارے اسلامی بھائیو! اس میں بہت بڑی حکمت پوشیدہ ہے، اور یہ حکمت انسانی حالت کے مطابق، اس کی نفسیات کے مطابق، اور عقل و شعور کے مطابق و موافق ہے، اور اس حکمت سے یہ بھی پتہ چلے گا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو معاشرے کی مکمل معرفت ہے، اور ان کا ایک ایک فرمان زندگی آفریں اور مشعلِ راہ ہے۔

انسان کی حالت وعادت

اس حکمت کو سمجھنے کے لئے پہلے انسان کی حالت وعادت کو سمجھنا پڑے گا، اور وہ یہ کہ ایک شخص جو کہ بڑا امیر و کبیر تھا، جس کے پاس بے شمار دولت تھی، اور وہ بڑے عالیشان محلات اور بے شمار جائداد کا مالک تھا، جن سے عیش و تَنَعُّم خوب جھلک رہا تھا، ہر وقت دروازے پر نوکروں کا جھرمٹ رہتا تھا۔

سب کچھ جاتا رہا

مگر یکایک فنا کا بادَل گرجا، آفت ومصیبت کی آندھی چلی اور دنیا میں تادیر خوشحال رہنے کی اُمیدیں خاک میں مل کر رہ گئیں، مسرتوں اور شادمانیوں سے ہنستے بستے گھر کو تباہی نے آلیا، وقت کی مار ایسی پڑی کہ اس سے یہ ساری چیزیں جاتی رہیں، اور روشنیوں سے جگمگاتے قُصُور (یعنی محلات) سے گھپ اندھیری جھوپڑی میں منتقل ہو گیا۔ کل تک اَہل وعیال کی رونقوں میں شاداں ومسرور تھا مگر آج لکڑی کی وَحشت ناک جھوپڑی اور تنہائیوں میں مغموم ورَنجور ہے، یعنی یوں کہہ لیجئے کہ کل کا کروڑپتی آج کارو ڈپتی بن گیا، یہاں تک کہ ایک وقت کا کھانا، اور ستر چھپانے کے لئے کپڑا تک نہ رہا، بالکل کنگال وخستہ حال ہو گیا۔ بھوک وپیاس سے بیتاب ہے، جسم برہنہ ہے۔

اب اس کو کس چیز کی فکر ہوگی؟

اب آپ بتایئے! کیا اس کو اپنے ماضی کی فکر ہو گی، مستقبل کی فکر ہو گی؟ نہیں نا! وہ تو سوچے گا میرا ماضی درست ہو یا نہ ہو، میرا مستقبل صحیح ہو یا نہ ہو، میرا صرف حال صحیح ہو جائے، مجھے ابھی کچھ کھانے، پینے کو مل جائے جس سے میں اپنی جان بچا سکوں، کوئی کپڑا مل جائے جس سے میں اپنا ستر چھپا سکوں، نہ اس کو اپنے ماضی کی فکر اور نہ مستقبل کی، اگر فکر ہے تو اپنے زمانۂ حال کے درست ہونے کی فکر ہے۔

اب ماضی کی یاد ستائے گی

اچھا! اس کے کھانے پینے اور ستر چھپانے کا انتظام ہو گیا، اس کا حال درست ہو گیا، تو اب اس کے دل میں کیا خیال آئے گا؟ اب اس کے دل میں یہ خیال آئے گا کہ میری ماضی میں ضائع ہونے والی دولت مل جائے، جو مجھے نقصان ہوا ہے اس کی بھرپائی ہو جائے، میرا کھویا ہوا وقار، اقتدار، افتخار، مل جائے، میرا ماضی درست ہو جائے۔ سب سے پہلے فکر تھی حال کی، جب حال درست ہوا، فوراً ماضی کی یاد ستانے لگی۔

اب مستقبل کی یاد ستائے گی

جناب! چلیئے، اس کا ماضی بھی درست ہو جائے، اس کا لٹا ہوا تمام مال و دولت، عزت و وزارت، حکومت و صدارت سب واپس مل جائے، تو اب کیا ہو گا؟ اب اس کو فوراً اپنے مستقبل کی یاد ستائے گی، کہ اب میرا حال بھی درست ہو گیا، میرا ماضی بھی درست ہو گیا، اب مجھے اپنے مستقبل کو درست کرنا چاہئے۔ جن وجوہات کی وجہ سے مجھے یہ

حالت پیش آئی ان سے بچ کر چلنا چاہیئے تاکہ پھر کبھی ایسے حالات نہ دیکھنے پڑیں۔

انسان کی حالت کے پس منظر میں حدیث

آپ دیکھیں آدمی کو پہلے حال کی فکر، پھر ماضی کی فکر اور پھر مستقبل کی فکر ہوتی ہے، یہ انسان کی فطرت ہے،اس کی عادت ہے، اب اسی قاعدے اور قانون کو سامنے رکھ کر میرے نبی، آپ کے نبی، ہمارے نبی، اللہ کے نبی، آخری نبی، مکی مدنی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث ملاحظہ کیجئے: ''جو امتی آپ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا اللہ عزوجل اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا اور اس کے دس گناہ مٹادے گا اور اس کے دس درجات بلند فرمائے گا اور اس پر اتنی ہی رحمت بھیجے گا۔''

تینوں حالتیں درست

اللہ اکبر! نیکی کے ملنے کی بات پہلے کی، اور ملنا یہ زمانۂ حال کا درست ہونا ہے، پھر ماضی میں کئے ہوئے گناہوں کو مٹانے کی بات کی، اور یہ پچھلے گناہ مٹانا، زمانۂ ماضی کا درست ہونا ہے، پھر آخر میں جنت کے اندر درجات کی بلندی کی بات کی، اور جنت ابھی نہیں ملے گی بلکہ وہ تو مستقبل میں ملے گی، لہذا یہ زمانۂ مستقبل کا درست ہونا ہے۔

اللہ اکبر! اے عاشقانِ رسول! قربان جایئے، اللہ کے آخری نبی، محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر، کہ جو آپ پر درودِ پاک پڑھتا ہے، آپ پر درود پڑھنے کی برکت سے پڑھنے والے کی تینوں حالتیں درست ہو جاتی ہیں۔ کتنا پیارا کلام ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تبھی تو اعلی حضرت رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

اتنا ہی نہیں بلکہ اور کچھ

اور یہی نہیں، بلکہ آگے بھی فرمان موجود ہے، فرمایا: ''اللہ تعالی اس پر اتنی ہی رحمت بھیجے گا۔'' اللہ اکبر! درودِ پاک پڑھنے والے پر رب عزوجل کی کتنی عطائیں ہیں کتنی کرم نوازیاں ہیں۔

برستا نہیں دیکھ کر ابرِ رَحمت
بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

اب آئی شفاعت کی سَاعت اب آئی
ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(2)اللہ کے کل نام کتنے ہیں؟

مفسرِ شہیر، حکیم الامت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنّان تفسیر نعیمی میں بِسْمِ اللہ شریف کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: حق تعالی کے تین ہزار نام ہیں جن میں سے ایک ہزار کو ملائکہ جانتے ہیں اور ایک ہزار صرف انبیائے کرام علیہم السلام اور باقی ایک ہزار میں سے تین سونام تورات شریف میں، تین سو انجیل میں، تین سو زبور میں، ننانوے نام قرآن پاک میں ہیں، یہ کل ۲۹۹۹ نام ہوئے اور ایک نام وہ ہے جس کو صرف حق تعالی ہی جانتا ہے لیکن بسم اللہ الرحمن الرحیم میں حق تعالی کے جو تین نام ''اللہ''، ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' آئے، ان تین میں ان تین ہزار کے معانی پائے جاتے ہیں لہذا جس نے ان تین ناموں سے حق تعالی کو یاد کر لیا گویا اس نے تمام ناموں سے اس کو یاد کیا۔

(تفسیر نعیمی جلد۔۱۔ص۴۱)

(3)اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ

اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے مفسرِ قرآن، امام المحققین، قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر شیرازی بیضاوی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنی مایہ ناز تفسیر ''تفسیرِ بیضاوی'' میں اس کی حکمت لکھتے ہیں کہ: اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ لفظِ اللہ کی اصل اِلٰہٌ ہے پس ہمزہ کو حذف کر دیا گیا اور اس کے عوض شروع میں الف لام لایا گیا تو اللہ ہو گیا۔ اور اِلٰہٌ کے کئی معانی اس کے مشتقات (یعنی بننے) کے اعتبار سے آتے ہیں مثلاً:

پہلی وجہ: لفظِ اللہ اَلِہَ اِلٰھَۃً اُلُوْھَۃً اور اُلُوْھِیَّۃً سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی عبادت کرنا،، پس اِلٰہٌ مصدر بمعنی مَاْلُوْہٌ اسم مفعول ہے جیسے کتاب بمعنی مکتوب ہے، لہذا مَاْلُوْہٌ بمعنی مَعْبُوْدٌ ہوا یعنی عبادت کیا ہوا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی عبادت کی جاتی ہے کہ وہ سب کا معبود ہے۔

دوسری وجہ: لفظِ اللہ اَلِہَ سے مشتق (یعنی بنا) ہے، اور اَلِہَ سے تَاَلَّہَ اور اِسْتَاْلَہَ ہے بمعنی عبد یعنی غلام بن جانا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ ساری مخلوق اس کی عبد یعنی غلام ہے۔

تیسری وجہ: لفظِ اللہ اَلِہَ سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی حیران ہوا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی معرفت میں سب حیران ہیں۔

چوتھی وجہ: لفظِ اللہ اَلِھْتُ اِلٰی فُلَانٍ سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی میں نے فلاں کے پاس جا کر سکون پایا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ لوگوں کے دل بھی اس کے ذکر سے سکون پاتے ہیں اور روحیں اس کی معرفت کی طرف سکون پاتی ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُ (۲۸)

ترجمۂ کنز الایمان: وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لو اللہ کی یاد ہی میں دلوں کا چین ہے۔ (پ۱۳، الرعد، ۲۸)

پانچویں وجہ: لفظِ اللہ اَلَہَ سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی جب نازل شدہ مصیبت سے گھبرا جائے تو اسے پناہ دی جائے۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ جب عابد مصیبتوں سے گھبرا کر اللہ کی طرف جاتا ہے تو اللہ اس کو پناہ دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (۲۰۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے سننے والے اگر شیطان تجھے کوئی کونچا دے (کسی برے کام پر اکسائے) تو اللہ کی پناہ مانگ بے شک وہی سنتا جانتا ہے۔ (پ۹، الاعراف، ۲۰۰)

چھٹی وجہ: لفظِ اللہ اَلَہَ الْفَصِیْلُ سے مشتق ہے بمعنی جبکہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ چمٹ جائے۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ بندے بھی اللہ کی رحمت کے ساتھ مصیبتوں میں گریہ و زاری کرتے ہوئے چمٹنے والے ہوتے ہیں۔

ساتویں وجہ: لفظِ اللہ وَلِہَ سے مشتق (یعنی بنا) ہے بمعنی متحیر و مخبوط العقل ہو جانا، پوشیدہ ہو جانا، چھپ جانا۔ بلند ہو جانا۔ پس اللہ کو اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی بندوں کی نظروں سے، آنکھوں کے ادراک سے پوشیدہ ہے اور ہر چیز سے بلند و بالا ہے۔ اور اس کی معرفت میں بندے متحیر اور ان کی عقلیں مخبوط ہیں۔

(ماخوذ از تفسیر بیضاوی ص ۴۔۵)

(4) واحد اور احد

لفظِ واحد وحدۃ سے بنا ہے جس کے معنی اکیلے ہونے کے ہیں، اور کبھی بے نظیر اور بے مثال کو بھی واحد کہہ دیتے ہیں، لفظِ واحد خالق و مخلوق سب پر بولا جاتا ہے، مگر لفظِ اَحد اللہ تَعَالٰی کے سوا کسی پر نہیں بولتے، واحد حقیقتاً وہ ہے جس کا کوئی جز نہ ہو، اور کٹ، بٹ نہ سکے، اور واحد جب اللہ تَعَالٰی کی صفت ہو تو اس سے مراد یہ ہوتا ہے کہ ذات وصفات وافعال میں اکیلا اور بے مثل کہ نہ اس کے جز اور نہ وہ کسی کا جز، نہ اس میں کثرت اور زیادتی اور نہ وہ کثرت میں، نہ وہ کسی کی حقیقت اور نہ اس کی کوئی حقیقت، وہ ماہیت وغیرہ سے پاک، ہاں! اس کی شانیں بے شمار ہیں۔

(تفسیرِ نعیمی جلد۔۲۔ ص ۱۰۷۔ رضوی کتاب گھر دہلی)

نیز اللہ تَعَالٰی عدد کے اعتبار سے ایک نہیں ہے، کیونکہ ہر عدد کے بعد دوسرا عدد ہوتا ہے، جبکہ اللہ تَعَالٰی کے بعد کوئی دوسرا خدا نہیں، ہاں! اللہ تَعَالٰی اس اعتبار سے ایک ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں، اور وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے، تمام چیزیں اپنی وجود وبقا میں اس کی محتاج ہیں، نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ ہی وہ کسی کا باپ، کیونکہ صفتِ تَوَلُّد حادث ہے جبکہ اللہ تَعَالٰی حادث نہیں، اور کوئی اس کے برابر نہیں نہ ذات میں اور نہ صفات میں، کیونکہ وہ واجب ہے، خالق ہے، جبکہ باقی تمام چیزیں ممکن، مخلوق اور حادث ہیں، اس کی صفات ذاتی، قدیم اور غیر محدود ہیں، جبکہ مخلوق کی صفات عطائی، حادث اور محدود ہیں۔ (القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۵۰)

(5) حُرُوْفِ تَہَجِّی اور شانِ مُصْطَفٰی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم

(۱)۔۔۔ "الف" آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے قدو قامت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

(۲)۔۔۔ "باء" سے مراد آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بہجت یعنی حسن وخوبصورتی ہے جس نے چاند اور سورج کو روشن کیا اور چمکایا۔

(۳)۔۔۔"تاء" سے مراد تائید ہے جو آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی ہر شیطان مردود سے حفاظت کرتی ہے۔

(۴)۔۔۔"ثاء" سے مراد ثُبات ہے جس کی وجہ سے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم ہر حال میں ثابت قدم رہے لہٰذا ہمیشہ عدل فرمایا کسی پر ظلم نہ کیا۔

(۵)۔۔۔"جِیْم" سے مراد جودووفا ہے جس کی طرف ہمہ وقت متوجہ رہے۔

(۶)۔۔۔"حَاء" سے مراد حلم وبزرگی ہے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے پسند فرمایا۔

(۷)۔۔۔"خَاء" سے مراد اختصاص وصفاء ہے یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو بے شمار خوبیاں عطا فرما کر ہر طرح کے میلے پن سے پاک وصاف رکھا۔

(۸)۔۔۔"دَال" سے مراد دوامِ احسان یعنی بارگاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے نیکی وبھلائی پر ہمیشگی کی توفیق عطا ہوئی پس آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی ہیبت وجلال سے بت اوندھے منہ گر گئے۔

(۹)۔۔۔"ذَال" سے مراد ذلت سے حفاظت ہے یعنی آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کی ذات عالی سے ذلت ورسوائی دور رہی حتی کہ وہ خود ہی حقارت وذلت میں مبتلا ہوگئی۔

(۱۰)۔۔۔"رَاء" سے مراد رحمت ہے جس کے ساتھ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو مبعوث فرمایا۔

(۱۱)۔۔۔"زاء" سے مراد آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کا بے مثل زُہد وقناعت ہے۔

(۱۲)۔۔۔"سِیْن" سے مراد سیادت وسرداری ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم کو تمام مخلوق کی سرداری سے سرفراز کرکے ممتاز فرمایا۔

(۱۳)۔۔۔"شِیْن" سے مراد شفاعت ہے کہ رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن، شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلَّم بروزِ قیامت گنہگاروں اور نافرمانوں کی شفاعت وسفارش فرمائیں گے۔

(۱۴)۔۔۔"صَاد" سے مراد صیانت وحفاظت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی ہر عیب سے حفاظت فرمائی اور امانت کی تلوار آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے ساتھ کر دی۔

(۱۵)۔۔۔"ضَاد" سے مراد ضیاء وانوار ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو عطا فرمائے۔

(۱۶)۔۔۔"طَاء" سے مراد طریقِ اقبال (یعنی راہِ عروج) ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے لئے کھول دی۔

(۱۷)۔۔۔"ظَاء" سے مراد ظلم وگمراہی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے طفیل آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی امت کو ظلم وگمراہی سے نکال دیا۔

(۱۸)۔۔۔"فَاء" سے مراد فرحت ومسرت ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی امت آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی زبان مبارک سے بشارتیں اور خوشخبریاں سن کر مسرور ہوگئی۔

(۱۹)۔۔۔"قَاف" سے مراد قاب قوسین (یعنی دو ہاتھ کا فاصلہ) ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو شبِ معراج اس قرب سے مشرّف فرمایا۔

(۲۰)۔۔۔"کَاف" سے مراد کلام الٰہی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے جھوٹ سے پاک اپنے لاریب کلام کے ذریعے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو عزت وبزرگی عطا فرمائی۔

(۲۱)۔۔۔"لَام" سے مراد لطفِ الٰہی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر شک وشبہ سے مُنزَّہ لطف ومہربانی فرمائی۔

(۲۲)۔۔۔"مِیم" سے مراد مَنّ (یعنی احسان) ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو اسرار پر مطلع فرما کر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر احسان فرمایا۔

(۲۳)۔۔۔"نون" سے مراد نورانیتِ مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی دنیا میں جلوہ گری ہوتے ہی ایران کا ایک ہزار سال سے شُعلہ زَن آتش کدہ بجھ گیا۔

(۲۴)۔۔۔"ھَا" سے مراد ہیبت ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو ایسا رعب ودبدبہ عطا فرمایا جس سے بڑے بڑے طاقتور شہسوار زیر ہو گئے۔

(۲۵)۔۔۔"وَاوَ" سے مراد وقار ہے کہ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کمالِ وقار وبردباری سے موصوف ہیں۔

(۲۶)۔۔۔"یَاء" سے مراد یقین ہے جس کے ذریعے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو تمام جہانوں میں امتیاز عطا فرمایا۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کو انبیاء ومرسلین کا "خَاتَم" (یعنی آخری نبی) بنایا اور فضل وفخر کے ساتھ قرآنِ حکیم میں ان کی ذاتِ والاصفات پر یہ آیتِ مبارکہ نازل فرمائی:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

ترجمۂ کنزالایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں۔ (پ۲۶، الفتح:۲۹)

(حکایتیں اور نصیحتیں ص ۵۸۷)

(6) اسم محمد اسم اللہ کا مظہر ہے

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذاتی نام اسمِ محمد، اللہ تعالی کے ذاتی نام اسمِ اللہ کا مظہر (یعنی ظاہر ہونے کی جگہ) ہے، اور یہ مظہر ہونا کئی طریقے سے ہے چنانچہ پہلا طریقہ ملاحظہ ہو:

مظہریت کا پہلا طریقہ

(۱)۔۔۔اسمِ اللہ میں چار حروف ہیں۔ا۔ل۔ل۔ہ۔

(۱)۔۔۔اسی طرح اسمِ محمد میں چار حروف ہیں۔م۔ح۔م۔د۔

سوال: ان دونوں ناموں میں چار ہی حروف کیوں ہیں؟

جواب: مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے نعتیہ دیوان **"دیوانِ سالک"** میں لکھتے ہیں:

چار رسول چار فرشتے چار کتب ہیں دین چار
سلسلے دونوں چار چار لطف عجب ہے چار میں

آتش و آب و خاک و باد اِن ہی سے سب کا ہے ثبات
چار کا سارا ماجرا ختم ہے چار یار میں

یعنی چار کے عدد میں بہت سارے راز پوشیدہ ہیں اس لئے اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام میں چار چار حروف ہیں مثلاً:

(۱)۔۔۔بڑے فرشتے چار ہیں: جبرائیل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل عَلَیْہِمُ السَّلَام۔

(۲)۔۔۔آسمانی کتابیں چار ہیں: تورات، زبور، انجیل، قرآن۔

(۳)۔۔۔طریقت کے سلسلے چار ہیں: قادری، چشتی، نقشبندی، سہروردی۔

(۴)۔۔۔شریعت کے سلسلے چار ہیں: حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی

(۵)۔۔۔دنیا میں آنے کے اعتبار سے پہلے نبی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام ہیں جن کی ترکیب آگ، پانی، ہوا اور مٹی سے ہوئی۔

(٦)۔۔۔حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر دورِ نبوت ختم ہو کر ولایت کا سلسلہ باقی رہا اور سلسلۂ ولایت چار یار یعنی حضرتِ ابو بکر صدیق، عمر فاروقِ اعظم، عثمانِ غنی اور علی المرتضی رضی اللہ عنہم سے چلا۔

مظہریت کا دوسرا طریقہ

(۲)۔۔۔اسمِ اللہ میں کوئی نقطہ والا حرف نہیں ہے۔

(۲)۔۔۔اسمِ محمد میں بھی کوئی نقطہ والا حرف نہیں ہے۔

سوال: ان دونوں ناموں میں نقطہ والا حرف کیوں نہیں ہے؟

جواب: نقطہ عیب ہے، اور اللہ تعالی نے جس طرح اپنے نام کو عیب سے دور رکھا، اسی طرح اپنے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام کو بھی عیب سے دور رکھا۔

مظہریت کا تیسرا طریقہ

(۳)۔۔۔اسمِ جلالت ”اَللّٰہ“ میں اعراب کی تین قسمیں ہیں ”شد (یعنی تشدید)، حرکت اور سکون“۔

(۳)۔۔۔اسی طرح لفظ ”مُحَمَّدٌ “ میں شد (یعنی تشدید)، حرکت اور سکون ہے۔

مظہریت کا چوتھا طریقہ

(۴)۔۔۔اسمِ اللہ میں ایک حرف مشدد ہے۔

(۴)۔۔۔اسمِ محمد میں ایک حرف مشدد ہے۔

مظہریت کا پانچواں طریقہ

(۵)۔۔۔اسمِ اللہ میں زیر کی حرکت نہیں ہے۔

(۵)۔۔۔اسی طرح اسمِ محمد میں زیر کی حرکت نہیں ہے۔

سوال: دونوں ناموں میں زیر کی حرکت کیوں نہیں آئی؟

جواب: دونوں ناموں میں زیر کی حرکت اس لئے نہیں آئی کہ زیر کا معنی نیچے ہونا ہے اور اللہ ورسول عزوجل و صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات و نام عظمت و رفعت کے انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں، زیر یعنی نیچے ہونے کا وہاں تصور ہی نہیں۔

اسمِ اللّٰہ کہنے میں ہونٹ نہیں ملتے

(۱)۔۔۔لا الہ الا اللہ کہنے میں ہونٹ نہیں ملتے۔ اسی طرح اسمِ اللہ کہنے میں بھی ہونٹ نہیں ملتے۔

(۱)۔۔۔لفظِ ''محمد'' کہتے وقت دونوں ہونٹ آپس میں مل جاتے ہیں۔

سوال: لا الہ الا اللہ اور اللہ کہنے میں ہونٹ کیوں نہیں ملتے؟

جواب: ہونٹ کے نہ ملنے میں حکمت یہ ہے کہ: لبوں کا نہ ملنا، بوسہ نہ لے سکنا، اللہ کی شانِ تنزیہ کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ اللہ کی ذات سب سے جدا ہے، وہ کسی کے مثل نہیں، اسے کوئی دیکھ نہیں سکتا، کوئی اس سے مل نہیں سکتا، اور نہ وہ کسی میں ملتا ہے، پس جس طرح اس کی ذات سب سے جدا اور الگ ہے، ایسے ہی اس کے نام میں بھی ہونٹ نہیں ملتے، جدا رہتے ہیں، اگر اس کے نام میں ہونٹ ملتے تو ذات اور اسم میں مطابقت نہ ہوتی۔

اسمِ محمد کہنے میں ہونٹ ملتے ہیں

سوال: لفظِ ''محمد'' کہتے وقت دونوں ہونٹ آپس میں کیوں مل جاتے ہیں؟

جواب: لفظِ "محمد" کہتے وقت دونوں ہونٹوں کا آپس میں مل جانے کی حکمت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ والہ و سلم مخلوق کو خالق سے ملانے ہی تو آئے ہیں، اگر ان کا واسطہ نہ ہو تو مخلوق خالق سے بہت دُور رہے۔ تبھی تو مفتیٔ اعظم ہند کہتے ہیں:

یہ سیدھا راستہ حق کا بتانے آئے ہیں
یہ حق کے بندوں کو حق سے ملانے آئے ہیں

مظہریت کا چھٹا طریقہ

(۶)۔۔۔ اسمِ اللہ تو ہے ہی با معنی جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ (پ۳، البقرہ ۲۵۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ آپ زندہ اوروں کا قائم رکھنے والا۔

مگر اسمِ اللہ سے ایک ایک حرف ہٹاتے جایئے، پھر بھی با معنی لفظ رہے گا۔ یہ خاصیت کسی اور نام میں نہیں ہے، مثلاً:

حرفوں کو حذف کرنے کے بعد بھی با معنی

(۱)۔۔۔ اسمِ اللہ سے الف ہٹایئے تو "لِلّٰهِ" بچا، جس کا معنی ہے اللہ کے لئے۔ قرآن پاک میں آیا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱﴾ (پ۱، الفاتحہ ۱)

ترجمۂ کنز الایمان: سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا۔

(۲)۔۔۔ اسمِ اللہ سے ایک لام ہٹایئے، اور الف لگایئے، تو "اِلٰهٌ" بچا، جس کا معنی ہے معبود۔ جیسے کہ قرآن پاک میں ہے:

وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۳﴾۔

ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارا معبود ایک معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا۔ (پ۲، البقرہ ۱۶۳)

(۳)۔۔۔ اسمِ اللہ سے الف اور ایک لام کو ہٹایئے، تو "لَهٗ" بچا، جس کا معنی ہے اس کے لئے۔ یہ بھی قرآن پاک میں اللہ کے لئے آیا ہے:

لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ۔(پ۳ البقرہ ۲۵۵)

ترجمۂ کنزالایمان: اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔

(۴)--- اسمِ اللہ سے الف اور دونوں لام کو ہٹائیے، تو "ہٗ" بچا، یہ بھی اللہ کا نام ہے، جس کا معنی ہے تو ہی تو۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت، مفتیِ اعظم ہند، مصطفی رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن **"سامانِ بخشش"** میں لکھتے ہیں:

قلب کو اُس کی رُویت کی ہے آرزو
جس کا جلوہ ہے عالم میں ہر چار سو
بلکہ خود نفس میں ہے وہ سُبْحٰنَہٗ
عرش پر ہے مگر عرش کو جستجو
اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ اللّٰہُ

(۶)--- اسی طرح اسمِ محمد تو ہے ہی با معنی مگر اسمِ محمد سے ایک ایک حرف ہٹاتے جایئے، پھر بھی با معنی لفظ رہے گا مثلاً:

(۱)--- اسمِ محمد سے میم کو ہٹایئے، تو "حَمْدٌ" بچا، جس کا معنی ہے تعریف۔

(۲)--- اسمِ محمد سے حاء کو ہٹایئے، اور میم کو لگایئے، تو "مُمِدٌّ" بچا، جس کا معنی ہے مدد کرنے والا۔

(۳)--- اسمِ محمد سے میم اور حاء دونوں کو ہٹایئے، تو "مَدٌّ" بچا، جس کا معنی ہے "کھینچنا، یعنی مخلوق کو کھینچ کر خالق تک پہنچانا"۔

(۴)--- اسمِ محمد سے پہلی میم، حاء اور دوسری میم کو ہٹایئے، تو دال بچا، اور "دَالٌّ" کا معنی ہے رہنمائی کرنے والا۔ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم مخلوق کی رہنمائی فرماتے ہیں۔

(7) اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے کمال کر دیا

جب مصر کی عورتوں نے حسنِ یوسف علیہ السلام کو ملاحظہ کیا تو اپنی انگلیاں کاٹ لیں، پس جب حسنِ یوسف کا حال یہ ہے تو حسنِ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور جمالِ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا عالم کیا ہو گا؟

اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اس واقعے کی طرف اشارہ کرکے بڑے حسین انداز میں شانِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حسنِ یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردانِ عرب

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے اپنے اس شعر میں کمال کر دیا، اور کہتے ہیں: حسنِ یوسف کو مصر کی عورتوں نے دیکھا تو بے اختیار ہو کر بغیر ارادے کے اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں، اے میرے آقا! صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کے حسن و جمال کا عالم تو کیا ہو گا، جبکہ آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی ہی ایسا ہے کہ عرب کے جوان آپ کے نام پر اپنے سر کٹا رہے ہیں، اور تا قیامت کٹاتے رہیں گے۔

دونوں میں تقابل کتنا حسین ہے

اعلی حضرت رضی اللہ عنہ کا یہ شعر بڑا ہی معرکۃ الآراء اور فصاحت و بلاغت کی جان ہے، ذرا حسنِ یوسف اور اسمِ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں تقابل ملاحظہ فرمائیں:

(۱)---اُدھر سراپائے یوسف ہے۔ اِدھر صرف نامِ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہے۔

(۲)---اُدھر بلا ارادہ کٹنا۔ اِدھر ارادے سے کٹانا۔

(۳)---اُدھر مصر کی عورتیں۔ اِدھر عرب کے مرد۔

(۴)---اُدھر صرف انگلیاں۔ اِدھر پورا سر۔

(۵)---اُدھر صرف ایک بار۔ اِدھر ہر وقت بلکہ قیامت تک۔

(8) حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چار نام حمد سے مشتق ہیں

اللہ تعالی نے حضور صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے چار نام ایسے رکھے جن کا مصدر ایک ہی ہے اور وہ ہے لفظِ "حمد" اور حمد کا معنی ہے تعریف کرنا۔ وہ چار نام یہ ہیں:

(۱)---حمد سے "حامد" ہے بمعنی تعریف کرنے والا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام حامد بھی ہے۔

(۲)---حمد سے "محمود" ہے بمعنی تعریف کیا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام محمود بھی ہے۔

(۳)۔۔۔ حمد سے "احمد" ہے بمعنی بہت تعریف کرنے والا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام احمد بھی ہے۔

(۴)۔۔۔ حمد سے "محمد" ہے بمعنی بہت تعریف کیا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام محمد بھی ہے۔

حامد و محمود اور محمد دو جگ کا سردار
جان سے پیارا راج دلارا رحمت کی سرکار
نبی جی اللہ اللہ اللہ ہو لا الہ الا ہو

مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم حامد ہیں

مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم حامد ہیں، کس کے ؟ اپنے رب کے، کہ حامد کا معنی تعریف کرنے والا، تو مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کی تعریف کرنے والے ہیں اور اللہ محمود، کہ اللہ کی تعریف ہورہی ہے۔ اور کائنات میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علاوہ اور بھی حامد ہیں کہ وہ بھی اللہ کی تعریف کر رہے ہیں، جیسے ملائکہ جو کہ ہر وقت رب عزوجل کی تعریف میں مشغول و مصروف ہیں بلکہ ان کی غذا ہی حمد الہی کرنا ہے، مگر مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی طرح حامد نہیں ہوسکتے۔

مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم محمود بھی ہیں، کہ محمود کا معنی ہے "جس کی تعریف کی جائے"، مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کس نے تعریف کی؟ اللہ نے کی، لہذا اب اللہ حامد اور مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم محمود، اور اس نام میں بھی مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم جیسا کائنات میں کوئی محمود نہیں۔ کیونکہ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حامد خود ربِّ کائنات عزوجل ہے۔

حامد کے ہوتے ہوئے احمد نام کیوں رکھا گیا؟

یہاں پر سوال ہوتا ہے کہ جب حامد کا معنی "تعریف کرنے والا" ہے اور یہی معنی احمد کا بھی ہے، اسی طرح جو معنی محمود کا ہے "تعریف کیا ہوا" وہی معنی محمد کا بھی ہے۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ناموں میں سے حامد ہوتا اور محمود ہوتا، احمد و محمد نام رکھنے کی کیا ضرورت؟

احمد نام رکھنے کی وجہ

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام صرف حامد ہوتا اور احمد نہ ہوتا تو لوگ مثلیت مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ثابت کرتے۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام صرف محمود ہوتا اور محمد نہ ہوتا تو لوگ مثلیت مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ثابت کرتے۔ اور کہتے: کہ معاذ اللہ! مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کیا خصوصیت جیسے وہ اللہ کے حامد، ویسے ہی ہم بھی اللہ کے حامد، ہم بھی حامد اور مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی حامد۔

جب لوگوں سے اس بات کا امکان تھا کہ کہیں وہ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حامدیت میں مثلیت نہ ثابت کر بیٹھیں اور مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اپنے جیسا حامد نہ کہہ بیٹھیں، تو رب نے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام حامد کے ساتھ ساتھ احمد رکھ دیا، اور احمد کا معنی ہے "بہت تعریف کرنے والا"، "سب سے زیادہ تعریف کرنے والا"، پس مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اب صرف حامد نہ رہے بلکہ حامد سے ترقی کر کے احمد بنے، اور احمد کا معنی ہے احمد الحامدین "تعریف کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ تعریف کرنے والا"۔ "اَحْمَدُ هُوَ الَّذِی اَكْثَرُ النَّاسِ حَمْداً لِرَبِّهٖ" احمد اس ذات کو کہتے ہیں جو سب لوگوں سے زیادہ اپنے رب کی حمد کرنے والی ہو۔

مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم احمد الحامدین ہیں

لوگو! سنو! کوئی حامد ہو، تو ہوا کرے، میرے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم احمد الحامدین ہیں، جیسے رب احکم الحاکمین، اور ارحم الراحمین ہے ایسے ہی مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اکمل الکاملین افضل الفاضلین اور احمد الحامدین ہیں۔

محمود کے ہوتے ہوئے محمد نام رکھنے کی وجہ

ایسے ہی اگر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام صرف محمود ہوتا، اور محمد نہ ہوتا، تو لوگ مثلیت مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ثابت کرتے۔ اور کہتے: کہ معاذ اللہ! مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کیا خصوصیت جیسے وہ محمود یعنی تعریف کئے ہوئے، ویسے ہی میرا بیٹا محمود، میرا باپ محمود، میرا استاد محمود، میرا پیر محمود، کہ ان کی بھی تعریف کی جاتی ہے، پس میرا بیٹا، باپ، استاد و پیر بھی محمود اور مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم بھی محمود۔ اللہ اکبر!

میرے مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم محمد ہیں

تو پیارو! سنو! کسی کا بیٹا محمود ہو، تو ہوا کرے، کسی کا باپ محمود ہو ،تو ہوا کرے، کسی کا استاد محمود ہو، تو ہوا کرے، کسی کا پیر محمود ہو، تو ہوا کرے، میرے مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم محمد ہیں۔

جب لوگوں سے اس بات کا امکان تھا کہ کہیں وہ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی محمودیت میں مثلیت نہ ثابت کر بیٹھیں اور مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو اپنے بیٹے، باپ، استاد اور پیر جیسا محمود نہ کہہ بیٹھیں، تو رب نے مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا نام محمود کے ساتھ ساتھ محمد رکھ دیا، اور محمد کا معنی ہے: "اَلَّذِی یُحۡمَدُ حَمۡداً بَعۡدَ حَمۡدٍ، کَرَّۃً بَعۡدَ کَرَّۃٍ" یعنی ہر طرح تعریف کیا ہوا، ہر وَقت، ہر زمانہ، ہر زبان میں حمد و ثناء کیا ہوا۔

ہر وقت تعریف ہو رہی ہے

پس مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی ہر وقت تعریف ہو رہی ہے، صبح بھی تعریف ہو رہی ہے، شام میں بھی تعریف ہو رہی ہے، دن میں بھی تعریف ہو رہی ہے، رات میں بھی تعریف ہو رہی ہے، فجر میں بھی تعریف ہو رہی ہے، ظہر میں بھی تعریف ہو رہی ہے، عصر میں بھی تعریف ہو رہی ہے، مغرب میں بھی تعریف ہو رہی ہے، عشا میں بھی تعریف ہو رہی ہے، کون سا ایسا وقت ہے جس میں مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی تعریف نہ ہو رہی ہو؟

قرآن پڑھو تو نعتِ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم، کلمہ پڑھو تو نامِ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم، نماز پڑھو تو سلامِ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم، روزہ رکھو تو اتباعِ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم، حج کرو تو یادِ افعالِ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم، ہر کام میں، ہر وقت و زمانے میں جس کی تعریف ہو، اس ذات کو محمد کہتے ہیں۔

ہر زمانے میں تعریف ہو رہی ہے

پھر ہر زمانے میں تعریف ہو رہی ہے، حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسی علیہ السلام تک ہر زمانے میں تعریف ہوئی، پھر زمانۂ صحابہ میں تعریف ہو رہی ہے، زمانۂ تابعین میں ہو رہی ہے، زمانۂ تبع تابعین میں ہو رہی ہے، غوث و خواجہ کے زمانہ میں ہو رہی ہے، آج تک ہو رہی ہے، صبحِ قیامت تک ہوتی رہے گی، اور قیامت کے دن بھی ہو گی:

دکھائی جائے گی محشر میں شانِ محبوبی
کہ آپ ہی کی خوشی آپ کا کہا ہو گا

خدائے پاک کی چاہیں گے اَگلے پچھلے خوشی
خدائے پاک خوشی اُن کی چاہتا ہو گا

اور ایسا کیوں نہ ہو؟ کیونکہ قیامت کو منعقد کرنے کا مقصد ہی یہی ہے کہ سب کو شانِ محبوبی دکھائی جائے۔

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

اللہ اکبر! زمانۂ ماضی میں تعریف ہوئی، زمانۂ حال میں ہو رہی ہے، اور زمانۂ مستقبل میں تعریف ہوتی رہے گی ۔ کوئی زمانہ جس کی تعریف سے خالی نہ ہو ایسی ذات کو محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کہتے ہیں۔

ہر زبان میں تعریف ہو رہی ہے

پھر ہر زبان میں جس کی تعریف ہو اسے محمد کہتے ہیں، عربی میں بھی تعریف ہو رہی ہے، اردو میں بھی تعریف ہو رہی ہے، فارسی میں بھی تعریف ہو رہی ہے، ہندی میں بھی تعریف ہو رہی ہے، انگلش میں بھی تعریف ہو رہی ہے، گجراتی، پنجابی، مراٹھی، بنگالی میں بھی تعریف ہو رہی ہے، دنیا کی کوئی ایسی زبان نہیں جس میں مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی تعریف نہ ہو رہی ہو، تو محمد کہتے ہی اس ذات کو ہیں جس کی تعریف ہر زبان میں ہو۔

اللہ اکبر! پس مصطفی اب صرف محمود نہ رہے بلکہ محمود سے ترقی کر کے محمد بنے، اور محمد کا معنی ہے محمد المحمودین "تعریف کئے ہوؤں میں سب سے زیادہ تعریف کئے ہوئے"۔

مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی محمودیت لامحدود

پھر کسی کا بیٹا کب تک محمود ہو گا؟ جب تک اس کا باپ زندہ ہے، کسی کا باپ محمود کب تک ہو گا؟ جب تک اس کا بیٹا زندہ ہے، کسی کا استاد کب تک محمود ہو گا؟ جب تک اس کا شاگرد زندہ ہے، کسی کا پیر کب تک محمود ہو گا؟ جب تک اس کا مرید زندہ ہے، مرنے کے بعد تو کوئی کسی کی تعریف نہیں کرتا، خود اپنے اعمال کی سزا و جزا میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔ تو جوں ہی ان کے حامدین نے دم توڑا ان کا محمود ہونا بھی دم توڑ گیا، ان کا محمود ہونا بھی ختم ہو گیا۔ لیکن مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کائنات کی پہلی صبح سے لے کر قیامت کی آخری شام تک، بلکہ اس کے بعد بھی محمود ہیں، محمد ہیں، کیونکہ ان کا حامد دو جہاں کا خالق ہے۔

مثلیت کو ختم کرنے کے لئے

مثلیت اور برابری کو ختم کرنے کے لئے رب تعالی نے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حامد سے احمد بنایا۔

مثلیت اور برابری کو ختم کرنے کے لئے رب تعالی نے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو محمود سے محمد بنایا۔

شانِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم گھٹانے والے بد مذہبوں کے رد کے لئے کوئی قرآنی دلیل کی حاجت نہیں ،بلکہ ان کی رد اور تردید کے لئے صرف میرے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی "محمد اور احمد" ہی کافی ہے۔

(9)آسمان میں احمد زمین میں محمد

سوال: مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا آسمان میں احمد اور زمین میں محمد نام کیوں رکھا گیا؟

جواب: مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دو نام ذاتی ہیں آسمانوں میں مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام احمد ہے،اور زمین میں محمد ہے، ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال آتا ہو کہ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام آسمانوں میں احمد ،زمین میں محمد کیوں رکھا گیا؟ اس کا الٹا کر لیتے، کہ زمین میں احمد اور آسمانوں میں محمد، لیکن نہیں، آسمانوں میں مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم احمد ہیں،اور زمین میں محمد ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد نام رکھنا بد مذہبوں کا رد ہے، کہ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی کوئی مثلیت ثابت نہ کر پائے۔

آسمان والے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مرتبہ جانتے ہیں

وہ یوں کہ آسمان والے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا مقام و مرتبہ جانتے ہیں،اور وہ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مثل ہونے کا دعوی کرنے سے رہے کہ وہ معصوم ہیں،بلکہ سید الملائکہ کا قول اعلی حضرت شعر کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

یہی بولے سِدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تِرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا نام آسمانوں میں احمد ہے ،پس آسمان والے خود کو احمد کہنے کا دعوی نہیں کرتے،اگر مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام زمین میں احمد ہوتا،تو نہ جانے کتنے احمد ہونے کا دعوی کر دیتے،تو زمین میں مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے برابر ہونے کا دعوی کرنے کا امکان تھا،لہذا رب نے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام زمین میں احمد نہ رکھا بلکہ محمد رکھا،کہ زمین والوں میں سے کوئی الٹی چھلانگیں بھی لگالے تب بھی محمد نہیں ہو سکتا۔کہ محمد وہ ہوتا ہے جس کی بار بار تعریف کی جائے،ہر زمانے میں کی جائے،ہر طبقے میں کی جائے،ہر زبان میں کی جائے،کرنے کے بعد پھر تعریف کی جائے،جس کی تعریف ختم نہ ہو،اس ذات کا نام محمد ہے۔کہ

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
پر تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

(10)تمام چیزوں میں محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام

میرے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان بہت بلند وبالا ہے کہ آسمان کا شامیانہ جو ہمارے اوپر ہے وہ نبی کے صدقے میں ہے،زمین کا بچھونا جو ہمیں عطا ہوا وہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صدقے عطا ہوا،چاند کی چاندنی سورج کی روشنی،نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہونے سے ہے،ہوا کا چلنا پانی کا بہنا،نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہی کے وجودِ مسعود سے ہے،بلکہ دنیا کا ذرہ ذرہ میرے مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لیے ہے،اسی کی جانب شاعر اشارہ کرتے ہوئے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کرکے دنیاوالوں کو یہ پیغام دے رہاہے:

سلطانِ جہاں محبوبِ خدا تیری شان و شوکت کیا کہنا
ہر شے پہ لکھا ہے نام تیرا تیری ڈگری کی رفعت کیا کہنا

جب میں اس شعر پر غور کیا،کہ شاعر کہتاہے:ہر چیز پر مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی لکھا ہواہے،تو میں ہر چیز کو بنظرِ غائر دیکھنے لگا،ہر چیز کو جانچنے لگا،کہ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نامِ پاک کہاں ہے؟ مگر آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام کے بجائے کمپنی کا نام پایا،جس چیز کو دیکھتا کمپنی کا نام دکھائی دیتا،میں نے سوچا،اگر اس شعر کو دنیاوالوں نے دیکھا،تو اعتراض پر اعتراض کرنا شروع کردیں گے،کہ شاعر نے تو یہ دعوی کیاہے کہ ہر شے میں

مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام لکھا ہے، حالانکہ چیزوں پر کمپنی کا نام لکھا ہوا ہے، یہ تو مسئلہ کھڑا ہو جائے گا، میں اسی سوچ و فکر میں ڈوبا ہوا تھا، کہ اب کروں تو کیا کروں؟

اتنے میں اچانک میرے ذہن میں کبیر داس کا ایک دوہا آیا، گویا کہ کبیر داس نے کہا: "اے عاشق! کس سوچ میں ڈوبا ہے؟ غم کیا ہے؟ کیوں متحیر نظر آتا ہے؟ کس مصیبت میں گرفتار ہے؟ صدمہ کیا ہے؟ کیوں ہے بے تاب؟ یہ بے چینی کا رونا کیا ہے؟ بے کسی کیسی ہے؟ ذرا بتا تجھ پے گزرا کیا ہے؟"

میں نے کہا: "اک مسئلہ ہے، جو مجھ کو درپیش ہے، سوچ رہا ہوں کہ اس کا حل کیا ہے؟" کبیر داس نے کہا: "ذرا بتا مجھے وہ مسئلہ کیا ہے؟" میں نے کہا: وہ مسئلہ یہ ہے کہ شاعر نے کہا کہ: "دنیا کی ہر شے پر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام ہے" لیکن میں اس کو ایسا نہیں پا رہا، اگر لوگ مجھ سے اس کے متعلق سوال کریں گے تو میں اس کا کیا جواب دوں گا؟

ہر شے پر آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام لکھا ہونے کی دلیل

کبیر داس نے کہا: فکر نہ کر غم مت کھا، میں تجھے ایسا جواب بتاتا ہوں کہ جب تجھ سے کوئی اس کے متعلق سوال کرے تو، تو بطورِ دلیل اس کو پیش کر دینا، ہر چیز میں مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نام نامی اسمِ گرامی **"محمد"** آئے گا، میں نے کہا جلد بتا، اس میں وقفہ کیا ہے؟ کبیر داس نے کہا: سن وہ ضابطہ یہ ہے:

کسی چیز کی گنتی گن لو چوگن کر لو وائے
دو ملا کر پنج گن کر لو بیس سے بھاگ لگائے
باقی بچے کو نو گن کر لو آخر میں دو دیو ملائے
کہت کبیر سن بھائی سادھو نام محمد آئے

دوہے کی مثال

مثال کے طور پر آپ کسی بھی چیز کے نام کے حروف شمار کر لیں، جیسے مسجد میں 4 حرف ہیں، پھر چار کو چار گنا کر لیں تو 16 ہوئے، پھر سولہ میں 2 ملایا تو 18 ہوئے، پھر اٹھارہ کو پانچ گنا کر لیں، تو 90 ہوئے، اس کے بعد نوے کو 20 سے بھاگ دے دیں، تو 80 برابر برابر کٹ جائیں گے اور 10 بچے گا، پھر دس کو 9 گنا کر لیں تو 90 ہوئے، اور آخر میں 2

اور ملا دیں تو92ہوئے،اور92اسمِ محمد کا عدد ہے، کہ م کے40،ح کے8،م کے40،د کے4،ان سب کو جوڑیں گے تو 92 بنے گا۔اسی انداز سے آپ کسی بھی چیز کے حروف شمار کر کے دوہے میں دئے ہوئے قاعدے کے مطابق عمل کریں گے تو آخر میں92کا عدد حاصل ہو گا۔لہٰذا پتہ چلا کہ ہر چیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے بنائی گئی ہے۔

مالکِ کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں

دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

(11)خلیل اور حبیب میں فرق

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان حدیثِ پاک کی شرح کرتے ہوئے مراۃ المناجیح کی جلد نمبر ۸ ص ۲۲ میں لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ خلیل و حبیب میں چند طرح کا فرق ہے:

(۱)--- خلیل بنا ہے خلت سے بمعنی حاجت،حبیب بنا ہے حُبٌّ سے یعنی محبت بمعنی اسم فاعل بھی ہے اور اسم مفعول بھی یعنی محب و محبوب۔خلیل وہ جو رب سے محبت کرے حاجت سے،حبیب وہ جو رب سے محبت کرے بغیر کسی حاجت کے یعنی طالب ذات ہو۔

(۲)--- خلیل وہ جو مرید ہو طالب ہو،حبیب وہ جو مراد ہو،مطلوب ہو۔

(۳)--- خلیل وہ جو رب کی رضا چاہے،حبیب وہ کہ رب تعالیٰ اس کی رضا چاہے"وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی"اور"فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا"

(۴)--- خلیل وہ جو رب کی مغفرت و رحمت کا امیدوار ہو،حضرت ابراہیم نے کہا تھا"اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ"حبیب وہ کہ رب تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا یقین دلائے"لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ"

(۵)--- خلیل وہ جو اپنا ذکرِ خیر باقی رکھنے کی درخواست کرے"وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ"،حبیب وہ جس کا ذکر رب تعالیٰ بلند کرے"وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ"بلکہ اپنے نام کے ساتھ ان کا نام ملائے،لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

(۶)۔۔۔ خلیل وہ جو رب سے جنت مانگے "وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ" حبیب وہ جسے رب جنت و دوزخ بلکہ عالم کثرت کا مالک بنادے "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ"۔

(۷)۔۔۔ خلیل وہ جو باہر کا دوست ہو، حبیب وہ جو درون سرا ہو۔ چنانچہ قیامت میں حضرت خلیل فرمائیں گے: كُنْتُ خَلِيْلاً مِّنْ وَّرَاءِ۔ اور حبیب فرمائیں گے: اَنَا لَهَا۔

تم تو ہو مغز اور پوست اور ہیں باہر کے دوست
تم ہو درون سرا تم پہ کروڑوں درود
کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوْا اِلٰی غَيْرِی
مرے حضور کے لب پر اَنَا لَهَا ہو گا

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۲۲)

(12) کلیم اور حبیب میں فرق

جس طرح خلیل اور حبیب میں فرق آپ نے ملاحظہ کیا اسی طرح کلیم اور حبیب میں بھی فرق ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ کلیم وہ جو رب سے کلام کرنے کوہِ طور پر جائے، حبیب وہ جسے رب کلام کرنے کے لیے عرش پر بلائے۔

(۲)۔۔۔ کلیم وہ جو تجلی صفات کی جھلک کی تاب نہ لائے "وَ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا" حبیب وہ جو عینِ ذاتِ کبریا دیکھے اور مسکرائے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک پر تو صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمی

(۳)۔۔۔ کلیم وہ جس کی راز دارانہ گفتگو محبوب کو سنا دی جائیں، حبیب وہ جس سے ہمکلامی کی باتیں کسی کو نہ بتائی جائیں۔

(۴)۔۔۔ کلیم وہ جس کا عصا غضب کا اژدہا ہو، حبیب وہ جس کا عصا گرتوں کا سہارا ہو۔

عصاء	کلیم	اژدہائے	غضب	تھا
گرتوں	کا	سہارا	عصائے	محمد

(۵)۔۔۔ کلیم اللہ وہ جو رب سے عرض کرے "اَرِنِیْ" اور رب فرمائے "لَنْ تَرٰنِیْ" حبیب اللہ وہ جسے رب تقاضوں سے بلائے، اپنا دیدار کرائے، ان کو یا محمد فرمائے۔

تو	بدیں	جمال	و	خوبی	سر	عرش	گر	خرامی
ارنی	بگوید	آں	کس	کہ	بگفت	لن	ترانی

(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۲۲)

(13) روح اللہ اور حبیب اللہ میں فرق

ایسے ہی روح اللہ اور حبیب اللہ میں بھی فرق ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ روح اللہ وہ کہ جب اس کی پاک ماں کو تہمت لگے تو اس کے بچپن شریف کی میٹھی پیاری باتوں کے ذریعہ اس طیبہ طاہرہ کی عصمت بیان کی جائے یعنی اس کا گواہ بچہ ہو، حبیب وہ کہ جب اس کی زوجہ طیبہ طاہرہ کو تہمت لگے تو خود خالق گواہی دے۔

(۲)۔۔۔ روح اللہ وہ جس کا دم بے جان جسموں کو چند روز عارضی زندگی بخشے مگر حبیب اللہ وہ جس کا نام بے جان مردہ دلوں کو دائمی زندگی بخشے اور اس کا یہ فیض تا قیامت جاری رہے۔

(۳)۔۔۔ روح اللہ وہ جو مرے ہوئے انسانوں حیوانوں کو زندہ کرے، حبیب اللہ وہ جو خشک لکڑیوں کنکروں کو زندگی اور گویائی بخش کر ان سے اپنا کلمہ پڑھوائے۔ (مراۃ المناجیح، ج۸، ص۲۲)

(14) صفی اللہ اور حبیب اللہ میں فرق

اب صفی اللہ اور حبیب اللہ کے فرق کو ملاحظہ کیجئے:

(۱)۔۔۔ صفی اللہ وہ جنہیں ایک بار فرشتے سجدہ کریں، حبیب اللہ وہ جن پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ اور فرشتے درود بھیجیں۔

(۲)۔۔۔ صفی اللہ وہ جو اجسام کے والد ہیں، حبیب اللہ وہ جو ارواح کے والد ہیں۔

(۳)۔۔۔ صفی اللہ وہ جو سارے انسانوں کے والد ہیں، حبیب اللہ وہ جو سارے عالم کی اصل ہیں جن کے نور سے عرش وفرش لوح وقلم وغیرہ بنے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جَہان کی جان ہے تو جہان ہے

(۴)۔۔۔ صفی اللہ وہ جس کو اللہ نے چیزوں کا نام سکھایا"وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا"، حبیب اللہ وہ جسے رحمن نے قرآن سکھایا"اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ"۔(مراۃ المناجیح، ج۸، ص۲۲)

(15)اعلی حضرت کے شعر پر 5 سوال

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جَہان کی جان ہے تو جہان ہے

اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر پر پانچ سوال ہوتے ہیں:

(۱)۔۔۔ **پہلا سوال** یہ ہے کہ اعلی حضرت رضی اللہ عنہ نے اس شعر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دنیا کی جان کہا ہے، کہ جان ہیں وہ جَہان کی۔ اور جان ایک ایسی شے ہے جو دکھائی نہیں دیتی، جب کہ آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو دکھائی دیتے ہیں، اور لوگوں نے دیکھا تبھی تو دیکھنے والے لوگ صحابی بنے، اور آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہ دیکھتے تو صحابی نہ بنتے، پس اگر آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم دنیا کی جان ہیں تو انہیں بھی جان کی طرح دکھائی نہیں دینا چاہئے۔

(۲)۔۔۔ **دوسرا سوال** یہ ہے کہ جان کے لئے سارا جسم ہوتا ہے، لہذا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم دنیا کی جان ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے دنیا کی ہر چیز ہونی چاہئے؟

(۳)۔۔۔ **تیسرا سوال** یہ ہے کہ جس طرح جان کی حکومت جسم کے ہر عضو پر ہوتی ہے کہ جان اگر ہاتھ کو اٹھانا چاہے تو وہ اٹھ جاتا ہے، پیر کو چلنے کا حکم کرے تو پیر چلنے لگتا ہے، دماغ کو غور وفکر کرنے کو کہے تو وہ غور وفکر کرنے لگ

جاتا ہے، توکیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بھی اس دنیا پر حکومت ہے کہ دنیا کی جس چیز کو جو حکم کریں وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حکم کے مطابق کرنے لگے؟

(۴)۔۔۔چوتھا سوال یہ ہے کہ جان کو جسم سے پہلے پیدا کیا گیا ہے تو کیا سرکار صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو بھی دنیا سے پہلے پیدا کیا گیا ہے یا نہیں؟

(۵)۔۔۔پانچواں سوال یہ ہے کہ جسم میں کہیں بھی چوٹ لگے جان کو تکلیف ہوتی ہے، توکیا جب کافرین و مشرکین جہنم میں ڈالے جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکلیف ہو گی؟

سوالات کے جوابات

ان پانچوں سوالات کے جوابات حدائقِ بخشش میں موجود ہیں۔

پہلے سوال کا جواب

(۱)۔۔۔پہلا جواب: جان دکھائی نہیں دیتی مگر صاحبِ بصیرت کو دکھائی دے جاتی ہے۔پس اسی طرح میرے مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم دکھائی نہیں دیتے مگر صاحبِ بصیرت کو دکھائی دیتے ہیں بے بصیرت کو میرے مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم دکھائی نہیں دیتے۔صدیق و فاروق و عثمان و علی کو دکھتے ہیں، ابو جہل و دیگر کفار کو نہیں دکھائی دیتے، ہجرت کی رات کفارِ مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گھر کو گھیرے ہوئے ہیں کہ نکلیں تو حملہ کریں، مگر مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم نکل کر تشریف لے گئے، کفارِ مکہ مصطفٰے صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو نہ دیکھ سکے، اعلیٰ حضرت حدائقِ بخشش میں فرماتے ہیں:

جان ہیں جان کیا نظر آئے
کیوں عدو گردِ غار پھرتے ہیں

ہجرت کا واقعہ

مدارج النبوت میں ہے:ہجرت کی رات حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بستر نبوت پر جان ولایت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو سلا کر ایک مٹھی خاک ہاتھ میں لی اور سورۂ یٰس کی ابتدائی آیتوں کو تلاوت فرماتے ہوئے باہر تشریف لائے اور محاصرہ کرنے والے کافروں کے سروں پر خاک ڈالتے ہوئے ان کے مجمع سے صاف نکل گئے۔نہ کسی کو نظر آئے نہ کسی کو کچھ خبر ہوئی۔(مدارج النبوت، قسم دوم، باب چہارم، ج۲، ص۵۷)

دوسرے سوال کا جواب

(۲)۔۔۔دوسرا جواب: جان کے لئے جسم کا ہر عضو ہوتا ہے، اور میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اس دنیا کی جان ہیں، لہذا دنیا کی ہر چیز میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے ہے، اور یہ ایک دنیا ہی کیا بلکہ جتنی بھی دنیا ہیں وہ سب میرے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے لئے ہیں۔اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکان تمہارے لئے
چُنین و چُناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

اگر تم نہ ہوتے

حضرتِ سیِّدُنا ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے: اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: وَعِزَّتِی وَجَلَالِی لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ لَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا یعنی مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اے محبوب! اگر تم نہ ہوتے تو میں جنت پیدا نہ کرتا، اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ کرتا۔(فردوس الاخبار، ۲/۴۵۸، حدیث:۸۰۹۵)

تیسرے سوال کا جواب

(۳)۔۔۔تیسرا جواب: جیسے جان کی حکومت جسم پر ہوتی ہے ویسے ہی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کی حکومت دنیا، چاند، سورج بلکہ ہر اس شے پر جاری ہے جس کو میرے رب نے پیدا کیا ہے۔اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اِصالتِ کل امامتِ کل سِیادَتِ کل اِمارتِ کل
حکومتِ کل وِلایتِ کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

مانگ کیا مانگتا ہے؟

حضرت سیّدُنا ابوفِرَاس رَبِیْعَه بن کَعْبْ اَسلَمی رضی الله عنه بیان کرتے ہیں کہ میں سرکارِ مدینہ صَلَّی الله علیه واٰلِهٖ وسلَّم کی خدمت میں رات کو حاضر رہتا، ایک شب آپ صَلَّی الله علیه واٰلِهٖ وسلَّم کے لیے وُضو کے لیے پانی وغیرہ ضروریات لایا (آپ کا بحرِ رحمت جوش میں آیا اور) ارشاد فرمایا: **مانگ! کیا مانگتا ہے؟** (کہ ہم تجھے عطا فرمائیں) میں نے عرض کی: اَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ. یعنی "میں آپ سے جنت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔" فرمایا: کچھ اور؟ میں نے عرض کی: میری مراد تو صرف یہی ہے۔ فرمایا: فَاَعِنِّیْ عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ. یعنی تو کثرت سے **سجدے** کرکے اپنے نفس پر میری مدد کر۔ (مسلم ص۱۹۹ حدیث ۱۰۹۴)

سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو
معلوم ہے مجھ کو تری اقرار کی عادت

حدیث کی شرح

حنفیوں کے زبردست پیشوا حضرتِ سیّدُنا علامہ علی قاری رَحْمَةُ اللهِ علیه اِس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں: **رسولِ اکرم** صَلَّی الله علیه واٰلِهٖ وسلَّم نے جو مطلقاً (یعنی بغیر کسی قید و حد بندی کے) فرمایا: "**مانگ! کیا مانگتا ہے؟**" اس سے معلوم ہوا کہ **الله** کریم نے آپ کو اس بات کی قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمادیں، اِسی وجہ سے علامہ ابنِ سَبُع رَحْمَةُ اللهِ علیه نے آپ صَلَّی الله علیه واٰلِهٖ وسلَّم کی خصوصیات میں ذِکر کیا ہے کہ **الله** پاک نے آپ صَلَّی الله علیه واٰلِهٖ وسلَّم کو جنت کی زمین کا مالک بنادیا ہے آپ صَلَّی الله علیه واٰلِهٖ وسلَّم اس میں سے جو چاہیں جس کو چاہیں عطا فرمادیں۔ (مرقاۃ المفاتیح ج۲ ص ۶۱۵)

حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان رَحْمَةُ اللهِ علیه حدیثِ پاک کی شرح میں لکھتے ہیں: جب صحابیٔ رسول نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مانگا تو ہم بھی **حضور** صَلَّی الله علیه واٰلِهٖ وسلَّم سے **ایمان، مال، اولاد، عزت، جنت سب کچھ مانگ سکتے ہیں، یہ مانگنا سنّتِ صحابہ ہے**، حضور صَلَّی الله علیه واٰلِهٖ وسلَّم کے لنگر سے یہ سب کچھ قیامت تک بٹتا رہے گا اور ہم بھکاری لیتے رہیں گے۔ (مرآۃ المناجیح ج۲ ص ۸۴)

مالک ہیں خزانۂ قدرت کے، جو جس کو چاہیں دے ڈالیں
دی خُلد جنابِ رَبیعہ کو، بگڑی لاکھوں کی بنائی ہے

نوٹ: اختیاراتِ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کے بارے میں مزید جاننے کے لئے سگِ عطار کی کتاب **"آسان فرض علوم"** سے اختیاراتِ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کا باب مطالعہ کیجئے ان شاء اللہ عزوجل ایمان تازہ ہو جائے گا۔

چوتھے سوال کا جواب

(۴)۔۔۔چوتھا جواب: جس طرح جان کو جسم سے پہلے پیدا کیا گیا ہے ایسے ہی میرے مصطفٰے صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو بھی میرے اللہ نے دنیا سے پہلے بلکہ ہر چیز سے پہلے اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے، اعلی حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نہ رُوحِ امیں نہ عرشِ بَریں نہ لَوحِ مُبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رَمزیں کھلیں ازل کی نِہاں تمہارے لئے

سب سے پہلے کس کو پیدا کیا گیا؟

اور اس دعوے کی دلیل حدیثِ نوری پیش کرتی ہے چنانچہ:

حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سب سے پہلی تخلیق کے متعلّق سوال کیا تو حضورِ پُرنور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے خود اپنی نورانیت کو یوں بیان فرمایا: اے جابر! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے تمام مخلوق سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔(الجزء المفقود من الجزء الاول من المصنف، ص ۶۳، حدیث:۱۸، مواھب لدنیہ، ج۱، ص۳۶)

حضرت سیّدنا امام زینُ العابدین رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: نبیِّ کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: میں آدم علیہ السَّلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ہاں نور تھا۔(مواھب لدنیہ، ج۱، ص۳۹)

نیز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم، کا ارشادِ نور بار ہے: "اللہ نے تمام چیزوں سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ اُس وَقت نہ لَوح تھی نہ قلم، نہ جنّت، نہ دوزخ نہ فرشتے تھے، نہ آسمان، نہ زمین، نہ سورج نہ چاند، نہ جنّ نہ انسان تھے، پھر

جب رب نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصّے کئے، ایک حصّے سے قلم دوسرے سے لوحِ محفوظ تیسرے سے عرش وغیرہ پیدا فرمایا۔(اَلْمواہِب ج ا ص ۳۶، کَشْفُ الخفاء ج ا ص ۷ ۲۳، مدارِجُ النّبوۃ ج ۲ ص ۲ مُلخّصاً)

(۵)۔۔۔پانچواں جواب: جسم میں کہیں بھی چوٹ لگے جان کو تکلیف ہوتی ہے لیکن کب؟ جب وہ عضو جسم کے ساتھ متصل ہو، جسم سے جدا نہ ہو، اور جو عضو جسم سے جدا ہو جائے تو پھر جسم کو تکلیف نہیں ہوتی اگرچہ اس کی بوٹی بوٹی کر دی جائیں، پس اسی طرح جو دنیا میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا گویا وہ اپنے آپ کو مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم سے جدا کر لیا، جب اس نے جدا کر لیا تو اب اس کے جہنم میں جانے سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکلیف نہیں ہوگی اور جو ایمان لایا اگرچہ وہ گنہگار ہو اس کے جہنم میں جانے سے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکلیف ہوگی اور اس کو اپنی شفاعت سے بخشوا کر جنت میں داخل فرمائیں گے جیسے کہ اعلی حضرت کے بھائی جان، مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ المنان اپنے دیوان ذوقِ نعت میں لکھتے ہیں:

کوئی قریب ترازو کوئی لبِ کوثر
کوئی صراط پر ان کو پکارتا ہوگا
یہ بے قرار کرے گی صدا غریبوں کی
مقدس آنکھوں سے تار اَشک کا بندھا ہو گا

وہ پاک دل کہ نہیں جس کو اپنا اَندیشہ
ہجومِ فکر و تردُّد میں گھر گیا ہوگا
ہزار جان فدا نرم نرم پاؤں سے
پکار سن کے اَسیروں کی دوڑتا ہوگا

عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے
خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا

غلام ان کی عنایت سے چین میں ہوں گے
عدو حضور کا آفت میں مبتلا ہو گا

(16) خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان

(۱)۔۔۔کلمہ ختم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام پر۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

(۲)۔۔۔نماز ختم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سلام پر۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(۳)۔۔۔امتحانِ قبر ختم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پہچان پر۔ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ۔

(۴)۔۔۔قیامت ختم ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی شان پر۔

فقط اتنا سَبَب ہے اِنْعِقَادِ بَزْمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

رب تعالی نے خاتمیت کا کیسا سہرا ان کے سر پر سجایا سبحن اللہ سبحن اللہ۔

(17) اپنے حال پر خوش رہیں

پرانے زمانے کی بات ہے ایک ملک کے بادشاہ نے دیکھا کہ اس کی رعایا کا حال کافی بدتر ہوتا جارہا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اپنے پاس موجود چیزوں سے پریشان اور دوسروں کی چیزوں سے خوش ہوتے تھے ایک دفعہ بادشاہ نے یہ اعلان کروایا کہ جو جو آدمی پریشان ہے وہ فلاں میدان میں آجائے، جس چیز سے پریشان ہے اس کو وہاں رکھ دے اور اس کا متبادل یعنی جس چیز کو اچھا سمجھتا ہے وہ اٹھالے۔ اس اعلان کو سن کر سب خوش ہو گئے اور مقررہ دن اور وقت میدان میں پہنچ گئے۔

(۱)۔۔۔ایک آدمی شادی شدہ تھا اپنی بیوی سے تنگ تھالہذا وہ اپنی بیوی کو چھوڑ آیا۔

(۲)۔۔۔ایک کنوارہ تھا، بیوی کے بغیر وہ ادھورا تھا، وہ پہلے والے شخص کی بیوی کو لے کر آگیا۔

(۳)۔۔۔ایک آدمی کی اولاد نافرمان تھی وہ انہیں چھوڑ کر آگیا۔

(۴)۔۔۔ایک دوسرے آدمی کی اولاد نہیں تھی وہ مذکورہ شخص کی اولاد لے کر آگیا۔

(۵)۔۔۔ایک آدمی ٹی بی کا مریض تھا ساری رات کھانستا رہتا تھا،وہ ٹی بی کی بیماری کو چھوڑ آیا اور دوسرے کا شوگر کا مرض لے آیا۔

(۶)۔۔۔دوسرا جو شوگر کا مریض تھا اپنا شوگر کا مرض رکھ آیا اور پہلے والے کا ٹی بی کا مرض لے آیا۔

اس طرح سب خوشی خوشی واپس لوٹ آئے۔اگلے دن کیا ہوا کہ:

(۱)۔۔۔شادی شدہ جو بیوی کو چھوڑ آیا تھا،گھر آیا،رات ہوئی،نہ کوئی کھانا پکا کر دینے والا اور نہ ہی کوئی بستر بچھانے والا،نہ کوئی صبح چائے بنا کر ناشتہ کروانے والا،یہ حالت دیکھ کر کہنے لگا:جیسی بھی تھی مگر خدمت تو کرتی تھی۔

(۲)۔۔۔کنوارہ شخص جو بیوی لے کر آیا تھا،بیوی نے آتے ہی سامان کی ایک لمبی لسٹ ہاتھ میں دیتے ہوئے کہنے لگی:میرے سرتاج!یہ سامان لے آئیں۔سامان لانے میں اس کے سارے روپے خرچ ہو گئے،جب جیب خالی ہو گئی،تو کہنے لگا:میں تو بغیر شادی کے ہی ٹھیک تھا۔

(۳)۔۔۔جو اپنی اولاد کو چھوڑ آیا تھا وہ بھی ایسے ہی پشیمان ہوا کہ اگرچہ نافرمان تھے لیکن کبھی کبھی حال چال تو پوچھ لیتے تھے،کبھی کوئی کام بھی کر دیتے تھے۔

(۴)۔۔۔جو اولاد لے آیا تھا بڑا خوش تھا کہ اب تو میں صاحبِ اولاد ہو گیا لیکن گھر میں آتے ہی لڑکوں نے گھر کے سامان کے ساتھ توڑ پھوڑ مچا دی باپ کے منع کرنے پر باپ کو بھی مارنا شروع کر دیا۔اب وہ آدمی کہنے لگا:میں تو بے اولاد ہی ٹھیک تھا۔

(۵)۔۔۔جو آدمی ٹی بی والا تھا اور ٹی بی کی وجہ سے ساری رات کھانستا رہتا تھا وہ شوگر کی بیماری لے آیا تھا،جس کی وجہ سے ساری رات اٹھ اٹھ کر پیشاب کرتا،رات بھی سردی کی تھی،بڑا پریشان ہوا،اور کہنے لگا:ٹی بی کی بیماری ہی ٹھیک تھی اگرچہ ساری رات کھانستا تھا لیکن بستر میں تو پڑا رہتا تھا،یہ بار بار اٹھنا،سردی میں جانا،بڑا مشکل کام ہے۔

(۶)۔۔۔جو شوگر والا ٹی بی لے آیا تھا وہ ساری رات کھانستا رہا،صبح اٹھ کر کہنے لگا:شوگر ہی ٹھیک تھی کہ پیشاب کر کے کچھ دیر سو تو لیتا تھا،یہ کم بخت ٹی بی نے تو آج ساری رات سونے ہی نہیں دیا۔

انسان کی عادت ہے کہ جو چیز اس کے پاس ہوتی ہے اس سے خوش نہیں رہتا بلکہ جو اس کے پاس نہیں ہے اس کی تمنا و آرزو میں پریشان ہوتا رہتا ہے اور اللہ کی تقسیم پر راضی نہ ہونے کی وجہ سے ساری زندگی پریشان رہتا ہے۔ یاد رکھئے! اندھا دنیا کو دیکھنے کی، بہرا سننے کی، لنگڑا چلنے کی اور گونگا بولنے کی تمنا کرتا ہے۔ اندھا یہ نہیں دیکھتا کہ مجھے بولنے اور سننے کی نعمت تو ملی ہوئی ہے۔ اور وہ شخص جس کو اللہ تعالی نے دیکھنے، سننے، چلنے اور بولنے کی طاقت و قوت دی ہے اس کو کتنا شکر ادا کرنا چاہیے۔ تو پھر کیوں نہیں کہتے! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال۔ ہر حال میں اللہ پاک کا شکر ہے۔

(18) اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کے ثمرات

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھنے سے بندے کو پانچ فائدے حاصل ہوتے ہیں:

(۱)--- دین و ہدایت پر استقامت۔

(۲)--- شیطان مردود کے شر اور فساد سے حفاظت۔

(۳)--- اللہ کی پناہ کے مضبوط قلعے اور قرب کے مقام پر داخلہ۔

(۴)--- پیغمبروں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ مقامِ امن تک رسائی۔

(۵)--- زمین و آسمان کے مالک کی امداد کا حصول۔

(غنیۃ الطالبین ص ۲۷۳۔ محمدی بک ڈپو دہلی)

بعض سابقہ کتب میں آیا ہے کہ جب شیطان لعین و مردود نے اللہ تعالی سے کہا کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے ان کے آگے، پیچھے اور دائیں، بائیں سے آؤں گا تو اللہ تبارک و تعالی نے ارشاد فرمایا: جو بندہ ایک بار میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کی دن بھر حفاظت فرماتا ہوں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۷۳۔ محمدی بک ڈپو دہلی)

(19) کعبے کے بارے میں دلچسپ معلومات

مکّۂ مکرّمہ زَادَھَا اللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعْظِیْماً کی سب سے عظیم زیارت گاہ **کعبۂ مُشَرَّفہ** ہے۔ ہر مسلمان اِس کے دیدار و طواف کیلئے بے قرار رہتا ہے۔ **کعبۃُ اللہ** کے بارے میں بعض **دلچسپ معلومات** پیش کی جاتی ہیں۔

کعبے کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں

شَہَنْشاہِ خوش خِصال، پیکرِ حُسن و جمال صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: **بے شک کعبے کی ایک زَبان اور دو ہونٹ** ہیں اور اِس نے شکایت کرتے ہوئے عَرض کی: **یارب** عزوجل! میری طرف بار بار آنے والے اور میری زیارت کرنے والے کم ہو گئے ہیں۔ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وحی فرمائی: میں خُشوع و خُضوع اور سجدے کرنے والا انسان پیدا فرمانے والا ہوں جو تیرا اس طرح مشتاق (یعنی شوق رکھنے والا) ہو گا جس طرح **کبوتری** اپنے انڈوں کی مُشتاق (یعنی شوق رکھنے والی) ہوتی ہے۔ (معجم اوسط ج۴ ص۳۰۵ حدیث ۶۰۶۶)

(20) طواف کی ابتِداء کیسے ہوئی؟

مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الْاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الحَنّان "**تفسیر نعیمی**" میں نَقْل فرماتے ہیں: صاحِبِ تفسیرِ رُوحُ الْبَیان اور صاحبِ تفسیرِ عَزیزی نے فرمایا کہ زمین سے پہلے پانی ہی پانی تھا۔ قُدرتی طور پر دو ہزار سال پہلے کعبے کی جگہ اس پر **سفید جھاگ** پیدا ہوا کچھ روز میں اس کو پھیلا کر زمین کر دیا گیا پھر جب فِرِشتوں کو ربّ عَزَّوَجَلَّ نے آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش کی خبر دی تو اُنہوں نے اپنا خِلافت کا اِستِحقاق (یعنی حق دار ہونے کا دعویٰ) پیش کیا اور آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی پیدائش کی حکمت پوچھی۔ مگر اِس جُرأت کی معذرِت میں توبہ کی نیّت سے سات برس عرشِ اعظم کا **طواف** کیا، حکمِ الٰہی ہوا کہ زمین میں بھی اِسی **جھاگ** کی جگہ نشان لگا دو جہاں میرے بندے خطا کر کے اس کے **طواف** سے مجھے راضی کیا کریں۔ (تفسیر نعیمی ج۱ ص۶۴۱، تفسیر روح البیان ج۱ ص۲۳۰)

(21) والدین کی عظمت پر مختصر کلام

اللہ عزوجل قرآنِ پاک کے پارہ ۱، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳، میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ۔ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

یہ آیت کریمہ جو آپ نے ابھی سنی سورۂ بقرہ کی ۸۳ ویں آیت پاک ہے، اور اس آیتِ پاک میں ایک بات قابلِ غور ہے، کہ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ بھلائی اور ان کی اطاعت کا ذکر ایک ساتھ فرمایا ہے کہ: کسی کو نہ پوجو اللہ کے سوا، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

ایک سوال

اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کی اطاعت کو کیوں بیان فرمایا؟ حالانکہ اللہ عزوجل کے بعد نبی کا مرتبہ ہوتا ہے، لہذا اللہ تعالی اپنی عبادت کے بعد نبی کی اطاعت کو بیان فرماتا، لیکن نبی کی اطاعت کے بجائے ماں باپ کی اطاعت کو اپنی عبادت کے ساتھ بیان فرمایا، اس کی کیا وجہ ہے؟

سوال کا جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی کئی وجوہات ہیں جس کی بناء پر اللہ عزوجل نے اپنی عبادت اور والدین کے ساتھ بھلائی کو جمع فرما ہے۔

بارہ وجوہات

چنانچہ اللہ عزوجل نے جو والدین کے حق کو اپنے حق کے ساتھ بیان فرمایا ہے اس کی وجوہات تفسیرِ نعیمی میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمتہ اللہ القوی نے درج فرمائی ہے جن کی تعداد بارہ ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

پہلی وجہ

اللہ عزوجل کی جو نعمتیں ہم دیکھ رہے ہیں وہ ہماری پیدائش کے بعد ہیں اور ماں باپ ہماری پیدائش کا سبب ہیں، لہذا رب عزوجل کی نعمتوں کا پہلا واسطہ ہمارے ماں باپ ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالی کے بعد ماں باپ کا احسان ہے۔

دوسری وجہ

اللہ کی شانِ کریمی ہے کہ اس کا اپنے بندوں کو پالنا بلا حرص و طمع ہے، ایسے ہی ماں باپ بھی اللہ عزوجل کی عطا سے بغیر لالچ، بغیر طمع کے اولاد کی پرورش کرتے ہیں۔

پہلا وسوسہ: یہاں کسی کے ذہن میں یہ وسوسہ آسکتا ہے کہ: ماں باپ کو اپنی اولاد سے یہ امید ہوتی ہے کہ اولاد کمائے گی، کما کر کھلائے گی، بڑھاپے کا سہارا بنے گی، اس لئے ماں باپ اپنی اولاد کی پرورش کرتے ہیں۔

جوابِ وسوسہ: تو مجھے یہ بتائیں کہ کیا ماں باپ کو نہیں پتا کہ کتنی اولاد کماتی اور کتنی کھلاتی ہے؟ ماں باپ کو سب پتا ہے، اچھا: ماں باپ کو کما کر کون سی اولاد کھلاتی ہے؟ وہی نا، جو اولاد اچھی ہو، ذہن ان کا تیز ہو، تندرست ہو، معذور نہ ہو۔ لیکن جو اولاد معذور ہے، تو کیا ماں باپ معذور بچے کی پرورش نہیں کرتے؟ کیا معذور بچے کو نہیں پالتے؟ کیا گونگے بچوں کو ماں باپ نہیں پالتے؟ کیا ماں باپ لنگڑے لولے بچوں کو نہیں پالتے؟ بلکہ بعض بچے ایسی ایسی بیماری لیکر

پیدا ہوتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی ماں باپ کے اوپر ایسا بوجھ بن جاتے ہیں کہ ماں باپ کو اپنے بچے کی جان بچانے کے لئے لاکھوں روپے کے اخرجات اٹھانے پڑتے ہیں۔

کیا آپ نہیں جانتے؟ کتنے بچے ایسے پیدا ہوتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی مسلسل خون چڑھتا رہتا ہے، اب وہ بچہ اتنا سا ہی تو ہے، آخر ماں باپ اس بچے کو زندہ رکھنے کے لئے، اس کی حیات کی جستجو کے لئے لاکھوں لاکھ روپے خرچ کر دیتے ہیں۔

آج کل تو بچے شوگر کی بیماری لے کے پیدا ہوتے ہیں، آج کل کے بچوں کو پیدائشی بیماریاں لاحق ہو رہی ہیں، پھر کتنے بچے ایسے ہوتے ہیں کہ پیدا ہو گئے، پیدا ہونے کے بعد ان کے علاج ہوئے، مگر جب ماں باپ کے ہاتھ میں وہ بچہ آتا ہے تو معذور آتا ہے، ڈاکٹر کہتے ہیں یہ بچہ کبھی بول نہیں سکے گا، ڈاکٹر کہتے ہیں یہ کبھی سوچ نہیں سکے گا، اس کی عقل ختم ہو چکی ہے یعنی وہ پاگل ہو چکا ہے۔

تو کیا ماں باپ ایسے بچے کو نہیں پالتے؟ کیا ان کی پرورش نہیں کرتے؟ کون سی طمع ہے، کون سی لالچ ہے، جڑواں بچے، چپکے ہوئے بچے پیدا ہوتے ہیں، بظاہر ماں باپ کے لئے یہ کسی کام کے نہیں ہوتے، اگر لالچ و طمع کی بات ہوتی تو ماں باپ ان بچوں کو نہ پالتے، ان کو زندہ رکھنے کے لئے ہزاروں جتن نہ کرتے۔

لیکن ہم معاشرے میں دیکھتے ہیں کہ ماں باپ ایسی اولاد کی زیادہ خدمت کرتے ہیں، ان کی دیکھ بھال زیادہ کرتے ہیں، ان سے محبت و الفت اور ہمدردی کا برتاؤ زیادہ رکھتے ہیں، کہ ان کو ہماری حاجت ہے، بلکہ جب تک ماں باپ زندہ رہتے ہیں تب تک ان کی دیکھ بھال کرتے رہتے ہیں، خود بوڑھے ہو گئے ہیں، ان کو خود خدمت کی حاجت ہے مگر قربان جائیے! ماں کی مامتا، اور باپ کی شفقت پر، ایسی حالت میں بھی اپنی اولاد کی فکر، یقیناً یہ انہی کا حصہ ہے۔

غور طلب جملہ

ایک ماں باپ دس دس بچوں کو تو پال لیتے ہیں مگر دس بچے مل کر دو ماں باپ کو نہیں پال پاتے۔ اللہ اکبر!

توان معذور بچوں سے ماں باپ کو کون سی امید لگی رہتی ہے؟ کون سی لالچ ہوتی ہے؟ مگر ماں باپ ان کو بھی پالتے ہیں، تو پتا چلا کہ جس طرح اللہ رب العزت عزوجل اپنے بندوں کو بغیر لالچ و طمع کے انعامات عطا کرتا ہے یوں ہی ماں باپ بھی اپنے بچوں کی پرورش بلا لالچ اور بلا طمع کرتے ہیں۔

دوسرا وسوسہ: ایک وسوسہ یہ بھی آسکتا ہے کہ ماں باپ اپنے بچوں کی پرورش اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں اللہ عزوجل اس کا ثواب عطا فرمائے گا، لہٰذا ثواب کی امید اور جنت کی لالچ میں اپنے بچوں کو پالتے ہیں۔

جوابِ وسوسہ: لہٰذا اس وسوسے کا علاج بھی سن لیجئے: کیا کفار اپنے بچوں کو نہیں پالتے؟ وہ بھی تو اپنے بچوں کو پالتے ہیں، جو نہ جنت پر ایمان لائیں نہ دوزخ پر ایمان لائیں، کیسے کفار ہیں پھر بھی بچوں کو پالتے ہیں۔

سنئے! جانور جو مرتے ہی مٹی ہو جاتے ہیں، وہ بھی اپنے بچوں کو پالتے ہیں، تو بات سمجھ میں آئی کہ ماں باپ اپنے بچوں کو بغیر حرص و طمع و لالچ کے پالتے ہیں، اس لئے اللہ عزوجل نے ماں باپ کے حقوق کا بیان اپنے حق کے ساتھ بیان فرمایا۔

تیسری وجہ

اللہ عزوجل انسان کی پیدائش کا حقیقی موئثر ہے اور ماں باپ ظاہر موئثر ہیں۔

چوتھی وجہ

اللہ عزوجل جس طرح اپنے نافرمان بندوں پر انعام فرماتا ہے اور ان پر انعام فرماتے ہوئے ملول نہیں ہوتا، اللہ ان سے اپنی نعمتیں نہیں روکتا، اسی طرح ماں باپ بھی اپنی نافرمان اولاد پر شفقت و خیر خواہی و مہربانی کا دروازہ کبھی بند نہیں کرتے، بلکہ موت کے آغوش میں جانے تک اپنی اولاد کے حق میں مہربانی کا پہلو بچھائے رہتے ہیں۔

پانچویں وجہ

جس طرح کسی بندے کے دو خالق نہیں ہوسکتے، اسی طرح کسی اولاد کے دو ماں باپ نہیں ہوسکتے۔

چھٹی وجہ

جس طرح اللہ پاک اپنے بندوں سے حسد نہیں کرتا اسی طرح ماں باپ کو اپنی اولاد سے حسد نہیں ہوتا، یہ ماں باپ کی ہی خصوصیت ہے کوئی ایسے والدین نہیں ہیں جن کو اپنی اولاد سے حسد ہو۔

ماں باپ کبھی بھی اپنی اولاد کی ترقی میں کمی نہیں کرتے۔

ساتویں وجہ

جس طرح ہر ایک پر اللہ پاک کی عبادت کرنالازمی وضروری ہے اسی طرح ماں باپ کی اطاعت سارے مذہب میں ضروری ہے۔

آٹھویں وجہ

جس طرح اللہ عزوجل اپنے بندوں کے نیک اعمال بڑھاتا ہے، اسی طرح ماں باپ بھی اپنی اولاد کے مال کو بڑھاتے ہیں اور انہیں نقصان سے بچاتے ہیں۔

نویں وجہ

رب عزوجل کی اطاعت جس طرح ہر نبی وامتی شاہ وگدا سب پر فرض ہے، اسی طرح ماں باپ کی خدمت بھی ان سب پر فرض ہے۔

دسویں وجہ

اللہ عزوجل کی عبادت ہر وقت لازم، یوں ہی ماں باپ کی خدمت ہر وقت لازم، خواہ ان کی تندرستی ہو، کمزوری ہو یاان کا بڑھاپا، ہر حال میں ماں باپ کی خدمت کرنی ضروری ہے۔

گیارہویں وجہ

اللہ عزوجل کی عبادت بدنی، مالی جانی ہر طرح سے کی جاتی ہے، اسی طرح ماں باپ کی خدمت بھی ہر طرح سے لازم قرار دی گئی ہے۔

بارہویں وجہ

جس طرح کوئی شخص یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ میں نے اللہ عزوجل کی عبادت کا حق ادا کر دیا، یوں ہی کوئی یہ دعوی بھی نہیں کر سکتا کہ میں نے اپنے ماں باپ کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔(تفسیرِ نعیمی، پارہ۱، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۸۳ کی تفسیر)

(22) اولیائے کرام کا تذکرہ ہونے کی وجہ

سوال: ہم دیکھتے ہیں کہ اولیائے کرام کو وصال فرمائے ہوئے کئی سو سال ہو چکے ہیں مگر ان کا تذکرہ بصورتِ عرس آج تک ہو رہا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اولیائے کرام کے تذکرے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اولیائے کرام ذاتِ باری تعالی میں فنا ہو جاتے ہیں، فنافی اللہ کی منزل میں پہنچ جاتے ہیں، اپنا تن، من اور دھن سب کچھ اللہ کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں ان کا اپنا کچھ باقی ہی نہیں رہتا، ان کا جینا مرنا اللہ کے لئے ہوتا ہے، اور جو اللہ تعالی کی ذات پر فنا ہو جاتا ہے اسے بقاء مل جاتی ہے، جس طرح اللہ تعالی کا ذکر ہمیشہ رہے گا، اسی کے فیضان سے ان کا بھی ذکر ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہے گا، نسبت جو انہیں ذاتِ باری تعالی سے ہو گئی ہے، مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے نعتیہ دیوان **"دیوانِ سالک"** میں لکھتے ہیں :

تیری ذات میں جو فنا ہوا
وہ فنا سے نو کا عدد بنا
جو اُسے مٹائے وہ خود مٹے
وہ ہے باقی اس کو فنا نہیں

فنا ہو کر نو کا عدد بن جاتا ہے

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اس شعر میں یہ فرمارہے ہیں کہ جو ذاتِ باری تعالی میں فنا ہو جاتا ہے تو وہ فنا ہو کر نو کا عدد بن جاتا ہے، اور نو کے عدد کو جو بھی عدد مٹانے کی کوشش کرتا ہے وہ خود مٹ جاتا ہے، مثلاً:

کل عدد نو ہیں: ۱۔۲۔۳۔۴۔۵۔۶۔۷۔۸۔۹۔ اور یہی سارے اعداد کی اصل ہیں، دہائی بنانی ہے انہیں سے بنے گی، سیکڑا بنانا ہے، انہیں سے بنے گا، ہزار بنانا ہے انہیں سے بنے گا، لاکھ، کروڑ ارب جو بھی بنائیں انہیں اعداد سے بنیں گے، ان کے علاوہ کوئی اور عدد آپ نہیں لا سکتے۔

جو بھی عدد نو کو مٹانے آئے گا

اب ان اعداد میں سے جو بھی عدد نو کو مٹانے آئے گا وہ خود مٹ جائے گا، کیسے؟ وہ ایسے کہ جب ایک نو کے سامنے آیا اور اپنی ساری طاقت و قوت نو کے سامنے رکھا، اور اپنے سے نو کو تولنا چاہا، اور جب آپ نے نو میں ایک کو گھٹایا تو نو میں صرف اتنا فرق آیا کہ وہ نو سے آٹھ بن گیا، اسی طرح دو کو، پھر تین کو، چار کو، پانچ کو، چھ کو، سات کو، آٹھ کو، نو میں گھٹایئے تو نو بالکلیہ ختم نہیں ہو گا بلکہ اس کا کچھ نہ کچھ وجود باقی رہے گا مثلاً:

(9-1=8) (9-2=7) (9-3=6) (9-4=5)

(9-5=4) (9-6=3) (9-7=2) (9-8=1)

لہذا نو کو کوئی بھی عدد نہ مٹا سکا۔

اگر نو سب کو مٹانا چاہے تو

اب اگر نو سب کو مٹانا چاہے تو صرف مٹا ہی نہیں دے گا بلکہ ملکِ وجود سے ملکِ عدم کے کئی پردوں کے پیچھے پہنچادے گا، مثلاً ایک میں نو کو گھٹائیے تو منفی آٹھ بچے گا، پس نو نے ایک کو عدم کے آٹھ پردوں کے پیچھے پہنچا دیا، اسی طرح دو کو عدم کے سات پردوں کے پیچھے، تین کو چھ پردوں کے پیچھے، چار کو پانچ پردوں کے پیچھے، پانچ کو چار پردوں کے پیچھے، چھ کو تین پردوں کے پیچھے، سات کو دو پردوں کے پیچھے، اور آٹھ کو ایک پردے کے پیچھے پہنچا دیا، مثال نقشے میں ملاحظہ کیجئے:

(1-9=-8) (2-9=-7) (3-9=-6) (4-9=-5)

(5-9=-4) (6-9=-3) (7-9=-2) (8-9=-1)

اسی لئے مخلوق اولیاء کا عرس مناتی ہے

پس اولیائے کرام ذاتِ باری تعالی میں فنا ہو کر نو کے عدد کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، کہ پھر انہیں کوئی نہیں مٹا سکتا ہمیشہ باقی رہتے ہیں اسی لئے مخلوق ان کا عرس مناتی ہے اور مناتی رہے گی، ان کی شان بیان کرتی ہے اور کرتی رہے گی، منقبت پڑھتی ہے اور پڑھتی رہے گی۔

(3) نو کے عدد کی عجیب باتیں

اب آگے سنیئے نو کے عدد میں چار باتیں عجیب ہیں:

پہلی عجیب بات

پہلی بات: یہ کہ ایک سے آٹھ تک کی اِکائیاں کناروں کی دو، دو ملاؤ ۹ بنیں گے۔ مثلاً: ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔

(1+8=9) (2+7=9) (3+6=9) (4+5=9)

دوسری عجیب بات

دوسری بات: یہ کہ سارے ۹ کے پہاڑے میں ہر جگہ ۹ بنے گا:

(9*1=9)--(9*2=18)--(9*3=27)--(9*4=36)--(9*5=45)

(9*6=54)--(9*7=63)--(9*8=72)--(9*9=81)--(9*10=90)

پس حاصلِ ضرب کو آپس میں ملائیں تو نو ہی آئے گا مثلاً: ۱۸ میں ایک اور آٹھ ہے، آٹھ اور ایک نو، ۲۷ میں دو اور سات ہے، دو اور سات نو، ۳۶ میں تین اور چھ ہے، تین اور چھ نو، ۴۵ میں چار اور پانچ ہے، چار اور پانچ نو، ۵۴ میں پانچ اور چار ہے، پانچ اور چار نو، ۶۳ میں چھ اور تین ہے، چھ اور تین نو، ۷۲ میں سات اور دو ہے، سات اور دو نو، ۸۱ میں آٹھ اور ایک ہے، آٹھ اور ایک نو، ۹۰ میں نو ہے ہی۔

تیسری عجیب بات

تیسری بات: یہ کہ اسی طرح جس بھی گنتی کا پہاڑا نو بار کریں گے اور اس میں آنے والے عددوں کو ملائیں گے تو جواب نو ہی آئے گا مثلاً ۱۲ نویں 108، 9=8+1۔ ۱۳ نویں، 117، 9=7+1+1۔ ۱۴ نویں 126، 9=6+2+1۔ جس بھی گنتی کا پہاڑا نو بار کریں گے سب میں 9 بنے گا۔

چوتھی عجیب بات

چوتھی بات: یہ کہ نو کا عدد کسی عدد کے اندر نہیں مگر سب عدد نو کے اندر ہیں، نو میں آٹھ بھی ہے، سات بھی ہے، چھ بھی ہے، پانچ بھی ہے، چار بھی ہے، تین بھی ہے، دو بھی ہے، ایک بھی ہے۔ لیکن ایک میں نو نہیں ہے، دو میں نو نہیں ہے، تین میں نو نہیں ہے، چار میں نو نہیں ہے، پانچ میں نو نہیں ہے، چھ میں نو نہیں ہے، سات میں نو نہیں ہے، آٹھ میں نو نہیں ہے۔

ایک سے آٹھ تک دنیا و مافیہا ہیں

ایک سے آٹھ تک دنیا و مافیہا ہیں، پس جب ولی ذاتِ باری تعالی میں فنا ہو کر نو کا عدد بن گیا تو اس کے اندر دنیا و مافیہا آ گیا، اب اگر کسی کو دنیا کی کوئی چیز لینی ہے ولی کے پاس آئے ان سے ملے گی، کہ جس طرح نو کے پاس آٹھ بھی ہے، سات بھی ہے، چھ بھی ہے، پانچ بھی ہے، چار بھی ہے، تین بھی ہے، دو بھی ہے، ایک بھی ہے، اسی طرح ولی کے

پاس اولاد بھی ہے، دولت بھی ہے ثروت بھی ہے، حکومت بھی ہے، صدارت بھی ہے، وزارت بھی ہے، اقتدار بھی ہے، افتخار بھی ہے۔ تبھی تو لوگ میرے خواجہ کے دربار میں سب کچھ لینے جاتے ہیں۔

(23) اسلام کس لئے آیا؟

سوال: دینِ اسلام آنے سے پہلے دنیا میں کئی دین موجود تھے، لہذا ان کے ہوتے ہوئے دینِ اسلام کی ضرورت کیوں پڑی؟

جواب: یقیناً دینِ اسلام آنے سے پہلے دنیا میں کئی دین موجود تھے، کئی اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے، مگر ان تمام دینوں میں درج ذیل چیزیں نہ تھیں اور نہ ہیں:

(۱)۔۔۔ اللہ رب العالمین جو سب کا خالقِ حقیقی ہے اس کی معرفت وعبادت کا صحیح طریقہ نہ تھا، بعض انبیائے کرام علیہم السلام کو خدا کا بیٹا، بعض بتوں کو، تو بعض چاند وسورج، آگ و درخت کو اپنا معبود، بعض فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے۔ اللہ کو ماننے کا جیسا حق ہے ویسا نہیں مانتے تھے بلکہ کسی نہ کسی کو شریک ٹھہراتے تھے۔

(۲)۔۔۔ ان تمام ادیان میں لوگوں کی جانیں محفوظ نہ تھیں، جس نے جس کو چاہا قتل کر دیا، جس کی بنا پر اخوت وبھائی چارگی کی جگہ ظلم وبربریت نے لے رکھی تھی معاشرے کا سکون پامال تھا۔

(۳)۔۔۔ ان تمام ادیان میں کسی کا مال محفوظ نہ تھا، آئے دن چوری وڈکیتیوں کا بازار گرم رہتا، طاقتور کمزور کے مال پر قبضہ کر لیتا۔

(۴)۔۔۔ لوگوں کے نسب کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ تھا، بدکاری کو کوئی عیب نہ سمجھا جاتا جس کی وجہ سے ولد الزنا کی کثرت تھی۔

(۵)۔۔۔ اپنے آپ کو عقلمند کہلانے کے باوجود عقل کا صحیح استعمال نہ تھا کہ حرام وناجائز چیزوں کا استعمال عام تھا، شراب جوا، رشوت وسود جس کی عقل مذمت کرتی ہے، دیندار ہونے کے باوجود ان سب میں ملوث تھے۔

اسلام کی ضرورت

مذکورہ چیزوں کے پیشِ نظر ایک ایسے دین کی ضرورت تھی جو معاشرے سے تمام برائیوں کا خاتمہ کرکے ایک خالقِ حقیقی کی عبادت کا درس دے لہذا اللہ پاک نے کرم فرمایا اور انسانوں کو دینِ اسلام دے کر احسان فرمایا۔ نیز دینِ اسلام کے آنے سے درج ذیل پانچ چیزوں کی حفاظت بھی ہوگئی:

(۱)۔۔۔دین کی حفاظت کے لئے آیا تاکہ انسان کو حق و باطل میں تمیز ہو سکے۔ پس دینِ اسلام صرف ایک خدا کی عبادت کا درس دیتا ہے۔

(۲)۔۔۔جان کی حفاظت کے لئے آیا،اسی لئے اسلام نے قتلِ ناحق کو حرام قرار دیا ہے۔

(۳)۔۔۔مال کی حفاظت کے لئے آیا،اسی لئے اسلام نے چوری، ڈاکہ زنی اور غصب وغیرہ کو حرام قرار دیا۔

(۴)۔۔۔نسب کی حفاظت کے لئے آیا،اسی لئے اسلام نے زنا(یعنی بدکاری) کو حرام قرار دیا۔

(۵)۔۔۔عقل کی حفاظت کے لئے آیا،اسی لئے اسلام نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا جن چیزوں سے عقل زائل ہوتی ہے مثلاً: نشہ آور چیزیں۔ (فتاویٰ رضویہ جلد۔۲۱۔ص۲۰۵۔مطبوعہ پوربندر گجرات بتغیر)

(24) دوبارہ آنے کا عمل

جس جگہ پارہ ۲۰ سورہ قصص کی آیت نمبر ۸۵ لکھ دیں گے تو ان شاءاللہ تعالیٰ وہاں کی دوبارہ حاضری ہوگی۔ وہ آیت یہ ہے

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۸۵﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک جس نے تم پر قرآن فرض کیا وہ تمہیں پھیر لے جائے گا جہاں پھرنا چاہتے ہو تم فرماؤ میرا رب خوب جانتا ہے اسے جو ہدایت لایا اور جو کھلی گمراہی میں ہے۔

نوٹ: لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے بغیر انک و روشنائی کسی دیوار وغیرہ پر لکھ دیں۔

(25) چھپکلی کو مارنے کا ثواب

حضرتِ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہِ مدینہ، قرارِ قلب و سینہ، صاحبِ معطر پسینہ، باعثِ نُزولِ سکینہ، فیض گنجینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے فرمایا:"جس نے پہلی ضرب سے چھپکلی کو قتل کیا اس کے لئے اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور جس نے اسے دو ضربوں میں مارا اس کے لئے پہلے والے سے کم اتنی اتنی نیکیاں ہیں اور جس نے تین ضربوں میں مارا اس کے لئے اس سے کم اتنی اتنی نیکیاں ہیں۔"

ایک روایت میں ہے کہ "جس نے پہلی ضرب میں چھپکلی کو قتل کیا اس کے لئے سو نیکیاں ہیں اور دوسری ضرب میں مارنے والے کے لئے اس سے کم اور تیسری ضرب میں مارنے والے کے لئے اس سے کم نیکیاں ہیں۔"

(جنت میں لے جانے والے اعمال ص ۶۲۴)(صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب قتل الوزغ، رقم ۲۲۴۰، ص ۱۲۳۰)

(26) پرندوں سے چھ سبق

پرندوں کی زندگی میں انسان کے لئے کم سے کم چھ سبق ہیں:

(۱)۔۔۔ پرندے کبھی بھیک نہیں مانگتے بلکہ اپنی محنت و کوشش سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالتے ہیں۔

(۲)۔۔۔ پرندے وقت کے بہت پابند ہوتے ہیں، ہم سے پہلے اٹھتے ہیں، وقت پر رزق کی تلاش میں نکلتے ہیں اور وقت پر اپنے گھر واپس لوٹتے ہیں۔

(۳)۔۔۔ پرندوں میں کمال حد تک اتحاد اور تنظیم کی خصوصیت پائی جاتی ہے یہاں تک کہ اکیلے سفر بھی نہیں کرتے۔

(۴)۔۔۔ ہمیں کوئی پرندہ ذخیرہ اندوزی کرتا ہوا نظر نہیں آئے گا یعنی کل کے لئے کچھ بچا کر نہیں رکھتے کیونکہ یہ حریص نہیں ہوتے۔

(۵)۔۔۔ سب سے بڑھ کر یہ صبر اور توکل کرنے والی مخلوق ہے۔

(۶)۔۔۔ آخری بات یہ کہ پرندے مستقل ایک جگہ یا مقام کے قیدی ہو کر نہیں رہتے، کسی جگہ کو اپنی جاگیر نہیں بناتے بلکہ جہاں رزق اور سازگار ماحول مل جائے وہیں ڈیرہ ڈال لیتے ہیں۔

"صِرُف تین ذی روح ایسے ہیں جو غذاؤں کا ذخیرہ کرتے ہیں، (۱)۔۔۔(ہم جیسے گنہگار) انسان۔(۲)۔۔۔چوہا اور (۳)۔۔۔چِیُونٹی۔" ان کے علاوہ کوئی بھی حَیوان دوسرے وقت کیلئے بچا کر نہیں رکھتا، آپ نے مُرغی کا توکُّل دیکھا ہو گا، اُس کو پانی کا پیالہ پیش کیا جاتا ہے تو پی چکنے کے بعد پیالے کے کَنارے پر پاؤں رکھ کر اِس کو اُلَٹ دیتی ہے، اسے اپنے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامل بھروسہ ہوتا ہے کہ ابھی پلایا ہے تو پیاس لگنے پر دوبارہ بھی پِلائے گا۔ اور لُطف کی بات یہ ہے کہ اُس کو پِلانے کی خدمت بھی انسان سے لی جاتی ہے۔ ہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کا توکُّل بے مِثال ہوتا ہے۔ توکُّل کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ "صِرُف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عنایت پر بھروسہ کرے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اُس سے مایوس ہو جائے۔" (ملخص از رسالۃُ القُشَیرِیّہ ص ۱۶۹ باب توکُّل) (فیضانِ سنت، جلد اول، ص ۸۰۷)

(27) شریعت، طریقت اور معرفت کیسے بنتی ہے؟

(۱)۔۔۔شریعت: نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے افعال سے بنی ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور دیگر اعمالِ صالحہ۔

(۲)۔۔۔طریقت: نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اقوال سے بنی ہے۔ جیسے شبہات کی چیزوں سے بچنا وغیرہ۔

(۳)۔۔۔معرفت: نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احوال سے بنی ہے۔

(28) ایمان، اسلام اور احسان کسے کہتے ہیں؟

(۱)۔۔۔ایمان: اعتقادات کا نام ہے۔

(۲)۔۔۔اسلام: اعتقادات واعمال دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔

(۳)۔۔۔احسان: اعتقادات واعمال واحوال تینوں کے مجموعے کا نام ہے۔ جیسے کہ حدیثِ جبرائیل میں مذکور ہے چنانچہ:

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک صاحب ہمارے سامنے نمودار ہوئے جن کے کپڑے بہت سفید اور بال خوب کالے تھے، اُن پر آثارِ سفر ظاہر نہ تھے اور ہم سے کوئی اُنہیں پہچانتا بھی نہ تھا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے

اور اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں شریف سے مَس کر دیئے اور اپنے ہاتھ اپنے زانو پر رکھے اور عرض کیا :اَے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسلام کے متعلق بتایئے، فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، زکوۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، کعبہ کا حج کرو اگر وہاں تک پہنچ سکو۔

عرض کیا کہ سچ فرمایا، ہم کو ان پر تعجب ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں۔

عرض کیا کہ مجھے ایمان کے متعلق بتایئے فرمایا کہ: اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور آخری دن کو مانو اور اچھی بُری تقدیر کو مانو، عرض کیا آپ سچے ہیں۔

عرض کیا مجھے احسان کے متعلق بتایئے، فرمایا: اللہ کی عبادت ایسے کرو کہ گویا اُسے دیکھ رہے ہو، اگر یہ نہ ہو سکے تو خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے، فرمایا کہ: جس سے پوچھ رہے ہو وہ قیامت کے بارے میں سائل سے زیادہ خبر دار نہیں۔

عرض کیا کہ قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتا دیجئے، فرمایا کہ: لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں، ننگے بدن والے فقیروں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔

راوی فرماتے ہیں کہ پھر سائل چلے گئے میں کچھ دیر ٹھہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا اے عمر! جانتے ہو یہ سائل کون ہیں؟ مَیں نے عرض کیا اللہ اور رسول جانیں، فرمایا: یہ حضرت جبریل تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الایمان والاسلام۔۔۔۔۔الخ، الحدیث: ۹۳، ص ٦٨١)

(29) بُردباری ہر درد کا علاج ہے

کسی دانا (یعنی عقل مند) کی زوجہ بہت بد اخلاق تھی ایک مرتبہ اس کا ایک دوست ملاقات کے لئے آیا۔ جب کھانا رکھا گیا تو اس دانا شخص کی اَہلیہ اپنے شوہر کو گالیاں دیتے ہوئے کھانا اٹھا کر لے گئی اس کے دوست نے یہ منظر دیکھا

تو اسے بہت غصہ آیا۔ چنانچہ، وہ ناراض ہو کر وہاں سے چلا گیا، دانا شخص اس کے پیچھے گیا اور کہا: "کیا تمہیں وہ دن یاد ہے جب ہم تمہارے گھر کھانا کھا رہے تھے اچانک ایک مرغی دستر خوان پر گری جس نے سارا کھانا خراب کر دیا تھا لیکن ہم میں سے کسی کو بھی اس پر غصہ نہ آیا۔" دوست نے کہا: "ہاں ایک دن واقعی ایسا ہوا تھا۔" دانا شخص نے کہا: "بس میری عورت کے عمل کو بھی اس مرغی کے عمل کی طرح سمجھ لو۔" یہ سن کر اس کا غصہ ختم ہو گیا وہ واپس اپنے دوست کے ساتھ آیا اور کہا: "**حلم (بُردباری) ہر درد کا علاج اور شفا ہے۔**" (احیاء العلوم ۳/۲۲۱)

(30) تین جملوں کے ذریعے غصے کا علاج

حضرتِ سَیِّدُنا معتمر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص کو بہت زیادہ غصہ آتا تھا اس نے تین کاغذ اپنے ساتھیوں کو دیئے اور پہلے سے کہا کہ جب مجھے کسی پر غصہ آئے تو یہ کاغذ مجھے دے دینا، دوسرے سے کہا کہ جب میرا غصہ تھم جائے تو مجھے یہ کاغذ دے دینا، تیسرے سے کہا کہ جب میرا غصہ بالکل ختم ہو جائے تب مجھے یہ کاغذ دینا۔ ایک دن اسے کسی پر بہت زیادہ غصہ آیا تو اسے پہلا کاغذ دیا گیا اس میں لکھا تھا "**اس غصے سے تیرا کیا تعلق؟ تو خدا نہیں بلکہ عام سا انسان ہے، عنقریب تیرے جسم کا بعض حصہ دوسرے بعض کو کھا جائے گا**" یہ پڑھ کر اس کا غصہ قدرے ٹھنڈا ہو گیا۔ پھر اسے دوسرا کاغذ دیا گیا تو اس میں لکھا تھا "**تو زمین والوں پر رحم کر آسمانوں کا مالک تجھ پر رحم فرمائے گا**" پھر تیسرا رقعہ دیا گیا تو اس میں لکھا تھا "**لوگوں کو اللہ کے حق کے ساتھ پکڑو! ان کی اصلاح اسی بات سے ہو گی۔ حدود (یعنی شرعی سزاؤں) کو نہ چھوڑو!**" (احیاء العلوم، جلد۳، ص ۲۱۶)

تصور کے ذریعے غصے کا علاج

ایک عقل مند و نیک شخص کے پاؤں پر کسی نے کوئی چیز ماری جس سے اُسے کافی تکلیف ہوئی لیکن اُس نے غصہ نہ کیا جب اُس سے وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: "میں نے یہ تصور کر لیا تھا کہ کسی پتھر سے میرا پاؤں پھسل گیا ہے، لہٰذا میں نے اپنا غصہ ختم کر دیا۔" (احیاء العلوم ج۳/ص۔۲۲۱) (فیضانِ ریاض الصالحین ص ۴۶۱۔۴۶۲)

(31) کامیابی کیسے ملے گی؟

اگر کامیابی چاہیئے تو ان دونوں چیزوں کو یکجا کر لو ان شاء اللہ کامیابی آپ کے قدم چومے گی۔

پہلی چیز: سوچ۔ **دوسری چیز:** کام۔

(۱)۔۔۔سوچ + کام = کامیابی۔یعنی سوچ کے ساتھ کام کرنے سے کامیابی ملتی ہے۔

(۲)۔۔۔کام - سوچ = مزدوری۔یعنی سوچ کے بغیر کام کرنا مزدوری ہے جیسے کہ مزدور صرف کام کرتا ہے۔

(۳)۔۔۔سوچ - کام = ناکامی۔یعنی کوئی صرف سوچتا ہی رہے کام نہ کرے تو اسے کیسے کامیابی ملے گی بلکہ اس کا یہ سوچنا اس کو ناکامی کی جانب لے جائے گا۔

پس اگر صرف سوچ ہو تو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔اور اگر صرف کام ہو تو کچھ تو حاصل ہو گا مگر بے کار۔لیکن جب دونوں مل جائیں تو بندے کو کامیابی کی دہلیز پر لاکر کھڑا کر دیتی ہیں۔

(32) عقل مند کون؟

حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں ہے:"عقلمند آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے پر نظر رکھنے والا ہو، اپنے کام سے کام رکھنے والا ہو اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو۔"

(الترغیب والترھیب، کتاب الادب، باب الترغیب فی الصمت، الحدیث ۴۴۰۵، ج۳، ص۴۱۷، ولم اجد اسمہ علیہ الصلوۃ والسلام)

(33) دل کی سختی کا سبب

حضرتِ سَیِّدُنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفّار فرماتے ہیں:"اگر تو اپنے دل میں سختی یا اپنے بدن میں سستی یا اپنے رزق میں محرومی دیکھے تو یقین کر لے کہ تو نے کوئی فضول گفتگو کی ہے۔" (بحر الدموع ص ۲۳۹)

(34) قبلہ ایک نہیں بلکہ کئی ہیں

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان تفسیرِ نعیمی جلد ۲ ص ۴۹۔۵۰ میں پارہ ۲ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۸ کے تحت فرماتے ہیں:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

ترجمۂ کنز الایمان:اور ہر ایک کے لئے توجہ کی ایک سمت ہے کہ وہ اسی کی طرف منہ کرتا ہے تو یہ چاہو کہ نیکیوں میں اوروں سے آگے نکل جائیں تم کہیں ہو اللہ تم سب کو اکٹھا لے آئے گا بیشک اللہ جو چاہے کرے۔

تفسیر: اے لوگو! تمہارے دل، دماغ، نفس، روح، خیال اور اعمال کا الگ الگ قبلہ ہے۔

(۱)۔۔۔**نفسانی قبلہ:** دنیا اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ۔

(۲)۔۔۔شیطانی قبلہ: گناہ وبدکاری۔

(۳)۔۔۔ قلبی قبلہ: ایمان ودینداری۔

(۴)۔۔۔روحانی قبلہ: اطاعتِ پروردگار۔

لہٰذا تم دل وروح کے قبلے پر رہو اور نیکیوں میں جلدی کرو۔

قریب ہے رگِ گردن سے پر جدا ہے وہ
نہ یار دل میں مکیں ہے نہ یار آنکھوں میں

اے لوگوں! تمہاری ہر ساعت کا قبلہ علیحدہ چاہئے تمہارا دل اناً فاناً پلٹ جاتا ہے صبح کو متقی، دوپہر کو بدکار اور شام کو اور حال، لہٰذا جب نیکی کا ارادہ ہو تو جلدی کرلو۔

نیک بخت اور بد بخت میں سے ہر ایک کا قبلہ الگ ہے، جس پر نور کا چھینٹا پڑ گیا اس کا قبلہ سعادت ہے، اور جو اس چھینٹے سے دور رہا اس کا قبلہ شقاوت وبد بختی ہے، سعید اگر بت خانے میں بھی جائے گا تو وہاں بت پرستوں بلکہ بتوں کو کلمہ پڑھائے گا۔ اور بد بخت اگر مسجد میں پہنچ بھی گیا تو جوتیاں چرائے گا۔ ہر قسم کا آدمی ہر جگہ اپنے قبلے پر رہتا ہے اس سے ہٹتا نہیں۔

تفسیرِ صوفیانہ: دینی ودنیوی لحاظ سے ہر جماعت کی سمت اور قبلہ علیحدہ ہے دینی لحاظ سے تو اس طرح کہ ملائکہ ٔ مقربین کا قبلہ عرشِ اعظم، روحانیین کا قبلہ کرسی، کروبیین کا قبلہ بیت المعمور، دعا کا قبلہ آسمان، قبلہ ٔ انبیائے بنی اسرآئیل بیت المقدس، آدم ونوح وابرٰہیم علیہم السلام اور اسی طرح نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا قبلہ کعبہ، اور ارواح کا قبلہ سدرۃ المنتھٰی ہے۔ (تفسیرِ نعیمی جلد ۲، ص ۴۹۔۵۰)

(35) بھوک کے دس فوائد

بھوک کے دس فائدے ہیں: (۱) دل کی صفائی (۲) رِقّتِ قلبی (۳) مَساکین کی بھوک کا اِحساس (۴) آخرت کی بھوک وپیاس کی یاد (۵) گناہوں کی رَغبت میں کمی (۶) نیند میں کمی (۷) عبادت میں آسانی (۸) تھوڑی روزی میں کِفایت (۹) تندُرستی (۱۰) بچا ہوا خیرات کرنے کا جذبہ۔ (اِحیاءُ العُلوم ج ۳ ص ۹۱ تا ۹۶ سے مختصر کرکے)

حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ الوالی مزید فرماتے ہیں، بُزرگانِ دین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِین فرماتے ہیں، اَلجُوعُ رَأْسُ مَالِنَا یعنی بھوک ہمارا بہترین سرمایہ ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ہمیں جو وسعت، سلامتی، عبادَت، حَلاوت اور علمِ نافع حاصِل ہوتا ہے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے بھوک اور اس پر صَبْر کرنے کے سبب حاصِل ہوتا ہے۔ (منھاج العابدین ص ۱۰۸)

جہاں بھوک کے فوائد ہیں وہیں پیٹ بھر کر کھانے کی آفتیں بھی ہیں چنانچہ:

(36) شکم سیری کی چھ آفتیں

حضرتِ سیِّدُنا ابوسُلَیمان دارانی قُدِّسَ سِرُّہُ الرَّبّانی فرماتے ہیں، پیٹ بھر کر کھانے میں چھ آفَتیں ہیں،(۱)مُناجاتِ خداوندی عَزَّوَجَلَّ سے محرومی (۲)علم وحکمت کی حفاظت میں مشکِلات (۳)مخلوق پر شَفقت سے دوری۔کیوں کہ شکم سیر سمجھتا ہے سبھی کا پیٹ بھرا ہوا ہے یوں مسکینوں اور بھوکوں کی ہمدردی کم ہو جاتی ہے۔ (۴)عبادت بوجھ محسوس ہونے لگتی ہے۔(۵)خواہِشات کاہُجوم ہوتا ہے۔(۶)نمازی مساجِد کی طرف جارہے ہوتے ہیں اور زیادہ کھانے والے بیتُ الْخَلا کے چکّر لگارہے ہوتے ہیں۔ (اِحیاءُ الْعُلُوم ج ۳ ص ۹۲)

موٹا مچّھر

حضرتِ سیِّدُنا رَبیع بن اَنَس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، "مچّھر جب تک بُھوکا رہے زندہ رَہتا ہے اور جب کھا پی کر سیر ہو جائے تو موٹا ہو جاتا ہے اور جب موٹا ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے۔یِہی حال آدمی کا ہے کہ جب وہ دُنیا کی نِعمتوں سے مالامال ہوتا ہے تو اُس کا دل مُردہ ہو جاتا ہے۔" (تَنْبِیْہُ الْمُغْتَرِّیْن ص ۵۴)

جاندار بدن کی آفتیں

حضرتِ سیِّدُنا یَحْیٰی مُعاذ رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، جو پیٹ بھر کر کھانے کا عادی ہو جاتا ہے اُس کے بدن پر گوشْت بڑھ جاتا ہے اور جس کے بدن پر گوشت بڑھ جاتا ہے وہ شَہوت پرست ہو جاتا ہے اور جو شَہوت پرست ہو جاتا ہے اُس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اور جس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں اُس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور جس کا دل سخت ہو جاتا ہے وہ دُنیا کی آفتوں اور رنگینیوں میں غَرَق ہو جاتا ہے۔ (اَلْمُنَبِّھات لِلْعَسْقَلانی بابُ الخَماسی ص۵۹)

کھانے کی حِرص سے تُو یا ربّ نَجات دیدے
اچّھا بنا دے مجھ کو اچّھی صِفات دیدے

(37) تصوف کیا ہے؟

تصوف کیا ہے؟ اس کے متعلق بزرگانِ دین رَحِمَهُمُ اللّٰهُ الْمُبِیْن سے بے شمار اقوال منقول ہیں، کیونکہ ہر ایک نے اپنے مقام و مرتبہ اور حال کے اعتبار سے تصوف کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ، امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی (متوفی ۴۶۵ھ) رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت سیِّدُنا رُوَیم بن احمد عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الصَّمَد سے تصوف کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ارشاد فرمایا: تصوف یہ ہے کہ بندہ اپنے نفس کو اپنے ربّ کی مرضی پر چھوڑ دے کہ وہ جو چاہے اس سے کام لے اور جب حضرت سیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْهَادِی سے تصوف کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ارشاد فرمایا: تصوف یہ ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے سوا کسی سے بھی کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔ (الرسالة القشيرية، باب التصوف، ص ۳۱۳)

حُصُول تصوُّف

حضرتِ سیِّدُنا جُنید بغدادی علیہ رحمۃُ اللّٰہِ الہادی فرماتے ہیں، ہم نے تصوُّف کو قِیل و قال (یعنی بَحث و مُباحثہ) سے نہیں بلکہ بھوک، دنیا سے دُوری اور لذّتِ نفسانی کو ترک کر کے حاصِل کیا ہے۔ (سبع سَنابِل مترجم ص ۲۴۱) (پیٹ کا قفل مدینہ ص ۵۹)

صوفی کون؟

حضرت سیِّدُنا ابو الحسن قناد عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْجَوَّاد سے جب صوفی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ رَحمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْه نے ارشاد فرمایا: صوفی وہ ہوتا ہے جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے ہر وقت کمربستہ رہتا ہے۔ (اللمع فی التصوف، ص ۴۶)

شیخ ابو نصر سراج طوسی عَلَیْهِ رَحمَةُ اللّٰهِ الْقَوِی مزید ایک قول نقل فرماتے ہیں کہ صوفی وہ لوگ ہیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو خوب پہچانتے ہیں، اس کے احکام کا علم رکھتے ہیں، جو کچھ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں، اللہ عَزَّ وَجَلَّ ان سے جو کام لینا چاہتا ہے یہ اس کو پورا کرنے کے لیے ثابت قدمی دکھاتے ہیں، پختہ عمل کی بدولت وہ اللہ عَزَّ

وَجَلَّ سے کچھ پالیتے ہیں اور جو کچھ ملتا ہے اس کی وجہ سے فنا ہو جاتے ہیں اور ایسا ہوتا ہی رہتا ہے کہ ہر پالینے والا آخرکار فنا ہو جایا کرتا ہے۔(اللمع فی التصوف، ص۴۷)

تصوف کی بنیادی خصوصیات

حضرت سید علی بن عثمان جلابی المعروف حضور داتا گنج بخش ہجویری عَلَیْہِ رَحمَۃُاللّٰہِ الْقَوِی اپنی شہرۂ آفاق کتاب کشف المحجوب کے صفحہ ۳۹ پر سید الطائفہ حضرت سَیِّدُنا جنید بغدادی عَلَیْہِ رَحمَۃُاللّٰہِ الْھَادِی کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ تصوف کی بنیادی خصوصیات آٹھ ہیں:

(۱)سخاوت (۲)رضا (۳) صبر (۴)اشارہ

(۵)غربت (۶)گدڑی (لباس)(۷)سیاحت (۸)فقر۔

یہ آٹھ خصلتیں آٹھ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہیں۔ چنانچہ:

(۱)۔۔۔**سخاوت** حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ کیونکہ آپ نے راہِ خدا میں اپنے جگر گوشہ کی قربانی دینے سے بھی گریز نہ کیا۔

(۲)۔۔۔**رضا** حضرت سَیِّدُنا اسماعیل عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ کیونکہ آپ نے ربّ کی رضا کے لیے اپنی جانِ عزیز کو بھی بارگاہِ خداوندی میں پیش کر دیا۔

(۳)۔۔۔**صبر** حضرت سَیِّدُنا ایوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ کیونکہ آپ نے بے انتہا مصائب پر صبر کا دامن نہ چھوڑا اور اپنے ربّ کی آزمائش پر ثابت قدم رہے۔

(۴)۔۔۔**اشارہ** حضرت سَیِّدُنا زکریا عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ کیونکہ ربّ تعالیٰ نے ان سے ارشاد فرمایا:

اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ (پ۳، اٰل عمران:۴۱)

ترجمۂ کنزالایمان: تین دن تو لوگوں سے بات نہ کرے مگر اشارہ سے۔

اور ایک جگہ ارشاد فرمایا:

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا (۳) (پ۱۶، مریم:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: جب اسنے اپنے رب کو آہستہ پکارا۔

(۵)۔۔۔غربت حضرت سیِّدُنا یحییٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے کہ انہوں نے اپنے وطن میں بھی مسافروں کی طرح زندگی بسر کی اور خاندان میں رہتے ہوئے بھی اپنوں سے بیگانہ رہے۔

(۶)۔۔۔گدڑی (صوف کالباس) حضرت سیِّدُنا موسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے جنہوں نے سب سے پہلے پشمینی لباس زیبِ تن فرمایا۔

(۷)۔۔۔سیاحت حضرت سیِّدُنا عیسیٰ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے جنہوں نے تنہا زندگی گزاری اور ایک پیالہ و کنگھی کے سوا کچھ بھی پاس نہ رکھا۔ بلکہ ایک مرتبہ کسی کو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر پانی پیتے دیکھا تو پیالہ بھی توڑ دیا اور جب کسی کو دیکھا کہ انگلیوں سے بالوں میں کنگھی کر رہا ہے تو کنگھی بھی توڑ دی۔

(۸)۔۔۔فقر محسنِ کائنات، فخرِ موجودات صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی سنت ہے جنہیں رُوئے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں عنایت فرمائی گئیں مگر آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے خدا! میری خواہش تو یہ ہے کہ ایک روز شکم سیر ہوں تو دو روز فاقہ کروں۔ (قوۃ القلوب مترجم جلد۔۱۔ص۱۸۔۱۹۔ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

(38) زندگی کی تین قسمیں ہیں

زندگی کی تین قسمیں ہیں: (۱) دنیا میں زندگی۔ (۲) دنیوی زندگی۔ (۳) دنیا کی زندگی۔

(۱)۔۔۔دنیا میں زندگی ہر مؤمن کو حاصل ہے کہ یہ دنیا میں رہتا ہے دنیا اس میں نہیں رہتی۔

(۲)۔۔۔اور دنیوی زندگی کفار کی ہے کہ دنیا اس کی زندگی بن جاتی ہے۔

(۳)۔۔۔اور دنیا کی زندگی غافل کی ہے کہ دنیا اس کے دل میں اتر جائے۔

جیسے سمندر میں موتی بھی ہے مچھلی بھی اور پانی کی موج و بلبلے بھی، مگر موتی سمندر میں عارضی طور پر ہے پھر وہاں سے نکل کر شاہی تاج میں پہنچتا ہے۔ مچھلی میں پانی سرایت کر گیا کہ پانی سے نکلتے ہی مر جاتی ہے۔ بلبلے کی زندگی عین پانی ہے۔

پس مؤمن دنیا میں موتی کی طرح رہتا ہے۔غافل مچھلی کی طرح رہتا ہے۔اور کافر بلبلے کی طرح رہتا ہے۔

(تفسیر نعیمی ج۲ص۳۱۸۔۳۱۹)

(39) علم و حکمت کی باتیں نہ سیکھنے کا وبال

ایک مرتبہ حضرت سیِّدُنا فتح موصلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے حاضرین سے استفسار فرمایا:"جب مریض کو کھانے پینے اور دوا سے روک دیا جائے تو کیا وہ مر نہیں جاتا؟"لوگوں نے عرض کی:"جی ہاں۔"تو آپ نے فرمایا:"یہی معاملہ دل کا ہے جب اسے تین دن تک علم و حکمت سے روکا جائے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔"

(لباب الاحیاء،ص۲۴۔مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

امام غزالی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:"حضرت سَیِّدُنا فتح موصلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے سچ فرمایا کیونکہ دل کی غذا علم و حکمت ہے اور ان دونوں سے دل زندہ رہتا ہے جیسے جسم کی غذا کھانا پینا ہے پس جس نے علم کو نہ پایا اس کا دل بیمار ہے اور اس کی موت یقینی ہے لیکن اسے اس بات کا شعور نہیں ہوتا کیونکہ دنیا میں مشغولیت اس کے احساس کو ختم کر دیتی ہے اور جب موت ان مشاغل کو ختم کر دیتی ہے تو وہ بہت زیادہ تکلیف محسوس کرتا ہے اور اسے بے انتہا افسوس ہوتا ہے اور نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے اس فرمانِ عالیشان سے یہی مراد ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

اَلنَّاسُ نِیَامٌ فَاِذَا مَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا

ترجمہ:لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مر جائیں گے تو بیدار ہو جائیں گے۔

(حلیۃ الاولیاء،سفیان ثوری،الحدیث ۹۵۷۶،ج۷،ص۵۴)(لباب الاحیاء ص۲۴۔۲۵)

(40) نیک لوگوں کی پانچ نشانیاں

حضرتِ سیِّدُنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،نیک بندے کی پانچ نشانیاں ہیں:

(۱)۔۔۔اچّھی صُحبت میں رہتا ہے۔

(۲)۔۔۔زَبان و شرمگاہ کی حِفاظت کرتا ہے۔

(۳)۔۔۔دنیا کی نعمت کو وَبال اور دینی نعمت کو فضلِ ربِّ ذُوالجَلال تصوُّر کرتا ہے

(۴)۔۔۔حلال کھانا بھی اس خوف سے پیٹ بھر کر نہیں کھاتا کہ اس میں کہیں حرام نہ ملا ہوا ہو۔

(۵)۔۔۔اپنے علاوہ سب مسلمانوں کو نَجات یافتہ تصوُّر کرتا اور خود کو گنہگار سمجھتے ہوئے اپنی ہلاکت کا خطرہ محسوس کرتا ہے۔(اَلْمُنَبِّہات لِلْعَسْقَلانی بابُ الخَماسی ص۵۹)(پیٹ کا قفل مدینہ ص ۶۰)

ہائے !	حُسنِ	عمل	نہیں	پلّے
حشر	میں	ہوگا	کیا	مِرا	یا	ربّ !
خوف	آتا	ہے	نارِ	دوزخ	سے
ہو	کرم	بہرِ	مصطفٰے	یا	ربّ !

دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے

دنیا کی محبت سے لمبی امیدیں پیدا ہوتی ہیں۔اور لمبی امیدوں سے موت کو بھولنا ہوتا ہے۔اور موت کے بھولنے سے گناہوں کی کثرت ہوتی ہے۔اور گناہوں کی کثرت سے دل سخت ہوتا ہے۔اور دل کی سختی سے خوفِ خدا ختم ہو جاتا ہے۔اور جس کے اندر خوفِ خدا نہیں ہوتا وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

(41) تہتر فرقے

حدیث شریف میں ہے۔سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِی ثَلٰثًا و سَبْعِیْنَ فِرْقَةً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلّاوَاحِدَةً (یعنی میری)"یہ امت تہتر فرقے ہوجائے گی ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب جہنمی"صحابہ نے عرض کی "مَنْ ھُمْ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "وہ ناجی(یعنی نجات پانے والا)فرقہ کون ہے یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)"۔آپ(صلی اللہ علیہ وسلم)نے ارشاد فرمایامَااَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِی "وہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں"(یعنی سنت کے پیروکار)دوسری روایت میں"ھُمُ الجماعۃ"وہ جماعت ہے یعنی مسلمانوں کا بڑا گروہ جسے سوادِ اعظم فرمایااور فرمایاجواس سے الگ ہوا جہنم میں الگ ہوا، اسی وجہ سے اس ناجی فرقہ کا نام اہل سنت وجماعت ہوا۔(بہارِ شریعت جہیز ایڈیشن، حصہ اول، ج۱، ص۴۸ مطبوعہ مکتبہ رضویہ)

امتِ محمدیہ میں کل تہتر فرقے ہیں، اور دراصل یہ سب دس گروہوں سے نکلے ہیں:

(۱)۔۔اہلِ سنت۔(۲)۔۔خارجی۔(۳)۔۔شیعہ۔(۴)۔۔معتزلہ۔(۵)۔۔مرجیہ۔

(۶)۔۔مشبہہ۔(۷)۔۔جہمیہ۔(۸)۔۔ضراریہ۔(۹)۔۔نجاریہ۔(۱۰)۔۔کلابیہ۔

(القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر ص ۱۷۴)

(42) نفس کی تین خرابی

نفس کی تین خرابیاں ہیں:

(۱)۔۔۔ہوس: جب ہوس بڑھ جائے تو انسان میں شیطانیت پیدا کرتی ہے۔ پھر ہوس سے حرص۔ حسد۔ خود پسندی۔ نفرت جیسی باطنی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۲)۔۔۔غضب: جب غضب بڑھ جائے تو انسان میں سبعیت پیدا کرتی ہے۔ غضب سے درندہ صفات۔ لڑائی۔ جھگڑے۔ قتل وغارت۔ قطعِ تعلقات وغیرہ جنم لیتے ہیں۔

(۳)۔۔۔شہوت: جب شہوت بڑھ جائے تو انسان میں بہیمیت پیدا کرتی ہے۔ شہوت سے گناہ میں دلیری، اپنے پرائے کی تمیز کا اٹھ جانا اور قبر و آخرت اور انجامِ کار کو بھول جانا وغیرہ جنم لیتے ہیں۔

اور ان تینوں خرابیوں کا علاج سورۂ فاتحہ کی ابتدائی تین آیات میں موجود ہے چنانچہ:

(۱)۔۔۔ہوس کا علاج سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت میں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ(۱)

ترجمہ کنزالایمان: سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا

(۲)۔۔۔غضب کا علاج سورۂ فاتحہ کی دوسری آیت میں:

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ(۲)

ترجمہ کنزالایمان: بہت مہربان رحمت والا

(۳)۔۔۔شہوت کا علاج سورۂ فاتحہ کی تیسری آیت میں:

مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ(۳)

ترجمہ کنزالایمان: روزِ جزاء کا مالک

(43) چاند پر جانے کا ثبوت قرآن سے

کیا چاند میں کوئی جا سکتا ہے؟ اور جانے والے کون ہوں گے مسلم یا کافر؟ ان سب کا ثبوت قرآن میں موجود ہے چنانچہ:

اللہ تعالی نے انسانوں اور جنات کو آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکلنے کا خود حکم دیا ہے چنانچہ پارہ ۲۷ سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر ۳۳ میں ارشاد ہوتا ہے:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ﴿۳۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اے جن و انسان کے گروہ اگر تم سے ہو سکے کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔(پ۲۷۔الرحمٰن ۳۳)

اور ایک دوسری جگہ بھی اس کا بیان موجود ہے، اور مزے کی بات یہ کہ اس سورت میں چاند کی بات چلی رہی ہے۔ چنانچہ پارہ ۳۰ سورۃ الانشقاق کی آیت نمبر ۱۹ اور ۲۰ میں ارشاد ہوتا ہے:

فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ﴿۱۶﴾

ترجمۂ کنزالایمان: تو مجھے قسم ہے شام کے اجالے کی۔

وَ الَّیْلِ وَ مَا وَسَقَ ۙ﴿۱۷﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور رات کی اور جو چیزیں اس میں جمع ہوتی ہیں۔

وَ الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ﴿۱۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاند کی جب پورا ہو۔

اس آیت کے تحت مفتی محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیرِ خزائن العرفان میں لکھتے ہیں: اور اس کا نور کامل ہو جائے اور یہ ایّامِ بیض یعنی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں تاریخوں میں ہوتا ہے۔

نوٹ: اب پتہ نہیں کیا عجب جب لوگ چاند میں گئے ہوں تو تاریخ بھی چاند کی ۱۳۔۱۴ اور ۱۵ رہی ہو۔

اس کے بعد ارشادِ باری تعالی ہوا:

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾

ترجمہ کنزالایمان: ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو کیا ہوا انہیں ایمان نہیں لاتے۔

اس آیت کے تحت مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی تفسیرِ خزائن العرفان میں لکھتے ہیں: یعنی اب ایمان لانے میں کیا عذر ہے باوجود دلائل ظاہر ہونے کے کیوں ایمان نہیں لاتے۔

پس ان آیات سے پتا چلا کہ چاند پر جاسکتے ہیں، اور جو پہلے جائیں گے وہ غیر مسلم ہوں گے، کیونکہ ایمان لانے کی دعوت غیر مسلم کو دی جاتی ہے نہ کہ مسلم کو۔

(44) پتھر پر لکھی ہوئی عبارت

صاحبِ تفسیرِ روح البیان علامہ اسماعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی تفسیرِ روح البیان میں لکھتے ہیں: کہ میں نے ایک جگہ پتھر دیکھا جس پر چند سطریں یوں مکتوب تھیں:

(۱)۔۔۔"فَرَحُكَ بِشَيْءٍ مِنَ الدُّنْيَا دَلِيْلٌ عَلٰى بُعْدِكَ مِنَ اللهِ"۔یعنی تیرا دنیا کی کسی شے پر خوش ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ تو ابھی اللہ سے دور ہے۔

(۲)۔۔۔"وَ سُكُوْنُكَ اِلٰى مَا فِيْ يَدِكَ دَلِيْلٌ عَلٰى قِلَّةِ ثِقَتِكَ اللهَ"۔یعنی اور تیرا اپنی ملکیت کی چیزوں سے سکون پانا دلیل ہے اس بات کی کہ تجھے اپنے اللہ پر بھروسہ نہیں ہے۔

(۳)۔۔۔"وَ رُجُوْعُكَ اِلَى النَّاسِ فِيْ حَالِ الشِّدَّةِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّكَ لَمْ تَعْرِفِ اللهَ"یعنی اور تیرا دکھ کے وقت لوگوں کی طرف رجوع کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ تو نے اپنے رب کو ابھی تک نہیں پہچانا ہے۔

(تفسیر روح البیان اردو، ج۲، ص۴۶۔۴۷)

(45) گھر، گھوڑے اور عورت کی نحوست

(۱)۔۔۔گھر کی نحوست: مسجد سے دور ہونا، اذان کی آواز کا نہ آنا، ذکر اللہ کا نہ ہونا۔

(۲)۔۔۔گھوڑے کی نحوست: اڑیل ہونا، سرکش ہونا، سواری نہ کرنے دینا۔

(۳)۔۔۔عورت کی نحوست: بانجھ ہونا، نافرمان ہونا، شوہر سے لڑائی کرنا۔ (مراۃ المناجیح، ج۶، ص۱۹۷)

(46) کامیابی کیا ہے؟

کامیابی اوپر ہونے یا اوپر آنے کا نام نہیں، ورنہ سطحِ آب پر تیرنے والی ہر چیز کامیاب ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ، بلکہ کامیابی نیچے ہونے میں ہے، کہ موتی سمندر میں نیچے ہوتا ہے اور اوپر کچرا۔

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گلِ گلزار ہوتا ہے

(47) نماز کون نہیں پڑھتا؟

ایک استاد نے اپنے طلبہ سے سوال کیا کہ نماز کون نہیں پڑھتا؟

(۱)۔۔۔ایک طالبِ علم نے جواب دیا: نماز وہ نہیں پڑھتا جو کافر ہو۔

(۲)۔۔۔دوسرے طالبِ علم نے جواب دیا: نماز وہ نہیں پڑھتا جو مر گیا ہو۔

(۳)۔۔۔تیسرے طالبِ علم نے جواب دیا: نماز وہ نہیں پڑھتا جو بالغ نہ ہو۔

(۴)۔۔۔چوتھے طالبِ علم نے جواب دیا: نماز وہ نہیں پڑھتا جو سو رہا ہو۔

استاد نے کہا تم سب نے سچ کہا، نماز وہی پڑھتا ہے جو کافر نہ ہو بلکہ مسلمان ہو، نماز وہی پڑھتا ہے جو زندہ ہو، نماز وہی پڑھتا ہے جو بالغ ہو، نماز وہی پڑھتا ہے جو بیدار ہو۔

(48) حقوق خودبخود ادا ہوگئے

ایک استاد نے کلاس میں موجود تمام طلبہ کے نام کی پرچی لکھ کر ایک ڈبے میں ڈال دی اور کہا: "آپ لوگوں کو اپنے اپنے نام کی پرچی ایک منٹ کے اندر نکالنی ہے، تمام طلبہ اس کام کے لئے تیار ہو گئے، جوں ہی استاد نے اشارہ کیا تمام طلبہ اس ڈبے کی جانب ٹوٹ پڑے، پر ایک منٹ گزرنے کے بعد صرف چند ہی اپنے نام کی پرچی نکالنے میں کامیاب ہوئے باقی ناکام رہے۔ اس کی وجہ یہ رہی کہ اپنے نام کی پرچی تلاش کرنے کے لئے کئی بار پرچی اٹھانی پڑی۔

یہ دیکھ کر استاد نے کہا: اب دوسری بار آپ کو یہ طریقہ اپنانا ہے کہ جس کو جس کے نام کی پرچی ملے وہ اسے دے دے، اس کام کے لئے بھی آپ کے پاس ایک منٹ ہے، چنانچہ استاد کا اشارہ پاتے ہی سب نے ایک ایک پرچی اٹھائی اور جس کا نام اس پرچی میں لکھا تھا اس کو دے دیا، ایک منٹ سے پہلے ہی تمام طلبہ اپنے اپنے نام کی پرچی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

استاد نے طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: دیکھئے! جب آپ نے اپنے نام کی پرچی تلاش کرنی چاہی تو کامیاب نہ ہو سکے لیکن جب آپ نے یہ طریقہ اپنایا کہ جس کے نام کی پرچی تھی اسے دے دی تو آپ کامیاب ہو گئے۔ اس سے یہ پتا چلا کہ جب آدمی صرف اپنے حق کا مطالبہ کرتا ہے کہ میرے حق پورے کئے جائیں تو کسی کا حق پورا نہیں ہوتا اور جب آدمی دوسرے کے حقوق ادا کرنے لگتا ہے تو اس کا حق خود بخود اس تک پہنچ جاتا ہے۔

لہذا ہمیں اپنی زندگی میں اپنے حق کا مطالبہ کرنے کے بجائے دوسروں کے حق کی رعایت کرنے کی ضرورت ہے، کہ جب ہم دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں گے تو دوسرے ہمارے حقوق کا بھی خیال رکھیں گے۔

(49) تین عادتیں

تین عادتیں مَردوں میں بُری مگر عورتوں میں اچھی ہیں:

(۱)۔۔۔ بخل (۲)۔۔۔ خود پسندی اور (۳)۔۔۔ بُزدلی۔

وَضاحت: (۱)۔۔۔ کیونکہ عورت بخیل (یعنی کنجوس) ہو گی تو اپنے اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے گی۔

(۲)۔۔۔ عورت خود پسند ہو گی تو ہر کسی سے نرم گفتگو ناپسند کرے گی۔ جس کی بنا پر برائیوں کے دروازے بند رہیں گے۔

(۳)۔۔۔ اور بزدل ہو گی تو ہر شے سے گھبرائے گی، لہٰذا گھر سے باہر نہیں نکلے گی اور اپنے شوہر کے ڈر سے تہمت کی جگہوں سے بچے گی۔'' (احیاء العلوم، ۲/۵۰)

(50) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

بدبخت ابنِ ملجم کے زخمی کرنے پر نواسۂ رسول حضرتِ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ اپنے پیارے ابا جان حضرتِ

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روتے ہوئے حاضر ہوئے تو حضرتِ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لختِ جگر سے اِرشاد فرمایا: بیٹا۸باتیں یاد رکھنا:

(۱)۔۔۔سب سے بڑی دولت ''عقلمندی'' ہے۔

(۲)۔۔۔سب سے بڑی غربت ''بے وقوفی'' ہے۔

(۳)۔۔۔سب سے زیادہ وحشت وگھبراہٹ ''تکبر'' ہے۔

(۴)۔۔۔سب سے زیادہ بزرگی وکرم ''خوش اَخلاقی اور اچھا کردار'' ہے۔

بیٹا! اِن چار چیزوں سے ہمیشہ بچنا:

(۱)۔۔۔بے وقوف کی دوستی سے، اگرچہ وہ نفع پہنچانا چاہتا ہے لیکن آخرکار اس سے تکلیف ہی پہنچتی ہے۔

(۲)۔۔۔جُھوٹے ساتھی سے، کیونکہ وہ قریب کو دور اور دور کو قریب کر دیتا ہے۔

(۳)۔۔۔کنجوس کے ساتھ سے، اِس لیے کہ وہ تم سے ان چیزوں کو چُھڑا دیتا ہے جن کی تمھیں سخت ضرورت ہو۔

(۴)۔۔۔فاجر (یعنی گناہ گار) کی دوستی سے، اس لیے کہ وہ تمھیں تھوڑی چیز کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

(تاریخ الخلفاء، ص۱۴۵)

(51) عورت کیا تھی اور اب کیا ہے؟

اسلام سے پہلے عورت کیا تھی؟ پیر کی جوتی تھی، ماں باپ پر بوجھ تھی، خاندان کے لئے ذلت کا باعث سمجھی جاتی تھی، زندہ دفن ہوتی تھی، ترکے میں تقسیم ہوتی تھی۔

اسلام آنے کے بعد اگر عورت ماں ہو تو اس کے پیروں تلے جنت ہے، عورت بیٹی ہو تو ماں باپ کے لئے رحمت ہے، عورت بیوی ہو تو شوہر کی محبت ہے، عورت بہن ہو تو قوم کی عزت ہے۔

عورت کو یہ مقام ومرتبہ کس نے دیا؟ تمہارے رب نے۔ کس نے دلایا یہ مقام؟ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے۔ کس کے ذریعے؟ اسلام کے ذریعے۔

نہ تمہیں جہاد کا حکم، نہ تمہیں با جماعت نماز کا حکم، نہ تمہیں روزی کمانے کی فکر، تمہاری ساری ضروریات کا انتظام رب نے خود کر دیا پھر بھی رب کی نافرمانی۔ اللہ اللہ۔

اسلام کا کیا حکم ہے تمہارے لیے؟ با پردہ رہنے کا، اپنے آپ کو ڈھانپ کے رکھنے کا، اور یہ حکم کس لئے دیا گیا؟ کیونکہ تم قیمتی ہو، تم اللہ کی رحمت ہو، تم اسلام کی بیٹی ہو، تم فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی کنیز ہو۔

اور اللہ کی تم پر رحمت کیسی؟ تم بچوں کو دودھ پلاؤ تو اجر پاؤ، تم گھر والوں کو کھانا پکا کر کھلاؤ تو اجر پاؤ، تم شوہر کی تابع دار رہو تو اجر پاؤ، تم رات جاگ کر گھر والوں کی دیکھ بھال کرو تو اجر پاؤ، تم خود سحری آدھی چھوڑ کر باقیوں کو کھلاؤ تو اجر پاؤ، تم اپنے بھائی کا مان رکھو تو اجر پاؤ، تم اپنے باپ کا فخر قائم رکھو تو اجر پاؤ، تم ماں کی تربیت پر عمل کرو تو اجر پاؤ، تم ایک اچھی نسل پیدا کرو تو اجر پاؤ۔

بکریوں کو آزادی دو

اسلام کے تم پر کتنے احسانات ہیں پھر بھی اسلام کے احکامات تمہیں اچھے نہیں لگتے حالانکہ وہ احکامات تمہاری حفاظت و صیانت کے لئے ہیں، اور جو تمہاری طرفداری کرتے ہوئے پردہ کو قید کہہ کر تمہیں بے پردگی کرنے پر اکساتے ہیں ان کی مثال اُن بھوکے بھیڑیوں جیسی ہے جنھوں نے بکریوں کے حق میں جلوس نکالا کہ بکریوں کو آزادی دو، بکریوں کے حقوق مارے جارہے ہیں، اُنہیں گھروں میں قید کرکے رکھا گیا ہے۔ یہ سُن کر بہت سی جوان اور جذباتی بکریاں بھیڑیوں کو اپنا ہمدرد سمجھ بیٹھیں اور ان کی بولی بولنے لگیں، ایک عقلمند بوڑھی بکری نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ بھیڑیئے ہمارے دُشمن ہیں، ان کی باتوں میں مت آؤ! چار دِیواری میں تمہیں جو تحفظ حاصل ہے آزادی ملتے ہی اسے شدید خطرات لاحق ہو جائیں گے مگر نوجوان بکریوں نے اس کی ایک نہ سُنی اور اپنے خیر خواہ کو بد خواہ اور بد خواہوں کو خیر خواہ سمجھ کر آزادی آزادی کے نعرے لگانے شروع کر دیئے، مجبوراً مالک نے اُنہیں آزاد کر دیا۔ بکریاں بہت خوش ہوئیں اور اُچھلتی کُودتی چار دِیواری سے باہر بھاگیں مگر یہ کیا! ابھی تو آزادی کی فضا میں کھل کر سانس بھی نہیں لیا تھا کہ بھیڑیوں نے ہلہ بول کر اُنہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔

(52) چار چیزیں چار کی محتاج ہیں

اَرْدَشِیْر کا قول ہے کہ چار چیزیں چار کی محتاج ہیں: (۱)۔۔۔ حسب نسب ادب کا۔ (۲)۔۔۔ خوشی امن کی۔

(۳)۔۔۔ قرابت ورشتے داری محبت کی۔(۴)۔۔۔ جبکہ عقل تجربے کی محتاج ہے۔(دین ودنیاکی انوکھی باتیں، جلد اول، ص۴۶)

چار چیزیں چار تک پہنچادیتی ہیں

شاہِ فارس نوشیرواں نے کہا: چار چیزیں چار تک پہنچادیتی ہیں:(۱)۔ عقل ریاست وحکومت تک۔(۲)۔ اچھی رائے معاملات کے انتظام تک۔(۳)۔ علم مرتبۂ صدارت تک۔(۴)۔ جبکہ حلم وبرداشت عزت وتوقیر تک۔

(دین ودنیاکی انوکھی باتیں، جلد اول، ص۴۶)

(53)بچوں کی پہچان کا طریقہ قرآن سے

ہسپتال میں ایک روز ڈلیوری کے دو کیس ایک ساتھ آئے۔ایک عورت سے لڑکا پیدا ہوااور دوسری سے لڑکی، جس رات میں ان دونوں بچوں کی ولادت ہوئی اتفاق سے ڈیوٹی پر مامور ڈاکٹر موقع پر موجود نہیں تھا، دونوں بچوں کی کلائی میں وہ پٹی بھی نہیں باندھی ہوئی تھی جس پر بچے کی ماں کا نام درج ہوتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بچے خلط ملط ہوگئے اورڈاکٹروں کیلئے یہ شناخت کرنا مشکل ہوگیا کہ کس عورت کا کون سا بچہ ہے حالانکہ ان میں سے ایک لڑکی تھی اور دوسرا لڑکا،ولادت کی نگرانی کرنیوالے ڈاکٹروں کی ٹیم میں ایک مسلمان مصری ڈاکٹر بھی تھا جس کو اپنے فن میں بڑی مہارت حاصل تھی اور امریکن ڈاکٹروں سے اس کی بڑی اچھی شناسائی تھی اور اپنے اسٹاف کے ایک امریکی ڈاکٹر سے گہری دوستی تھی۔ دونوں ڈاکٹرز سخت پریشان تھے کہ اس مشکل کا حل کیسے نکالا جائے؟امریکی غیر مسلم ڈاکٹر نے مصری ڈاکٹر سے کہا کہ تم تو دعویٰ کرتے ہو کہ قرآن ہر چیز کی تبیین وتشریح کرتا ہے اور اس میں ہر طرح کے مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے، اب تم ہی بتاؤ کہ ان میں سے کون سا بچہ کس عورت کا ہے؟ مصری ڈاکٹر نے کہا کہ ہاں! قرآن حکیم بے شک ہر معاملے میں نص ہے اور میں اسے آپ کو ثابت کرکے دکھاؤں گا۔ مگر مجھے ذراموقع دیجئے کہ میں خود پہلے اس معاملے میں اطمینان حاصل کرلوں چنانچہ مصری ڈاکٹر نے باقاعدہ اس مقصد کیلئے مصر کا سفر کیا اور جامع ازہر کے بعض شیوخ سے اس مسئلے میں استفسار کیا اور امریکن دوست ڈاکٹر کے ساتھ کی گئی بات چیت کی روداد بھی پیش کی۔ازہری عالم نے جواب دیا کہ مجھے طبی معاملات ومسائل میں ادراک حاصل نہیں ہے۔ البتہ میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں۔ آپ اس پر غوروفکر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ کو اس مسئلے کا حل اس میں مل جائے گا چنانچہ اس عالم نے درج ذیل آیت پڑھ کر سنائی۔ ترجمہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔(النساء۱۱)

مصری ڈاکٹر نے اس آیت میں غور وتدبر شروع کر دیا اور گہرائی میں جانے پر اسے اس مشکل کا حل بالآخر مل ہی گیا۔ چنانچہ وہ لوٹ کر امریکہ آیا اور اپنے دوست ڈاکٹر کو اعتماد بھرے لہجے میں بتایا کہ قرآن نے ثابت کر دیا ہے کہ ان دونوں میں سے کون سا بچہ کس عورت کا ہے۔امریکن ڈاکٹر نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ یہ کس طرح ممکن ہے ؟مصری ڈاکٹر نے کہا کہ ہمیں ان دونوں عورتوں کا دودھ ٹیسٹ کرنے کا موقع دیجئے تو اس معمے کا حل معلوم ہو جائے گا۔ چنانچہ تجزیئے و تحقیق کے نتیجے میں معلوم ہو گیا کہ کون سا بچہ کس عورت کا ہے اور مصری ڈاکٹر نے اپنے غیر مسلم دوست ڈاکٹر کو اس نتیجے سے پورے اعتماد کے ساتھ آگاہ کر دیا۔ ڈاکٹر حیران و ششدر تھا کہ آخر یہ کیسے معلوم ہو گیا؟ مصری ڈاکٹر نے بتایا کہ اس تحقیق و تجزیئے کے نتیجے میں جو بات سامنے آئی ہے وہ یہ تھی کہ لڑکے کی ماں میں لڑکی کی ماں کے مقابلے میں دوگنا دودھ پایا گیا مزید بر آں لڑکے کی ماں کے دودھ میں نمکیات اور وٹامنز (حیاتین) کی مقدار بھی لڑکی کی ماں کے مقابلے میں دوگنی تھی۔ پھر مصری ڈاکٹر نے امریکن ڈاکٹر کے سامنے قرآن کریم کی وہ متعلقہ آیت تلاوت کی (مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے) جس کے ذریعے اس نے اس مشکل کا حل تلاش کیا اور جس عقدے کو حل کرنے میں دونوں ڈاکٹر نہایت پریشان تھے اس کا حل قرآنِ پاک کی ایک آیت میں مل ہی گیا۔ چنانچہ وہ امریکی ڈاکٹر فوراً ایمان لے آیا۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی پیش آیا تھا چودہ سو سال پہلے اسلام نے اس طرح کے پیچیدہ مسائل کو لمحوں میں کس طرح حل کیا تھا اس مقصد کیلئے وہ واقعہ یہاں پیش کیا جارہا ہے:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں دو عورتوں کی ایک جگہ اور ایک ہی رات میں زچگی ہوئی۔ ایک لڑکا اور دوسری لڑکی تھی، لڑکی والی نے اپنی لڑکی کو لڑکے والی کے جھولے میں ڈال کر لڑکے کو لے لیا۔ لڑکے والی نے کہا کہ لڑکا میرا ہے۔ یہ مقدمہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ دونوں کے دودھ وزن کیے جائیں جس کا دودھ وزنی ہو گا لڑکا اس کا ہو گا۔

(54)لقمانِ حکیم

حضرت لقمان کی مدح و ثناء اور ان کی بعض نصیحتوں کا تذکرہ قرآن میں بڑی عظمت و شان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور انہی کے نام پر قرآن مجید کی ایک سورت کا نام "سورۂ لقمان" رکھا گیا۔ محمد بن اسحٰق، صاحب مغازی نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ لقمان بن باعور بن باحور بن تارخ۔ یہ تارخ وہی ہیں جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے والد ہیں اور مؤرخین نے فرمایا کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے تھے اور بعض کا قول ہے کہ آپ حضرت ایوب علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی تھے۔

حضرت لقمان نے ایک ہزار برس کی عمر پائی۔ یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی صحبت میں رہ کر ان سے علم سیکھا اور حضرت داؤد علیہ السلام کی بعثت سے پہلے آپ بنی اسرائیل کے مفتی تھے۔ مگر جب حضرت داؤد علیہ السلام منصبِ نبوت پر فائز ہو گئے تو آپ نے فتویٰ دینا ترک کر دیا اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت لقمان نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ہزار نبیوں کی خدمت میں حاضری دی ہے۔ اور ان پیغمبروں کے مقدس کلاموں میں سے آٹھ باتوں کو میں نے چن کر یاد کر لیا ہے، جو یہ ہیں:

(۱)۔۔۔جب تم نماز پڑھو تو اپنے دل کی حفاظت کرو۔

(۲)۔۔۔جب تم کھانا کھاؤ تو اپنے حلق کی حفاظت کرو۔

(۳)۔۔۔جب تم کسی غیر کے مکان میں رہو تو اپنی آنکھوں کی حفاظت کرو۔

(۴)۔۔۔جب تم لوگوں کی مجلس میں رہو تو اپنی زبان کی حفاظت رکھو۔

(۵)۔۔۔اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھو۔

(۶)۔۔۔اپنی موت کو ہمیشہ یاد کرتے رہا کرو۔

(۷)۔۔۔اپنے احسانوں کو بھلا دو۔

(۸)۔۔۔دوسروں کے ظلم کو فراموش کر دو۔

(عجائب القرآن مع غرائب القرآن ص ۳۵۲)

(55) ساگ اصل میں کیا تھا؟

ساگ اصل میں گھاس تھاہندوستانیوں نے جب یہ گھاس پکا کر چکھی تو بہت اچھی لگی لیکن کوئی پوچھتا کہ کیا کھایا ہے؟ تو بتاتے ہوئے شرم آتی کہ ہم نے گھاس کھائی ہے چنانچہ کچھ لوگ مل کر ایک عقلمند بوڑھے دادا سے اس کا حل طلب کیا، تو اس نے کچھ دیر غور و فکر کے بعد لفظ گھاس کو الٹ دیا اب اس کا نام ساگھ پڑ گیا۔ پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے "ھ" کو حذف کر دیا گیا تو "ساگ" رہ گیا۔

(56) قرآن عظیم دولت ہے

ایک بوڑھی عورت مسجد کے سامنے بھیک مانگتی تھی۔ ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ کا کوئی بیٹا کمانے کے قابل نہیں ہے؟ بوڑھی عورت نے کہا: ہے۔ پوچھا: تو پھر آپ یہاں کیوں بھیک مانگ رہی ہیں؟ بوڑھی عورت نے جواب دیا: میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے۔ میرا بیٹا نوکری کے لئے بیرون ملک گیا ہے۔ جاتے ہوئے اخراجات کے لئے مجھے کچھ رقم دے کر گیا تھا، وہ خرچ ہو گئی ہے، اسی وجہ سے میں بھیک مانگ رہی ہوں۔ اس شخص نے پوچھا: کیا آپ کا بیٹا آپ کو کچھ نہیں بھیجتا ہے؟ بوڑھی عورت نے کہا: میرا بیٹا ہر ماہ رنگارنگ کاغذ بھیجتا ہے جسے میں گھر میں دیوار پر چپکا کر دیتی ہوں۔

وہ شخص اس کے گھر گیا اور دیکھا کہ دیوار پر بینک کے ۶۰ ڈراف چسپاں ہیں۔ ہر ڈراف ۵۰،۰۰۰ روپے کا تھا۔ تعلیم یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ عورت نہیں جانتی تھی کہ اس کے پاس کتنی دولت ہے۔ اس شخص نے اسے ڈراف کی اہمیت سمجھائی تو وہ عورت بہت خوش بھی ہوئی اور حیران بھی ہوئی اور پریشان بھی ہوئی کہ دولت ہوتے ہوئے بھی وہ بھیک مانگتی رہی۔

ہماری حالت بھی اس بوڑھی عورت کی طرح ہے ہمارے پاس قرآن ہے اور ہم اسے اپنے منہ سے چومتے اور ماتھے پر لگا کر اپنے گھر میں رکھتے ہیں لیکن ہم اس سے اصل فائدہ حاصل نہیں کرتے اور فائدہ صرف اس صورت میں اٹھا سکیں گے جب ہم اسے پڑھیں گے، اس کے معنیٰ اور تفسیر کو سمجھیں گے اور اس کو اپنی عملی زندگی میں نافذ کریں گے۔ تب ہی ان شاء اللہ ہماری دنیا اور اس کے بعد کی زندگی دونوں بہتر ہو گی۔ بہت بڑا خزانہ ہمارے پاس موجود ہے

لیکن ہماری جہالت کی وجہ سے اس میں چھپے انعامات سے آج ہم سب محروم ہیں، اللہ پاک ہم سب کو قرآن پاک کی عظمت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

(57) ہر ضرورت و حاجت پوری ہو

وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ(۲) وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ نکال دے گا۔ اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں اس کا گمان نہ ہو۔ (پ۲۸، الطلاق: ۲،۳)

حضرت ابو ذر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا" میں ایک آیت جانتا ہوں، اگر تمام لوگ اس پر عمل کریں تو وہ ان کے لئے کافی ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ نے عرض کی: یا رسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، وہ کون سی آیت ہے؟ ارشاد فرمایا:

"وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا"

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے گا۔

(ابن ماجه، كتاب الزهد، باب الورع و التقوى، الجزء الثانى، ص ۱۴۱۱، الحديث: ۴۲۲۰، مطبعة دار احياء الكتب العربية، قاهره)

آیت کا شانِ نزول

حضرت عوف بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے فرزند کو مشرکین نے قید کر لیا تو آپ نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرا بیٹا مشرکین نے قید کر لیا ہے اور اسی کے ساتھ اپنی محتاجی و ناداری کی شکایت کی، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا "اللہ تعالٰی کا ڈر رکھو اور صبر کرو اور کثرت سے لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہو، حضرت عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے گھر آ کر اپنی زوجہ سے یہ کہا اور دونوں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا، ابھی وہ پڑھ ہی رہے تھے کہ بیٹے نے دروازہ کھٹکھٹا دیا، ہوا یوں کہ دشمن غافل ہو گیا تھا اور یہ موقع پا کر قید سے بھاگ آیا اور ایک روایت کے مطابق چلتے ہوئے دشمن کے سو اونٹ اور ایک روایت کے مطابق چار ہزار بکریاں بھی ساتھ لے آیا۔ حضرت عوف رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے خدمتِ اقدس میں

حاضر ہو کر دریافت کیا کہ یہ اونٹ یا بکریاں ان کے لئے حلال ہیں ؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے اجازت دی اور یہ آیت نازل ہوئی۔(خازن، الطلاق، تحت الآیۃ: ۲، ۴/ ۲۷۹، مدارك، الطلاق، تحت الآیۃ: ۳، ص ۱۲۵۲، ملتقطاً)

(58)الف لیلٰی کی حقیقت

الف لیلہ یا الف لیلٰی کہانیوں کی مشہور کتاب جسے خلیفہ ہارون رشید نے آٹھویں صدی عیسوی میں تحریر کروائی اور بعد ازاں ایرانی، مصری اور ترکی قصہ گویوں نے اضافے کئے۔ پورا نام ”اَلْفُ لَیْلَۃٍ وَلَیْلَۃٌ“(ایک ہزار ایک رات)ہے۔ بعد میں بگڑتے بگڑتے اَلِفْ لَیْلٰی ہو گیا۔

کہتے ہیں کہ سمرقند کا ایک بادشاہ شہریار اپنی ملکہ کی بے وفائی سے دل برداشتہ ہو کر عورت ذات سے بد ظن ہو گیا۔ اور اُس نے یہ دستور بنالیا کہ ہر روز ایک نئی شادی کرتا اور دلہن کو رات بھر رکھ کر صبح کو قتل کر دیتا۔ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا جس کی وجہ سے عورتوں کی تعداد کم پڑنے لگی، بادشاہ کے وزیر نے بھی اسے رائے دی کہ ایسا کب تک چلے گا اور کوئی شادی کرنے کو بھی راضی نہیں ہوتی۔ بادشاہ نے اسے کہا تم اس کا بندوبست کرو ورنہ تمہیں بھی قتل کر دیا جائے گا۔ آخر وزیر کی لڑکی شہر زاد نے اپنی صنف کو اس عذاب سے نجات دلانے کا تہیہ کر لیا اور باپ کو بمشکل راضی کر کے بادشاہ سے شادی کر لی۔ بادشاہ شہریار قصے کہانیوں کا بہت شوقین تھا۔ اُس نے رات کے وقت بادشاہ کو ایک کہانی سنانا شروع کی، رات ختم ہو گئی مگر کہانی ختم نہ ہوئی۔ کہانی اتنی دلچسپ تھی کہ بادشاہ نے باقی حصہ سننے کی خاطر وزیر زادی کا قتل ملتوی کر دیا۔ دوسری رات اس نے وہ کہانی ختم کر کے ایک نئی کہانی شروع کر دی، جب کہانی ختم ہونے پہ پہنچتی وہ اسے کل کے لیے ملتوی کر دیتی، اس طرح ایک ہزار ایک رات تک کہانی سناتی رہی۔ اس مدت میں اُس کے دو بچے ہو گئے اور بادشاہ کی بد ظنی جاتی رہی۔

(59)تین فطری قوانین

تین فطری قوانین جو کڑوے لیکن حق ہیں:

(۱)۔۔۔پہلا قانون فطرت: ہر چیز بھر جاتی ہے:

اگر کھیت میں دانہ نہ ڈالا جائے تو قدرت اسے گھاس پھوس سے بھر دیتی ہے۔ اسی طرح اگر دماغ کو اچھی فکروں سے نہ بھرا جائے تو کج فکری اسے اپنا مسکن بنالیتی ہے۔یعنی اس میں صرف الٹے سیدھے خیالات آتے ہیں اور وہ شیطان کا گھر بن جاتا ہے۔

(۲)۔۔۔دوسرا قانونِ فطرت: جس کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وہ وہی کچھ بانٹتا ہے:

خوش مزاج انسان خوشیاں بانٹتا ہے۔ غمزدہ انسان غم بانٹتا ہے۔ عالم علم بانٹتا ہے۔ دیندار انسان دین بانٹتا ہے۔ فتنہ پرداز انسان فتنے بانٹتا ہے۔ خوف زدہ انسان خوف بانٹتا ہے۔

(۳)۔۔۔تیسرا قانون فطرت: آپ کو زندگی میں جو کچھ بھی حاصل ہو اسے ہضم کرنا سیکھیں:

اس لئے کہ کھانا ہضم نہ ہونے پر بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ مال وثروت ہضم نہ ہونے کی صورت میں فخر وتکبر بڑھتا ہے۔ بات ہضم نہ ہونے پر چغلی اور غیبت بڑھتی ہے۔ تعریف ہضم نہ ہونے کی صورت میں ریاکاری وغرور میں اضافہ ہوتا ہے۔ مذمت کے ہضم نہ ہونے کی وجہ سے دشمنی بڑھتی ہے۔ غم ہضم نہ ہونے کی صورت میں مایوسی بڑھتی ہے۔ اقتدار اور طاقت ہضم نہ ہونے کی صورت میں خطرات میں اضافہ ہوتا ہے۔

لہذا اپنی زندگی میں ان تینوں چیزوں کا خیال رکھیں۔

(60)لوگوں کو پرکھنے کے اسلوب

کامیاب انسان کے لئے لوگوں کو پرکھنے اور جانچنے کے لئے اسلوب معلوم ہونے چاہئیں، انہیں اسلوبوں میں سے چند یہ ہیں:

(۱)۔۔۔"کسی کا ظرف دیکھنا ہو تو اس کو عزت دے کر دیکھو" جو اعلیٰ ظرف ہو گا وہ اس عزت کو سنبھال لے گا اور اس کو برقرار رکھتے ہوئے آپ کی بھی عزت کرے گا۔ لیکن اگر وہ کم ظرف ہے تو وہ اس عزت کو اپنا حق سمجھے گا، اور شکریہ ادا کرنے کے بجائے الٹا آپ پر حق جمائے گا۔ اور ممکن ہے کہ وہ آپ کو نقصان بھی پہنچائے کیونکہ کم ظرف انسان سب سے پہلے اس کو نقصان پہنچانے کے لئے پلٹتا ہے جس نے اس کو فائدہ پہنچایا ہوتا ہے۔

(۲)۔۔۔"کسی کی فطرت دیکھنی ہو تو اس کو آزادی دے کر دیکھو" جیسے کسی کو گاڑی کی چابی دے دیں، یا اپنے گھر کی چابی دے دیں یا پیسے دے دیں اور اس کے بعد اس کو آزادی دے دیں۔ تو وہ شخص اپنی فطرت (یعنی جو وہ چاہتا ہے) ظاہر کر دے گا یعنی جو اس کے دل میں چھپا ہوا ہے وہ کرنا شروع کر دے گا۔

(۳)۔۔۔"کسی کی نیت دیکھنی ہو تو اسے قرض دے کر دیکھو" کسی کا مخفی ارادہ دیکھنا ہو تو اس کو قرضہ دے دو اگر اچھی نیت والا ہوا تو وقت پر یا وقت سے پہلے ہی قرضہ واپس کر دے گا لیکن جس کی نیت بری ہوئی وہ ٹالتا رہے گا اور قرضہ واپس نہیں کرے گا۔

(۴)۔۔۔"کسی کی خصلت دیکھنی ہو تو اس کے ساتھ کھانا کھا کر دیکھو" یہاں خصلت کا معنی یہ ہے کہ اس شخص کے اندر کیا موجود ہے جیسے سانپ کی خصلت میں ڈسنا ہے۔ ایک گروہ کی شکل میں کھانا کھانے بیٹھو جو اعلیٰ خصلت انسان ہو گا وہ کھانے کا سروے کرنے میں لگ جائے گا اور اچھا کھانا اور اچھی روٹی سامنے والے کو دے گا۔ جو گھٹیا خصلت انسان ہو گا وہ اچھا کھانا سب سے پہلے اپنے لئے نکال لے گا یا اس کی بھوک اس کے کنٹرول میں نہیں ہو گی۔ وہ دوسروں کو نہیں دیکھتا بس اپنی پلیٹ کو بھرنے میں لگا رہے گا۔

(۵)۔۔۔"کسی کا صبر دیکھنا ہو تو اس پر تنقید کر کے دیکھو" تنقید ایک ایسی چیز ہے جو ہر کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ ایک اچھے با اخلاق اور ملنسار شخص پر تنقید کر کے دیکھیئے تب پتا چلے گا کہ کیسا اور کتنا با اخلاق بندہ ہے اور ایک بات یہ بھی ہے کہ تنقید کو برداشت نہ کرنے والے میں صبر نہیں ہوتا، صبر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ جواب نہ دیں بلکہ وقت اور حالات جواب دیں۔

(۶)۔۔۔"کسی کا خلوص دیکھنا ہو تو اس کو مشورہ دے کر دیکھو" اگر کسی کا اخلاص دیکھنا ہو تو اسے ایسے کام کا مشورہ دو جو وہ کر رہا ہے کہ آپ ایسے نہیں ایسے کر لیں پس اگر وہ کوئی حیلہ بہانہ نہیں کرتا اور آپ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ کا مشورہ قبول کر لیتا ہے تو جان لیجئے کہ وہ مخلص ہے اور اگر طرح طرح کے حیلے بہانے اور وجہ یہ ہے کہ، میں اس کو اس لئے اس طرح کر رہا ہوں، اس میں زیادہ فائدہ ہے، آپ کا مشورہ درست نہیں ہے، جیسے الفاظ بولے تو سمجھ جاؤ کہ مخلص نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہی ہے۔

مجرم　کو　نہ　شرماؤ　احباب　کفن　ڈھک　دو

مُنہ　دیکھ　کے　کیا　ہو　گا　پردے　میں　بھلائی　ہے

(۷)۔۔۔"کسی کی کامیابی دیکھنا ہو تو اس کی پابندی دیکھو" اگر کسی کا یہ دیکھنا ہو کہ یہ اپنے اس کام میں کامیاب ہو گا یا نہیں تو اس کام میں اس کی پابندی اور لگن دیکھو، اگر وہ ان چیزوں میں کھرا ہے تو جان لو کہ وہ اپنے کام میں کامیاب ہو گا اور اگر معاملہ اس کے الٹ ہے تو بالآخر ناکامی اس کا مقدر بنے گی۔

ان تمام چیزوں سے ہم اپنا بھی جائزہ لے سکتے ہیں کہ میں کہاں اور کس لیبل پر کھڑا ہوں۔

(61) طمع نہیں، منع نہیں، جمع نہیں

حضرت سیِّدُنا سہل بن عبد اللہ تستری عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: **"متوکل یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ پر توکل** کرنے والے کی تین علامتیں ہیں:

(۱)۔۔۔وہ کسی سے سوال نہیں کرتا۔

(۲)۔۔۔اگر کوئی دے دے تو اسے رد بھی نہیں کرتا۔

(۳)۔۔۔اور جو لے لے اسے اپنے پاس جمع نہیں کرتا۔"

(رسالۂ قشیریہ، باب التوکل، ص ۲۰۰)

منقول ہے کہ سیدی قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی انہی تین علامتوں کو نہایت ہی خوبصورت انداز میں یوں بیان فرمایا کرتے تھے: **"طمع نہیں، منع نہیں، جمع نہیں۔"** (سیدی قطب مدینہ، ص ۱۲)

یعنی لالچ مت کرو کہ کوئی دے اور اگر کوئی بغیر مانگے دے تو منع مت کرو اور جب لے لو تو جمع مت کرو۔

(62) تاریخِ حکمرانانِ ہندوستان

غوری سلطنت سے نریندر مودی تک

غوری سلطنت:۱۱۹۳ء سے ۱۲۹۰ء تک۔(دور حکومت ۹۷ سال تقریبا)

(۱)۔۔۔محمد غوری۔۱۱۹۳ء　　　(۲)۔۔۔قطب الدین ایبک۔۱۲۰۶ء

(۳)۔۔۔آرام شاہ۔۱۲۱۰ء　　　(۴)۔۔۔التتمش۔۱۲۱۱ء

(۵)۔۔۔رکن الدین فیروز شاہ۔۱۲۳۶ء
(۶)۔۔۔رضیہ سلطان۔۱۲۳۶ء
(۷)۔۔۔معیز الدین بہرام شاہ۔۱۲۴۰ء
(۸)۔۔۔الہ دین مسعود شاہ۔۱۲۴۲ء
(۹)۔۔۔ناصر الدین محمود۔۱۲۴۶ء
(۱۰)۔۔۔غیاث الدین بلبن۔۱۲۶۶ء
(۱۱)۔۔۔رنگ کھشرو۔۱۲۸۶ء
(۱۲)۔۔۔مذدن کے کباد۔۱۲۸۷ء
(۱۳)۔۔۔شمس الدین کے مرس۔۱۲۹۰ء

خلجی سلطنت:۱۲۹۰ء سے ۱۳۲۰ء تک۔(دور حکومت ۳۰ سال تقریبا)

(۱)۔۔۔جلال الدین فیروز خلجی۔۱۲۹۰ء
(۲)۔۔۔الہ دین خلجی۔۱۲۹۲ء
(۳)۔۔۔شہاب الدین عمر شاہ۔۱۳۱۶ء
(۴)۔۔۔قطب الدین مبارک شاہ۔۱۳۱۶ء
(۵)۔۔۔ناصر الدین خسرو شاہ۔۱۳۲۰ء

تغلق سلطنت:۱۳۲۰ء سے ۱۴۱۳ء تک۔(دور حکومت ۹۴ سال تقریبا)

(۱)۔۔۔غیاث الدین تغلق (اول)۔۱۳۲۰ء
(۲)۔۔۔محمد بن تغلق (دوم)۔۱۳۲۵ء
(۳)۔۔۔فیروز شاہ تغلق۔۱۳۵۱ء
(۴)۔۔۔غیاث الدین تغلق (دوم)۔۱۳۸۸ء
(۵)۔۔۔ابو بکر شاہ۔۱۳۸۹ء
(۶)۔۔۔محمد تغلق (سوم)۔۱۳۸۹ء
(۷)۔۔۔الیگزینڈر شاہ (اول)۔۱۳۹۴ء
(۸)۔۔۔ناصر الدین شاہ (دوم)۔۱۳۹۴ء
(۹)۔۔۔نصرت شاہ۔۱۳۹۵ء
(۱۰)۔۔۔ناصر الدین محمد شاہ (دوم)۔۱۳۹۹ء
(۱۱)۔۔۔دولت شاہ۔۱۴۱۳ء

سعید سلطنت:۱۴۱۴ء سے ۱۴۴۵ء تک۔(دور حکومت ۳۷ سال تقریبا)

(۱)۔۔۔کھجر خان۔۱۴۱۴ء
(۲)۔۔۔معیز الدین مبارک شاہ (دوم)۔۱۴۲۱ء
(۳)۔۔۔محمد شاہ (چہارم)۔۱۴۳۴ء
(۴)۔۔۔الہ دین عالم شاہ۔۱۴۴۵ء

لودھی سلطنت:۱۴۵۱ء سے ۱۵۱۷ء تک۔(دور حکومت ۷۵ سال تقریبا)

(۱)۔۔۔بھلول لودھی۔۱۴۵۱ء
(۲)۔۔۔الیگزینڈر لودھی (دوم)۔۱۴۸۹ء
(۳)۔۔۔ابراہیم لودھی۔۱۵۱۷ء

مغلیہ سلطنت: ۱۵۲۶ء سے ۱۵۳۰ تک۔ (دورِ حکومت ۴ سال تقریباً)

(۱)۔۔۔ظہیر الدین بابر۔۱۵۲۶ء
(۲)۔۔۔ہمایوں۔۱۵۳۰ء

سوری سلطنت: ۱۵۳۹ء سے ۱۵۵۵ء تک۔ (دور حکومت ۱۶ سال تقریبا)

(۱)۔۔۔شیر شاہ سوری۔۱۵۳۹ء
(۲)۔۔۔اسلام شاہ سوری۔۱۵۴۵ء
(۳)۔۔۔محمود شاہ سوری۔۱۵۵۲ء
(۴)۔۔۔ابراہیم سوری۔۱۵۵۳ء
(۵)۔۔۔پرویز شاہ سوری۔۱۵۵۴ء
(۶)۔۔۔مبارک خان سوری۔۱۵۵۴ء
(۷)۔۔۔الیگزینڈر سوری۔۱۵۵۵ء

مغلیہ سلطنت دوبارہ: ۱۵۵۵ء سے ۱۸۳۷ء تک۔ (دور حکومت ۳۱۵ سال تقریبا)

(۱)۔۔۔ہمایوں (دوبارہ گدی نشین)۔۱۵۵۵ء
(۲)۔۔۔جلال الدین اکبر۔۱۵۵۶ء
(۳)۔۔۔جہانگیر سلیم۔۱۶۰۵ء
(۴)۔۔۔شاہ جہاں۔۱۶۲۸ء
(۵)۔۔۔اورنگزیب۔۱۶۵۹ء
(۶)۔۔۔شاہ عالم (اول)۔۱۷۰۷ء
(۷)۔۔۔بہادر شاہ۔۱۷۱۲ء
(۸)۔۔۔پھارو کھشیر۔۱۷۱۳ء
(۹)۔۔۔ریپھد راجت۔۱۷۱۹ء
(۱۰)۔۔۔ریپھد دولا۔۱۷۱۹ء
(۱۱)۔۔۔نے کشیار۔۱۷۱۹ء
(۱۲)۔۔۔محمود شاہ۔۱۷۱۹ء
(۱۳)۔۔۔احمد شاہ۔۱۷۴۸ء
(۱۴)۔۔۔عالمگیر۔۱۷۵۴ء
(۱۵)۔۔۔شاہ عالم۔۱۷۵۹ء
(۱۶)۔۔۔اکبر شاہ۔۱۸۰۶ء
(۱۷)۔۔۔بہادر شاہ ظفر۔۱۸۳۷ء

برطانوی راج: ۱۸۵۸ء سے ۱۹۴۷ء تک۔ (دور حکومت ۸۹ سال تقریبا)

(۱)۔۔۔لارڈ کینگ۔۱۸۵۸ء
(۲)۔۔۔لارڈ جیمز بروس یلگن۔۱۸۶۲ء
(۳)۔۔۔لارڈ جھن لورے نش۔۱۸۶۴ء
(۴)۔۔۔لارڈ رچارڈ میو۔۱۸۶۹ء
(۵)۔۔۔لارڈ نور تھبک۔۱۸۷۲ء
(۶)۔۔۔لارڈ ایڈورڈ لٹین۔۱۸۷۶ء
(۷)۔۔۔لارڈ جیورج ریپن۔۱۸۸۰ء
(۸)۔۔۔لارڈ ڈفرین۔۱۸۸۴ء

(۹)۔۔۔لارڈھنني لے سڈون۔۱۸۸۸ء
(۱۰)۔۔۔لارڈوکٹر بروس یلگن۔۱۸۹۴ء
(۱۱)۔۔۔لارڈجیورج کرجھن۔۱۸۹۹ء
(۱۲)۔۔۔لارڈگلبرٹ منٹو۔۱۹۰۵ء
(۱۳)۔۔۔لارڈچارلس ھارڈج۔۱۹۱۰ء
(۱۴)۔۔۔لارڈفریڈرک سے لمسپھورڈ۔۱۹۱۶
(۱۵)۔۔۔لارڈرکس ایجے ک رڈیگ۔۱۹۲۱ء
(۱۶)۔۔۔لارڈایڈورڈارون۔۱۹۲۶ء
(۱۷)۔۔۔لارڈپھرے من وے لگدن۔۱۹۳۱ء
(۱۸)۔۔۔لارڈاے لے کجد لنلتھگو۔۱۹۳۶ء
(۱۹)۔۔۔لارڈارکبالڈوے وے ل۔۱۹۴۳ء
(۲۰)۔۔۔لارڈماؤنٹ بیٹن۔۱۹۴۷ء

بھارت،وزیرِاعظم:(دورِحکومت سال تقریبا)

(۱)۔۔۔جواہرلال نہرو۔۱۹۴۷ء
(۲)۔۔۔گلزاری لال نندا۔۱۹۶۴ء
(۳)۔۔۔لال بھادرشاستری۔۱۹۶۴ء
(۴)۔۔۔گلزاری لال نندا۔۱۹۶۶ء
(۵)۔۔۔اندراگاندھی۔۱۹۶۶ء
(۶)۔۔۔مرارجی ڈیسائی۔۱۹۷۷ء
(۷)۔۔۔چرن سنگھ۔۱۹۷۹ء
(۸)۔۔۔اندراگاندھی۔۱۹۸۰ء
(۹)۔۔۔راجیوگاندھی۔۱۹۸۴ء
(۱۰)۔۔۔وشوناتھ پرتاپسہ۔۱۹۸۹ء
(۱۱)۔۔۔چندرشیکھر۔۱۹۹۰ء
(۱۲)۔۔۔پیوینرسہ راؤ۔۱۹۹۱ء
(۱۳)۔۔۔اٹل بہاری واجپائی۔۱۹۹۲ء
(۱۴)۔۔۔چڈیدے گوڑا۔۱۹۹۶ء
(۱۵)۔۔۔ایل کے گجرال۔۱۹۹۷ء
(۱۶)۔۔۔اٹل بہاری واجپائی۔۱۹۹۸ء
(۱۷)۔۔۔منموھن سنگھ۔۲۰۰۴ء
(۱۸)۔۔۔نریندرمودی۔۲۰۱۴ء
(۱۹)۔۔۔نریندرمودی۔۲۰۱۹ء

ہندوستان میں ۷۶۴ سالوں تک مسلم بادشاہت رہی اورہندوں کواب تک ۷۰ سال ہوئے ہیں۔

(63)استاد کیا چاہتا ہے؟

دنیاکاہر فردِ بشر اپنے مفاد اور بھلائی کے لئے ہی کام کرتا ہے مگر دنیا میں بسنے والا ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس کو اپنی کم لوگوں کی،قوم کی،ملک کی زیادہ فکر ہوتی ہے،اور وہ کون ہے؟ دیکھئے:

(۱)۔۔۔ڈاکٹر چاہتا ہے کہ ہر شخص مریض ہو۔

(۲)۔۔۔وکیل کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر شخص جھگڑالو ہو۔

(۳)۔۔۔پولیس والا چاہتا ہے کہ ہر شخص مجرم ہو۔

(۴)۔۔۔ٹھیکیدار چاہتا ہے کہ ہر شخص مزدور ہو۔

(۵)۔۔۔شراب بیچنے والا چاہتا ہے کہ ہر شخص شرابی ہو۔

(۶)۔۔۔سیاسی لیڈر چاہتا ہے کہ ہر شخص بھولا بھالا ہو۔

(۷)۔۔۔جھولا چھاپ عامل چاہتا ہے کہ ہر شخص بھوت پریت اور جادوٹونے کا شکار ہو۔

لیکن استاد ہی ایک وہ شخص ہے جس کی ہمیشہ یہی خواہش ہوتی ہے کہ قوم کا ہر شخص تعلیم یافتہ ہو اور زندگی میں کامیاب وکامران ہو، نیز خود کی ترقی کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان، اپنے ملک بلکہ پوری انسانیت کی بھلائی چاہنے والا ہو۔

استاد کی انہی خوبیوں کی وجہ سے ہمارے اسلاف اپنے استاد کا نہایت ادب واحترام کیا کرتے تھے جیسا کہ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے:

اُستاد کا احترام

حضرتِ سیِّدُنا امام مَعْمَر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرتِ سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو فرماتے سنا کہ میں حضرتِ سیِّدُنا عُروہ بن زُبَیر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے دروازے پر آکر بیٹھ جاتا پھر لوٹ جاتا لیکن اندر داخل نہ ہوتا۔ اگر میں داخل ہونا چاہتا تو ضرور داخل ہو جاتا لیکن میں ان کے عزت واحترام کی وجہ سے لوٹ جاتا۔(اللہ والوں کی باتیں، ج۳ص۵۱۰)

اُستاد کی خدمت

حضرتِ سیِّدُنا امام مالک عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْخَالِق بیان کرتے ہیں کہ حضرتِ سیِّدُنا امام زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: میں حضرتِ سیِّدُنا عُبَیْدُ اللہ بن عبداللہ بن عتبہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت کرتا رہتا اور جب درِ دولت پر حاضر ہوتا تو آپ کی خادمہ دروازے پر آتی آپ پوچھتے کون ہے؟ تو باندی عرض کرتی: آپ کا غلام اَعْمَش ہے۔ یعنی وہ مجھے آپ کا غلام سمجھتی، میں ان کی خدمت میں مصروف رہتا حتّٰی کہ ان کے وضو کے لئے پانی بھر کر بھی لاتا۔(اللہ والوں کی باتیں، ج۳ص۵۱۰)

دوسرا باب

63 انوکھے سوالات

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆... اللہ پاک نے علومِ غیبیہ لوحِ محفوظ میں کیوں تحریر فرمایا؟

☆... بزرگوں کی وفات کو عرس کیوں کہتے ہیں؟

☆... ہر امت میں اولیاء کیوں ہوتے ہیں؟

☆... زنا حرام کیوں ہے؟

☆... مسلمان کو مصیبتیں کیوں پہنچتی ہیں؟

☆... نکاح میں گواہوں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟

☆... امت کی بھول چوک کیوں معاف ہے؟

☆... سب سے پہلے ترازو کس نے بنایا؟

☆... مردوں کو طلاق دینے کا اختیار کیوں دیا گیا؟

☆... آسمان و زمین میں سے کون افضل ہے؟

☆... رحم میں لڑکا ہے یا لڑکی، اس کی پہچان کیسے ہو؟

☆... کس سال کی فروری ۲۹ اور ۲۸ کی ہوتی ہے؟

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ وعلی الك و اصحابك یا حبیب اللہ

الصلوۃ و السلام علیك یا نبی اللہ وعلی الك و اصحابك یا نور اللہ

درود شریف کی فضیلت

سرکارِ مدینہ راحتِ قلب و سینہ صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلِہٖ وسلَّم کا فرمانِ باقرینہ ہے:زَیِّنُوْا مَجَالِسَکُمْ بِالصَّلَاۃِعَلَیَّ"تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پڑھ کر آراستہ کرو"۔(الجامع الصغیر للسیوطی ،ص۲۸۰،حدیث :۴۵۸۰)

یہاں پر ایک سوال ہوتا ہے کہ محفل ہماری، مجلس ہماری، سجایا ہم نے، رقم خرچ کی ہم نے،اس کے لئے محنت کی ہم نے، ہم جیسے چاہیں، جس سے چاہیں، اپنی مجلس کو آراستہ کریں، سجائیں، زینت دیں، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیوں فرمارہے ہیں کہ تم اپنی مجلسوں کو مجھ پر درود پڑھ کر سجایا کرو۔

لوگ ہماری تعریف کریں گے

اگر ہم نے اپنی مجلس کو قمقموں سے سجایا، دنیوی زیب وزینت کی چیزوں سے سجایاتو لوگ ہماری تعریف کریں گے ، کہ واہ بھائی واہ! کیا محفل سجایا ہے؟ اور اس طرح ہمارانام ہوگا، پس اگر ہم اپنی مجلس کو دنیوی زیب وزینت سے سجاتے ہیں تو ہمارانام ہوتا ہے مگر! اگر ہم اپنی مجلس کو محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درود پڑھ کر سجائیں تو ہمیں کیا ملے گا؟

سوال کا جواب چودہ سو سال پہلے دے دیا

تواس سوال کا جواب اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے ہی ارشاد فرمادیا تھا کہ سنو! اگر تم اپنی مجلس کو دنیوی ساز و سامان اور زیب وزینت سے سجاؤ گے تو تمہیں صرف لوگوں کی تعریفیں ملیں گی، اور اگر تم اپنی مجلس کو مجھ پر درود پڑھ کر سجاؤ گے تو:فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ عَلَیَّ نُوْرٌ لَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ"کہ تمہارا درود پڑھنا قیامت کے روز تمہارے لیے نور ہوگا۔"

جس وقت کوئی روشنی نہیں ہوگی، اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا، چاند و سورج بے نور ہو چکے ہوں گے، قیامت کے اس ہوش ربا ماحول میں تمہارا یہ درودِ پاک پڑھنا تمہارے لئے نور یعنی روشنی ہوگا۔اللہ اکبر!

کتنا بڑا صلہ ملے گا

اور دنیوی زیب وزینت سے سجائی جانے والی مجلس پر لوگوں کی تعریف چند لمحے کی ہوں گی، یا چند دن، یا چند مہینے یا چند سال کی، یعنی لوگوں کی جانب سے ملنے والا صلہ اور بدلہ بہت جلد ختم ہو جائے گا، کچھ دن بعد لوگ ہمیں اور ہماری مجلس و محفل کو بھول جائیں گے، مگر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر درودِ پاک پڑھنے کا صلہ پچاس ہزار سال تک نور کی صورت میں ملتا رہے گا، کیونکہ قیامت کا ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا۔ اللہ اکبر!

(الجامع الصغير للسيوطى، ص۲۸۰، حديث :۴۵۸۰)

صَلُّوا عَلَى الْحَبِيْب! صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى مُحَمَّد

سوال 1: وہ کون سے اعمال ہیں جن کی وجہ سے جنت سے نہیں روکا جائے گا؟

جواب: رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:"جو قیامت کے دن پانچ چیزیں لے کر آئے گا اسے جنت سے نہ روکا جائے گا: (۱) اللہ عزوجل (۲) اس کے دین (۳) اس کی کتاب (۴) اس کے رسول اور (۵) مسلمانوں کی جماعت کی خیر خواہی۔" (کنزالعمال، قسم الاقوال، کتاب الاخلاق، الحدیث: ۷۱۹۹، ج۳، ص۱۶۶)

سوال 2: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه کو کلمہ طیبہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: قرآنِ پاک میں فرمایا گیا: "كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ" (پ۱۳ ابراہیم ۲۴) اس کی تفسیر عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ کلمۃ طیبۃ شَهَادَةُ اَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اس لئے اس کو کلمہ طیبہ کہتے ہیں۔ (فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۲۰۸)

سوال 3: اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کے کلمات جلد جلد کیوں کہے جاتے ہیں؟

جواب: اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت کے کلمات جلد جلد کہنے کی نقلی دلیل حدیث پاک ہے جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا جب تم اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر کہو اور جب تکبیر کہو تو جلدی جلدی کہو۔ (مشکوۃ المصابیح باب الاذان، فصل اول، ص ۶۳)

اس کی عقلی حکمت یہ ہے کہ تکبیر میں حاضرین مسجد کو اکٹھا کرنا ہوتا ہے جو پہلے نماز کے لئے تیار ہیں انہیں دیر تک اطلاع دینے کی ضرورت نہیں، جبکہ اذان میں غافلوں کو خبر دیناہے،لہذا دیر تک آواز پہنچائی جائے تاکہ وہ نماز کے لئے حاضر ہو سکیں۔(مراۃ جلد اول ص ۳۹۱)

سوال4: فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دوبار اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو بار اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہا جاتا ہے اور اس کی دلیل حدیثِ پاک سے ہے چنانچہ الہدایہ میں منقول ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آرام فرماتے تھے اس وقت حضرتِ بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ کتنا اچھا کلمہ ہے اے بلال! تو اس کو اپنی اذان میں رکھ لے۔(الہدایہ جلد اول ص ۷۰)

نیز اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اس کلمہ کو صرف فجر کی اذان میں ہی کہیں گے کیونکہ وہ نیند اور غفلت کا وقت ہوتا ہے۔(الہدایہ جلد اول ص ۷۰)

سوال5: دنیا کی اشیاء کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: علمائے کرام رَحِمَھُمُ اللّٰہُ السَّلَام فرماتے ہیں: دنیا کی اشیاء (یعنی چیزوں) کی پچیس اقسام ہیں: پانچ کا تعلق قضاوقدر (یعنی تقدیر) سے ہے، پانچ کا تعلق کوشش سے، پانچ کا تعلق عادت سے، پانچ کا تعلق فطرت اور پانچ کا تعلق وِراثت سے۔

(1)۔۔۔وہ پانچ اشیاء جن کا تعلق تقدیر سے ہے:(۱)رزق (۲)اولاد (۳)گھر والے (۴)عمر (۵)حکمران۔

(2)۔۔۔وہ پانچ چیزیں جن کا تعلق انسان کی اپنی کوشش سے ہے:(۱)لکھنے میں مہارت (۲)جنت (۳) دوزخ (۴)پاکدامنی (۵)گھڑ سواری میں مہارت۔

(3)۔۔۔وہ چیزیں جن کا تعلق عادت سے ہے:(۱) کھانا پینا (۲) سونا (۳) چلنا (۴) نکاح کرنا (۵) بول وبراز (یعنی پیشاب پاخانہ وغیرہ) کرنا۔

(4)۔۔۔وہ پانچ چیزیں جن کا تعلق بندے کی ذات یافطرت سے ہوتاہے: (۱)زُہد (۲)ذہانت (۳)جانبازی(۴)خوبصورتی(۵)رعب ودَبدَبہ۔

(5)۔۔۔وہ پانچ چیزیں جن کا تعلق وراثت سے ہے:(۱)بھلائی(۲)سچائی(۳)امانت(۴)سخاوت(۵)لوگوں سے باہم تعلق قائم رکھنا۔(ریاض الصالحین ص۵۳۹۔۵۴۰)

سوال6:کون کون سی چیزیں عبادت ہیں؟

جواب:حدیثِ پاک میں ہے کہ امامُ الْعٰبِدین، سلطانُ السّٰجِدین، سیِّدُ الصّٰلِحین صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا فرمانِ دلنشین ہے:پانچ چیزیں عبادت ہیں:

(۱)۔۔۔قرآنِ کریم کی زیارت کرنا۔

(۲)۔۔۔کعبہ مُعظّمہ کی زیارت کرنا۔

(۳)۔۔۔والدین کی زیارت کرنا۔

(۴)۔۔۔آبِ زم زم کی زیارت کرنا اور یہ خطاؤں کو مٹادیتاہے۔

(۵)۔۔۔عالم کے چہرے کی زیارت کرنا۔

(تاریخ بغداد، حرف الحاء، ذکر من اسمہ محمد واسم ابیہ الحسن، محمد بن الحسن بن ازھر ...الخ،۲/۱۹۰،حدیث:۶۱۸)

سوال7:بزرگوں کی وفات کو عرس کیوں کہتے ہیں؟

جواب:بزرگوں کی وفات کو عرس اس لئے کہتے ہیں کہ فرشتوں نے اس دن صاحبِ قبر کو عروس کہاہے جیسے کی حدیث شریف میں آیا کہ وفات پانے والے بندے سے فرشتہ کہتاہے نَمْ کَنَوْمَۃِ الْعُرُوْس یعنی دلہن کی طرح سوجا، لہٰذا اس دن کانام روزِ عرس ہے موت مؤمن کی شادی کا اور کافر کی گرفتاری کا دن ہے۔(مراۃ المناجیح جلد۱ص۱۳۵)

سوال8:ہر امت میں اولیاء اللہ کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: اولیاء اللہ کا وجود دین کی حقانیت کی دلیل ہے جس دین میں اولیاء اللہ ہوں وہ سچاہے جیسے کہ جس درخت میں پھل پھول ہوں تو سمجھو کہ اس کی جڑ ہری ہے۔جس نبی کی شریعت جس وقت تک تھی اس وقت تک وہاں

اولیاءاللہ تھے منسوخ ہوتے ہی وہاں ولایت نہ رہی مسلمانوں کے صدہا فرقے ہیں مگر سواے اہل سنت کے اولیاءاللہ کسی فرقہ میں نہیں پتا چلا کہ یہی مذہب بر حق ہیں۔(مراۃ المناجیح جلد ۸ ص ۱۷۵)

سوال9:جب جُنُبی کے لئے حالت جنابت میں روزہ رکھنا صحیح ہے تو حائضہ کے لئے بھی حالت حیض میں روزہ رکھنا صحیح ہونا چاہئے تھا، ایسا کیوں نہیں؟

جواب:اس کا جواب یہ ہے کہ روزہ نام ہے کھانے، پینے اور جماع سے رکنے کا، جنابت کی حالت میں ان تینوں سے رکنا پایا جاتا ہے جبکہ حیض کی حالت میں جماع سے رکنا روزہ کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ حیض کی وجہ سے ہوتا ہے، لہٰذا حالتِ حیض میں روزے اپنے تینوں اجزا کے ساتھ تام نہیں ہوگا اس لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

سوال10:دنیوی قانون پر عمل کرنا کیوں ضروری ہے؟

جواب: وہ دُنیوی قانون جو خلافِ شَریعت نہ ہو اُس پر عمل کرنا ضَروری ہے کیوں کہ عمل نہ کرتے ہوئے پکڑے جانے کی صورت میں ذِلّت اُٹھانے، جھوٹ بولنے یا رشوت وغیرہ کے گناہوں میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولیٰناشاہ امام اَحمد رَضا خان علیہ رحمۃُ الرَّحمٰن فتاویٰ رضویہ جلد۲۹ صَفْحَہ ۹۳ پر فرماتے ہیں: کسی جُرمِ قانونی کا ارتِکاب کر کے اپنے آپ کو ذلّت پر پیش کرنا بھی منع ہے حدیث میں ہے،"جو شخص بِغیر کسی مجبوری کے اپنے آپ کو بخوشی ذِلّت پر پیش کرے وہ ہم میں سے نہیں۔

(اَلْمُعْجَمُ الْاَوْسَط لِلطَّبَرانِی ج ۱ ص ۱۴۷ حدیث ۴۷۱)(چندے کے بارے میں سوال جواب ص ۱۰۲۔۱۰۳)

سوال11:زنا حرام کیوں ہے؟

جواب: ایک عورت پر دو مردوں کا اجتماع صریح بے حیائی ہے، جسے انسان تو انسان جانوروں میں بھی جو سب سے خبیث تر ہے یعنی خنزیر وہی روا رکھتا ہے۔ حرمت زنا کی حکمت نسب کا محفوظ رکھنا ہے، ورنہ پتا نہ چلے گا کہ بچہ کس کا ہے۔ اگر عورت سے دو مردوں کا نکاح جائز ہو تو وہی قباحت جو زنا میں تھی یہاں بھی عائد ہوگی کہ معلوم نہ ہو سکے گا کہ بچہ کس کا ہے۔(فتاوی رضویہ جلد ۱۱ ص ۳۰۲)

سوال12:جس شہر میں طاعون ہو اس شہر سے بھاگنا حرام کیوں ہے؟

جواب: جن حکمتوں کی بناپر حکیم کریم، رؤف رحیم علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم نے طاعون سے فرار کو حرام فرمایا ان میں ایک حکمت یہ ہے کہ اگر تندرست بھاگ جائیں گے تو بیمار ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی تیماردار ہو گا نہ خبر گیر، پھر جو مریں گے ان کی تجہیز وتکفین کون کرے گا، اگر شرع مطہر طاعون میں مسلمانوں کو بھی بھاگنے کا حکم دیتی تو معاذاللہ یہی بے بسی بیکسی ان کے مریضوں میتوں کو بھی گھیرتی جسے شرع قطعاً حرام فرماتی ہے۔ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں ہے: "مقام طاعون سے بھاگ کر کہیں باہر نہ جاؤ، کیونکہ یہ تقدیر الٰہی سے بھاگنے کے مترادف ہے اور تاکہ بیمار ضائع نہ ہونے پائیں اس لئے کہ اس افراتفری کے باعث مریضوں کی نگہبانی اور حفاظت کے لئے کوئی نہیں ہو گا اور مرنے والوں کی تجہیز وتکفین اور تدفین کے لئے بھی کوئی نہ ہو گا۔ (فتاوی رضویہ جلد ۲۴ ص ۳۰۳۔۳۰۴)

(ارشاد الساری شرح البخاری کتاب الطب باب مایذکر فی الطاعون دار الکتاب العربی بیروت ۸/ ۳۸۵)

سوال 13: محرم کے کھچڑے کو حلیم کہنا کیوں منع ہے؟

جواب: ایک بہت مشہور کھانا جسے عام طور پر "حلیم" کہا جاتا ہے لیکن امیر اہلِ سنت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ کو دیکھا گیا کہ اسے "کھچڑا" کہتے ہیں۔ جب آپ سے اس کی حکمت دریافت کی گئی تو ارشاد فرمایا، "حلیم" اللہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام بھی ہے اور مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ میں کھانے کی چیز کو اللہ عزوجل کے صفاتی نام سے پکاروں۔ (فکرِ مدینہ ص ۱۰۷)

نیز "**غیبت کی تباہ کاریاں**" میں لکھتے ہیں: بعض اوقات کسی دُنیوی شے پر مُتَبَرِّک الفاظ نہ بولنا بھی ادب ہوتا ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ایک صِفاتی نام حَلِیم عَزَّوَجَلَّ بھی ہے لہٰذا کھانے کی چیز کیلئے "حلیم" کا لفظ کہنا جائز ہونے کے باوُجُود بعض بندگانِ خدا کو اچّھا نہیں لگتا۔ اِس غِذا کو اُردو میں کھِچڑا بھی کہتے ہیں لہٰذا وہ یِہی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ تذکرۃُ الاولیاء میں ہے: حضرتِ سیِّدُنا بایزید بِسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی نے ایک بار سُرخ رنگ کا سیب ہاتھ میں لے کر فرمایا: "یہ بَہُت لطیف ہے۔" غیب سے آواز آئی: "ہمارا نام سیب کیلئے اِستِعمال کرتے ہوئے حیا نہیں آئی!" اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چالیس دن کیلئے اپنی یاد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلب سے نکال دی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی قسم کھائی کہ اب کبھی (اپنے وطن) بِسطام (شہر کا نام) کا پھل نہیں کھاؤں گا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۳۴) دیکھا آپ نے! "لَطِیف" کا ایک لفظی

معنیٰ "عُمدہ" بھی ہے مگر چُونکہ "لَطِیف" اللہ عَزَّوَجَلَّ کا صِفاتی نام ہے اس لئے سیِّدُنا بایزید بِسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ السّامی کو تَنبیہ کی گئی۔ (غیبت کی تباہ کاریاں ص۲۷۶)

سوال14: پانی، نمک اور آگ دینے سے دوسروں کو منع کیوں نہیں کرنا چاہئے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ نے عرض کی، یارسول اللہ کس چیز کا منع کرنا جائز نہیں؟ فرمایا، پانی، نمک اور آگ، فرماتی ہیں میں نے عرض کی، یارسول اللہ پانی تو یہی ہے جس کا معاملہ ہم جانتے ہیں، مگر نمک اور آگ میں کیا حکمت ہے؟ فرمایا اے حمیراء! جو کسی کو آگ دے تو گویا اس نے وہ سب دیا جو (کھانا وغیرہ) آگ پکائے گی، اور جو کسی کو نمک دے تو گویا اس نے وہ سب کچھ صدقہ کیا جس کو اس نمک نے لذّت دی، اور جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی پلایا جہاں پانی دستیاب ہو تو گویا اس نے ایک غلام آزاد کیا اور ایسی جگہ کسی مسلمان کو پانی پلایا جہاں پانی دستیاب نہ ہو تو گویا اس نے ایک غلام کو زندہ کر دیا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الرھون، باب المسلمون شرکاء في ثلاث، الحدیث:۲۴۷۴، ج۳، ص۱۸۷)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں، نبی مکرم، نور مجسم، رسول اکرم، شہنشاہ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، گھاس اور آگ میں اور اس کی قیمت (لینا) حرام ہے۔ ابو سعید نے فرمایا اس سے مراد جاری پانی ہے۔

(سنن أبي داود، کتاب البیوع والإجارات، باب في منع الماء، الحدیث:۳۴۷۷، ج۳، ص۴۸۴)

"یہاں پانی سے وہ پانی مراد ہے جو نہ کسی کی محنت سے حاصل ہوا ہو نہ کسی کے برتن میں بھرا ہو جیسے جنگل، بارش، سیلاب کا پانی مگر اپنی نہر، گھڑے، اپنی نالی کا پانی اس سے خارج ہے۔ ایسے ہی گھاس سے وہ گھاس مراد ہے جو غیر مملوک زمین میں کھڑی ہو، اپنی مملوک زمین کی گھاس، ایسے ہی وہ گھاس جو کاٹ کر اپنے گھر میں رکھ لی مملوک ہے۔ آگ سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو اپنے چراغ کی روشنی میں بیٹھنے، آگ تاپنے سے نہیں روک سکتے، یوں ہی اپنی شمع سے دوسرے کو شمع جلانے سے منع نہیں کرسکتے، بعض نے فرمایا کہ آگ سے مراد چقماق پتھر ہے لہٰذا ہر شخص اپنی آگ سے چنگاری لینے سے منع کر سکتا ہے کہ اس کی ملک ہے، اور اس سے آگ کم بھی ہو جاتی ہے"

(مرآۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۴، ص۳۴۴)

سوال15: ذخیرہ اندوزی سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

جواب: علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:"ذخیرہ اندوزی کی حرمت میں حکمت عام لوگوں سے ضرر کو دور کرنا ہے جیسا کہ علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر ایک آدمی کے پاس کھانا ہو اور لوگوں کو اس کی سخت حاجت ہو تو ان سے ضرر دور کرنے کے لئے اسے بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔"

(جہنم میں لے جانے والے اعمال جلد۔۱۔ص۷۴۷)

سوال16: بوقتِ ذبح الرّحمن الرّحیم کیوں نہیں پڑھا جاتا؟

جواب: حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنّان خدائے رحمن عَزَّوَجَلَّ کی رَحمتِ بے پایاں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "غور تو کرو کہ سورہ توبہ میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم نہیں لکھی گئی اِسی طرح ذَبح کے وَقت پوری بسم اللہ نہیں پڑھتے بلکہ یوں کہتے ہیں بسم اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکبر، اِس میں کیا حکمت ہے؟ حکمت یہ ہے کہ سورہ توبہ میں اوّل سے آخر تک جِہاد اور قِتال کا ذِکر ہے اور یہ کافروں پر قَہر ہے، اِسی طرح ذَبح میں جانور کی جان لی جاتی ہے یہ بھی جَبر و قَہر کا وَقت ہوتا ہے اس موقع پر رَحمت کا ذِکر نہ کرو۔ سبحٰن اللہ عَزَّوَجَلَّ تو جو شخص پوری بسم اللہ شریف یعنی بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کا وِرد کرے تو اِن شاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ خدا کے غَضَب سے محفوظ رہے گا۔ (تفسیرِ نعیمی جلد اول ص ۴۳)

سوال17: کھانے کا برتن، چاٹنے اور دھو کر اس کا پانی پینے کا حکم حدیث میں کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیِّدُنا امام محمد غزالی علیہ رحمۃ الوالی فرماتے ہیں:"جو کھانے کا برتن چاٹے اور دھو کر اس کا پانی پی لے اُس کو ایک غُلام آزاد کرنے کا ثواب مِلتا ہے۔" (اِحیاءُعُلوم الدین ج۲ ص۷)

برتن دھو کر پینے کے طبی فوائد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ کوئی سُنَّت خالی از حکمت نہیں، جدید سائنس بھی اب اعتِراف کرتی ہے کہ حیاتیات یعنی وٹامنز خُصُوصاً "وٹامن بی کمپلیکس" کھانے کے اُوپری حصّے میں کم اور برتن کے پَیندے میں زیادہ ہوتے ہیں نیز غذا میں موجود مَعدنی نَمکیات صِرف پیندے ہی میں ہوتے ہیں جو کہ برتن کو چاٹنے یا دھو کر پی لینے سے کئی اَمراض کے اِنْسِداد (اِن۔ سِ۔ داد) یعنی روک تھام کا باعِث بنتے ہیں۔

سوال18: کھانے میں اگر مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دینے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: کھانے یا پینے کی کسی چیز میں مکّھی گر جائے تو اُس غذا کو پھینک دینا اِسراف و گناہ ہے مکّھی کو غُوطہ دے کر نکال دیجئے اور وہ غذا بِلا تکلُّف استِعمال کیجئے۔ چُنانچِہ طبیبوں کے طبیب، اللہ کے حبیب، حبیبِ لَبیب عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم فرماتے ہیں، "جب کھانے میں مکّھی گِر جائے تو اِسے غُوطہ دے دو (اور پھینک دو) کیوں کہ اِس کے ایک بازو میں شِفا ہے اور دُوسرے میں بیماری، کھانے میں گِرتے وَقت پہلے بیماری والا بازو ڈالتی ہے لِہٰذا پوری ہی کو غوطہ دے دو۔" (ابوداو، دشریف ج۳ص۵۱۱حدیث ۳۸۴۴)

سائنس کا اعتراف

پیارے اِسلامی بھائیو! نگاہِ مصطفٰے صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم پر قربان! ہمارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے جو کچھ مُلاحَظہ فرمالیا تھا اب سائنس بھی اِس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی ہے۔ چُنانچِہ سائنسدان اعتِراف کرتے ہیں کہ مکّھی کے ایک پر میں خطرناک وائرس (VIRUS) اور دوسرے میں دافِعِ وائرس (ANTI VIRUS) جراثیم ہوتے ہیں۔ مکّھی جب کبھی کسی کھانے یا مشروب یعنی چائے، دودھ یا پانی وغیرہ میں گرتی ہے تو وائرس والا پر پہلے ڈالتی ہے جس سے غذا میں وائرس پھیل جاتے ہیں اور کھانے والا بیماری کا شکار ہو سکتا ہے اب اگر مکّھی کو غُوطہ دے دیں تو دوسرے پر کے دافِعِ وائرس جَراثیم ان خطرناک جَراثیم کو ہلاک کر دیتے ہیں اور غذا بے ضَرر ہو جاتی ہے۔

(آدابِ طعام ص ۲۸۱۔۲۸۲)

سوال19: مسلمانوں کو مصیبت کیوں پہنچتی ہے حالانکہ وہ اللہ کو ماننے والے ہیں؟

جواب: حضرتِ سیِّدُنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک نبی علیہ السّلام نے اپنے پروردگار عَزَّوَجَلَّ کے دربار میں عرض کی: اے میرے ربُّ العزّت! مومن بندہ تیری اطاعت کرتا اور تیری معصیَّت (یعنی نافرمانی) سے بچتا ہے (لیکن) تُو اِس سے دنیا لپیٹ لیتا اور اس کو آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ اور کافِر تیری اطاعت نہیں کرتا بلکہ تجھ پر اور تیری مَعصیَّت (یعنی نافرمانی) پر جُرأت کرتا ہے لیکن تُو اس سے مصیبت کو دُور رکھتا اور اُس کیلئے دنیا کُشادَہ کر دیتا ہے (آخر اس میں کیا حکمت ہے؟) اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کی طرف وَحی فرمائی: بندے بھی میرے ہیں اور

مصیبت بھی میرے اختیار میں ہے اور سب میری حَمد کے ساتھ میری تسبیح کرتے ہیں۔ مومن کے ذِمّہ گناہ ہوتے ہیں تو میں اس سے دنیا کو دُور کرکے اس کو آزمائش میں ڈالتا ہوں تو یہ (آزمائش ومصیبت) اس کے گناہوں کا کفّارہ بن جاتی ہے حتّٰی کہ وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں اسے نیکیوں کا بدلہ دُوں گا اور کافر کی (دُنیوی اعتبار سے) کچھ نیکیاں ہوتی ہیں تو میں اُس کیلئے رِزق کُشادَہ کرتا اور مصیبت کو اُس سے دُور رکھتا ہوں تو یوں اُس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیتا ہوں حتّٰی کہ جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا تو میں اُس کے گناہوں کی اس کو سزا دوں گا۔(اِحیاء العلوم ج ۴ ص ۱۶۲)

مصیبت کی حکمت

حضورِ اکرم، نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: کہ بندہ کے لئے علمِ الٰہی عَزَّوَجلّ میں جب کوئی مرتبہ کمال مُقدَّر ہوتا ہے اور اپنے عمل سے اس مرتبے کو نہیں پہنچتا تو اللہ عَزَّوَجلَّ اس کے جسم یا مال یا اولاد پر مصیبت ڈالتا ہے پھر اِس پر صَبر عطا فرماتا ہے یہاں تک اسے اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے جو اس کے لئے علمِ الٰہی میں مقدَّر ہو چکا ہے۔(سنن ابوداو، د ص ۱۲۳ ار قم الحدیث ۳۰۹۰)

وہ عشقِ حقیقی کی لذّت نہیں پا سکتا
جو رنج و مصیبت سے دو چار نہیں ہوتا

کانٹا چُبھنے کی فضیلت

حضرتِ سیّدُنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدُنا ابو ہُریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِّ کریم، رءُوفٌ رَّحیم عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم نے فرمایا: کہ مسلمان کو کوئی رنج، کوئی دُکھ، کوئی فِکر، کوئی تکلیف، کوئی اَذِیّت اور کوئی غم نہیں پہنچتا یہاں تک کہ کانٹا جو اسے چُبھے مگر اللہ تعالیٰ ان کے سبب اُس کے گناہوں کو مِٹا دیتا ہے۔"
(بخاری شریف ج ۷ ص ۳ر قم الحدیث ۵۶۴۲،۵۶۴۱)

کیچڑ میں لتھڑے ہوئے بچّہ سے درسِ عبرت

پیارے اسلامی بھائیو! اللہ ربُّ العزّت عَزَّوَجلَّ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے۔ یہ ذِہن مت بنائیے کہ صِرف نیک بندوں ہی پر امتحان آتا ہے، بسا اوقات گنہگاروں کو بھی مصیبتوں میں مبتلا کر کے اُن کو گناہوں کی آلودگیوں سے پاک کیا جاتا ہے۔ چُنانچہ:

مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان اپنی دلپذیر تقریر میں فرماتے ہیں: حضرتِ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کسی جگہ سے گزر رہے تھے، مُلاحظہ فرمایا کہ ایک بچّہ کیچڑ میں گر گیا ہے اور اس کے کپڑے و جسم لِتھڑ گئے ہیں، لوگ دیکھتے ہوئے گزر جاتے ہیں، کوئی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ کہیں دُور سے ماں نے دیکھا، دوڑتی ہوئی آئی، دو تھپّڑ بچّے کے لگائے، کپڑے اُتار کر دھوئے، اُسے غسل دیا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ دیکھ کر وَجد آگیا اور فرمایا کہ یہی حال ہمارا اور رحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا ہے۔ ہم گناہوں کی دَلدَل میں لتھڑ جاتے ہیں، کسی کو کیا پرواہ! مگر رحمتِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا دریا جوش میں آتا ہے، ہم کو مصیبتوں کے ذَرِیعے دُرُست کیا جاتا ہے اور توبہ وعبادات کے پانی سے غسل دے کر صاف فرماتا ہے۔ مُفَسّرِ شہیر حکیمُ الاُمَّت حضرتِ مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ الحنّان یہ حکایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: جب مہربان ماں کچھ سزا دے کر تنبیہ کرسکتی ہے تو خالق و مالک اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے بعض اوقات سزا دے کر اصلاح فرماتا ہے۔ (کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب ص۱۲۷۔۱۲۹)

سوال20: صرفیوں کے یہاں صیغوں میں کن چیزوں سے ثقل لازم آتا ہے؟

جواب: صرفیوں کے یہاں صیغوں میں جن چیزوں کی وجہ سے ثقل لازم آتا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔چند واؤ کا جمع ہونا جیسے وَوُجَلُ۔ لہٰذا اس میں ایک واؤ کو تاء سے بدل کر ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے وَتُوجَلُ۔

(۲)۔۔۔ دو ہمزہ کا جمع ہونا جیسے أأکْرِمُ۔ لہٰذا اس میں ایک ہمزہ کو حذف کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے أُکْرِمُ۔

(۳)۔۔۔ کسرہ سے ضمہ کی طرف خروج کرنا جیسے اِنْصُرْ۔ لہٰذا اس میں حرفِ مکسور کو مضموم کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اُنْصُرْ۔

(۴)۔۔۔ کلمۂ واحدہ میں چار حرکات کا جمع ہونا جیسے یَضَرِبُ۔ لہٰذا اس میں ایک حرف کو ساکن کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے یَضْرِبُ۔

(۵)۔۔۔ قلّتِ استعمال۔

(٦)۔۔۔ تین نون کا جمع ہونا جیسے یَضْرِبْنَنَّ۔ لہٰذا اس میں نونِ اوّل کے بعد الفِ فاصل لا کر ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے یَضْرِبْنَانِّ۔

(٧)۔۔۔ متجانسین کا جمع ہونا جیسے فَرَرَ۔ لہٰذا اس میں دونوں کا آپس میں ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے فَرَّ۔

(٨)۔۔۔ متقاربین کا جمع ہونا جیسے اِطْتَلَبَ۔ لہٰذا اس میں ادنیٰ کو اعلیٰ سے بدل کر ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اِطَّلَبَ۔

(٩)۔۔۔ یائے ضعیف پر ضمہ کا ہونا جیسے یَرْمِیُ۔ لہٰذا اس میں یائے ضعیف کو ساکن کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے یَرْمِیْ۔

(١٠)۔۔۔ توالیٔ کسرات کا ہونا یعنی تین کسروں کا جمع ہونا جیسے اِیْتَسَرَ۔ کہ یاء خود دو کسروں کے قائم مقام ہے اور ایک کسرہ ماقبل ہے۔ لہٰذا اس میں یاء کو تاء سے بدل کر ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اِتَّسَرَ۔

(١١)۔۔۔ نونِ تثنیہ کا مضاف الیہ کے ساتھ جمع ہونا جیسے مُسْلِمَانِ یَ۔ لہٰذا اس میں نونِ تثنیہ کو حذف کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے مُسْلِمَایَ۔

(١٢)۔۔۔ نونِ جمع کا مضاف الیہ کے ساتھ جمع ہونا جیسے مُسْلِمُوْنَ یَ۔ لہٰذا اس میں نونِ جمع کو حذف کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے مُسْلِمُوْیَ۔

(١٣)۔۔۔ واؤ اور یاء کا جمع ہونا اور ان میں سے پہلے کا ساکن ہونا جیسے مُسْلِمُوْیَ۔ لہٰذا اس میں واؤ کو یاء سے بدل کر ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے مُسْلِمُیَّ۔

(١٤)۔۔۔ یاء کے ماقبل ضمہ کا ہونا جیسے مُسْلِمُیَّ۔ لہٰذا اس میں یاء کے ماقبل کو کسرہ دے کر ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے مُسْلِمِیَّ۔

(۱۵)۔۔۔حرفِ ضعیف کو حرکت دینا جیسے الف کو متحرک کرنا۔لہٰذا اس میں حرفِ ضعیف کو ساکن کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا۔

(۱۶)۔۔۔حرفِ علت پر کسرہ کا واقع ہونا جیسے وِشَاحٌ۔لہٰذا اس میں حرفِ علت کو ہمزہ سے بدل کر ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اِشَاحٌ۔

(۱۷)۔۔۔واؤ ماقبل مکسور ہونا جیسے اِوْتَصَلَ۔لہٰذا اس میں واؤ کو تاء سے بدل کر ادغام کر کے ثقل کو دور کیا جائے گا جیسے اِتَّصَلَ۔(صرف کے دلچسپ سوالات ص ۲۳۲۔۲۳۴)

سوال21:صرفیوں کے یہاں صیغوں میں کن چیزوں سے خفت لازم آتی ہے؟

جواب:صرفیوں کے یہاں صیغوں میں جن چیزوں کی وجہ سے خفت لازم آتی ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)۔۔۔کسی حرف کو حذف کر کے جیسے تُاَکْرِمُ سے تُکْرِمُ۔

(۲)۔۔۔حرفِ مکسور اور حرفِ مضموم کو مفتوح کرنا۔

(۳)۔۔۔حرفِ صحیح کو حرفِ علت سے بدلنا جیسے تَقَضُّضَ سے تَقَضِّیَ۔

(۴)۔۔۔دوہم جنس حرف میں ادغام کرنا جیسے مَدَدَ سے مَدَّ۔

(۵)۔۔۔متقاربین میں سے ادنی کو اعلی سے بدل دینا اور پھر ادغام کرنا جیسے اِطْتَلَبَ سے اِطَّلَبَ۔

(۶)۔۔۔کثرتِ استعمال کی وجہ سے کلمہ میں ردّوبدل کیا جاتا ہے۔(صرف کے دلچسپ سوالات ص ۲۳۲۔۲۳۴)

سوال22:بیوی کے مرنے کے بعد شوہر اس کو غسل کیوں نہیں دے سکتا؟

جواب:بیوی کے مرنے کے بعد شوہر کا نکاح فوراً ٹوٹ جاتا ہے،لہٰذا اس کی وہ بیوی اس کے لئے اجنبیہ ہو گئی اور اجنبیہ کے بدن کو چھونا حرام ہے،اور غسل میت میں بدن کو چھونا ہوتا ہے اس لئے شوہر اپنی بیوی کو اس کے مرنے کے بعد غسل نہیں دے سکتا۔چُنانچِہ میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ ربِّ الْعِزَّت فرماتے ہیں:شوہر بعدِ وفات اپنی عورت کو دیکھ سکتا ہے مگر اُس کے بدن کو چُھونے کی اجازت نہیں،اس لئے کہ موت واقع ہو جانے سے نِکاح مُنْقَطِع ہو جاتا(یعنی ٹوٹ جاتا)ہے۔(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۳۴)

سوال23: شوہر کے مرنے کے بعد بیوی اس کو غسل کیوں دے سکتی ہے؟

جواب: شوہر کے مرنے کے بعد بیوی کا نکاح فوراً نہیں ٹوٹتا بلکہ عدت گزرنے کے بعد ٹوٹتا ہے، پس جب نکاح نہیں ٹوٹا تو وہ اپنے شوہر کے لئے اجنبیہ نہ رہی، لہٰذا غسل دے سکتی ہے۔ چُنانچِہ میرے آقا اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ رَبِّ الْعِزَّت فرماتے ہیں: اور عورَت جب تک عدّت میں ہے اپنے شوہرِ مُردہ کا بدن چُھو سکتی ہے، اُسے غسل دے سکتی ہے جبکہ اس سے پہلے بائن (یعنی ایسی طلاق جس میں دوبارہ نِکاح کی ضَرورت ہو صرف رُجوع کر لینے سے کام نہ چل سکتا ہو) نہ ہو چکی ہو، اِس لئے کہ عدّت کی وجہ سے عورَت کے حق میں اس کا نِکاح باقی رہتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۳۴)

سوال24: نکاح میں گواہوں کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟

جواب: گواہوں کا فلسفہ یہ ہے کہ ایک لڑکی جس کو آج تک کسی نے آپ کے ساتھ نہیں دیکھا جو شادی کے بعد آپ کے ساتھ جا رہی ہو، کسی کو معلوم نہیں ہے کہ یہ اس کے ساتھ کیوں پھر رہی ہے؟ یا کہیں بھی آپ لوگ پکڑے جائیں تو ثبوت کس طرح ملے گا کہ آپ میاں بیوی ہیں یا آپ کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ اس صورتِ حال میں آپ نکاح نامہ دیکھائیں گے تو وہ بھی اسی وقت مانا جائے گا جب اس پر گواہوں کی تصدیق ہو گی۔

کیونکہ گواہوں کی شرط نہ رکھی جاتی تو ہر زنا کرنے والا جوڑا بھی بعد میں کہہ دیتا ہم نے تو نکاح کر رکھا ہے۔ اگر گواہوں کی شرط نہ ہو تو کتنے ہی لوگ آپس میں نکاح کر کے عورتوں کو استعمال کر کے چھوڑ دیتے اور بعد میں نکاح کا ہی انکار کر دیتے یا عورتیں بھی مردوں کے ساتھ ایسا کر سکتی تھیں۔ دیگر معاملات میں بھی جہاں جہاں گواہوں کی شرط لگائی گئی ہے وہ کوئی بے معنی نہیں ہے، کیونکہ گواہی سے مشروط کرنے کی وجہ سے معاشرہ بہت سے فسادات سے بچ سکتا ہے، اگر گواہ اسلام کی شرائط کے مطابق ہوں۔ ویسے تو آج کل جھوٹے گواہوں کے ذریعے بھی ہر کالے کرتوتوں والے کو پاک صاف ثابت کر دیا جاتا ہے اور کئی بے گناہوں کو قصور وار ٹھہرا دیا جاتا ہے۔

سوال25: طلاق میں گواہوں کی ضرورت کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: طلاق کے لیے گواہ بنانا مستحب تو ہے تا کہ فریقین بعد میں جھوٹا دعویٰ نہ کر سکیں، تاہم گواہ بنائے بغیر بھی طلاق دے تو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

کیونکہ مرد و عورت کے تعلقات(یعنی آپس میں رہنے) میں اصل فرقت(یعنی جدائی) ہے اور طلاق سے فرقت ہوتی ہے اس لئے گواہوں کی ضرورت نہیں کہ اصل میں کسی دلیل کی حاجت نہیں اور نکاح اصل (یعنی فرقت) کی ضد ہے اس لئے اس میں دلیل (یعنی گواہوں) کی ضرورت ہے۔

سوال26:امت کی بھول چوک معاف ہے تو بھولے سے طلاق دینے پر طلاق کیوں واقع ہو جاتی ہے؟

جواب: بہت اچھا سوال ہے حدیثِ پاک میں آیا حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:"اللہ نے میری امت کی بھول چوک سے درگزر کی اور جس پر وہ مجبور کیے جائیں۔"

مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنان اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ خطا و نسیان کی صورت میں عصیان (یعنی گنہگار نہ ہونے) کی نفی ہے احکام کی نفی نہیں اسی لیے یہاں تجاوز فرمایا یعنی رب نے درگزر فرمائی لہٰذا بحالتِ خطاونسیان اور مجبور کی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔(مراۃ ج ۸ ص ۵۳۳) کیونکہ طلاق احکامات میں سے ہے۔

سوال27:وضو کا بچا ہوا پانی اور زمزم شریف کھڑے ہو کر کیوں پیا جاتا ہے؟

جواب: وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پینا مستحب ہے۔اسی طرح آبِ زم زم کو بھی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ان دونوں پانی کا حکم عام پانی کے حکم سے مستثنیٰ (یعنی جدا) ہے اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر جب پانی پیا جاتا ہے وہ فوراً تمام اعضا کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور یہ مضر ہے، مگر یہ دونوں برکت والے ہیں اور ان سے مقصود ہی تبرک ہے، لہٰذا ان کا تمام اعضاء میں پہنچ جانا فائدہ مند ہے۔

صاحبِ بہارِ شریعت فرماتے ہیں: بعض لوگوں سے سنا گیا ہے کہ مسلم کا جھوٹا پانی بھی کھڑے ہو کر پینا چاہیئے، مگر میں نے کسی کتاب میں اس کو نہیں دیکھا، صرف دو ہی پانیوں کا کتابوں میں استثناء مذکور پایا۔وَالْعِلْمُ عِنْدَاللہ۔

(بہارِ شریعت حصہ ۱۶ ص ۳۸۴)

سوال28:نونِ تثنیہ اور تنوین میں کیا فرق ہے؟

جواب: بعض لوگ کہتے ہیں کہ نونِ تثنیہ، تنوین کے قائم مقام ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح تنوین اضافت کے وقت گر جاتی ہے ایسے ہی نونِ تثنیہ بھی اضافت کے وقت گر جاتی ہے۔

لیکن نونِ تثنیہ کو تنوین کے قائم مقام سمجھنا غلط ہے کہ دونوں کے احکام جدا جدا ہیں اور کسی ایک چیز کا کسی دوسری چیز سے ایک یا دو امر میں مشابہ ہونا قائم مقام ہونے کی دلیل نہیں ہے، ورنہ تو فعل کو اسم کے قائم مقام ہونا چاہئے کیونکہ جس طرح اسم مرفوع اور منصوب ہوتا ہے ایسے ہی فعل بھی مرفوع اور منصوب ہوتا ہے، پس اگرچہ تنوین اور نونِ تثنیہ بصورتِ اضافت ساقط ہونے میں یکساں ہیں مگر دیگر احکام میں جدا ہیں جیسے:

(۱)۔۔۔تنوین الف ولام کی وجہ سے گر جاتی ہے جبکہ نونِ تثنیہ الف ولام کی وجہ سے نہیں گرتا۔

(۲)۔۔۔وقف کی صورت میں تنوین پڑھنے میں نہیں آتی جبکہ نونِ تثنیہ پڑھنے میں بہرِ حال آتی ہے۔

(۳)۔۔۔تنوین حالتِ رفع میں دوپیش کی شکل میں اور حالتِ نصب میں دوزبر کی شکل میں اور حالتِ جر میں دو زیر کی شکل میں ہوتی ہے جبکہ نونِ تثنیہ فی کلّ حالٍ مکسور ہوتا ہے۔

(۴)۔۔۔تنوین واحد وجمع مکسر میں آتی ہے جبکہ نونِ تثنیہ صرف صیغۂ تثنیہ میں آتا ہے۔

(۵)۔۔۔تنوین صرف اسم پر آتی ہے جبکہ نونِ تثنیہ اسم اور فعل دونوں میں آتا ہے۔

(۶)۔۔۔تنوین کو نون ساکن کی صورت میں لکھ سکتے ہیں جبکہ نونِ تثنیہ کو تنوین کی صورت میں نہیں لکھا جا سکتا۔

(۷)۔۔۔تنوین نونِ ساکن ہوتا ہے جبکہ نونِ تثنیہ متحرک بالکسر ہوتا ہے۔

سوال 29: اللہ تعالی نے قرآنِ پاک میں دیگر چیزوں کی قسم کیوں اٹھائی ہے؟

جواب: اللہ تعالٰی جب اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی شَے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ شے (معاذاللہ) اللہ تعالٰی سے عظیم ہے، بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف وعظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شے بنسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذاللہ بنسبت اللہ تعالٰی کے عظیم ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۵ ص ۵۵۸)

سوال 30: قبر پر اذان کیوں دی جاتی ہے؟

جواب: قبر پر اذان کہنے میں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے: "جب تم کسی جگہ آگ بھڑکتی ہُوئی دیکھو اور تم اسے بجھانے کی طاقت نہ رکھتے ہو، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائے گی"۔

(الکامل فی الضعفاء الرجال از من اسمہ عبد اللہ بن لہیعہ مطبوعہ مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ۴/۱۴۶۹)

چونکہ عذابِ قبر بھی آگ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بجھانے کی طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو تکبیر کہو یعنی اذان دو تا کہ فوت ہونے والے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں۔(فتاوی رضویہ جلد ۵ ص ۶۲۰)

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قبر پر اذان دفعِ شیطان کے لیے دی جاتی ہے جیسے کہ حدیث میں ہے اذان جب ہوتی ہے شیطان ۳۶ میل بھاگ جاتا ہے۔ الفاظ حدیث میں یہ ہیں کہ "روحا" تک بھاگتا ہے اور روحا مدینہ طیبہ سے "۳۶" میل دور ہے۔(صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل الاذان۔۔۔۔۔الخ، الحدیث ۳۸۹،۳۸۸، ص ۲۰۴)

سوال 31: عید الفطر کس دن ہو گی؟ جاننے کا کیا فارمولہ ہے؟

جواب: نیچے دیئے گئے جدول میں ملاحظہ فرمائیں:

1401ھ سے 1500ھ تک کی عید الفطر کا جدول

ش	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	انگریزی ماہ و تاریخ	دن
1	1401	1981	2۔اگست	اتوار
2	1402	1982	23۔جولائی	جمعہ
3	1403	1983	۔جولائی	منگل
4	1404	1984	1۔جولائی	اتوار
5	1405	1985	20۔جون	جمعرات
6	1406	1986	9۔جون	پیر
7	1407	1987	29۔مئی	جمعہ
8	1408	1988	18۔مئی	بدھ
9	1409	1989	7۔مئی	اتوار
10	1410	1990	27۔اپریل	جمعہ

11	1411	1991	16۔اپریل	منگل
12	1412	1992	4۔اپریل	ہفتہ
13	1413	1993	25۔مارچ	جمعرات
14	1414	1994	14۔مارچ	پیر
15	1415	1995	2۔مارچ	جمعہ
16	1416	1996	21۔فروری	بدھ
17	1417	1997	9۔فروری	اتوار
18	1418	1998	30۔جنوری	جمعہ
19	1419	1999	19۔جنوری	منگل
20	1420	2000	8۔جنوری	ہفتہ
21	1421	2000	28۔دسمبر	جمعرات
22	1422	2001	17۔دسمبر	پیر
23	1423	2002	6۔دسمبر	جمعہ
24	1424	2003	26۔نومبر	بدھ
25	1425	2004	14۔نومبر	اتوار
26	1426	2005	3۔نومبر	جمعرات
27	1427	2006	24۔اکتوبر	منگل
28	1428	2007	13۔اکتوبر	ہفتہ
29	1429	2008	2۔اکتوبر	جمعرات
30	1430	2009	21۔ستمبر	پیر

جدول

ش	سنہ ہجری	سنہ عیسوی	انگریزی ماہ و تاریخ	دن
31	1431	2010	10۔ ستمبر	جمعہ
32	1432	2011	31۔اگست	بدھ
33	1433	2012	19۔اگست	اتوار
34	1434	2013	8۔اگست	جمعرات
35	1435	2014	29۔جولائی	منگل
36	1436	2015	18۔جولائی	ہفتہ
37	1437	2016	7۔جولائی	جمعرات
38	1438	2017	26۔جون	پیر
39	1439	2018	15۔جون	جمعہ
40	1440	2019	5۔جون	بدھ
41	1441	2020	24۔مئی	اتوار
42	1442	2021	13۔مئی	جمعرات
43	1443	2022	3۔مئی	منگل
44	1444	2023	22۔اپریل	ہفتہ
45	1445	2024	10۔اپریل	بدھ
46	1446	2025	31۔مارچ	پیر
47	1447	2026	20۔مارچ	جمعہ
48	1448	2027	10۔مارچ	بدھ
49	1449	2028	27۔فروری	اتوار
50	1450	2029	15۔فروری	جمعرات
51	1451	2030	5۔فروری	منگل

52	1452	2031	25۔جنوری	ہفتہ
53	1453	2032	14۔جنوری	بدھ
54	1454	2033	3۔جنوری	پیر
55	1455	2033	23۔دسمبر	جمعہ
56	1456	2034	12۔دسمبر	منگل
57	1457	2035	2۔دسمبر	اتوار
58	1458	2036	20۔نومبر	جمعرات
59	1459	2037	10۔نومبر	منگل
60	1460	2038	30۔اکتوبر	ہفتہ
61	1461	2039	19۔اکتوبر	بدھ
62	1462	2040	8۔اکتوبر	پیر
63	1463	2041	27۔ستمبر	جمعہ
64	1464	2042	16۔ستمبر	منگل
65	1465	2043	6۔ستمبر	اتوار
66	1466	2044	25۔اگست	جمعرات
67	1467	2045	15۔اگست	منگل
68	1468	2046	4۔اگست	ہفتہ
69	1469	2047	24۔جولائی	بدھ
70	1470	2048	13۔جولائی	پیر
71	1471	2049	2۔جولائی	جمعہ
72	1472	2050	21۔جون	منگل
73	1473	2051	11۔جون	اتوار

74	1474	2052	30۔مئی	جمعرات
75	1475	2053	19۔مئی	پیر
76	1476	2054	9۔مئی	ہفتہ
77	1477	2055	28۔اپریل	بدھ
78	1478	2056	17۔اپریل	پیر
79	1479	2057	6۔اپریل	جمعہ
80	1480	2058	26۔مارچ	منگل
81	1481	2059	16۔مارچ	اتوار
82	1482	2060	4۔مارچ	جمعرات
83	1483	2061	21۔فروری	پیر
84	1484	2062	11۔فروری	ہفتہ
85	1485	2063	31۔جنوری	بدھ
86	1486	2064	20۔جنوری	اتوار
87	1487	2065	9۔جنوری	جمعہ
88	1488	2065	29۔دسمبر	پیر
89	1489	2066	19۔دسمبر	اتوار
90	1490	2067	8۔دسمبر	جمعرات
91	1491	2068	29۔نومبر	پیر
92	1492	2069	16۔نومبر	ہفتہ
93	1493	2070	5۔نومبر	بدھ
94	1494	2071	25۔اکتوبر	اتوار
95	1495	2072	14۔اکتوبر	جمعہ

96	1496	2073	3۔اکتوبر	منگل
97	1497	2074	23۔ستمبر	اتوار
98	1498	2075	12۔ستمبر	جمعرات
99	1499	2076	31۔اگست	پیر
100	1500	2077	21۔اگست	ہفتہ

دوماہ دس دن کے بعد "عید الاضحی"۔۳ماہ ایک دن بعد یومِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ۔

سوال32:حدیث میں تکیہ،خوشبو اور تیل کو لوٹانے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟

جواب:"شمائل ترمذی"میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ،سرور قلب وسینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ تین چیزیں واپس نہیں لوٹانی چاہئے (۱) تکیہ (۲) خوشبو و تیل اور (۳) دودھ۔ (جامع الترمذی،الشمائل،باب ماجاء فی تعطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم،الحدیث ۲۱۶،ج۵،ص ۵۴۰)

خوشبو،تکیہ اور دودھ (ان میں تمام کم قیمت کی چیزیں شامل ہیں) کا ہدیہ قبول کرنے کی حکمت محدثین کرام رحمہم اللہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عموماً یہ چیزیں اتنی قیمتی نہیں ہوتیں اور ظاہر ہے جو سستی چیز ہوتی ہے وہ دینے والے کے لئے زیادہ بوجھ ثابت نہیں ہوتی اور قبول نہ کرنے پر دینے والے کا دل ٹوٹنے کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔اور چونکہ ہمارے مدینے والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کسی کا دل توڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔اس لئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم خوشبو کا تحفہ رد نہیں فرماتے۔چنانچہ ہمیں بھی چاہیئے کہ اگر ہمیں کوئی خوشبو یا سستی چیز تحفۃً پیش کرے تو اسے سنت سمجھ کر قبول کرلیناچاہیئے۔اگر کوئی قیمتی چیز پیش کرے تو اسے بھی قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں مگر غور کرلینامناسب معلوم ہوتا ہے کہ کہیں مروت وغیرہ میں تو نہیں دے رہا کہ یہ دینا بعد میں خود اسی پر بار پڑ جائے۔

سوال33:جن کو جن کیوں کہتے ہیں؟

جواب:شارح بخاری علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں:لغت میں جن کا معنی ہے ستر اور خفا اور جن کو اسی لئے جن کہتے ہیں کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں لوگ فرشتوں کو بھی جن کہا کرتے تھے کیونکہ وہ ان کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے تھے۔

(عمدۃ القاری ج۔ا۔ص ۶۴۴)

سوال 34: جنات کس دن پیدا ہوئے؟

جواب: حضرت سیدنا ربیع بن انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے فرشتوں کو بدھ کے دن، جنات کو جمعرات کے دن اور سیدنا آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا۔ (جامع البیان فی تاویل القرآن۔ ج۔ا۔ص ۲۳۷)

سوال 35: جنات کو کب پیدا کیا گیا؟

جواب: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نے جنت کو جہنم سے پہلے، اپنی رحمت کی اشیاء کو اپنے غضب کی چیزوں سے پہلے، آسمان کو زمین سے پہلے، سورج و چاند کو ستاروں سے پہلے، دن کو رات سے پہلے، دریا کو خشکی سے پہلے، فرشتوں کو جنوں سے پہلے، جنوں کو انسانوں سے پہلے اور نر کو مادہ سے پہلے پیدا فرمایا۔

(کتاب العظمۃ ص ۲۹۹)

سوال 36: سب سے پہلے صوف کا لباس کس نے پہنا؟

جواب: منقول ہے کہ بے شک سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اور حوا رضی اللہ عنہا نے صوف کا لباس پہنا، حضرت موسیٰ، عیسیٰ اور یحیی (علیہم السلام) اس لباس کو پہنا کرتے تھے، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سب نبیوں سے افضل ہیں، بھی ایک عباء زیبِ تن فرمایا کرتے تھے جس کی قیمت پانچ درہم تھی۔ (منہاج العارفین ص ۳۵)

سوال 37: ہر قمری مہینے کی پہلی تاریخ کس دن ہوگی؟ معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: جس سنہ ہجری کے قمری مہینے کی پہلی تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو اس کے سنہ کو ۸ سے تقسیم کر دیں، تقسیم کرنے کے بعد جو باقی بچے اس کو جدول میں دئے ہوئے عدد کے سامنے مہینہ اور دن دیکھیں۔ مثلاً سنہ ۱۴۴۲ ہجری کی پہلی شوّال المکرم کس دن ہوگی؟ پس ۱۴۴۲ کو ۸ سے تقسیم کیا تو باقی ۲ بچا، اب ۲ کے سامنے اور شوّال کے نیچے دیکھا تو جمعہ نکلا، اور واقعی پہلی شوّال ۱۴۴۲ ہجری کو جمعہ تھا۔ پس اس قاعدے اور جدول کی مدد سے آپ گزرے ہوئے

اور آنے والے قمری مہینوں کی پہلی تاریخ کا دن معلوم کر سکتے ہیں۔اور اگر تقسیم کرنے کے بعد کچھ نہ بچے تو اس کا فارمولہ اس میں شامل نہیں۔

نقشہ

عدد	ربیع الآخر رمضان	جمادی الاولی	محرّم شوّال	جمادی الاخری ذی القعدہ	صفر رجب	ربیع الاوّل ذی الحجہ	شعبان
1	سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
2	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	منگل
3	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار
4	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات
5	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر
6	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	سنیچر
7	جمعرات	جمعہ	سنیچر	اتوار	پیر	منگل	بدھ

نوٹ:علم ہیئت،علمِ توقیت،علمِ تقویم اور علمِ طب کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب بنام"تسلیم التوقیت"مصنف:مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

سوال38:سب سے پہلے گھوڑے پر کس نے سواری فرمائی؟

جواب:سب سے پہلے گھوڑے پر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سواری فرمائی۔آپ سے پہلے یہ وحشی اور جنگلی چوپایہ تھا۔اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم لوگ گھوڑے کی سواری کرو کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بیویوں کے بعد سب سے زیادہ گھوڑا محبوب تھا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ گھوڑا میدانِ جنگ میں یہ تسبیح پڑھتا ہے "سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَّبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ" خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند گھوڑے تھے جن پر آپ سواری فرمایا کرتے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ کون کون سی سواریاں آپ کو پسند ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ گھوڑا اور گدھا اور اونٹ کیونکہ گھوڑا اولوالعزم رسولوں کی سواری ہے اور اونٹ حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب و حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے اور گدھا حضرت عیسیٰ و حضرت عزیر علیہما السلام کی سواری ہے اور میں کیوں نہ اس چوپائے (یعنی گدھے) سے محبت رکھوں جس کو مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا۔(عَجَائِبُ القرآن مع غَرَائِبِ القرآن ص ۳۲۷)

سوال39: سب سے پہلے ترازو کس نے قائم کیا؟

جواب: سب سے پہلے ترازو قائم کرنے والے حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔

(عَجَائِبُ القرآن مع غَرَائِبِ القرآن ص ۱۶۹)

سوال40: سب سے پہلے کس نے ہتھیار بنائے؟

جواب: سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ جیسے کہ عجائب القرآن مع غرائب القرآن میں ہے:

سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا وہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ کپڑوں کے سینے اور سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ابتداء بھی آپ ہی سے ہوئی۔ اس سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں پہنتے تھے۔ سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے، ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے اور علم نجوم و حساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ ہی ہیں۔ یہ سب کام آپ ہی سے شروع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل فرمائے۔ اور آپ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا بکثرت درس دیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کا لقب "ادریس" ہو گیا۔ اور آپ کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ بہت سے لوگوں کو آپ کا اصلی نام معلوم ہی نہیں۔ قرآن مجید میں آپ کا نام "ادریس" ہی ذکر کیا گیا ہے۔(عَجَائِبُ القرآن مع غَرَائِبِ القرآن ص ۱۶۹)

آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اُٹھا لیا ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مروی ہے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں، کیسا ہوتا ہے؟ لہٰذا تم میری روح قبض کرکے دکھاؤ۔ ملک الموت نے اس حکم کی تعمیل کی اور روح قبض کرکے اُسی وقت آپ کی طرف لوٹا دی اور آپ زندہ ہوگئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب مجھے جہنم دکھاؤ تاکہ خوفِ الٰہی زیادہ ہو۔ چنانچہ یہ بھی کیا گیا جہنم کو دیکھ کر آپ نے داروغۂ جہنم سے فرمایا کہ دروازہ کھولو، میں اس دروازے سے گزرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ اس پر سے گزرے۔ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت دکھاؤ، وہ آپ کو جنت میں لے گئے۔ آپ دروازوں کو کھلوا کر جنت میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد ملک الموت نے کہا کہ اب آپ اپنے مقام پر تشریف لے چلئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ تو موت کا مزہ میں چکھ ہی چکا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کہ ہر شخص کو جہنم پر گزرنا ہے تو میں گزر چکا۔ اب میں جنت میں پہنچ گیا اور جنت میں پہنچنے والوں کے لئے خداوندِ قدوس نے یہ فرمایا ہے کہ وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ کہ جنت میں داخل ہونے والے جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اب مجھے جنت سے چلنے کے لئے کیوں کہتے ہو؟ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی بھیجی کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے جو کچھ کیا میرے اذن سے کیا اور وہ میرے ہی اذن سے جنت میں داخل ہوئے۔ لہٰذا تم انہیں چھوڑ دو۔ وہ جنت ہی میں رہیں گے۔ چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں کے اوپر جنت میں ہیں اور زندہ ہیں۔

(خزائن العرفان، ص ۵۵۶۔۵۵۷، مریم: ۵۶۔ ۵۸)

سوال 41: سب سے پہلے ''اَمَّا بَعْدُ'' کس نے کہا؟

جواب: اس کے بارے میں چند اقوال ہیں:

(۱)۔۔۔ امام دارقطنی علیہ رحمۃ اللہ الغنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے ''غَرَائِبُ مَالِك'' میں نقل فرمایا کہ جب مَلَكُ الْمَوْت حضرت سیِّدُنا عزرائیل عَلَیْہِ السَّلَام حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت سیِّدُنا یعقوب عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی گفتگو میں اس لفظ (یعنی اَمَّا بَعْدُ) کو ذکر فرمایا۔ اگر یہ صحیح ہو تو آپ عَلَیْہِ السَّلَام ہی وہ سب سے پہلی ہستی ہیں جس نے اس لَفظ کو اِستعمال فرمایا۔

(۲)۔۔۔اس کی اِبتدا حضرت **سیِّدُنا داوٗد** عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے کی۔

(۳)۔۔۔**قُس بن ساعدہ** نے اس کی اِبتدا کی۔

(۴)۔۔۔**کَعب بن لُوَی** سے اس کی اِبتدا ہوئی۔

(۵)۔۔۔**یُعْرَبْ بِنْ قَحْطَان** نے سب سے پہلے اِستعمال کیا۔

(۶)۔۔۔ایک قول کے مطابق سب سے پہلے **سَحْبَان** نے یہ لفظ بولا۔

(عمدۃ القاری، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ ...الخ، ج۵، ص۸۷، بتقدم وتأخر)

سوال42:سب سے پہلے قرآن کا نام مصحف کس نے رکھا؟

جواب : قرآن پاک کو جمع کرکے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے ہی اس کو "مُصْحَفْ" کا نام دیا۔(الکامل فی التاریخ، ج۲، ص۲۷۲، تاریخ الخلفاء ، ص۵۹)

سوال43:سب سے پہلے کس نے تاج شاہی اپنے سر پر رکھا؟

جواب: "نمرود"بڑے طنطنے کا بادشاہ تھا سب سے پہلے اس نے اپنے سر پر تاج شاہی رکھا اور خدائی کا دعوٰی کیا۔ یہ ولد الزنا اور حرامی تھا اور اس کی ماں نے زنا کرالیا تھا جس سے نمرود پیدا ہوا تھا کہ سلطنت کا کوئی وارث پیدا نہ ہو گا تو بادشاہت ختم ہو جائے گی۔ لیکن یہ حرامی لڑکا بڑا ہو کر بہت اقبال مند ہوا اور بہت بڑا بادشاہ بن گیا۔ مشہور ہے کہ پوری دنیا کی بادشاہی صرف چار ہی شخصوں کو ملی جن میں سے دو مؤمن تھے اور دو کافر۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت ذوالقرنین تو صاحبان ایمان تھے اور نمرود و بخت نصر یہ دونوں کافر تھے۔ نمرود اپنی سلطنت بھر میں صرف ان ہی لوگوں کو خوراک کا سامان دیا کرتا تھا جو لوگ اس کی خدائی کو تسلیم کرتے تھے۔

(عَجَائِبُ القرآن مع غَرَائِبِ القرآن ص ۲۶۴)

سوال44:سب سے پہلے زیتون کا درخت کہاں اگا؟

جواب: قرآن مجید میں مبارک درخت سے مراد "زیتون" کا درخت ہے۔ طوفانِ نوح علیہ السلام کے بعد یہ سب سے پہلا درخت ہے جو زمین پر اُگا اور سب سے پہلے جہاں اُگا وہ کوہِ طور ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا سے

ہم کلام ہوئے۔ زیتون کے درخت کی عمر بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض عالموں نے فرمایاہے کہ تین ہزار برس تک یہ درخت باقی رہتا ہے۔(تفسیر صاوی، ج۴، ص ۱۳۶۰، پ۱۸، المومنون:۲۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ زیتون میں بہت سے فوائد اور منفعتیں ہیں۔ اس کے تیل سے چراغ جلایا جاتا ہے اور یہ بطور سالن کے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کی سر اور بدن پر مالش بھی کرتے ہیں اور یہ چمڑے کی دباغت میں بھی کام آتا ہے اور اس سے آگ بھی جلاتے ہیں اور اس کا کوئی بھی جزبیکار نہیں۔ یہاں تک کہ اس کی راکھ سے ریشم دھو کر صاف کیا جاتا ہے اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے مکانوں اور مقدس زمینوں میں اُگتا ہے اور اس کے لئے ستر انبیائے کرام نے برکت کی دعا مانگی ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس دعاؤں سے بھی یہ درخت سرفراز ہوا ہے۔

(تفسیر صاوی، ج۴، ص ۱۴۰۵، پ۱۸،نور:۳۵)

سوال 45:سب سے پہلے لوحِ محفوظ میں کیا لکھا گیا؟

جواب: حضرتِ سیِّدُنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:اللہ عزوجل نے سب سے پہلے جو چیز لَوحِ محفوظ میں لکھی وہ یہ ہے کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی عبادت کا مستحِق نہیں! محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم میرے رسول ہیں۔ جس نے میرے فیصلے کو تسلیم کر لیااور میری نازل کی ہوئی مصیبت پر صبر کیااور میری نعمتوں کا شکر ادا کیاتو میں نے اس کو صِدّیق لکھاہے اور اس کو صِدّیقین کے ساتھ اٹھاؤں گا اور جس نے میرے فیصلے کو تسلیم نہیں کیااور میری نازِل کی ہوئی مصیبت پر صَبْر نہیں کیااور میری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کیاوہ میرے سوا جسے چاہے اپنا معبود بنالے۔

(تفسیر قرطبی ج۱۰ص۲۱۰)

سوال 46:سب سے پہلے چیچک کی بیماری عرب میں کب پیدا ہوئی؟

جواب: حضرتِ سَیِّدُنا عبد المطلب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ پہاڑ پر چڑھ کر اَبرَہَہ کے لشکر کو دیکھ رہے تھے اسی دوران اللہ نے سیاہ پرندے بھیجے جن کی چونچیں سُرخ اور گردنیں سبز اور لمبی تھیں۔ یہ پرندے اَبرَہَہ کے لشکر پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں گراتے، جسے بھی وہ کنکری لگتی وہ فوراًہلاک ہو جاتا کچھ ہی دیر میں سارے کا سارا لشکر تباہ وبرباد ہو گیا۔

حضرت عِکْرِمَہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا کہ جسے وہ کنکری لگتی وہ چیچک (یعنی ایسی بیماری جس کی وجہ سے جسم پر دانے نکل آتے ہیں) میں مبتلا ہو جاتا، چیچک کی بیماری سب سے پہلے عرب میں اسی دوران پیدا ہوئی۔

(فیضانِ ریاض الصالحین ص ۴۳)

سوال 47: سب سے پہلے کس نے چونے اور اینٹوں سے عِمارَت تعمیر کروائی؟

جواب: مَنْقُول ہے کہ سب سے پہلے فِرْعَون نے چونے اور اینٹوں سے عِمارَت تعمیر کروائی اور سب سے پہلے یہ کام (اس کے وزیر) ہامان نے کیا، پھر دیگر سرکش لوگوں نے ان دونوں کی پیروی کی اور یہی زیب وزِیْنَت ہے۔

(قوت القلوب ج ۲ ص ۵۱۲)

سوال 48: دُنیا میں سب سے پہلا اخبار کہاں سے اور کون سا نکلا؟

جواب: اَخبار کی تاریخ بَہُت پُرانی ہے، ایک اندازے کے مطابق ۱۰۴ء میں چین کے اندر کاغذ کی اِیجاد ہوئی، سب سے پہلا چھاپہ خانہ (Printing Press) وہیں بنا اور ایک تحقیق کے مطابِق سب سے پہلا مطبوعہ اخبار بھی چین ہی میں بَنام ”گزٹ ٹی پاؤ“ (یعنی محل کی خبریں) جاری ہوا۔ بَرِّ عظیم پاک وہند کے پہلے اردو اخبار کا نام ”جامِ جہاں نُما“ ہے جس کا سنِ اشاعت مارچ ۱۸۲۲ء ہے۔ (اخبار کے بارے میں سوال جواب ص ۲)

سوال 49: انسانی معلومات کا سب سے پہلا ذریعہ کون سا ہے؟

جواب: انسانی معلومات کا سب سے پہلا ذریعہ مشاہدہ ہی ہے، کہ انسان جب آنکھ کھولتا ہے تو چیزوں کو دیکھتا ہے۔

(عقیدۂ آخرت ص ۳۰)

سوال 50: اسلام میں مرتد کو قتل کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟

جواب: صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: مُرتَد کو قید کرنا اور اسلام نہ قبول کرنے پر قتل کر ڈالنا بادشاہِ اسلام کا کام ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ایسا شخص اگر زندہ رہا اور اس سے تَعَرُّض نہ کیا گیا (یعنی روک ٹوک نہ کی گئی) تو ملک میں طرح طرح کے فساد پیدا ہوں گے اور فتنہ کا سلسلہ روز بروز ترقّی پذیر ہو گا، جس کی وجہ سے اَمنِ عامّہ میں خَلَل پڑے گا، لہٰذا ایسے شخص کو ختم کر دینا ہی مُقتَضائے حکمت (یعنی مَصلَحت کا تقاضا) تھا۔ اب چُونکہ حکومتِ اسلام ہندوستان میں باقی نہیں، کوئی روک تھام کرنے والا باقی نہ رہا،

ہر شخص جو چاہتا ہے بکتا ہے اور آئے دن مسلمانوں میں فَساد پیدا ہوتا ہے، نئے نئے مذہب پیدا ہوتے رہتے ہیں، ایک خاندان بلکہ بعض جگہ ایک گھر میں کئی مذہب ہیں اور بات بات پر جھگڑے لڑائی ہیں، ان تمام خرابیوں کا باعِث یہی نیا مذہب ہے۔ ایسی صورت میں سب سے بہتر ترکیب وہ ہے جو ایسے وقت کے لیے قرآن و حدیث میں ارشاد ہوئی، اگر مسلمان اُس پر عمل کریں تمام قِصّوں سے نَجات پائیں دنیا و آخِرت کی بھلائی ہاتھ آئے۔ وہ یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے بالکل مَیل جُول چھوڑ دیں، سلام کلام ترک کر دیں، ان کے پاس اُٹھنا بیٹھنا، اُن کے ساتھ کھانا پینا، اُن کے یہاں شادی بیاہ کرنا غَرَض ہر قسم کے تعلُّقات ان سے قَطع کر دیں گویا سمجھیں کہ وہ اب رہا ہی نہیں۔ (بہارِ شریعت حصّہ ۹ ص ۱۷۵)

عورت یا بچّہ مُرتَد ہو تو سزا

صدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولیٰنا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی مزید فرماتے ہیں: عورت یا نابالغ سمجھ وال (یعنی سمجھدار) بچّہ مُرتَد ہو جائے تو قتل نہ کریں گے۔ بلکہ قید کریں گے یہاں تک کہ توبہ کرے اور مسلمان ہو جائے۔ (بہارِ شریعت حصّہ ۹ ص ۱۷۵، عالمگیری ج ۲ ص ۲۵۴)

سوال 51: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی معرفت کیوں نہیں ہوتی؟

جواب: معرفت اس چیز کی حاصل ہوتی ہے جو دکھائی دے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات دکھائی ہی نہیں دیتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جان سے بھی قریب فرمایا ہے۔ پس جب جان کی معرفت حاصل نہیں ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کیسے حاصل ہو۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نور ہیں اور نور کی معرفت بشر سے باہر ہے۔

سوال 52: قرآنِ پاک میں لفظِ صلوۃ کتنی بار آیا ہے؟

جواب: قرآنِ کریم میں لفظِ صَلوٰۃ کم و بیش ۶۷ مرتبہ اور لفظِ صَلَوٰت ۵ مرتبہ آیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

لفظِ صلوۃ سورۃ البقرۃ میں ۹ بار، سورۃ النساء میں ۹ بار، سورۃ المائدۃ میں ۶ بار، سورۃ الانعام میں ایک بار، سورۃ الاعراف میں ایک بار، سورۃ الانفال میں ایک بار، سورۃ التوبۃ میں ۵ بار، سورۃ یونس، ہود اور رعد میں ایک ایک بار، سورۃ ابراہیم میں ۳ بار، سورہ بنی اسرائیل میں ایک بار، سورہ مریم میں ۳ بار، سورہ طٰہٰ میں ۲ بار، سورۃ الانبیاء میں ایک بار، سورۃ الحج میں ۳ بار، سورۃ النور میں ۴ بار، سورۃ النمل میں ایک بار، سورۃ العنکبوت میں ۲ بار، سورہ روم

میں ایک بار، سورہ لقمٰن میں ۲ بار، سورۃ الاحزاب میں ایک بار، سورۃ الفاطر میں ۲ بار، سورۃ الشوری اور سورۃ المجادلہ میں ایک ایک بار، سورۃ الجمعہ میں ۲ بار اور سورہ مزمل و سورۃ البینہ میں ایک ایک بار آیا ہے۔ جبکہ لفظِ صلوٰت سورۃ البقرہ میں ۲ بار اور سورۃ التوبہ، سورۃ الحج و سورۃ المؤمنون میں ایک ایک بار آیا ہے۔

سوال 53: غم دور ہونے اور عقل بڑھنے کا نسخہ کیا ہے؟

جواب: حضرت امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اپنا لباس صاف رکھے اس کے غم کم ہو جائیں گے اور جو خوشبو لگائے اس کی عقل میں اضافہ ہو گا۔ (احیاء العلوم ج ا ص ۵۶۱)

سوال 54: زمین اور آسمان میں سے کون افضل ہے؟

جواب: اللہ تبارک و تعالیٰ زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تو ان کا آپس میں یوں مناظرہ ہوا:

فلک بولا: مجھ میں ماہ و خورشید درخشاں ہیں۔ زمین بولی: مجھ میں لعل ہیں گلہائے خنداں ہیں۔ فلک بولا: زمین سے مجھ میں انوارِ الٰہی ہیں۔ زمین بولی: فلک سے مجھ میں اسرارِ الٰہی ہیں۔ فلک بولا: مجھ میں کہکشاں تاروں کی جڑی ہو گی۔ زمین بولی: مجھ میں پھولوں کی لڑی ہو گی۔ فلک بولا: گھٹا اٹھ کر میری تجھ کو گھٹا دے گی۔ زمین بولی: مجھ کو عاجزی تجھ سے بڑھا دے گی۔ فلک بولا: تارے مجھ میں ہیں تاروں سے زینت ہے۔ زمین بولی: غنچے مجھ میں ہیں غنچوں میں نکہت ہے۔ فلک بولا: ستاروں سے مزین میرا سینہ ہے۔ زمین بولی: مجھ میں طور ہے، مکہ مدینہ ہے۔ فلک بولا: مجھ پر کرسی و عرشِ عُلیٰ ہوں گے۔ زمین بولی: مجھ میں اولیاء انبیاء ہوں گے۔

گویا یہ مناظرہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا، مگر جب اللہ کریم کے رسولِ عظیم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے آکر زمین کو تسکین بخشی تو زمین رسولِ عظیم علیہ الصلوۃ و تسلیم کے مبارک قدمین شریفین کو چوم کر مستی میں جھوم کر کہنے لگی:

زمین بولی: ہاں! ہاں! اے آسمان! میں تجھ سے بہتر ہوں کہ میرے اوپر امام الانبیاء، سرورِ اصفیاء، محبوبِ کبریاء جلوہ گر ہیں۔ یہ سن کر آسمان لاجواب ہو گیا اور اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے اپنا سر جھکا کر دعا کی: اے اللہ! اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرا تاکہ ان کے قدومِ میمنت لزوم کو میں بھی چوموں اور پھر زمین کے سامنے کہہ

سکوں: کہ ہاں! میں نے بھی اللہ کریم کے رسولِ عظیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے مبارک قدمین شریفین کے بوسے لئے ہیں۔

عاشقوں کے امام، امامِ عشق و محبت، اعلیٰ حضرت، الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ المنان زمین کے اس طعنے اور اس طعنے سے آسمان کے جھک جانے کو کس پیارے انداز میں شعر کا جامہ پہنا کر قلم بند کرتے ہیں:

خم ہو گئی پشتِ فلک اس طعنِ زمیں سے | سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا
اے مدّعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے | اس خاک میں مدفوں شہِ بطحا ہے ہمارا
ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہِ کونین | معمور اِسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا
ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی | آباد رضاؔ جس پہ مدینہ ہے ہمارا

(شرحِ کلامِ رضا فی نعتِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ص ۹۱)

سوال55:انسان کی زندگی میں خوشی کم اور غم زیادہ کیوں ہوتے ہیں؟

جواب: انسان کی زندگی میں خوشی کم اور غم زیادہ ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر پر ۳۹ دن غم کی بارش اور ایک دن خوشی کی بارش ہوئی تھی۔

سوال56:بچے کی جنس کی تعیین کے متعلق جدید سائنس کیا کہتی ہے؟

جواب: بچے کی جنس کی تعیین (یعنی لڑکا پیدا ہو گا یا لڑکی) کے متعلق جدید میڈیکل سائنس یہ کہتی ہے کہ: ”بچے کی جنس کا انحصار مرد کی منی یا سپرم پر ہوتا ہے، عورت کے بیضے پر نہیں۔ مرد کے ایک جرثومے کے اندر ۲۳ کروموسومز ہوتے ہیں۔ اسی طرح عورت کے ایک بیضے کے اندر بھی ۲۳ کروموسومز ہوتے ہیں۔ جب جرثومے اور بیضے کا ملاپ ہوتا ہے تو یہ سب جرثومے جوڑوں کی شکل میں مل جاتے ہیں۔ اس طرح کل ۲۳ جوڑے بن جاتے ہیں یعنی کل کروموسومز کی تعداد ۴۶ ہوتی ہے۔ ان میں سے ۲۲ جوڑے غیر جنسی ہوتے ہیں اور ان کو آٹوسوم کہا جاتا ہے۔ جبکہ ۲۳ واں جوڑا جنسی جوڑا ہوتا ہے۔ اور یہی جوڑا جنین (یعنی بچے) کی جنس کا تعین کرتا ہے کہ وہ لڑکا ہو گا یا لڑکی۔ مرد کے جرثومے کے اندر دو اقسام کے کروموسومز تشکیل پاتے ہیں۔ جن کو ایکس 'X' یا وائی 'Y' کہا جاتا ہے۔ مگر عورت کے

بیضے کے اندر تمام کروموسومز 'X' نوعیت کے ہوتے ہیں۔ کروموسومز کو یہ نام اِن حروف سے مشابہت کی بنا پر دیئے گئے ہیں۔ وائی "Y" کروموسوم میں مذکر جنس ہوتا ہے جبکہ ایکس "X" کروموسوم میں مونث جنس ہوتا ہے۔

اور بچے کی جنس کی تعیین کے متعلق اسلام نے ۱۴۰۰ سال قبل ہی اعلان فرمادیا تھا کہ "اس کا دار و مدار مرد پر ہی ہے" جیسے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى(۴۵) (پ۲۷، النجم،۴۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور یہ کہ اسی نے دو جوڑے بنائے نَر اور مادہ۔

مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى(۴۶) (پ۲۷، النجم،۴۶)

ترجمہ کنزالایمان: نطفہ سے جب ڈالا جائے۔

نطفہ انسان کے اعضاے تناسل سے نکلنے والے منی کے پانی کو کہتے ہیں اور **تُمْنٰى** کا مطلب ہے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے۔ پس اس آیت میں بتایا گیا کہ بچے کی جنس کا انحصار مرد کی منی پر ہے کہ وہی اپنی منی کو ٹپکاتا ہے اور یہ جدید میڈیکل سائنس نے ہمیں حال ہی میں بتایا ہے۔

اور سورۃ القیامہ میں اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے:

اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰى(۳۷) (پ۲۹، القیامۃ،۳۷)

ترجمہ کنزالایمان: کیا وہ ایک بوند نہ تھا اس منی کا جو (رحمِ مادر میں) گرائی جائے۔

ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى(۳۸) (پ۲۹، القیامۃ،۳۸)

ترجمہ کنزالایمان: پھر خون کی پھٹک ہوا تو اس نے پیدا فرمایا پھر ٹھیک بنایا۔

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى(۳۹) (پ۲۹، القیامۃ،۳۹)

ترجمہ کنزالایمان: تو اس سے دو جوڑے بنائے مرد اور عورت۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ یہی ارشاد فرما رہا ہے کہ مرد کی منی کا تھوڑا سا حصہ یا مقدار یا قطرہ جو عورت کے رحم کے اندر ٹپکایا جاتا ہے، وہی بچے کی جنس کا ذمہ دار ہے۔

سوال57:رحم میں بچے کی کیسی حالت ہوتی ہے؟

جواب: بچے کی ٹھوڑی اس کے گھٹنوں پر رکھی ہوتی ہے اور دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے ہوتے ہیں،بچہ مشیمہ نام کی جھلی میں لپٹا ہوتا ہے۔ فلسفی کہتے ہیں:"ماں کے رحم میں لڑکی کا چہرہ اپنی ماں کے چہرے کی طرف ہوتا ہے اور لڑکے کا چہرہ ماں کی کمر کی طرف ہوتا ہے"۔(فردوس الحکمت ص ۴۴)

جبکہ بہارِ شریعت میں ہے:"ذمیہ کو مسلمان کا حمل تھا وہ مرگئی اگر بچے میں جان پڑگئی تھی تو اُسے مسلمانوں کے قبرستان سے علیحدہ دفن کریں اوراس کی پیٹھ قبلہ کو کردیں کہ بچے کا منہ قبلہ کو ہو،اس لیے کہ بچہ جب پیٹ میں ہوتا ہے تو اُس کا منہ ماں کی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے۔(بہار شریعت ج۱،ص ۸۱۶)

سوال58:رحم میں لڑکا ہے یالڑکی اس کی پہچان کیسے ہوگی؟

جواب:اس کی پہچان کے لئے قدیم اطباء نے کئی طریقے بیان کئے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱)۔۔۔اگر لڑکا رحم میں ہوگا تو حاملہ عورت کے رحم اور چھاتی میں حرکت ہوتی ہے۔(فردوس الحکمت ص ۴۷)

(۲)۔۔۔حاملہ عورت اگر کھڑی ہے اس کو بلایا جائے تو وہ چلنے کے لئے داہنا قدم پہلے اٹھائے تو اس کے حمل میں لڑکا ہے،اگر بایاں قدم پہلے اٹھا کر چلے تو لڑکی ہے۔(فردوس الحکمت ص ۴۷)

(۳)۔۔۔اگر دورانِ حمل حاملہ کا رنگ نکھر جائے تو لڑکا پیدا ہوگا اور اگر نہ نکھرے بلکہ خراب ہو جائے تو لڑکی پیدا ہوگی،کیونکہ لڑکا گرم مزاج ہوتا ہے اور گرمی میں رنگ نکھرتا ہے جبکہ لڑکی سرد مزاج ہوتی ہے اور سردی میں رنگ خراب سبزی مائل ہوتا ہے۔(فردوس الحکمت ص ۴۸)

(۴)۔۔۔اگر عورت کی داہنی آنکھ اور رحم کے داہنی طرف بوجھ محسوس ہو تو لڑکا پیدا ہوگا،اور اگر بوجھ رحم اور آنکھ میں بائیں جانب ہو تو لڑکی پیدا ہوگی۔(فردوس الحکمت ص ۴۸)

سوال59:علمِ غیبِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر عقلی دلائل کیاہیں؟

جواب:علمِ غیبِ مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر تین عقلی دلائل ملاحظہ کیجئے:

(۱)۔۔۔ چند سال کامل استاد کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم قبلِ ولادت کروڑوں سال رب تعالیٰ کی بارگاہِ خاص میں حاضر رہے تو کیونکر کامل عالم نہ ہوں گے۔ یقیناً اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کامل عالم (یعنی ہر چیز کو جاننے والے) ہیں۔ (جاء الحق ص ۸۱)

(۲)۔۔۔ اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجہ ہو سکتی ہے: (۱)۔ پہلی یہ کہ شاگرد نااہل تھا، جس کی وجہ سے استاد سے پورا فیض نہ لے سکا۔۔ (۲)۔ دوسری یہ کہ خود استاد کامل نہ تھا جس کی وجہ سے مکمل سکھا نہ سکا۔ (۳)۔ تیسری یہ کہ استاد بخیل تھا جس کی وجہ سے شاگرد کو پورا علم نہ دیا، یا استاد کے نزدیک اس شاگرد سے زیادہ پیارا کوئی دوسرا شاگرد تھا جس کی وجہ سے اس کو پورا علم نہ دیا اور دوسرے کو دے دیا۔ (۴)۔ چوتھی یہ کہ استاد نے جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی کہ اس میں پورا علم نہ تھا۔

پس ان چار وجہوں کی وجہ سے شاگرد کا علم کم اور ناقص ہوتا ہے، مگر یہاں دیکھئے سکھانے والا اللہ، سیکھنے والا رسول اللہ، کتاب، کتاب اللہ، جس میں ہر خشک و تر، بحر و بر، گل و ثمر، پاسٹ و فیوچر ہر چیز کا علم موجود ہے۔ بتاؤ! کیا اللہ العلیم کامل استاد نہیں؟ کیا رسولِ عظیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم لائقِ شاگرد نہیں؟ کیا قرآنِ عظیم کامل کتاب نہیں؟

جب اللہ کامل استاد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کامل شاگرد، اور کتاب اللہ کامل کتاب، جس میں فرمایا: ''اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾'' **ترجمہ کنزالایمان:** رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔ (پ ۲۷، الرحمن، ۱-۲) پھر اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم ناقص کیوں؟ (جاء الحق ص ۸۱-۸۲)

(۳)۔۔۔ غیبوں کی غیب رب تعالیٰ کی ذات ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب شبِ معراج اپنی ظاہری مبارک آنکھوں سے رب کو دیکھ لیا تو اب عالَم کیا چیز ہے جو اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم سے چھپ سکے۔ (جاء الحق ص ۸۲)

تبھی تو امامِ عشق و محبت، امامِ اہلِ سنّت، جن کا لقب اعلیٰ حضرت، مجدِّدِ دین و ملّت علیہ رحمۃ اللہ العزت ہے لکھتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نِہاں ہو بھلا　　　جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں دُرُود

سوال60: قمری (یعنی ہجری) مہینہ اور سال کتنے دنوں کا ہوتا ہے؟

جواب: قمری (یعنی ہجری) مہینہ اوسطاً ۲۹ دن، ۱۲ گھنٹے، ۴۴ منٹ، ۵ سیکنڈ کا ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ ۲۹ دن، ۱۲ گھنٹے، ۴۴ منٹ کا ہوتا ہے۔ پس ان لوگوں نے منٹ کے بعد سیکنڈ کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ (ہدایۃ التقویم ص ۷)

قمری (ہجری) سال میں کبھی ۳۵۴ دن اور کبھی ۳۵۵ دن ہوتے ہیں۔ حالانکہ ۲۹ دن، ۱۲ گھنٹے، ۴۴ منٹ، ۵ سیکنڈ کو ۱۲ سے ضرب (multiple) دینے پر قمری سال کی اوسط مدّت ۳۵۴ دن، ۸ گھنٹے، ۴۹ منٹ بنتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کے قول کے مطابق ۳۵۴ دن، ۸ گھنٹے، ۴۸ منٹ بنتے ہیں۔ (ہدایۃ التقویم ص ۸)

سوال61: عرب شریف میں ہندوستان کی بنسبت چاند ایک دن پہلے ہو جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: یہ بہت اچھا سوال ہے، کیونکہ سگِ عطار (یعنی مصنف) نے بھی جب سے ہوش سنبھالا ہے تب سے لے کر آج تک یہی دیکھتا اور سنتا آرہا ہے کہ عرب شریف میں ہندوستان کی بنسبت ایک دن پہلے چاند ہو جاتا ہے۔ اس کی روداد غور سے سنئے:

عرب شریف میں قرونِ ثلاثہ سے اسلامی تواریخ کا مدار رؤیت ہلال پر رہا اور یہی شریعت کی تعلیم ہے، مگر کچھ عرصہ قبل سعودی حکمرانوں نے اس معیار کو ختم کر دیا، اس کی وجہ یہ بتائی کہ رؤیتِ ہلال کو معیار بنانے سے مسئلہ یہ درپیش ہوتا ہے کہ بعض مقامات پر چاند دکھائی دیتا ہے اور بعض مقامات پر نہیں دکھائی دیتا، جس کی وجہ سے اختلاف رونما ہوتا ہے، لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ پوری دنیا میں تمام عالمِ اسلام ایک دن اپنے قمری مہینے کا آغاز کریں تاکہ کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہ رہے، پس اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک مجلس بٹھائی جس میں طویل بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ چاند کی پیدائش (New Moon) پر اسلامی کیلنڈر کا مدار رکھا جائے، کیونکہ چاند کی پیدائش کے اوقات ہم سائنسی حسابات کے ذریعے وقت سے پہلے معلوم کر سکتے ہیں، اور پوری دنیا میں چاند کی پیدائش ایک وقت میں ہوتی ہے۔

کافی عرصے تک سعودی حکومت کا یہی سلسلہ رہا، مگر اہلِ اسلام کی طرف سے ان کی شدید مخالفت ہونے لگی، بالآخر انہوں نے اپنے معیار میں کچھ تبدیلی کی اور کہا کہ اگر چاند مطلع یعنی افق (Horizon) پر موجود ہوا اگرچہ ایک منٹ کے لئے ہی سہی تو ہم رؤیتِ ہلال کا اعلان کر دیں گے۔

یہ سلسلہ بھی کافی عرصہ چلتا رہا، لیکن اس پر بھی اعتراضات بدستور ہوتے رہے، آخرِ کار ۲۰۱۶ء کے قریب انہوں نے اپنا معیار ایک مرتبہ پھر بدل دیا، وہ یہ کہ اگر سائنسی لحاظ سے پوری دنیا میں کسی بھی ملک میں امکانِ رؤیت ہو گی تو ہم رؤیتِ ہلال کا اعلان کر دیں گے۔

اس وجہ سے ہندوستان کی بنسبت وہاں ایک دن پہلے عید وغیرہ منالی جاتی ہے اگرچہ وہاں چاند نہ نظر آیا ہو۔

سوال 62: کس عیسوی سال کی فروری ۲۹ اور کس عیسوی سال کی فروری ۲۸ دن کی ہوتی ہے؟

جواب: جو سنہ عیسوی ۴ سے پورا پورا تقسیم (divide) ہو جائے، اس سال کی فروری ۲۹ دن کی ہوگی، اور جو سنہ عیسوی ۴ سے پورا پورا تقسیم (divide) نہ ہو، اس سال کی فروری ۲۸ دن کی ہوگی۔ مثلاً سنہ ۲۰۲۰، ۴ سے پورا پورا تقسیم ہو جاتا ہے لہذا ۲۰۲۰ کی فروری ۲۹ کی ہوگی، اور ۲۰۲۳، ۲۰۲۲، ۲۰۲۱، یہ تینوں سنہ عیسوی ۴ سے پورا پورا تقسیم نہیں ہوتے اس لئے ان سالوں کی فروری ۲۸ دن کی ہوگی۔ (ہدایۃ التقویم ص ۱۱)

سوال 63: عیسوی تاریخ کا دن معلوم کرنے کا کیا قاعدہ ہے؟

جواب: اگر کسی عیسوی تاریخ کا دن معلوم کرنا ہو تو اس کے لئے مندرجہ ذیل سات قاعدوں پر عمل کرکے معلوم کیا جا سکتا ہے:

(۱)۔۔۔ اس سنِ عیسوی میں سے ایک عدد کم کیجئے۔ مثلاً ۶ مئی ۲۰۲۲ کا دن معلوم کرنا ہے تو ۲۰۲۲ میں ایک عدد کو کم کیا تو ۲۰۲۱ ہوا۔

(۲)۔۔۔ عیسوی سال کی صدی کو ۳ میں ضرب (گنا) دے کر حاصلِ ضرب کو محفوظ کر لیجئے۔ ۲۰۲۱ کی صدی ۲۰ ہے۔

(۳)۔۔۔ عیسوی سال کی صدی کو ۴ پر تقسیم (بھاگ) کرکے خارجِ قسمت کو محفوظ کر لیجئے۔ یعنی ۲۰ کو۔

(۴)۔۔۔ عیسوی سال کے باقی حصے کو ۴ پر تقسیم (بھاگ) کرکے خارجِ قسمت کو محفوظ کر لیجئے۔ یعنی ۲۱ کو۔

(۵)۔۔۔ کل عیسوی سال کو ۷ پر تقسیم (بھاگ) کرکے باقی بچے کو محفوظ کر لیجئے۔ یعنی ۲۰۲۱ کو۔

(۶)۔۔۔ایک جنوری سے ۶ مئی تک جتنے ایام بنتے ہیں ان کو جمع کرکے مزید ایک عدد بڑھا کرے ۷ پر تقسیم (بھاگ) کر کے باقی کو محفوظ کرلیجئے۔

(۷)۔۔۔اب آخر میں پانچوں محفوظ عددوں کو جمع کرکے ۷ پر تقسیم (بھاگ) کیجئے۔

اب اگر ایک باقی بچے تو اتوار، ۲ باقی بچے تو پیر، ۳ باقی بچے تو منگل، ۴ باقی بچے تو بدھ، ۵ باقی بچے تو جمعرات، ۶ باقی بچے تو جمعہ، اور ۷ باقی بچے یا صفر تو سنیچر۔ مثال کے طور پر: ۶ مئی ۲۰۲۲ کا دن معلوم کرنا ہے۔

۲۰ کو ۳ سے ضرب دیا تو ۶۰ ہوا۔	۶۰ محفوظِ اوّل
۲۰ کو ۴ سے تقسیم کیا تو خارجِ قسمت ۵ ہوا۔	۵ محفوظِ ثانی
۲۱ کو ۴ سے تقسیم کیا تو خارجِ قسمت ۵ ہوا	۵ محفوظِ ثالث
۲۰۲۱ کو ۷ سے تقسیم کیا تو باقی ۵ بچا	۵ محفوظِ رابع

ایک جنوری سے ۶ مئی تک کے کل ایام: ۱۲۶ میں ۱ کو جمع کیا تو ۱۲۷۔ اب ۱۲۷ کو ۷ سے تقسیم کیا تو باقی ۱ بچا۔ ۱ محفوظِ خامس

پانچوں کا مجموعہ: ۷۶ ہوا، اب ۷۶ کو ۷ سے تقسیم کیا تو باقی ۶ بچا۔ پس قاعدے کے مطابق ۶ بچنے پر ۶ مئی ۲۰۲۲ کو جمعہ کا دن ہوگا۔ (ھدایۃ التقویم ص ۲۲۔۲۳)

تیسرا باب

63انوکھے چٹکلے

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆...عورت بے ہوش ہوگئی
☆...خون پی رہی ہے
☆...موبائل کتنے میں لیا؟
☆... نقل تو نہیں کی
☆...سوسنار کی ایک لوہار کی
☆... بجلی کہاں سے آتی ہے؟
☆...میرا انذرانہ دو میں یہ چلا
☆...بیوی کی پہچان
☆...داڑھی مت رکھو
☆...مجھے برڈ فلو ہوگیا
☆... مجرم کون ہے؟
☆...دووجہ سے پڑھائی
☆... گدھوں کا رنگ ایک جیسا
☆...ناکام ہو گیا
☆...پانی دس میل تک بہا
☆...پانی کم تھا
☆... میٹھ میں بول چال
☆...گھر کا معنی

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ   و علی الك و اصحابك یا حبیب اللہ

الصلوۃ و السلام علیك یا نبی اللہ   و علی الك و اصحابك یا نور اللہ

درود شریف کی فضیلت

پیارے اسلامی بھائیو! حضراتِ صحابۂ کرام علیھمُ الرِّضوان کی خوش نصیبی کہ وہ کیسے خوش بخت تھے کہ حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے دیدار سے مشرّف ہوئے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صحبت سے فیضیاب ہوئے، اور ہر عاشقِ رسول صحابۂ کرام پر رشک کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مجھے بھی حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قرب مل جائے، ان کے ساتھ بیٹھنا نصیب ہو جائے، مگر اب ایسا ہونے سے رہا، کہ ظاہری طور پر وہ رخِ زیبا پردے کے پیچھے چلا گیا، اعلیٰ حضرت معراج کے سماں کو یاد کرکے آرزو کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جو ہم بھی واں ہوتے خاکِ گلشن لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامُرادی کے دن لکھے تھے

مگر ان تمام تر وجوہات کے باوجود حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں اپنی قربت سے محروم نہ فرمایا، اور ارشاد فرمایا: اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً فرمایا: میرے عاشقو! غمزدہ نہ ہونا، تم میرا اقرب پانا چاہتے ہو تو سنو! "اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا، "اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلَاۃً" جو سب سے زیادہ مجھ پر دُرُود شریف پڑھتا ہوگا۔(ترمذی، کتاب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلاۃ،...الخ، ۲/ ۲۷، حدیث: ۴۸۴)

چارۂ بے چارگاں پر ہوں دُرودیں صد ہزار
بے کسوں کے حامی و غمخوار پر لاکھوں سَلام
میں قرباں اِس ادائے دستگیری پر مِرے آقا
مدد کو آگئے جب بھی پکارا یا رسولَ اللہ

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!   صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

پیارے اسلامی بھائیو! آج کل جھوٹے چٹکلے بہت چل رہے ہیں یہ سب گناہ ہیں۔ جیسے کومیڈین، لوگوں کو ہنساتے ہیں یا کتابوں اور اَخباروں میں ویسے ہی بے مقصد چٹکلے لکھے ہوتے ہیں جن کا مقصد صِرف سامنے والے کو ہنسانا ہوتا ہے یہ نہیں ہونے چاہئیں۔ رِوایت میں ہے: جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹی بات کرتا ہے تو وہ جہنم کی گہرائی میں گرتا ہے۔(کتاب الزھد لابن المبارك ، باب من کذب فی حدیثه لیضحك به القوم ، ص ۲۵۵ ، حدیث:۷۳۴)

البتہ بعض جھوٹے چٹکلے ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے مقصود ہنسانا نہیں ہوتا بلکہ عبرت یا سبق آموز بات سمجھانا ہوتا ہے اور سُنانے والے کی نیت بھی یہی ہوتی ہے تو ان میں جواز کی گنجائش ہو گی۔

سگِ عطار اپنی اس کتاب میں ۶۳ چٹکلے لکھ رہا ہے اور ان کے لکھنے کا مقصد طلبہ کی سستی کو چستی میں بدلنا اور ان سے سبق حاصل کرنا ہے، لہٰذا موقع محل کے اعتبار سے ان سے استفادہ کیجئے۔

(1)عورت بیہوش ہوگئی

ایک آدمی کشمیر گیا تو جاتے ہی اپنی بیگم کو ایس ایم ایس بھیجا، مگر غلط نمبر پر بھیج دیا۔ جس عورت کو ملا اس کا شوہر دو دن پہلے فوت ہو گیا تھا۔ ایس ایم ایس پڑھتے ہی عورت بیہوش ہو گئی، اس میں لکھا تھا کہ:"میں خیریت سے پہنچ گیا، نیٹ ورک بھی موجود ہے۔ جگہ چھوٹی ہے مگر شاندار ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں جنت کا مزا دیتی ہیں، دھول مٹی بالکل بھی نہیں ہے، میں نے جو سفید لباس پہنا تھا وہ ویسے کا ویسا ہی ہے۔ دو چار دن میں تم کو بھی بلا لوں گا"۔ ایس ایم ایس پڑھ کر عورت بیہوش ہو گئی کہ عنقریب میں بھی مر جاؤں گی۔

(2)جیب کترا

ایک جیب کترے نے دوسرے جیب کترے کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا:"کیا اپنے پیشے سے تائب ہو گئے؟""نہیں یار!" دوسرے جیب کترے نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔"ابھی ابھی غلطی سے ایک صوفی کی جیب میں ہاتھ پڑ گیا تھا۔"

(3)سیاسی لوگ ہمیشہ جھوٹ بولتے ہیں

کچھ سیاستدانوں سے بھری ہوئی ایک بس بے قابو ہو کر ایک کھیت میں جا گھسی۔ اور بری طرح تباہ ہو گئی شور کی آواز سن کر ایک کسان فارم ہاؤس سے باہر نکلا اور ایک بڑا گڑھا کھود کر سارے سیاستدانوں کو دفنا دیا۔ دو دن بعد پولیس کا

وہاں سے گزر ہوا۔ انہوں نے کسان سے بس کا معاملہ دریافت کیا، کسان نے تفصیل بتائی تو انسپکٹر نے پوچھا: ”کیا تمام سیاستدان مر چکے تھے ؟“کسان نے جواب دیا: ”ان میں سے کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ ہم زندہ ہیں، ہم زندہ ہیں، مگر آپ کو تو پتا ہے نا جناب ”سیاستدان کتنا جھوٹ بولتے ہیں“۔

(4) میں وہ نہیں جو بدل جاؤں

شوہر: ”میں وہ شوہر نہیں ہوں جو شادی کے بعد بدل جاتے ہیں۔“بیوی: ”وہ کیسے ؟“شوہر: ”شادی سے پہلے بھی میری خواہش تھی کہ میں شادی کرلوں اور اب شادی کے بعد بھی یہی خواہش ہے“۔

(5) سست بیٹا

باپ: ”بیٹا! تم نہانے میں ایک گھنٹہ لگادیتے ہو، کھانے میں ایک گھنٹہ لگادیتے ہو، اسکول پہنچنے میں ایک گھنٹہ لگادیتے ہو، کوئی ایسا کام بھی ہے جس میں تم صرف پانچ منٹ لگاتے ہو؟“ بیٹا: ”جی ابو! پڑھائی میں۔“

(6) میرا نذرانہ دو میں یہ چلا

ایک مرتبہ ملا نصر الدین کو خطبہ دینے کی دعوت دی گئی۔ مگر ملا نصر الدین اس خطبہ کے لیے دل سے راضی نہیں تھے۔ خیر، منبر پہ کھڑے ہوکر ملا نصر الدین نے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے پوچھا ”کیا آپ جانتے ہیں کہ میں اپنے خطبہ میں کیا کہنے والا ہوں ؟“لوگوں نے جواب دیا ”نہیں“۔ ملا نصر الدین نے کہا ”میں ان لوگوں سے خطاب کرنا نہیں چاہتا ہوں، جو یہ تک نہیں جانتے کہ میں کیا کہنے والا ہوں“، یہ کہتے ہوئے ملا نصر الدین وہاں سے رخصت ہوگئے۔ لوگ تعجب میں پڑگئے، دوسرے ہفتہ پھر ملا نصر الدین کو خطبہ کے لیے طلب کیا گیا۔ اس مرتبہ ملا نصر الدین منبر پر کھڑے ہوکر پھر یہی سوال کیا، تو لوگوں نے جواب میں ”ہاں“ کہا۔ ملا نصر الدین نے کہا ”اچھا، تو آپ جانتے ہیں کہ میں کیا کہنے والا ہوں، تو میں اپنا قیمتی وقت برباد کرنا نہیں چاہتا“ اور پھر نکل پڑے۔ اس بار لوگ تذبذب میں پڑ گئے، اور فیصلہ کیا کہ ملا نصر الدین کو پھر سے خطبہ کے لیے مدعو کیا جائے۔ تیسرے ہفتے ملا نصر الدین پھر تشریف لائے اور سابق دستور کے مطابق وہی سوال پوچھا۔ اس بار لوگ تیار تھے کہ جواب میں کیا کہنا ہے، نصف لوگوں نے کہا ”ہاں“ تو بقیہ لوگوں نے ”نہیں“ کہا، ملا نصر الدین نے کہا: وہ لوگ جو یہ جانتے ہیں کہ میں کیا کہنے والا ہوں، ان لوگوں کو بتادیں جو نہیں جانتے، یہ کہہ کر لوٹ گئے۔

(7)مجھ پر یقین کروگے یا گدھے پر

ایک مرتبہ ملا نصر الدین اپنے گھر کے آنگن میں بیٹھے تھے، ان کے ایک دوست نے آکر پوچھا کہ: حضرت! مجھے ضروری کام سے پاس کے گاؤں جانا ہے، اور کچھ سامان لے جانا ہے، براہ کرم آپ اپنا گدھا دے دیں، میں اسے لے جاؤں گا اور شام تک لوٹا دوں گا۔ ملا نصر الدین چوں کہ دوست کو گدھا دینا نہیں چاہتے تھے، ٹالنے کے خیال سے یہ کہہ دیا کہ: گدھا کوئی اور لے گیا ہے۔ اتنے میں صحن سے گدھے کی چیخ سنائی دی۔ دوست نے کہا: حضرت! گدھا تو یہیں پر موجود ہے! تو ملا نصر الدین نے جواب میں پوچھا کہ آپ مجھ پر یقین کریں گے یا کہ گدھے پر؟

(8)کس لئے رو رہے ہو؟

ایک بچہ رو رہا تھا باپ نے پوچھا بیٹا کیوں رو رہے ہو؟ بیٹا: "سو روپے دیں گے تو بتاؤں گا۔" باپ نے سو روپے دیے پھر کہا اب بتاؤ۔ بیٹا: "اسی کے لیے رو رہا تھا۔"

(9)عید کا زمانہ

اردو کے ایک استاد گرامر پڑھا رہے تھے، زمانۂ حال پڑھاتے ہوئے انہوں نے کہا: اے شاکر! اگر میں کہوں کہ میں نہاتا ہوں، تم نہاتے ہو، وہ نہاتا ہے تو یہ کون سا زمانہ ہوا؟ شاکر کافی دیر تک سوچتا رہا۔ پھر خوش ہو کر بولا: "میں سمجھ گیا سر! یہ عید کا زمانہ ہے"۔

(10)خون پی رہی ہے

ڈاکٹر نے مریض سے پوچھا: جناب! کیا آپ کا اور آپ کی بیوی کے خون کا گروپ ایک ہی ہے؟ مریض نے جواب دیا: "ایک ہی ہو گا پچھلے ۲۵ سال سے میرا خون جو پی رہی ہے"۔

(11)الیکشن ہار گیا

کسی سیاسی رہنما نے اپنے دوست سے کہا: "میں صرف اپنی جوانی کی وجہ سے الیکشن ہار گیا"، دوست بولا: مگر تمہاری جوانی تو گزر چکی ہے، سیاسی رہنما نے کہا: ٹھیک ہے مگر ووٹروں کو علم ہو گیا کہ کیسی گزری۔

(12)دعوتِ عام

دعوتِ

بعد از سل🥭 ہر خاص و🥭 کو یہ پیغ🥭 دیا جاتا ہے کہ اس مرتبہ بھی کسی حسین ش🥭 کو قتل🥭 کا اہتم🥭 کیا جائے گا اور🥭 کاک🥭 تم🥭 کیا جائے گا۔

ہر خاص و🥭 کو دعوت🥭 ہے، تم🥭 لوگ جن تک یہ پیغ🥭 پہنچ گیا ہے وہ دیگر عو🥭 تک پہنچا دیں۔

اختت🥭 پر شربت کے جا🥭 بھی طشت از ب🥭 ہوں گے۔ شرکت کے خواہشمند اپنے ن🥭 کمنٹ میں ارق🥭 کریں۔ مق🥭 کا اعلان مناسب وقت پہ کیا جائے گا۔

نوٹ: شرکاء سے گزارش ہے کہ ۵ کلو🥭 اپنے ہمراہ لانا نہ بھولیں!

(13)گدھوں کا رنگ ایک جیسا

ایک انگریز نے درویش سے پوچھا: سارے انگریزوں کا رنگ ایک جیسا ہوتا ہے لیکن سارے ہندوستانیوں کا رنگ ایک جیسا کیوں نہیں ہوتا ؟ درویش نے جواب دیا : ”گھوڑوں کے رنگ مختلف لیکن گدھوں کا رنگ ایک جیسا ہوتا ہے“۔

(14)ناکام ہوگیا

ایک طالبِ علم نے تمام سوالوں کے جواب صحیح دیئے مگر اُسے پھر بھی فیل کر دیا گیا۔ سوال کیا تھے اور جواب کیا تھے آئیں آپ کو بتاتے ہیں:

سوال نمبر۱: ٹیپو سُلطان کس لڑائی میں شہید ہوئے؟

جواب: اپنی آخری لڑائی میں۔

سوال نمبر۲: اعلانِ آزادی پر دستخط کہاں ہوئے؟

جواب: صفحے کے آخر میں۔

سوال نمبر۳: طلاق کی بڑی وجہ کیا ہوتی ہے؟

جواب: شادی۔

سوال نمبر۴: دریائے نیل کہاں بہتا ہے؟

جواب: زمین پر۔

سوال نمبر۵: آپ آٹھ لوگوں پر تین آم کیسے تقسیم کریں گے؟

جواب: ملک شیک بنا کر۔

(15)اعلی حضرت اور نمازی

اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نماز کے بعد دہلی (ھند) کی ایک مسجد میں مشغولِ وظیفہ تھے ۔ ایک صاحب آئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قریب ہی نماز پڑھنے لگے۔جب تک قیام میں رہے مسجد کی دیوار کو دیکھتے رہے، رُکوع میں بھی سر اوپر اٹھا کر سامنے دیوار ہی کی طرف نظر رکھی۔جب وہ نماز سے فارِغ ہوئے تو اس وقت تک اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ ربِّ الْعِزَّت بھی اپنا وظیفہ مکمل کر چکے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں اپنے پاس بلا کر شرعی مسئلہ سمجھایا کہ "نماز میں کس کس حالت میں کہاں کہاں نگاہ ہونی چاہیے۔" پھر فرمایا:"بحالتِ رُکوع نگاہ پاؤں پر ہونی چاہیے۔" یہ سنتے ہی وہ صاحب قابو سے باہر ہوگئے اور کہنے لگے:"واہ صاحب!بڑے مولانا بنتے ہو، نماز میں قبلہ کی طرف منہ ہونا ضروری ہے اور تم میرا منہ قبلہ سے پھیرنا چاہتے ہو!" یہ سن کر اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے ان کی سمجھ کے مطابق کلام کرتے ہوئے فرمایا:"پھر تو سجدہ میں بھی پیشانی کے بجائے ٹھوڑی زمین پر لگائیے!" یہ حکمت بھرا جملہ سن کر وہ بالکل خاموش ہوگئے اوران کی سمجھ میں یہ بات آگئی کہ" قبلہ رُو ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اوّل تا آخر قبلہ کی طرف منہ کرکے دیوار کو دیکھا جائے، بلکہ صحیح مسئلہ وہی ہے جو اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمَۃُ ربِّ الْعِزَّت نے بیان فرمایا۔(حیات اعلی حضرت، ج۱، ص۳۰۳)

(16)موبائل کتنے میں لیا؟

ایک دوست نے اپنے دوست کے پاس موبائل دیکھ کر کہنے لگا: یار! آپ کا موبائل بہت اچھا ہے کتنے میں لیا؟دوسرے دوست نے جواب دیا: ریس میں جیتا ہے۔پہلے دوست نے پوچھا:"واہ بھائی واہ! کتنے لوگ ریس میں شامل تھے؟دوسرے دوست نے کہا: موبائل والا، پولیس والا اور میں۔

(17)ٹرین بناؤ

ٹیچر نے شاگرد سے کہا: کاپی پر ٹرین بناؤ، میں پانچ منٹ دیتا ہوں۔دس منٹ بعد ٹیچر نے پوچھا ٹرین دکھاؤ، شاگرد نے جواب دیا: سر آپ لیٹ ہوگئے، ٹرین پانچ منٹ پہلے ہی نکل گئی۔

(18)داڑھی مت رکھو

ایک غیر مسلم نے ایک دین دار باشرع مسلمان سے کہنے لگا: جناب انسان داڑھی کے بغیر پیدا ہوا ہے اس لئے اسے داڑھی نہیں رکھنی چاہئے، اس پر مسلمان نے برجستہ کہنے لگا: پھر تو انسان دانتوں کے بغیر پیدا ہوا ہے اس کے دانت بھی توڑ دینے چاہئے۔

(19)پانی دس میل تک بہا

امیر نے اپنے دوست غریب سے کہنے لگا:"میں نے ایک بار اس طرح غسل کیا کہ غسل کا پانی دس میل تک پھیل گیا"، غریب نے کہا:"یار! چپ بھی رہو، بات تو سلیقے کی کیا کرو، کیا تم ایک ہفتے تک نہاتے رہے تھے؟"امیر نے کہا:"نہیں بھائی! صرف دس منٹ تک نہایا تھا، لیکن کہاں؟ٹرین کے غسل خانے میں"۔

(20)دل کی سننی چاہئے

شاگرد اپنے استاد سے کہنے لگا:"جی چاہتا ہے کہ آج نہ پڑھوں" استاد نے کہا:"بیٹا! دل کی بات نہیں سنتے" اس پر تھوڑی دیر بعد شاگرد نے کہا:"استاد صاحب! میرا دل چاہتا ہے کہ آپ کو مٹھائی پیش کروں"، استاد نے کہا:"بیٹا! کبھی کبھی دل کی بھی سننی چاہئے"۔

(21)واپس آجاتا ہے

والد نے اپنے بیٹے کو سمجھاتے ہوئے کہنے لگا:"بیٹا! جو وقت گزر جاتا ہے پھر کبھی واپس نہیں آتا ہے"، بیٹے نے کہا:"ابو! لیکن میرے اسکول جانے کا وقت تو ہر روز آٹھ بجے واپس آجاتا ہے"۔

(22)ڈاکٹری کا کورس

استاد نے طلبہ سے سوال کیا:"بچو! بتاؤ کھٹمل، مکھی اور مچھر میں کیا فرق ہے؟"

ان میں سے ایک طالبِ علم نے کہا:"کوئی فرق نہیں! کہ تینوں ڈاکٹری کا کورس کر رہے ہیں"، استاد نے کہا:"وہ کیسے؟"، طالبِ علم نے جواب دیا:"مکھی معائنہ کرتی ہے، کھٹمل خون ٹسٹ کرتا ہے اور مچھرا انجکشن لگاتا ہے"۔

(23)بی اے کیا ہے

دو آدمی سفر کر رہے تھے، ان میں سے ایک زیادہ پڑھا لکھا تھا اور دوسرا کم، ایک نے دوسرے سے کہا:"بھائی صاحب! آپ نے کیا تعلیم حاصل کی ہے؟"، دوسرے نے جواب دیا:"میں نے بی، اے کیا ہے"، پہلے نے کہا:"صرف دو حرف پڑھے ہیں اور وہ بھی الٹے، اللہ کا شکر ہے میں نے اے سے زیڈ تک پڑھا ہے وہ بھی سیدھے"۔

(24)خود جاکر پی لیں

والد نے اپنے بیٹے سے کہا:"بیٹا! میرے لئے ایک گلاس پانی لانا"، بیٹے نے جواب دیا:"معاف کیجئے گا ابو! میں ابھی گیم کھیل رہا ہوں، لہذا نہیں لا سکتا"، دوسرا بیٹا بولا:"ابو! یہ ہے ہی بد تمیز، جائیں آپ خود جا کر پی لیں"۔

(25)انسان بنانے کے لئے

استاد اپنے شاگرد سے کہا:"تم یہ گدھا کلاس میں کیوں لائے ہو؟"، شاگرد نے جواب دیا:"میرے ابو نے بھیجا ہے"، استاد غصے سے کہنے لگا:"لیکن کیوں؟"، شاگرد نے جواب دیا:"میں نے کل ابو سے کہا تھا کہ ہمارے استاد صاحب کہا کرتے ہیں: میں نے بڑے بڑے گدھوں کو انسان بنا دیا ہے تو تم کیا چیز ہو، تو ابو نے انسان بنانے کے لئے یہ گدھا بھیجا ہے"۔

(26)مجھے معلوم ہے

ایک صاحب چھلکے سمیت کیلا کھانے لگے، کسی نے انہیں ٹوکا، اسے چھیل تو لیں، وہ بولے۔"چھیلنے کی کیا ضرورت ہے، مجھے معلوم ہے اس کے اندر کیا ہے؟"۔

(27)نقل تو نہیں کی

ایک دفعہ کمرۂ امتحان میں ایک لڑکا سامنے والے کے پرچے کو غور سے پڑھ رہا تھا۔استاد: کیا کر رہے ہو؟ شاگرد: (گھبرا کر) دیکھ رہا ہوں اس نے میرے پرچے کی نقل تو نہیں کی۔

(28)وقت ضائع نہ کریں

مجسٹریٹ نے ملزم سے کہا: تم دوٹوک جواب دو، تم نے جرم کیا ہے یا نہیں؟ملزم نے کہا: جناب! اگر فیصلہ مجھے ہی کرنا ہے تو آپ اپنا قیمتی وقت کیوں ضائع کر رہے ہیں؟

(29)تم پر کتنا اعتماد ہے

ایک دن مالک اپنے ملازم سے کہنے لگا: دیکھو! میں نے تم پر کتنا اعتماد کیا ہے کہ پورے گھر کی چابیاں تمہارے سپرد کر رکھی ہیں۔ ملازم نے جواب دیا: کیا خاک اعتماد کیا ہے؟ تجوری کو تو ان میں سے کوئی بھی نہیں لگتی اور مالکہ صاحبہ کی الماری کا تالا بھی نہیں کھلتا ہے۔

(30)ابو آرہے ہوں گے

بچہ اپنی ماں سے کہنے لگا: ”امی جان! نل میں پانی کہاں سے آتا ہے؟“ماں نے جواب دیا: ”بیٹا دریا سے“، ایک دن بچہ اور اس کا باپ دریا پر جاتے ہیں تو بچے کا باپ دریا میں گر جاتا ہے۔ بچہ بھاگا بھاگا گھر آجاتا ہے اور امی سے کہتا ہے: امی نل کھول دیں ابو جان آرہے ہوں گے۔

(31)مجھے برڈ فلو ہو گیا

استاد نے شاگرد سے پوچھا: اتنے دن کہاں تھے اسکول کیوں نہیں آئے؟ شاگرد نے جواب دیا: استاد صاحب مجھے برڈ فلو بیماری ہو گئی تھی۔ استاد نے کہا: یہ بیماری تو پرندوں کو ہوتی ہے تم تو انسان ہو۔ شاگرد نے جواب دیا: آپ نے مجھے انسان سمجھا ہی کب ہے مجھے روزانہ مرغا بناتے ہیں۔

(32)تبھی سے کھسک گیا

ایک باپ اپنے پاگل بیٹے کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گیا، ڈاکٹر بولا: آپ کا بیٹا کیسے پاگل ہو گیا؟ باپ نے جواب دیا: وہ پہلے جنرل ڈبے میں سفر کرتا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا: تو اس سے کیا؟ باپ بولا: لوگ اس سے بولتے تھے تھوڑا کھسکو، تھوڑا کھسکو، تبھی سے یہ کھسک گیا۔

(33)پانی کم تھا

شوہر اپنی بیوی سے پریشان ہو کر کہنے لگا:

مجھے اپنوں نے لوٹا غیروں میں کہاں دم تھا، میری کشتی وہاں ڈوبی جہاں پانی کم تھا۔بیوی نے کہا: تم تو تھے ہی گدھے، تمہاری عقل میں کہاں دم تھا، وہاں کشتی لے کر ہی کیوں گئے جہاں پانی کم تھا۔

(34) سو سونار کی ایک لوہار کی

ایک لوہار کی ''۱۰۱'' بیٹیاں تھیں، ایک شخص نے دیکھ کر پوچھا: کیا ساری بیٹیاں آپ کی ہی ہیں؟ لوہار کی بیوی نے جواب دیا: سو سونار کی ایک لوہار کی۔

(35) مجرم کون ہے؟

ایک شخص پولیس کی بھرتی کا انٹرویو دینے گیا، انٹرویو لینے والے نے سوال کیا: کیا آپ کو انگریزی آتی ہے؟ انٹرویو دینے والے نے کہا: کیا مجرم انگریز ہے؟

(36) میتھ میں بول چال

شاگرد: استاد صاحب! لوگ اردو اور انگلش میں ہی کیوں بولتے ہیں میتھ (math) میں کیوں نہیں بولتے؟ استاد نے جواب دیا: زیادہ ۳۔۵ مت کرو، ۹۔۲۔۱۱ ہو جاؤ، نہیں تو ۵۔۷ کھینچ کر دوں گا تو ۶ کے ۳۶ نظر آئیں گے اور ۳۲ کے ۳۲ باہر نکل آئیں گے۔ استاد کی یہ بات سن کر شاگرد کہنے لگا: بس بس استاد صاحب! سمجھ گیا، اردو انگلش ہی ٹھیک ہے میتھ کی زبان تو بڑی خوفناک ہے۔

(37) بجلی کہاں سے آتی ہے؟

استاد نے شاگرد سے پوچھا: بجلی کہاں سے آتی ہے؟ شاگرد: میرے ماما کے یہاں سے۔استاد نے کہا: وہ کیسے؟ شاگرد نے جواب دیا: جب بھی بجلی جاتی ہے تو والد صاحب کہتے ہیں: سالوں نے پھر بجلی کاٹ دی۔

(38) دو وجہ سے پڑھائی

استاد نے ایک شاگرد سے کہا: تم پڑھنے میں دھیان کیوں نہیں دیتے ہو؟ شاگرد نے جواب دیا: کیونکہ پڑھائی صرف دو وجہ سے کی جاتی ہے۔ پہلی وجہ: ڈر ہے اور دوسری وجہ: شوق ہے۔ اور میں بغیر وجہ کے شوق پالتا نہیں، اور میں ڈرتا کسی کے باپ سے نہیں۔

(39)گھر کا معنی

استاد نے طلبہ سے کہا: گھر کا معنی بتاؤ؟ ایک طالبِ علم کھڑا ہو کر کہنے لگا:

(۱)۔۔۔جو گھر حوصلے سے بنائے جاتے ہیں انہیں ہاؤس کہتے ہیں۔

(۲)۔۔۔جن گھروں میں ہوم ہون ہوتے ہیں انہیں ہوم کہتے ہیں۔

(۳)۔۔۔جن گھروں میں ہوا زیادہ آتی ہے انہیں حویلی کہتے ہیں۔

(۴)۔۔۔جن گھروں میں دیواروں کے کان ہوتے ہیں انہیں مکان کہتے ہیں۔

(۵)۔۔۔جن گھروں کے لون کی قسط(EMI) بھرتے بھرتے آدمی لیٹ جاتا ہے انہیں فلیٹ کہتے ہیں۔

(۶)۔۔۔اور جن گھروں میں یہ بھی نہ پتا ہو کہ بغل میں کون رہتا ہے انہیں بنگلہ کہتے ہیں۔

(40)منہ میں پانی آگیا

شوہر نے اپنی بیوی سے کہا: پیاس لگی ہے پانی لے کر آؤ۔ بیوی نے جواب دیا: کیوں نہ آج آپ کو مٹر پنیر اور شاہی پلاؤ بنا کر کھلاؤں؟ شوہر نے کہا: واہ بھائی واہ! ایسے کھانوں کا نام سن کر تو میرے منہ میں پانی آ گیا۔ بیوی نے کہا: آ گیا نہ منہ میں پانی، بس اسی سے کام چلالو۔

(41)میں گدھوں کو راستہ نہیں دیتا

دو افراد جن کے درمیان کچھ رنجش تھی ایک ایسی گلی میں آمنے سامنے آ گئے جہاں دونوں اکٹھے نہیں گزر سکتے تھے، کم از کم ایک کو ضرور کنارے ہونا پڑتا تھا۔ کچھ دیر کھڑے رہنے کے بعد ایک صاحب بولے: ”میں گدھوں کو راستہ نہیں دیا کرتا“۔ یہ سن کر دوسرے صاحب مسکراتے ہوئے ایک طرف ہو گئے اور کہا: ”میں دے دیا کرتا ہوں“۔

(42)آپ بالکل ٹھیک ہیں

ماہر نفسیات: مبارک ہو، آپ کا علاج مکمل ہو گیا۔ اب آپ بالکل ٹھیک ہیں۔

دماغی مریض: کیا فائدہ؟ آپ کے علاج سے پہلے میں فلاں جگہ کا بادشاہ تھا، اب ایک عام آدمی ہوں۔

(43)اپنے کام سے کام

ایک بچہ چاکلیٹ کھا رہا تھا تو ایک آدمی نے کہا،، اتنے زیادہ چاکلیٹ کھانا اچھا نہیں ہوتا۔ بچے نے کہا: میرے دادا جی ۱۰۵ سال جیئے تھے۔

آدمی: چاکلیٹ کھاتے تھے کیا وہ؟ بچہ: نہیں، وہ اپنے کام سے کام رکھتے تھے اور کسی کی نہیں سنتے تھے۔

(44)تم بہت بیوقوف ہو؟

استاد نے طالبِ علم سے کہا: تم بہت بیوقوف ہو؟ میں تمہاری عمر میں اچھی طرح کتاب پڑھ لیتا تھا۔

طالبِ علم نے جواب دیا: استاد صاحب! آپ کو اچھا استاد مل گیا ہوگا۔

(45)نحوی دلہن کا مبتدا شوہر

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لڑکی مدرسہ سے فراغت کے بعد جب اپنے گھر آئی، تو چند دنوں بعد اس کی ماں نے پوچھا: "بیٹی! میں چاہتی ہوں کہ اب تیری شادی کر دی جائے، بتا تجھے شوہر کیسا چاہیئے؟"

لڑکی بولی: "اماں! میرا شوہر "مبتدا" ہونا چاہیئے جب میں اس کی زندگی میں "خبر" بن کر جاؤں، تو ہماری زندگی کی "ترکیب" "اسمیہ خبریہ" بن کر رہے"

ماں حیرت سے منہ تکنے لگی، پھر مسکرا کر بولی: "بیٹی! تو اگر "فعل" بنے اور تیرا شوہر "فاعل" تو بھی تو زندگی کی "ترکیب" مکمل ہو جائے گی"

بیٹی نے تن کر کہا: "نہیں اماں! میرا شوہر مبتدا ہی ہونا چاہیئے۔ جانتی ہو! جو مبتدا ہوتا ہے، وہ لفظی اور معنوی عوامل سے خالی ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرا شوہر جسمانی اور مالی مشکلات کا شکار ہو، شوہر اگر مبتدا ہوا، تو زمانے کے "جار"، "مجرور" اس پر اثر انداز نہیں ہوسکتے"

ماں کو ہنسی آگئی اور کہا: "میری نحوی بیٹی! تو جس مبتدا کے فضائل بیان کر رہی ہے، وہ کبھی کبھی "مؤخر" بھی ہو جاتا ہے، فرض کرو تمہارے شوہر کی زندگی میں اگر تم سے پہلے ہی کوئی بیوی خبر بن کر آچکی ہو، تو پھر تیرا شوہر تیرے لیے "مبتدائے مؤخر" ہی ثابت ہوگا۔"

بیٹی بولی:" اماں! میں نے اسی لئے تو مبتدا پسند کیا ہے۔ وہ مؤخر ہو یا مقدم، ہمیشہ مبتدا ہی ہوتا ہے اور ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک فعل کا ہمیشہ ایک ہی فاعل ہوتا ہے۔ جبکہ ایک مبتدا اگر چاہے تو اس کی چار چار خبریں ہو سکتی ہیں۔

بس ماں! دعا کرو کہ ہم دونوں جب شادی بعد "معطوف علیہ" بنیں۔ تو خوشیوں کے "معطوفات" کم نہ ہوں جب ہم شادی کے بعد "موصوف" بنیں۔ تو اولاد کی "صفت" ہمیشہ قائم رہے، ساس جب "اعراب" بن کر سامنے آئے تو میں "مبنی" کی طرح ڈٹی رہوں، خود "غیر منصرف" رہوں۔ مگر اپنی نند کو "منصرف" بنا کر رکھوں"

ماں نے ہاتھ اٹھائے اور کہا: " مولا! میری "ذوالحال" بیٹی کو اپنی رحمت کے "حال" سے مالا مال فرما! دنیا کے "نکرہ" سے بچا کر اپنی معرفت کا "معرفہ" بنا! فتنوں کے "ممیزات" سے بچا کر "تمیز" کی حیثیت عطا فرما!

اگر ہم اس دنیا سے "محذوف" بھی ہو جائیں تو ہماری دعائیں ہماری بیٹی کی زندگی میں "ضمیر" کی طرح موجود رہیں۔ آمین یارب العالمین

(46) ایک عجیب مقدمہ!!

کورٹ میں ایک عجیب مقدمہ چل رہا تھا، ایک دیہاتی نے توپ کے لائسنس کیلئے درخواست دی تھی، اور یہ دیکھنے ہزاروں کی بھیڑ اور میڈیا والے کورٹ میں موجود تھے۔

جج دیہاتی سے: یہ تم نے توپ کے لائسنس کے لئے درخواست پورے ہوش و حواس میں دی ہے؟

دیہاتی: جی ہاں جج صاحب!

جج: کیا تم عدالت کو بتاؤ گے کہ یہ توپ تم کہاں اور کس پر چلانے والے ہو؟

دیہاتی: جج صاحب! گزشتہ سال میں نے بینک میں ایک لاکھ روپے کے بے روزگار لون کیلئے درخواست دی، بینک والوں نے پوری جانچ پڑتال کر کے میرے لئے ۱۰ ہزار روپے کا لون منظور کیا۔

اس کے بعد اپنی بہن کی شادی کے لئے میں نے راشن سے ۱۰۰ کلو شکر کے لئے درخواست دی اور مجھے راشن سے صرف ۱۰ کلو شکر ملی۔

ابھی کچھ دن پہلے جب میری فصل شدید بارشوں کے نتیجہ میں آنے والے سیلاب میں ڈوب گئی تو پٹواری میرے لئے ۵۰ ہزار روپے کا معاوضہ منظور کرنے کی بات کرکے گیا اور میرے اکاؤنٹ میں صرف ۵ ہزار روپے ہی آئے۔

اس لئے اب میں سرکاری طریقۂ کار کو بہت اچھے سے سمجھ گیا ہوں، مجھے تو بندر بھگانے کیلئے پستول کا لائسنس چاہئے تھا، پر میں نے سوچا کہ اگر میں پستول کے لائسنس کی درخواست کروں گا تو مجھے کہیں آپ غلیل کا لائسنس ہی نہ دے دیں، اس لئے میں نے توپ کے لائسنس کی درخواست دی ہے۔

(47)روپئے اور عقل

استاد: ایک طرف روپئے اور دوسری طرف عقل ہو تو بتاؤ بچوں تم لوگ کیا لوگے ؟

طالبِ علم: میں تو روپئے لوں گا۔

استاد: غلط، تمہاری جگہ اگر میں ہوتا تو عقل لیتا۔

طالبِ علم: آپ صحیح فرمارہے ہیں، جس کے پاس جس چیز کی کمی ہوتی ہے وہ وہی لیتا ہے۔

(48)بھکاری کا جواب

ایک لڑکا سڑک پر بھیک مانگ رہا تھا، ایک شخص نے کہا: تمہیں شرم نہیں آتی ؟ تمہاری عمر کے لڑکے تو اسکول جاتے ہیں۔

بھکاری بچے نے کہا: وہاں بھی گیا تھا لیکن وہاں کسی نے ایک پیسہ بھی نہیں دیا۔

(49)دماغ لڑانا

استاد (دو لڑکوں سے) کہتا ہے: ارے آپس میں سر کیوں ٹکرا رہے ہو؟

ان دونوں میں سے ایک نے جواب دیا: آپ نے ہی تو کہا تھا کہ ریاضی میں پاس ہونے کے لئے دماغ لڑانا ضروری ہے۔

(50)جیب کترا

مجسٹریٹ جیب کترے سے کہتا ہے: تم نے اس آدمی کی جیب سے بٹوہ کس طرح نکال لیا؟

جیب کترا اکڑ کر کہتا ہے: اس علم کو سکھانے کی فیس پانچ سو روپئے ہے۔

(51)اسکول کہاں ہے؟

اجنبی شخص نے ایک بچے سے پوچھا: بیٹا تمہارا اسکول کہاں ہے؟

بچہ: میرے گھر کے سامنے۔

اجنبی شخص: تو تمہارا گھر کہاں ہے؟

بچہ: اسکول کے سامنے۔

اجنبی شخص: اچھا دونوں کہاں ہیں؟

بچہ: ایک دوسرے کے سامنے۔

(52)ہمیشہ طالبِ علم

تیس سالہ شخص سے کسی نے پوچھا: آپ کس پوسٹ پہ ہیں؟

تیس سالہ شخص نے جواب دیا: طالبِ علم کی پوسٹ پہ۔

اس نے کہا: ابھی تک پڑھ رہے ہیں؟

تیس سالہ شخص نے جواب دیا: مرد شادی کے بعد بھی طالبِ علم رہتا ہے، وہ اس طرح کہ بیوی کو لگتا ہے کہ ماں سکھا رہی ہے، اور ماں کو لگتا ہے کہ بیوی سکھا رہی ہے۔

(53)اتنی دیر کیوں؟

استاد: تم اتنی دیر سے اسکول کیوں آئے؟

بچہ: میرے ماں باپ لڑ رہے تھے۔

استاد: وہ لڑ رہے تھے تو تم دیر سے کیوں آئے؟

بچہ: میرا ایک جوتا ماں کے پاس تھا اور دوسرا جوتا والد صاحب کے پاس تھا۔

(54)سال میں دو امتحان کیوں؟

استاد بچوں سے پوچھتا ہے: بتاؤ سال میں دو بار امتحان کیوں لیا جاتا ہے؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟

طالبِ علم: استاد صاحب! فائدہ تو پتا نہیں بس اتنا ضرور پتا ہے کہ بے عزتی سال میں دو بار ہو جاتی ہے۔

(55) ماں کی بات

زید: بچپن میں ماں کی بات سنی ہوتی تو آج یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

خالد: آپ کی ماں کیا کہتی تھی؟

زید: جب بات ہی نہیں سنی تو مجھے کیا پتا، کیا کہتی تھی۔

(56) پانچ مچھر

بیوی اپنے شوہر سے کہتی ہے: کیا کر رہے ہو؟

شوہر: مچھر مار رہا ہوں۔

بیوی: اب تک کتنے مچھر مارے۔

شوہر: پانچ، تین فیمیل دو میل۔

بیوی: کیسے پتا چلا کہ میل کون سا ہے اور فیمیل کون سا؟

شوہر: تین آئینے پر بیٹھے تھے اور دو سگریٹ کے پاس۔

(57) آپریشن اور بیہوشی

استاد: بچو! بتاؤ: آپریشن سے پہلے مریض کو کیوں بیہوش کیا جاتا ہے؟

بچہ: مریض کو بیہوش نہیں کیا اور مریض آپریشن کرنا سیکھ گیا تو ڈاکٹر کو کون پوچھے گا۔

(58) حاجی اور نمازی

ٹرین چھک چھک کرتی اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی، دو شخص قریب قریب بیٹھے تھے ایک نے سلسلۂ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا: جناب کا اِسمِ شریف؟ جواب ملا: ”**حاجی شفیق**“ اور آپ کا مبارک نام؟ اب دوسرے نے سُوال کیا، پہلے نے جواب دیا: ”**نمازی رفیق**“ حاجی صاحِب کو بڑی حیرت ہوئی، پوچھ ڈالا: اَجی **نمازی رفیق**! یہ تو بڑا عجیب سا نام لگتا ہے۔ نمازی صاحِب نے پوچھا: بتایئے آپ نے کتنی بار حج کا شَرف حاصل کیا ہے؟ حاجی صاحِب نے کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ! پچھلے سال ہی تو حج پر گیا تھا۔ نَمازی صاحِب کہنے لگے: آپ نے زندگی میں صِرف ایک بار حجِّ بَیْتُ

اللہ کی سعادت حاصل کی تو، بَبانگِ دُہل اپنے نام کے ساتھ **"حاجی"** کہنے کہلوانے لگے، جبکہ بندہ تو برسہا برس سے روزانہ پانچ وَقت نَماز ادا کرتا ہے، تو پھر اپنے نام کے ساتھ اگر لفظ **"نَمازی"** کہہ دے تو اِس میں آخر تَعَجُّب کی کون سی بات ہے!(رفیق الحرمین ص ۴۳)

(59)بڑھیا اور موت

مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہ نے ایک چٹکلا لکھا ہے: ایک بڑھیا یوں کہا کرتی تھی "مجھے اُٹھالے، اے ملک الموت! کہاں ہے اب آجا مجھے لے لے "تو گلی میں کھیلنے والے لڑکوں نے اُس کو یہ کہتے سُن لیا، اب انہوں نے یہ شرارت کی کہ کہیں سے گائے پکڑی اور رات کے وقت اس کے سینگ پر بالٹی پہنادی پھر گائے کی دُم پکڑ کر اس کو بڑھیا کے گھر میں داخل کر دیا، جب گائے کے سر پر لگی بالٹی چھَن چھَن کر کے بجتی تو جس نے گائے کی دُم پکڑ رکھی تھی وہ بولتا "میں ملک الموت ہوں، آپ مجھے روزانہ یاد کرتی تھیں تو میں آگیا" یہ بات بڑھیا نے سُنی تو اس کے چھکے چھوٹ گئے اور گھبرا کر بولی: نہیں نہیں، میری طبیعت تو ٹھیک ہے میری بیٹی اس کمرے میں بیمار پڑی ہے اس کو لے جاؤ۔

(قرآنی تقریریں، ص ۲۰۶)

(60)کنواں اور کتا

کچھ دیہاتی ایک عالِم صاحب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے: ہمارے کنوئیں میں کتا مَر گیا ہے، ہم کنواں کیسے پاک کریں؟ عالِم صاحب نے فرمایا: اتنے اتنے ڈول پانی کے نکال دو۔ انہوں نے پانی کے اتنے ڈول نکالے اور پھر کنوئیں کا پانی لے کر عالِم صاحب کے پاس پہنچے کہ ہم نے اتنے ڈول پانی کے نکال دیئے ہیں، اب کنوئیں کا پانی حاضر ہے۔ عالِم صاحب نے دیکھا کہ پانی میں ایک بال تھا تو فرمایا: یہ بال کیسا ہے؟ کہنے لگے کہ اُسی کتے کا بال ہے جو کنوئیں میں گِرا ہوا ہے۔ فرمایا: کتا کیوں نہیں نکالا؟ بولے آپ نے کتا نکالنے کا نہیں فرمایا تھا، اِس لیے ہم نے صرف پانی ہی نکالا ہے۔

(61)نیند اور موبائل

مریض: ڈاکٹر صاحب! مجھے بہت نیند آتی ہے، ہر وقت سوتا رہتا ہوں۔

ڈاکٹر: کون سا موبائل استعمال کرتے ہو؟

مریض:NOKIA 1100

ڈاکٹر:ایک اسمارٹ فون لکھ دیتا ہوں جیو کی سم لے کے فیسبک،واٹس ایپ انسٹال کر لینا سب صحیح ہو جائے گا۔

(62)ہڑتال

دودھ والے جب ہڑتال کرتے ہیں تو دودھ سڑک پر پھینکتے ہیں، ٹماٹر والے ہڑتال کرتے ہیں تو ٹماٹر سڑک پر پھینکتے ہیں۔نہ جانے بینک والوں کو کب عقل آئے گی؟

(63)کتے کو کتا کاٹتا ہے

ایک آدمی اپنے دوستوں میں ہوشیاری جھاڑ رہا تھا اور ان پر اپنے علم کی دھاک بٹھاتے ہوئے کہنے لگا: دیکھو! لوہے کو لوہا کاٹتا ہے۔ہیرے کو ہیرا کاٹتا ہے۔

تبھی پیچھے سے آکر ایک کتے نے اسے کاٹ لیا۔تب دوستوں نے کہا:بھائی!کتے کو کتا کاٹتا ہے۔

(63)اینٹ کا جواب پتھر سے

دو دوست آپس میں بات کر رہے تھے کہ ایک نے کہا:بھائی تم اینٹ کا جواب پتھر سے کیوں نہیں دیتے۔

دوسرے نے کہا:میں کبھی بھی اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دیتا،اس لئے کہ پتھر تلاش کرنے میں بہت وقت لگتا ہے،لہٰذا جو ہاتھ میں آیا اسی سے جواب دے دیتا ہوں۔

چوتھا باب

63 انوکھی پہیلیاں

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆...بیٹے نے باپ کا پہلا نکاح پڑھایا

☆...ایسی گنتی جسے کوئی نہ لکھ سکا

☆...دو عورتوں میں کون سا رشتہ ہے؟

☆...دس روپے میں دس کلو سامان

☆...اب، تب، اور اب و تب کیسے لائیں؟

☆...چڑیا کتنی ہیں؟

☆... تین آدمی اور سترہ اونٹ

☆...روٹی آٹھ اور درہم بھی آٹھ

☆...انڈے کی پہیلی

☆...زبانوں کی پہیلی

☆... پھل کی پہیلی

☆... میتھ کی پہیلی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اللَّطِیْفِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الشَّفِیْق

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰه　　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰه　　　وَعَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰه

درود شریف کی فضیلت

میرے شیخ طریقت، امیر اہلسنّت حضرت علاّمہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطّار قادری رَضوی دَامَت بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَه اپنے رسالے "سیّدی قُطبِ مدینہ " میں بحوالہ جَمْعُ الْجَوامِعْ دُرود پاک کی فضیلت ذکر فرماتے ہیں: سلطانِ دوجہان، مدینے کے سلطان، رَحمتِ عالَمیان، سرورِ ذیشان صَلَّی اللّٰہ تَعالٰی عَلیہ واٰلِہٖ و سلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: جو مجھ پر جُمُعہ کے دن اور رات ۱۰۰ مرتبہ دُرود شریف پڑھے اللہ عَزَّوَجَلَّ اُس کی ۱۰۰ حاجتیں پوری فرمائے گا، ۷۰ آخرت کی اور ۳۰ دُنیا کی اور اللہ عَزَّوَجَلَّ ایک فِرشتہ مقرّر فرمادے گا جو اُس دُرُودِ پاک کو میری قبر میں یوں پہنچائے گا جیسے تمہیں تحائف پیش کئے جاتے ہیں، بلاشبہ میرا علم میرے وِصال کے بعد وَیسا ہی ہو گا جیسا میری حیات میں ہے۔

(جَمْعُ الْجَوامِع لِلسُّیُوطی ج۷ ص۱۹۹ حدیث ۲۲۳۵۵)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(1) بیٹے نے باپ کا پہلا نکاح پڑھایا

پہیلی: کیا ایسا ممکن ہے کہ ایک حقیقی بیٹا اپنے حقیقی والد کا پہلا نکاح پڑھائے؟

جواب: جی ہاں! ممکن ہے، اور وہ اس طرح کہ ایک شخص نے اپنی باندی سے وطی کی جس سے اس کا ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر وہ لڑکا بڑا ہو کر اپنے باپ کا پہلا نکاح پڑھایا۔ کہ باندی سے بغیر نکاح کے وطی جائز ہے۔

(2) ایسی گنتی جو کوئی نہ لکھ سکا

پہیلی: گنتی میں گیارہ ہزار گیارہ سو گیارہ لکھیں۔

جواب: گنتی میں اس عدد کو نہیں لکھا جاسکتا کہ جب بھی لکھیں گے تو یہ لکھا جائے گا: 11,11,11۔ یعنی ایک لاکھ، گیارہ ہزار، ایک سو گیارہ۔

(3)دوعورتوں میں کون سارشتہ ہے؟

پہیلی:دوعورتیں ایک جگہ پر بیٹھی تھیں ایک گزرنے والے شخص نے ان سے سوال کیا کہ تم دونوں کے درمیان کون کارشتہ ہے؟ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا:"اس کاماما میرے ماما کوماما کہتاہے"۔

اب آپ بتائیے کہ ان دونوں کے درمیان کون سارشتہ ہے؟

جواب:ان دونوں کے درمیان ماں بیٹی کارشتہ ہے۔

(4)دس روپئے میں دس کلوسامان

پہیلی:دس روپے کلو گھی ہے،پانچ روپئے کلو چینی ہے اور پچاس پیسے کلونمک ہے،دس روپے میں دس کلو سامان لاناہے اور تینوں سامان لاناہے اگرچہ بعض کم اور بعض زیادہ۔

جواب:اس کاجواب درج ذیل نقشے میں ملاحظہ فرمائیں:

ش	روپے	سامان
ا	چارروپئے پچاس پیسے کا	نوکلونمک
۲	چارروپئے پچاس پیسے کی	نوسوگرام چینی
۳	ایک روپئے کا	سوگرام گھی

4.50+4. 50+1=10-روپئے

9 kg+900 g+100g=10kg-سامان

(5)اب،تب کیسے لائیں گے؟

پہیلی: آپ کے پاس تین روپئے ہیں اور تین سامان لاناہے:ایک روپئے کا"اَبْ"،ایک روپئے کا"تَبْ"اور ایک روپئے کا"اَبْ۔تَبْ"دونوں۔

جواب:ایک بادشاہ کے کئی وزیرومشیر تھے مگر بادشاہ ان میں سے ایک وزیر کو اس کی عقل ودانشمندی کی وجہ سے زیادہ پسند کیاکرتاتھا،جس کی بناپر دیگر وزیرومشیر اس محبوب وزیر سے حسد کرنے لگے تھے،جب بادشاہ کو اس کی خبرہوئی تو اس نے طے کیاکہ سب کے سامنے اس کی عقل ودانشمندی کو ظاہر کیاجائے چنانچہ بادشاہ نے اپنے دربار میں

سب کو طلب کیا اور کہا: میں تم سب کو تین تین روپے دیتا ہوں اور بازار جا کر ایک روپے کا اب، ایک روپے کا تب اور ایک روپے کا اب تب لے کر کل دربار میں آنا۔ بادشاہ کا یہ اعلان سن کر سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اب، تب کہاں ملے گا؟ لیکن بادشاہ کا حکم تھا نہ چاہتے ہوئے دربار سے نکل کر بازار گئے اور جاتے ہوئے ایک نے کہا: ارے یار! بادشاہ لوگ ہوتے ہی پاگل ہیں جو چاہا، جسے چاہا کام پر لگا دیا، یہ چیزیں تو ملنے سے رہیں مگر اس محبوب وزیر کو دیکھنا کہ وہ کیا لاتا ہے؟

سب بازار سے ہوتے ہوئے اپنے اپنے گھر چلے گئے، دوسرے دن جب دربار کا وقت ہوا سب حاضرِ بار گاہِ بادشاہ ہوئے، بادشاہ نے ایک ایک کا نام لے کر کہا: ہاں بھائی فلاں! کیا آپ "اب، تب" لے آئے، اس نے کہا: بادشاہ سلامت ہم نے بازار کی ہر دوکان چھان ماری مگر یہ چیزیں نہ مل سکیں، دوسرے نے بھی استفسار پر یہی جواب دیا، یہاں تک کہ یہ چیزیں کوئی نہ لا سکا، پھر بادشاہ آخر میں اپنے محبوب وزیر سے مخاطب ہوتا ہے اور کہتا ہے: جی جناب! کیا آپ لے آئے؟ اس نے جواب دیا: جی بادشاہ سلامت میں لے آیا ہوں، اس کا جواب سنتے ہی تمام درباری ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے کہ اس پاگل شخص کو کہاں سے مل گئیں؟ خیر، بادشاہ نے اس سے کہا: اگر لے آئے ہو تو ایک روپے کا اب حاضر کرو، وزیر آگے آکر سیب کا پھل بڑھاتے ہوئے کہنے لگا: حضور! ایک روپے کا اب حاضر ہے۔ بادشاہ نے کہا: ایک روپے کا تب۔ وزیر نے کہا: راستے میں ایک درویش فقیر مانگ رہا تھا میں ایک روپے اسے دے دیا اور اس کا صلہ آپ کو تب ملے گا جب آپ اس دار فانی سے کوچ کر جائیں گے۔ بادشاہ نے کہا: تیسرے روپے کا اب تب۔ وزیر نے کہا: بازار میں ایک طوائف ناچ رہی تھی میں ایک روپے اس کو دے دیا اور وہ نہ اب (یعنی زندگی میں) ملے گا اور نہ تب (یعنی مرنے کے بعد) ملے گا۔ وزیر کی یہ گفتگو سن کر سارے درباری متعجب ہوئے اور اس دن سے اس کی عقل و دانشمندی کے قائل ہو گئے۔

(6)چڑیاں کتنی ہیں؟

پہیلی: ایک درخت کے دو ڈال پر کچھ چڑیاں بیٹھی ہیں، ایک ڈال کی چڑیوں نے کہا: اگر تم میں سے ایک ہماری ڈال پر آجائے تو ہم تم سے دوگنی ہو جائیں گے، اس پر دوسری ڈال والی چڑیوں نے کہا: اگر تم میں سے ایک ہماری ڈال پر آجائے تو ہم تمہارے برابر ہو جائیں گی۔ اب بتایئے کہ ان دونوں ڈالوں میں کتنی کتنی چڑیاں بیٹھی ہیں۔

جواب: ایک ڈال پر سات اور دوسری ڈال پر پانچ چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔

(7)تین آدمی اور سترہ اونٹ کیسے تقسیم ہوں

پہیلی: تین آدمی اور سترہ اونٹ ہیں، ان اونٹوں میں ایک کا حصہ نصف (یعنی آدھا) ہے دوسرے کا حصہ ثلث (یعنی ایک تہائی) ہے اور تیسرے کا حصہ نواں ہے۔ بغیر کاٹے اونٹ تینوں کے درمیان کیسے تقسیم ہوں گے؟

جواب: یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دربار میں پیش آیا کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ۳ آدمی آئے اور کہنے لگے: ہمارے پاس ۱۷ اونٹ ہیں، ایک کا حصہ کل اونٹوں کا آدھا (۱/۲) ہے دوسرے کا حصہ تہائی (۱/۳) ہے اور تیسرے آدمی کا حصہ سب اونٹوں میں نواں (۱/۹) ہے، آپ ہمارے درمیان اونٹ تقسیم کیجئے مگر شرط یہ ہے کہ انہیں کاٹنا نہ پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے ایک اونٹ منگوایا، اب ۱۸ اونٹ ہو گئے پہلا شخص جس کا حصہ تمام اونٹوں میں آدھا تھا اسے ۱۸ کے آدھے یعنی ۹ اونٹ دے دیئے، دوسرا شخص جس کا حصہ تہائی تھا اسے ۱۸ کا تہائی یعنی ٦ اونٹ دے دیئے، پھر تیسرا شخص جس کا حصہ کل اونٹوں میں نواں تھا اسے کل اونٹوں کا نواں حصہ یعنی ۱۸ میں سے ۲ اونٹ دے دیئے اس طرح آپ رضی اللہ عنہ نے حسن تدبیر سے ایک مشکل مسئلے کا فیصلہ کر دیا اور ۹، ٦، اور ۲ اونٹ ملا کر کل ۱۷ اونٹ ان تینوں میں تقسیم بھی کر دیئے اور کسی اونٹ کو کاٹنا بھی نہ پڑا، ایک اونٹ جو باقی بچا اسے بیت المال میں واپس پہنچا دیا گیا۔ (خلفائے راشدین، ص:۱۲٦ ملخصاً)

اس واقعہ کے بارے میں جامع منقول و معقولات، امام علم و فن حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس واقعہ میں چونکہ شرکت تامہ نہیں اس لئے اس واقعہ کی صحت و مستند ہونے میں شک و تردد ہے۔ مزید مکمل تفصیل **"تحقیقات امام علم و فن"** نامی کتاب کے صفحہ نمبر ۵٦ میں ملاحظہ کیجئے۔ (تحقیقاتِ امام علم و فن ص ۵٦-۵۷)

(8)روٹی آٹھ اور درہم بھی آٹھ

پہیلی: دو شخص صبح کے وقت کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تھے، ایک کے پاس ۵ روٹیاں جبکہ دوسرے کے پاس ۳روٹیاں تھیں، اتنے میں ادھر سے ایک شخص گزرا، ان دونوں نے اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا اور تینوں نے وہ آٹھ روٹیاں مل کر کھالیں، تیسرے شخص نے جاتے ہوئے ۸ درہم ان دونوں کو دیئے اور کہا: میں نے تمہارے ساتھ جو کھانا کھایا ہے اس کی یہ قیمت ہے تم اسے آپس میں تقسیم کرلو، بتاؤ دونوں کو کتنا کتنا ملے گا؟

جواب: یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیش آیا: کہ جب وہ شخص آٹھ درہم دے کر چلا گیا تو ان دونوں میں تقسیم پر جھگڑا ہوا۔ ۵ روٹیوں والے شخص نے کہا: میں ۵ درہم لوں گا کہ میری روٹیاں ۵ تھیں اور تم ۳ درہم لو کہ تمہاری روٹیاں ۳ تھیں، دوسرے نے کہا: نہیں! رقم آدھی آدھی تقسیم ہوگی، دونوں یہ معاملہ لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے (مشورہ دیتے ہوئے) ۳روٹی والے شخص سے فرمایا: تمہارا ساتھی جو تمہیں دے رہا ہے اسے قبول کرلو کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں، وہ کہنے لگا: میں صرف انصاف والی بات کو قبول کروں گا، آپ نے فرمایا: انصاف یہی ہے کہ تم ایک درہم لو اور تمہارا ساتھی ۷ درہم لے، اس نے حیرت سے کہا: میرے ساتھی نے مجھے ۳ درہم دینے چاہے لیکن میں راضی نہیں ہوا، آپ نے بھی یہی مشورہ دیا مگر میں نے قبول نہیں کیا اور اب آپ یہ فرمارہے ہیں کہ انصاف کے طریقے پر میرا حق ایک درہم بنتا ہے آپ مجھے سمجھایئے کہ میرا حق ایک درہم کیسے ہے؟ پھر میں ایک درہم قبول کرلوں گا، آپ رضیَ اللہُ عنہ نے فرمایا: ۸ روٹیوں کے ۲۴ حصے تم تین آدمیوں نے کھائے، یہ پتا نہیں کہ کس نے کم کھایا اور کس نے زیادہ کھایا؟ اس لئے یہ سمجھ لو کہ سب نے برابر برابر کھایا ہے (یعنی ہر ایک نے آٹھ حصے کھائے) تم نے اپنی ۳روٹیوں کے ۹ حصوں میں سے آٹھ حصے خود کھالئے، تمہارا ایک حصہ باقی رہا، اور تمہارے ساتھی نے اپنی ۵ روٹیوں کے ۱۵ حصوں میں سے ۸ حصے خود کھائے اور اس کے ۷ حصے باقی رہے، تیسرے شخص نے تمہاری روٹیوں میں سے ایک حصہ کھایا اور تمہارے ساتھی کے سات حصے کھائے، اب انصاف کے مطابق تم کو ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو ۷ درہم ملیں گے، تفصیل سننے کے بعد اس جھگڑنے والے شخص کو ایک درہم لینا پڑا۔

(استیعاب، ۳/ ۲۰۷ ملخصًا)

(9)جھاڑو کی پہیلی

پہیلی:

بھرے بال کمر میں پٹی ہوگی کسی کونے میں لیٹی

جواب: جھاڑو۔

(10)شہد کی پہیلی

پہیلی:

پانی ہے پر میٹھا ہے دریا میں نہ ملتا ہے
نہر سمندر نکلے میں نہیں وہ درخت پے رہتا ہے

جواب: شہد

(11)آنکھ کی پہیلی

پہیلی:

سب کو دیکھے اور پہچانے کون ہے جو نہ اس کو جانے

جواب: آنکھ۔

(12)پان کی پہیلی

پہیلی:

دیکھو ایک پتے کا کمال ڈالو سبز نکالو لال
منہ میں جائے سبز سبز سا، باہر آئے لال سرخ سا
جادو ہے یہ بڑا نرالا، رنگ بدلے گا کھانے والا

جواب: پان۔

(13)پتنگ کی پہیلی

پہیلی:

اڑتا ہے کوئی پروا نہیں، پائلٹ ہے جہاز نہیں
اونچی نیچی اڑان اس کی، سواری اس پر کوئی کرتا نہیں

جواب: پتنگ۔

(14)دھوپ کی پہیلی

پہیلی:

پاؤں نہیں پھر بھی رواں ہے کبھی یہاں کبھی وہاں ہے

جواب: دھوپ۔

(15)فالودہ کی پہیلی

پہیلی:

غور کرو اور دیکھو بھالو

چاہے پی لو چاہے کھا لو

جواب: فالودہ۔

(16)پانچ نمازیں

پہیلی:

سورج کے جانے پر تین سورج کے آنے پر دو

صدیوں سے ہوتا آیا ہے اور قیامت تک بھی ہو

جواب: پانچ نمازیں۔

(17)آئینہ کی پہیلی

پہیلی:

ایک آدمی کو دو بنا دوں بتاؤ میں کون ہوں

جواب: آئینہ۔

(18)مولی کی پہیلی

پہیلی:

سفید تن ہری پونچھ		نہ بوجھے تو نانی سے پوچھ

جواب: مولی۔

(19)پالک کی پہیلی

پہیلی:وہ کون سی چیز ہے جس کے نام کے دو معنی ہیں ایک سبزی اور دوسرا پالنے والا؟

جواب:پالک۔پالک سبزی بھی ہے اور ہندی میں پالک کا معنی پالنے والا بھی ہے۔

(20)دوکاندار کی پہیلی

پہیلی: گائے دودھ دیتی ہے اور مرغی انڈا دیتی ہے،وہ کون ہے جو دونوں دیتا ہے؟

جواب:دوکاندار۔

(21)ناریل کی پہیلی

پہیلی:ایک والد نے اپنے بیٹے کو ایک چیز دی اور کہا:بھوک لگے تو کھالینا،پیاس لگے تو پی لینا،اور سردی لگے تو جلالینا۔بتایئے وہ کون سی چیز ہے جو تینوں کا کام کرتی ہے۔

جواب:ناریل

(22)تربوز کی پہیلی

پہیلی: ایک درویش نے ایک شخص کو کہا: میاں بازار جانا،ایک چیز لانا،جو چار چیزوں کے برابر ہو کہ وہ کھانے کو حلوہ،پکانے کو سبزی، بکری کا چارہ،پینے کو شربت۔

جواب:تربوز

(23)قبر کی پہیلی

پہیلی:ایک لڑکی قبرستان میں کھڑی ایک قبر پر بہت رو رہی تھی،کسی نے پوچھا:تم اتنا کیوں رو رہی ہو؟یہ کس کی قبر ہے؟لڑکی نے جواب دیا:یہ قبر میرے باپ کی ہے،اس میں دفن میرا بیٹا ہے،اور اگر یہ زندہ ہوتا تو میرا شوہر ہوتا۔

جواب:لڑکی کے باپ کے لئے قبر کھودی گئی لیکن کسی وجہ سے اس قبر میں دفن لڑکی کا منگیتر ہوا،لڑکی کا منگیتر چونکہ فوت ہو گیا،تو لڑکی کی شادی منگیتر کے باپ سے ہو گئی،تو جو پہلے منگیتر تھا اب اس کا بیٹا ہو گیا،اگر زندہ ہوتا تو لڑکی کا شوہر ہوتا،کہ لڑکی اسی سے نکاح کرتی۔

(24)غوطے کی پہیلی

پہیلی: ایسی کون سی چیز ہے جسے ہم پانی کے اندر کھاتے ہیں؟

جواب: غوطہ۔

(25)پوری کی پہیلی

پہیلی: ایسی کون سی چیز ہے جسے ہم آدھا کھا بھی لیں تو بھی وہ پوری ہی رہتی ہے۔

جواب: پوری، جو سبزی کے ساتھ کھائی جاتی ہے۔

(26)سیتا کی پہیلی

پہیلی: کپڑا کاٹتا تو ہے درزی پر سیتا ہے کون؟

جواب: سیتا رام کی بیوی ہے۔

پہیلی: وہ کون سی چیز ہے جو انڈیا میں دوبار آئی اور پھر نہ آئی؟

جواب: لفظ "INDIA" میں دوبار "I" آئی ہے اور تیسری بار نہیں آئی۔

(27)مور کی پہیلی

پہیلی: اس پرندے کا نام بتائیے جس کے نام کا معنی انگلش میں "زیادہ" ہے۔

جواب: مور، More۔

(28)سوال کی پہیلی

پہیلی: ہندی میں سوال کو پرشن اور جواب کو اتر کہتے ہیں اب آپ سے پرشن یہ ہے اتر کیا ہے؟

جواب: اتر ایک سمت (DIRECTION) ہے۔

(29)آنکھ کی پہیلی

پہیلی: وہ کون سی چیز ہے جس کا آنا بھی خراب اور جانا بھی خراب؟

جواب: آنکھ۔ آنکھ کا آنا (یعنی آشوبِ چشم ہونا) بھی خراب اور جانا (یعنی بینائی کا ختم ہونا) بھی خراب ہے۔

(30)قدم کی پہیلی

پہیلی: ایسی کون سی چیز ہے جس کو ہم دن میں ہزاروں بار اٹھاتے ہیں اور ہزاروں بار رکھتے ہیں؟

جواب: قدم۔

(31)انڈے کی پہیلی

پہیلی: عبد اللہ اور عبد الرحمن دونوں دوست ہیں، ایک دن عبد اللہ کی مرغی نے عبد الرحمن کے گھر جاکر انڈا دیا تو بتاؤ کہ وہ انڈا کس کا ہے؟

جواب: مرغی کا انڈا ہے۔

(32)سفر کی پہیلی

پہیلی: قبرستان لوگ مردہ لے کر جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے: پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں، یعنی وہاں سے ایک کم ہوکر آتا ہے، مگر وہ کون سا سفر ہے کہ اگر چار جائیں تو پانچ آتے ہیں، پانچ جائیں تو چھ آتے ہیں یعنی ایک زیادہ ہی واپس آتا ہے؟

جواب: شادی کا سفر۔

(33)اندھیرے کی پہیلی

پہیلی: سورج پوری دنیا کو روشن کرکے اس کی ہر چیز کو دیکھ لیتا ہے مگر دنیا کی وہ کون سی چیز ہے جسے سورج نے ابھی تک نہیں دیکھا؟

جواب: اندھیرا۔

(34)نواسی کی پہیلی

پہیلی: ایک بوڑھا شخص کہیں جارہا تھا، اس کے ساتھ ایک بکری کا بچہ اور ایک چھوٹی سی لڑکی تھی، ایک سوال کرنے والے نے اس بوڑھے سے تین سوال کئے: بابا! آپ کی عمر کتنی ہے؟ بکری کی قیمت کتنی ہے؟ یہ بچی آپ کے رشتے میں کیا لگتی ہے؟ اس بوڑھے بابا نے صرف ایک کلمہ کہا اور اس ایک کلمے سے تینوں سوالوں کے جواب ہو گئے۔ بتایئے وہ کون سا کلمہ ہے؟

جواب: نواسی، ۸۹۔ یعنی اس کی عمر نواسی سال، بکری کی قیمت نواسی روپے اور وہ بچی اس کی نواسی (یعنی بیٹی کی بیٹی) ہے۔

(35)ٹھوکر کی پہیلی

پہیلی:ایسی کون سی چیز ہے جو کھانے سے پہلے نہیں دکھتی؟

جواب: ٹھوکر۔

(36)کل کی پہیلی

پہیلی:وہ کیا ہے جو کبھی آتا نہیں اور جو اس کے بھروسے میں رہے پچھتاتا ہے؟

جواب:کل۔

(37)ہاتھ کی پہیلی

پہیلی:وہ کون سی چیز ہے جسے آپ بائیں(یعنی الٹے)ہاتھ سے تو پکڑ سکتے ہیں لیکن دائیں(یعنی سیدھے)ہاتھ سے نہیں پکڑ سکتے؟

جواب: آپ کا دایاں(یعنی سیدھا)ہاتھ۔

(38)زبانوں کی پہیلی

پہیلی:دو ایسی زبانوں کے نام بتایئے جو کھانے کے کام بھی آتی ہیں؟

جواب: چینی، عربی۔

(39)پھل کی پہیلی

پہیلی:وہ کون سا پھل ہے جس کے نام میں لڑکی کا نام آتا ہے؟

جواب: سیتا پھل۔

(40)میتھ کی پہیلی

پہیلی:ایسے دو عدد بتایئے کہ ایک کو دوسری سے ضرب(یعنی گڑا)کرنے پر جواب ۵ آئے۔

جواب:پانچ اور ایک۔5=1*5

(41)ہونٹ کی پہیلی

پہیلی:

لگ لگ کہے تو نہ لگے

مت مت کہے تو لگے

جواب: ہونٹ۔ کہ جب آپ لفظِ "لگ" کہیں تو دونوں ہونٹ ایک دوسرے سے نہیں لگتے (یعنی ملتے) مگر لفظِ "مت" کہیں تو دونوں آپس میں لگ جاتے ہیں۔

(42)مشروم کی پہیلی

پہیلی: ایسا روم جس کی کھڑکی نہ دروازہ، بتاؤ وہ کون سا روم ہے؟

جواب: مشروم، ایک سبزی۔

(43)ماچس کی پہیلی

پہیلی: اگر آپ اندھیرے کمرے میں ایک موم بتی، ایک لالٹین اور ایک دیا کے ساتھ ہیں تو سب سے پہلے آپ کیا جلائیں گے؟

جواب: ماچس

(44)جنوری کی پہیلی

پہیلی: ہاتھی فروری کے بجائے جنوری کے مہینے میں زیادہ پانی کیوں پیتا ہے؟

جواب: کیونکہ جنوری میں زیادہ دن ہوتے ہیں۔

(45)رات کو سونے کی پہیلی

پہیلی: کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی انسان تیس دن تک نیند لئے بغیر رہ سکتا ہو؟

جواب: رات میں نیند لے کر۔

(46)تکیہ اور چارپائی کی پہیلی

پہیلی: ایسی کون سی چیز ہے جو سونے کی ہے مگر سنار کی دوکان پر نہیں ملتی؟

جواب: تکیہ اور چارپائی۔

(47)سوال کی پہیلی

پہیلی:وہ کون ساسوال ہے جس کا جواب کوئی ہاں میں نہیں دے سکتا؟

جواب:کیا آپ مر گئے ہیں؟

(48)روٹی کی پہیلی

پہیلی:باپ بیٹے دو،روٹی آئیں تین،ایک ایک روٹی سب کو کھانی ہے اور کوئی روٹی بچنی بھی نہیں چاہئے اور ایک روٹی سے زیادہ بھی نہیں کھانی۔

جواب:ایک باپ اور دو بیٹے،کل تین ہوئے اور روٹی بھی تین ہیں لہذا سب ایک ایک روٹی کھالیں گے،نہ کوئی زیادہ کھائے گا اور نہ کم۔

(49)گلاب جامن کی پہیلی

پہیلی:ایسالفظ بتایئے جس سے پھول،مٹھائی اور پھل بن جائے؟

جواب:گلاب جامن۔گلاب پھول،جامن پھل،اور دونوں مل کر مٹھائی بن جاتے ہیں کہ گلاب جامن ایک مٹھائی کانام ہے۔

(50)شہتوت کی پہیلی

پہیلی:ایساکون سا پھل ہے جس میں نہ ہی کوئی بیج اور نہ ہی کوئی چھلکاہو تا ہے؟

جواب:شہتوت۔

(51)سگریٹ کی پہیلی

پہیلی:ہر چیز کھینچنے سے بڑی ہوتی ہے مگر ایسی کون سی چیز ہے جس کو جتنا کھینچا جاتا ہے وہ اتنی ہی چھوٹی ہوتی جاتی ہے؟

جواب:سگریٹ۔

(52)کتاب پڑھنے کی پہیلی

پہیلی:ایک شخص کتاب پڑھ رہا ہے کہ اچانک بجلی چلی جاتی ہے، جس کی وجہ سے کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا، لیکن وہ شخص کتاب پڑھنے سے رکتا نہیں۔ کیسے؟(کتاب الیکٹرانک فارمیٹ میں نہیں یعنی موبائل یا کمپیوٹر وغیرہ پر نہیں ہے بلکہ فزیکل شکل میں ہے)

جواب:کتاب پڑھنے والے کو روشنی اس لئے نہیں چاہیئے کہ وہ نابینا ہے اور بریل کے ذریعے پڑھ رہا ہے لہذا بجلی جانے سے اس کی پڑھائی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

(53)بیٹی کی پہیلی

پہیلی:

ایک باپ کی اولاد ہوں، ایک ماں کی اولاد ہوں
لیکن میں کسی کا بیٹا نہیں ہوں، بتاؤ میں کون ہوں

جواب:ایک بیٹی

(54)غلط کی پہیلی

پہیلی:وہ کون سا لفظ ہے جو ہر لغت میں غلط ہی پڑھا جاتا ہے؟

جواب:غلط۔Wrong

(55)یومِ ولادت کی پہیلی

پہیلی:زید مئی میں پیدا ہوا مگر اس کا یومِ ولادت جون کے مہینے میں ہے؟

جواب:مئی ایک جگہ کا نام ہے جہاں وہ پیدا ہوا اور مہینہ جون کا تھا۔

(56)2سے 24کیسے بنائیں؟

پہیلی:2سے 24کیسے بنائیں گے؟

جواب:22+2=24

(57)4کے بیچ میں 8کہاں؟

پہیلی: ان4کے بیچ میں 8 کہاں ہے؟صرف تیس سیکنڈ میں تلاش کیجئے۔

4444444444444444444444444444

4444444444444444444444444444

4444444444444444444444444444

4444444444444444444444444444

جواب: اوپر ہی8لکھاہے۔

(58)نماز کی پہیلی

پہیلی: کیاکوئی ایسی نماز بھی ہے جس کواس کے وقت میں پڑھنا گناہ ہو؟

جواب: حاجیوں کے لئے مزدلفہ کے راستے میں مغرب کی نماز اس کے وقت میں پڑھنا گناہ ہے بلکہ مزدلفہ پہنچ کر عشاکے وقت میں پہلے مغرب کے فرض پھر عشاکے فرض پڑھنے کا حکم ہے۔

(59)مرتد کی پہیلی

پہیلی: وہ کون شخص ہے جو کسی کاوارث نہیں ہوتا مگر دوسرے اس کی جائداد کے وارث ہوتے ہیں؟

جواب: مرتد کسی کاوارث نہیں ہوتا مگر مسلمان ورثہ اس کی جائداد کے وارث ہوتے ہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے: مرتد مرد نے جو مال بحالتِ اسلام کمایا ہو وہ اُس کے مسلمان ورثہ کو ملے گا اور جو مال بحالتِ ارتداد حاصل کیا وہ بیت المال میں رکھا جائے گا اور مصالح مسلمین میں صَرف کیا جائے گا اور دار الحرب چلے جانے کے بعد جو اُس نے کمایا وہ بالاتفاق فیئ ہے اُسے بھی بیت المال میں رکھا جائے گا۔(فتاوی رضویہ،ج۲۶،ص۲۷۵۔۲۷۶)

(60)پانی کی پہیلی

پہیلی: وہ کون ساپانی ہے کہ جب کثیر ہو تو اُس سے غسل جائز نہیں اور جب کم ہو تو جائز ہے۔

جواب: جب حوض کانچلا حصّہ دہ در دہ ہو اور اوپر والا کم ہو تو اس میں وضو جائز نہیں جبکہ بھرا ہوا ہو، پس جب کم ہو جائے اور کثرت کو پہنچ جائے تو جائز ہے۔(فتاوی رضویہ،ج۲،ص۲۰۴)(قاضی خان فصل فی الماء الراکد نولکشور لکھنؤ ۴/۱)

(61)گرم مسالہ کی پہیلی

پہیلی: وہ کون سی چیز ہے جسے جتنا بھی ٹھنڈا کر لو وہ گرم ہی رہتا ہے؟

جواب: گرم مسالہ۔

(62)اسٹار کی پہیلی

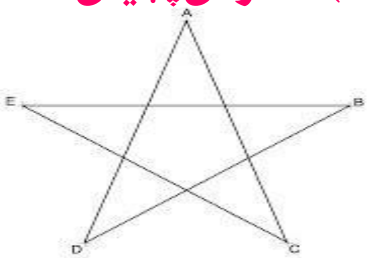

پہیلی: اس ستارے میں دس جوڑ ہیں، ان دس میں سے نو جوڑ میں اس طرح نشان لگانا ہے کہ کسی ایک جوڑ سے شروع کر کے تیسرے جوڑ پر ایک گول نشان لگادیں گے۔ جس جوڑ پر گول نشان لگادیں گے اس سے نہ شروع کریں گے اور نہ ہی اس پر ختم کریں گے۔

جواب: جس خانے سے شروع کریں اگلی مرتبہ اسی خانے پر ختم کریں۔

(63)انوکھی پہیلی

پہیلی: ایک تالاب کے چار کونے ہیں ہر کونے میں جو بھی چیز ڈالی جاتی ہے وہ دوگنا ہو جاتی ہے، مثلا آپ پھول لے کر جائیں اور تالاب کے کونوں میں ڈالیں تو دوگنا ہو جائیں گے، اور ان پھولوں میں سے کچھ پھول ہر کونے پر چھوڑنا بھی ہے لیکن جتنے پھول ایک کونے میں چھوڑیں گے اتنے ہی ہر کونے میں چھوڑنے ہیں اور آخر کونے میں چھوڑنے کے بعد آپ کے پاس کوئی پھول بچنا بھی نہیں چاہئے۔

اب سوال یہ ہے کہ آپ جب جائیں گے تو کتنے پھول لے جائیں گے اور ہر کونے میں کتنے پھول چھوڑیں گے؟

جواب: 15 پھول لے کر جانے ہیں اور ہر کونے میں 16 پھول چھوڑنے ہیں۔ مثلاً پہلے کونے میں ۱۵ پھول لے جا کر ڈالیئے تو ۳۰ ہو گئے، ۳۰ میں سے ۱۶ پہلے کونے میں چھوڑ دیجئے اور باقی ۱۴ پھول لے کر دوسرے کونے پر آیئے، ۱۴ پھولوں کو دوسرے کونے میں ڈالیئے تو ۲۸ ہو گئے، ان ۲۸ میں سے ۱۶ دوسرے کونے میں چھوڑ دیجئے اور

باقی ۱۲ پھولوں کو لے کر تیسرے کونے پر آیئے، ۱۲ پھولوں کو تیسرے کونے میں ڈالیئے تو ۲۴ پھول ہو گئے، ان ۲۴ میں سے ۱۶ تیسرے کونے میں چھوڑ دیجئے اور باقی ۸ پھول لے کر چوتھے کونے پر آیئے، ۸ پھولوں کو چوتھے کونے میں ڈالیئے تو ۱۶ ہو گئے اور ان ۱۶ کو چوتھے کونے میں چھوڑ دیجئے اور چلے آیئے، پس آخر میں آپ کے پاس ایک بھی پھول نہیں بچے گا۔

پانچواں باب

63انوکھی حکمتیں

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆... حکمت کیا ہے اور کہاں ملتی ہے؟
☆... عقائد کی حکمتیں
☆... اللہ پاک کے نہ سونے کی حکمت
☆... لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمت
☆... عقیدۂ آخرت کی حکمت
☆... وضو کی حکمتیں
☆... نماز کی حکمتیں
☆... علمِ غیب کی حکمتیں
☆... پیشانی کو پیشانی کہنے کی حکمت
☆... قبلہ کی حکمتیں
☆... افعالِ حج کی حکمتیں
☆... نمازِ باجماعت کی حکمتیں
☆... حد قائم کرنے کی حکمت
☆... اذان کی حکمت
☆... روزوں کی حکمتیں
☆... زکوۃ کی حکمتیں
☆... جہاد کرنے کی حکمت
☆... ختنہ کرنے کی حکمت

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللہ وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا حَبِیْبَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللہ وَ عَلٰی اٰلِكَ وَ اَصْحٰبِكَ یَا نُوْرَ اللہ

درود شریف کی فضیلت

نبیِ رحمت، شفیعِ امت صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ رحمت ہے: جو کوئی مجھ پر ایک مرتبہ دُرودِ پاک پڑھتا ہے اللہ عَزَّ وَجَلَّ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں۔ (سنن نسائی، کتاب السھو، باب الفضل فی الصلاۃ علی النبی، ص ۲۲۲، حدیث: ۱۲۹۴)

برستا نہیں دیکھ کر اَبرِ رَحمت

بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

اب آئی شفاعت کی سَاعت اب آئی

ذرا چین لے میرے گھبرانے والے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

حکمت کیا ہے اور کہاں ملتی ہے؟

حکمت کیا ہے؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں کہ ''حکمت'' عقل و فہم کو کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ''حکمت'' معرفت اور اصابت فی الامور کا نام ہے۔ اور بعض کے نزدیک حکمت ایک ایسی شے ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کے دل میں یہ رکھ دیتا ہے اس کا دل روشن ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کو نیند کی حالت میں اچانک حکمت عطا فرمادی تھی۔ بہر حال نبوت کی طرح حکمت بھی ایک وہبی چیز ہے، کوئی شخص اپنی جدوجہد اور کسب سے حکمت حاصل نہیں کر سکتا۔ جس طرح کہ بغیر خدا کے عطا کئے کوئی شخص اپنی کوششوں سے نبوت نہیں پا سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ نبوت کا درجہ حکمت کے مرتبے سے بہت اعلیٰ اور بلند تر ہے۔

(تفسیر روح البیان، ج۷، ص ۷۴-۷۵، (ملخصاً)پ۲۱، لقمان:۱۱)

صاحبِ خزائن العرفان سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۹ کے تحت لکھتے ہیں: حکمت کے معنی میں بہت اقوال ہیں بعض کے نزدیک حکمت سے فقہ مراد ہے' قتادہ کا قول ہے کہ حکمت سنت کا نام ہے بعض کہتے ہیں کہ حکمت علم احکام کو کہتے ہیں خلاصہ یہ کہ حکمت علمِ اسرار ہے۔ (کنز الایمان مع خزائن العرفان)

قرآنِ پاک میں حکمت کتنے معانی کے لئے آیا ہے؟

لفظِ حکمت قرآنِ پاک میں چند معانی کے لئے استعمال ہوا ہے:

(۱) پختہ علم کے معنی میں جیسے:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾

(پ۔۱۔البقرۃ۔۱۲۹)

ترجمۂ کنز الایمان: اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

(۲) حکمت کے معنی میں جیسے:

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ ﴿٤٨﴾ (پ۔۳۔آل عمران۔۴۸)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اللہ سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔

(۳) پکی تدبیر کے معنی میں جیسے:

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔ (پ۔۱۴۔النحل۔۱۲۵)

ترجمۂ کنز الایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے۔

حکمت کون دیتا ہے اور کسے دیتا ہے؟

حکمت دینے والا اللہ رب العزت کی ذات ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے جیسے کہ فرمانِ باری ہے:

يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٢٦٩﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ حکمت دیتا ہے جسے چاہے اور جسے حکمت ملی اُسے بہت بھلائی ملی اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔(پ۔۳۔البقرۃ۔۲۶۹)

اللہ تعالیٰ نے حکمت کس کس کو عطا فرمائی؟

جن جن حضرات کو حکمت عطا کرنے کا ذکر صراحۃً قرآنِ پاک میں کیا گیا ہے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱)حضرتِ داوٗد علیہ السلام کو:

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ۔(پ۔۲۔البقرۃ۔۲۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: اور قتل کیا داوٗد نے جالوت کو اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا۔

تفسیر: اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی لکھتے ہیں:

حضرت داوٗد علیہ السلام کے والد ایشا طالوت کے لشکر میں تھے اور انکے ساتھ انکے تمام فرزند بھی حضرت داوٗد علیہ السلام ان سب میں چھوٹے تھے بیمار تھے رنگ زرد تھا بکریاں چراتے تھے جب جالوت نے بنی اسرائیل سے مقابلہ طلب کیا وہ اس کی قوت جسامت دیکھ کر گھبرائے کیونکہ وہ بڑا جابر قوی شہ زور عظیم الجثہ قد آور تھا طالوت نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دوں گا اور نصف ملک اس کو دوں گا مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا تو طالوت نے اپنے نبی حضرت شمویل علیہ السلام سے عرض کیا کہ بارگاہ الہی میں دعا کریں آپ نے دعا کی تو بتایا گیا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام جالوت کو قتل کریں گے طالوت نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ جالوت کو قتل کریں تو میں اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دوں اور نصف ملک پیش کروں آپ نے قبول فرمایا اور جالوت کی طرف روانہ ہوگئے صف قتال قائم ہوئی اور حضرت داوٗد علیہ السلام دست مبارک میں فلاخن لے کر مقابل ہوئے جالوت کے دل میں آپ کو دیکھ کر دہشت پیدا ہوئی مگر اس نے باتیں بہت متکبرانہ کیں اور آپ کو اپنی قوت سے مرعوب کرنا چاہا آپ نے فلاخن میں پتھر رکھ کر مارا وہ اس کی پیشانی توڑ کر پیچھے سے نکل گیا اور جالوت مر کر گر گیا حضرت داوٗد علیہ السلام نے اس کو لاکر طالوت کے سامنے ڈال دیا تمام بنی اسرائیل خوش ہوئے اور طالوت نے حضرت

داوٗدعلیہ السلام کو حسب وعدہ نصف ملک دیااور اپنی بیٹی کا آپ کے ساتھ نکاح کردیا ایک مدت کے بعد طالوت نے وفات پائی تمام ملک پر حضرت داوٗدعلیہ السلام کی سلطنت ہوئی (جمل وغیرہ)

اور حکمت عطا کرنے سے نبوت مراد ہے۔اور جو چاہا سکھایا سے مراد زرہ بنانا اور جانوروں کا کلام سمجھنا ہے جیسا کہ پارہ ۱۷ سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۷۹، ۸۰ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

(۲) آلِ ابراہیم علیہ السلام کو:

فَقَدْ اٰتَيْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا۔ (پ۔۵۔النساء۔۵۴)

ترجمۂ کنزالایمان: تو ہم نے ابراہیم کی اولاد کو کتاب اور حکمت عطا فرمائی اور انہیں بڑا ملک دیا۔

(۳) حضرتِ لقمان کو:

وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ۔ (پ۔۲۱۔لقمٰن۔۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور بیشک ہم نے لقمان کو حکمت عطا فرمائی کہ اللہ کا شکر کر۔

(۴) حضرتِ یحیٰ علیہ السلام کو:

يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَ اٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۙ﴿۱۲﴾ (پ۔۱۶۔مریم۔۱۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اے یحیٰی کتاب مضبوط تھام اور ہم نے اسے بچپن ہی میں نبوت دی۔

(۵) حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کو:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۫ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۚ ۔

ترجمۂ کنزالایمان: جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسیٰ یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی تو لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل۔ (پ۔۷۔المائدۃ۔۱۱۰)

(٦)ہمارے آقا و مولیٰ محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا۔

ترجمہ کنزالایمان: اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت اتاری اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔(پ۔۵۔النساء۔۱۱۳)

اللّٰہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو حکمت عطا فرمائی

مذکورہ آیات سے کہیں یہ وہم پیدا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے صرف ان ہی حضرات کو حکمت عطا فرمائی ہے بلکہ اللہ عزوجل نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو حکمت عطا فرمائی ہے جیسے کہ فرمانِ خداوندی ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔(پ۔۳۔اٰل عمران۔۸۱)

ترجمہ کنزالایمان: اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم حکمت کے معلّم بھی ہیں

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! لطف کی بات یہ کہ دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو حکمت عطا کرنے کا بیان رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں تو فرمایا مگر ان میں سے کوئی حکمت سکھانے والا بھی ہے نہ بیان فرمایا جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں نے ان کو حکمت دی بھی اور آگے دوسروں کو حکمت دینے والا، حکمت تقسیم فرمانے والا بھی بنایا ہے اور اس کا ذکر قرآن کے ایک یا دو مقام پر نہیں بلکہ تین مقام پر فرمایا ہے مثلاً:

(۱) كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾۔(پ۔۲۔البقرۃ۔۱۵۱)

ترجمۂ کنزالایمان: جیسے کہ ہم نے تم میں بھیجا ایک رسول تم میں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں پاک کرتا اور کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

(۲) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (پ۔۴۔اٰل عمران۔۱۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

(۳) هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ ﴿۲﴾ (پ۔۲۸۔الجمعة۔۲)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

حکمت کہاں ملتی ہے؟

سرکار مدینہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: ''جب تم کسی دنیا سے بے رغبت شخص کو دیکھو اور اُسے کم گو پاؤ تو اس کے پاس ضرور بیٹھو کیونکہ اس پر حکمت کا نزول ہوتا ہے۔''

(سنن ابن ماجه، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، الحدیث ۴۱۰۱، ج۴، ص۴۲۲)

حکمت کیسے ملتی ہے؟

حضرت سَیِّدُنا شبلی رضي اللہ تعالي عنہ نے فرمایا، "میں جس دن اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، اسی دن حکمت و عبرت کا ایسا دروازہ دیکھتا ہوں جو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔" (احیاء العلوم، کتاب الخوف والرجاء ج ۴، ص ۱۹۸)

حکمت کم بولنے سے ملتی ہے

حضرتِ سَیِّدُنا اَبُو سَلَمہ صَنعانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بیان کرتے ہیں کہ حضرتِ سَیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَفَّار فرماتے ہیں: کم بولنا حکمت ہے، خاموشی اختیار کرو کیونکہ یہ اچھی خصلت ہے اور اس سے بوجھ اور گناہ کم

ہوتے ہیں، بُردباری کے دروازے کو سنوارو اور اس کا دروازہ خاموشی اور صبر ہے۔ **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ زیادہ ہنسنے والے اور چغلخور کو پسند نہیں فرماتا اور وہ اس حکمران کو پسند کرتا ہے جو چرواہے کی طرح ہو (یعنی رعایا کا محافظ ہو) اور اپنی رعایا سے غافل نہ ہو۔ جان لو کہ حکمت مومن کا گمشدہ خزانہ ہے لہٰذا علم حاصل کرو اس سے پہلے کہ اسے اٹھا لیا جائے اور اس کا اٹھ جانا یہ ہے کہ عُلَماء دنیا سے رُخصت ہو جائیں گے۔ (حِلْيَةُ الْاَوْلِيَاء وَطَبَقَاتُ الْاَصْفِيَاء (جلد: ۵) ص ۴۹۱)

الٰہی! اپنی رحمت سے تو حکمت کا خزینہ دے
ہمیں عقلِ سلیم مولیٰ! پئے شاہِ مدینہ دے

(وسائلِ بخشش)

پرحکمت گفتگو

بعض حکماء کہتے ہیں: "فضول کلام چھوڑ دینا گفتگو میں حکمت پیدا کرتا ہے، پریشان نظری چھوڑ دینا خشوع اور خشیت (یعنی عاجزی اور خوف) پیدا کرتا ہے، فضول شئے کھانے سے اجتناب کرنا عبادت میں مٹھاس پیدا کرتا ہے، زیادہ ہنسنے کو چھوڑنا رعب پیدا کرتا ہے اور حرام میں رغبت نہ کرنا محبت پیدا کرتا ہے، لوگوں کے عیوب کی جستجو چھوڑنا عیوب کی اصلاح کا سبب ہے اور اللہ عزوجل کے معاملہ میں وہم کو چھوڑ دینا شک، شرک اور نفاق کو ختم کر دیتا ہے۔

(آنسوؤں کا دریا ص ۲۴۰-۲۴۱)

حکمت کیسے ملتی ہے؟ کے متعلق چند احادیث

الحمد للہ عزوجل اللہ رب العزت کی عطا سے ہمارے پیارے آقا مکی مدنی مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حکمت و دانائی فہم و فراست کے معلم ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنی امت کو ان تمام چیزوں کی تعلیم فرمائی اور اپنی امت کو اپنے فرامین کے ذریعے بتایا کہ حکمت کن کن چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمایئے۔

☆۔۔۔نبی اکرم، نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راس الحکمۃ مخافۃ اللہ یعنی حکمت کا سرچشمہ اللہ کا خوف ہے۔ (کنز العمال: رقم ۵۸۷۳) (خوفِ خدا ص ۱۲)

حلال کھانے سے حکمت ملتی ہے

☆۔۔۔رسولِ اَکرم ، نبیِّ محتشم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ جنت نشان ہے :"جس نے چالیس دن تک حلال کھایااللہ عزوجل اس کے دل کو منور فرمادے گا اور اس کی زبان پر حکمت کے چشمے جاری فرمادے گا اور دنیا وآخرت میں اس کی رہنمائی فرمائے گا۔" (اتحاف السادة المتقین، کتاب الحلال والحرام، باب فی فضیلة الحلال...الخ، ج ٦، ص ٤٥٠)

مخلص کو حکمت ملتی ہے

☆۔۔۔محبوبِ ربُّ العلمین، جنابِ صادق وامین عزوجل وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے: "جوچالیس دن اللہ عزوجل کے لئے مخلص ہو جائے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔(حلیة الاولیاء، الحدیث: ٦٨٧٩، ج٥، ص٢١٥، بدون "من قلبه)

بردبار صاحبِ حکمت ہوتا ہے

☆۔۔۔شفیعِ روزِ شُمار، دو عالَم کے مالک و مختار باذنِ پروردگار عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:"دو باتیں بہت عجیب ہیں:

(۱)۔۔۔بے وقوف آدمی سے حکمت کی بات اور (۲)۔۔۔بردبار شخص سے بے وقوفی کی بات، لہٰذا اس بات سے درگزر کر لیا کرو کیونکہ بردبار شخص صاحبِ فراست اور حکمت والا تجربہ کار ہوتا ہے۔"

(کنزالعمال، کتاب الاخلاق، قسم الاقوال، الحدیث:۵۸۳۷، ج۳، ص۵۷)

☆۔۔۔حسنِ اخلاق کے پیکر، نبیوں کے تاجور، محبوبِ رَبِّ اکبر عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا فرمانِ عالیشان ہے:"باوقار شخص بردبار، عالِم صاحبِ فراست اور صاحبِ حکمت تجربہ کار ہوتا ہے۔"

(المرجع السابق، الحدیث:۵۸۳۸، ایضاً)

☆۔۔۔نبیِّ کریم، رء وف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:"جب کسی مؤمن کو پُر وقار انداز میں خاموشی کا پیکر پاؤ تو اس کی قربت حاصل کیا کرو کیونکہ وہ (جب بھی بولے گا تو) صرف حکمت آموز باتیں ہی کہے گا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ریاضۃ النفس وتہذیب الاَخلاق، بیان علامات حسن الخلق، ج۳، ص۸۵، یلقی بدلہ "یلقن")

(1) خدا کے ایک ہونے کی حکمت

(۱)۔۔۔اس دنیا کو بنانے میں اور اس کی تدبیر کے لئے ایک خدا کافی ہوگا یا ایک خدا کافی نہ ہوگا بلکہ ایک سے زائد کی ضرورت ہوگی، پس اگر ایک اکیلا خدا اس دنیا کو بنانے اور اس کی تدبیر کے لئے کافی ہے تو دوسرے خدا کو ماننا عبث و بیکار ہے، اور اگر ایک اکیلا اس دنیا کو بنانے اور اس کی تدبیر کے لئے کافی نہیں بلکہ دوسرے کی ضرورت ہے تو پھر وہ ناقص ہے اور جو ناقص ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔

(۲)۔۔۔اور اگر کوئی فرض کرے کہ ایک خدا اس دنیا کو بنانے اور اس کی تدبیر کے لئے کافی نہیں ہے اور اس کو کسی دوسرے کی بھی ضرورت ہے، تو کیا ضروری ہے کہ دو مل کر کافی ہو جائیں بلکہ ان کو تیسرے کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے، چوتھے کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے اور یہ ضرورت کسی ایک عدد پر موقوف نہیں ہوگی بلکہ اس طرح غیر متناہی خداؤں کی ضرورت ہوگی جو کہ درست نہیں کہ ماننے گئے تھے دو خدا ماننا پڑا اربوں خداؤں کو۔

(۳)۔۔۔نیز اس موضوع پر ایک نہایت موزوں حکایت سچی حکایات میں درج ہے کہ ایک عالم نے ایک بڑھیا کو چرخہ کاتتے دیکھ کر فرمایا کہ بڑھیا! ساری عمر چرخہ ہی کاتا یا کچھ اپنے خدا کی بھی پہچان کی؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ بیٹا سب کچھ اسی چرخہ میں دیکھ لیا، فرمایا! بڑی بی! یہ تو بتاؤ کہ خدا موجود ہے یا نہیں؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ہاں ہر گھڑی اور رات دن ہر وقت خدا موجود ہے، عالم نے فرمایا مگر اس کی دلیل؟ بڑھیا بولی، دلیل یہ میرا چرخہ، عالم نے پوچھا یہ کیسے؟ وہ بولی وہ ایسے کہ جب تک میں اس چرخے کو چلاتی رہتی ہوں یہ برابر چلتا رہتا ہے اور جب اس چھوٹے سے چرخہ کو ہر وقت چلانے والے کی ضرورت ہے تو زمین وآسمان، چاند، سورج کے اتنے بڑے چرخوں کو کس طرح چلانے والے کی ضرورت نہ ہوگی؟ پس جس طرح میرے کاٹھ کے چرخہ کو ایک چلانے والا چاہیئے اسی طرح زمین وآسمان کے چرخہ کو ایک چلانے والا چاہیئے جب تک وہ چلاتا رہے گا یہ سب چرخے چلتے رہیں گے اور جب وہ چھوڑ دے گا تو یہ ٹھہر جائیں گے مگر ہم نے کبھی زمین وآسمان، چاند سورج کو ٹھہرے نہیں دیکھا تو جان لیا کہ ان کا چلانے والا ہر گھڑی موجود ہے۔

عالم نے سوال کیا، اچھا یہ بتاؤ کہ آسمان وزمین کا چرخہ چلانے والا ایک ہے یا دو؟ بڑھیا نے جواب دیا کہ ایک ہے اور اس دعوے کی دلیل بھی یہی میرا چرخہ ہے کیونکہ جب اس چرخہ کو میں اپنی مرضی سے ایک طرف کو چلاتی

ہوں یہ چرخہ میری مرضی سے ایک ہی طرف کو چلتا ہے اگر کوئی دوسری چلانے والی بھی ہوتی پھر یا تو وہ میری مددگار ہو کر میری مرضی کے مطابق چرخہ چلاتی تب تو چرخہ کی رفتار تیز ہو جاتی اور اس چرخہ کی رفتار میں فرق آکر نتیجہ حاصل نہ ہوتا اور اگر وہ میری مرضی کے خلاف اور میرے چلانے کی مخالف سمت پر چلاتی تو یہ چرخہ چلنے سے ٹھہر جاتا یا ٹوٹ جاتا۔ مگر ایسا نہیں ہوتا اس وجہ سے کہ کوئی دوسری چلانے والی نہیں ہے اسی طرح آسمان وزمین کا چلانے والا اگر کوئی دوسرا ہوتا تو ضرور آسمانی چرخہ کی فتار تیز ہو کر دن رات کے نظام میں فرق آجاتا یا چلنے سے ٹھہر جاتا یا ٹوٹ جاتا جب ایسا نہیں ہے تو ضرور آسمان وزمین کے چرخہ کو چلانے والا ایک ہی ہے۔ (سچی حکایات، حصہ اول، ص ۲۴)

(2) اللّٰہ کے موجود ہونے کی حکمت

اللہ تعالی کا ہونا ضروری ہے ورنہ عالم میں فساد برپا ہو جائے گا جیسے کہ اللہ الکریم نے قرآنِ عظیم میں کفار کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ یُنْشِرُوْنَ (۲۱) (پ ۱۷۔ الانبیاء ۲۱)

ترجمہ کنزالایمان: کیا انہوں نے زمین میں سے کچھ ایسے خدا بنالئے ہیں کہ وہ کچھ پیدا کرتے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

جواہرِ ارضیہ سے مثل سونے چاندی پتھر وغیرہ کے جو بت بنا رکھے ہیں کیا وہ کچھ پیدا کرتے ہیں؟ حالانکہ ایسا تو نہیں ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو خود بے جان ہو وہ کسی کو جان دے سکے تو پھر اس کو معبود ٹھہرانا اور اِلٰہ قرار دینا کتنا کھلا باطل ہے، اِلٰہ وہی ہے جو ہر ممکن پر قادر ہو جو قادر نہیں وہ اِلٰہ کیسا۔

تو سنو! قرآن کا ارشاد ہے:

لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (۲۲) (پ ۱۷ الانبیاء ۲۲)

ترجمہ کنزالایمان: اگر آسمان وزمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے تو پاکی ہے اللہ عرش کے مالک کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

تفسیر: اس آیت کی تفسیر میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور وہ تباہ ہو جاتے کیونکہ اگر خدا سے وہ خدا مراد لئے جائیں جن کی خدائی کے بُت پرست معتقد ہیں تو فسادِ عالَم کا لزوم ظاہر ہے کیونکہ وہ جمادات ہیں، تدبیرِ عالَم پر اصلاً قدرت نہیں رکھتے اور اگر تعمیم کی جائے تو بھی لزومِ فساد یقینی ہے کیونکہ اگر دو خدا فرض کئے جائیں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ دونوں متفق ہوں گے یا مختلف، اگر شے واحد پر متفق ہوئے تو لازم آئے گا کہ ایک چیز دونوں کی مقدور ہو اور دونوں کی قدرت سے واقع ہو یہ محال ہے اور اگر مختلف ہوئے تو ایک شے کے متعلق دونوں کے ارادے یا معاً (یعنی ایک ساتھ) واقع ہوں گے اور ایک ہی وقت میں وہ موجود و معدوم دونوں ہو جائے گی یا دونوں کے ارادے واقع نہ ہوں اور شے نہ موجود ہو نہ معدوم یا ایک کا ارادہ واقع ہو دوسرے کا واقع نہ ہو یہ تمام صورتیں محال ہیں تو ثابت ہوا کہ فساد ہر تقدیر پر لازم ہے۔ توحید کی یہ نہایت قوی بُرہان ہے اور اس کی تقریریں بہت بسط کے ساتھ ائمہ کلام کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ یہاں اختصاراً اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔ (تفسیرِ خزائن العرفان، پ۱۷ الانبیاء ۲۲)

(3) اللہ پاک کے دکھائی نہ دینے کی حکمت

بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اگر اللہ موجود ہے تو دکھتا کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کا دکھائی نہ دینا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں، جیسے کہ ہوا، ہمیں نہیں دکھائی دیتی مگر اس کا وجود سب مانتے ہیں۔

اور اللہ کا دکھائی نہ دینے کی ایک حکمت یہ ہے کہ جو چیز ہم دیکھتے ہیں وہ ہمارے ذہن میں مُنَقَّش یعنی چھپ جاتی ہے، اور وہ ہمارے ذہن کے احاطہ میں آکر چھوٹی ہو جاتی ہے، پس اگر اللہ تعالی دکھائی دے تو اللہ ہمارے ذہن کے احاطہ میں آکر چھوٹا اور ہمارا ذہن بڑا ہو جائے گا، جو کہ کفر ہے۔

کسی عالم سے ایک دہریہ (یعنی وہ شخص جو اللہ کو نہیں مانتا) نے سوال کیا: ”اگر اللہ موجود ہے تو مجھے دکھاؤ؟“ عالم صاحب نے جواب دیا: ”میاں! ایسا ہرگز نہیں ہے کہ جو چیز دکھائی نہ دے وہ معدوم (یعنی نہیں) ہے“ اس نے کہا: ”اگر دکھا سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ اِدھر اُدھر کی بات مت کرو“ عالم صاحب نے کہا: ”میاں! تم میں عقل ہو تو میں تم سے

بات کروں تم تو پاگل ہو" دہریہ یہ سن کر غصے میں آگ ببولا ہو گیا اور کہنے لگا: "حضرت! آپ کو نہیں معلوم کہ میں کتنا بڑا عقلمند ہوں، فُلاں فُلاں اِداروں سے میں نے علم حاصل کیا ہے"۔ عالم صاحب نے کہا: "میاں! اگر تم عقلمند ہو تو اپنی عقل دکھاؤ" اس نے کہا: "بھلا عقل بھی دکھانے کی چیز ہے جو میں آپ کو دکھاؤں" عالم صاحب نے کہا: "میاں! جب تم اپنی عقل نہیں دکھاسکتے جو کہ تمہارے جسم کے اندر ہے، تو بھلا میں اس اللہ کو کیسے دکھا سکتا ہوں جو میرے بس سے باہر ہے" وہ دہریہ ان کلمات کو سن کر لاجواب ہو گیا۔

بس اتنا سمجھ لو کہ عقل دکھتی نہیں ہے مگر بندے کی باتوں، اس کے افعال و کردار سے سمجھی جاتی ہے کہ یہ بندہ عقلمند ہے یا بیوقوف، بس اسی طرح اللہ تعالی کو دیکھا نہیں جاسکتا کہ اس کو دیکھنے کی ہماری آنکھوں میں تاب نہیں، لیکن اس کے باوجود اللہ کی ہستی (یعنی ہونے) کا پتا ذرہ ذرہ دے رہا ہے۔

دکھائی بھی جو نہ دے نظر بھی جو آ رہا ہے
وہی خدا ہے وہی خدا ہے
جو دن کو رات اور رات کو دن بنا رہا ہے
وہی خدا ہے وہی خدا ہے

(آسان فرض علوم ص ۳۲۔۳۳)

(4) عبادت کا مستحق صرف اللہ ہی ہے کی حکمتیں

اللہ تعالی عبادت کا سب سے زیادہ مستحق نہیں بلکہ صرف اور صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اس کے علاوہ کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں، اور اس کی چند وجوہات و حکمتیں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی حکمت: عبادت کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو عبادت کرنے والے کو نفع پہنچانے اور اس کا ضرر دور کرنے کی قدرت رکھتا ہو، مشرکین جن بتوں کو پوجتے ہیں ان کی بے قدرتی اس درجے کی ہے کہ وہ کسی چیز کے بنانے والے نہیں، کسی چیز کے بنانے والے تو کیا ہوتے خود اپنی ذات میں دوسرے سے بے نیاز نہیں۔ خود مخلوق ہیں اور بنانے والے کے محتاج ہیں۔ اس سے بڑھ کر بے اختیاری یہ ہے کہ وہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے اور کسی کی کیا مدد کریں گے خود

انہیں کوئی ضرر پہنچے تو اسے دور نہیں کرسکتے۔ کوئی انہیں توڑ دے، گرادے الغرض جو چاہے کرے وہ اس سے اپنی حفاظت نہیں کرسکتے لہٰذا ایسے مجبور وبے اختیار کو پوجنا انتہا درجے کا جہل ہے۔ اور اللہ عزوجل بیان کی ہوئی تمام اچھی صفات کا جامع اور بری صفات سے پاک ہے لہٰذا وہی عبادت کے لائق ہے۔ (صراط الجنان جلد ۳ ص ۴۹۶)

دوسری حکمت: برائی کا پہنچنا اور دور ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، ایسے ہی بھلائی جیسے صحت ودولت وغیرہ کا پہنچنا بھی اسی خداوندِ کریم کی قدرت سے ہے کیونکہ وہ ہر شے پر قادر ہے، کوئی اس کی مَشِیَّت کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا تو اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے؟ کیونکہ معبود وہ ہے جو قدرتِ کاملہ رکھتا ہو اور کسی کا حاجت مند نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ ایسا کوئی نہیں، لہٰذا صرف اسی کو رب مانو اسی کی عبادت کرو۔ (صراط الجنان جلد۳ص۸۱۔۸۲)

تیسری حکمت: پارہ ۷ سورۃ الانعام میں فرمایا گیا:

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ (۴۶)

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو اگر اللہ تمہارے کان اور آنکھ لے لے اور تمہارے دلوں پر مُہر کردے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے کہ تمہیں یہ چیز لادے دیکھو ہم کس کس رنگ سے آیتیں بیان کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔

(پ۷ الانعام ۴۶)

اس آیتِ کریمہ میں توحیدِ باری تعالیٰ کی دلیل پیش کی جارہی ہے اور فرمایا جارہا ہے کہ اگر اللہ تعالی تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگادے اور علم ومعرفت کا تمام نظام درہم برہم ہوجائے تو اللہ عزوجل کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں یہ چیزیں لادے گا؟ اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی نہیں، تو اب توحید پر قوی دلیل قائم ہوگئی کہ جب اللہ تعالی کے سوا کوئی اتنی قدرت واختیار والا نہیں تو عبادت کا مستحق صرف وہی ہے اور شرک بدترین ظلم وجرم ہے۔ (خزائن العرفان) (صراط الجنان جلد۳ص۱۰۸)

چوتھی حکمت: پارہ ۱۱ سورۂ یونس کی آیت نمبر ۳۱ اور ۳۲ میں ارشادِ باری تعالی ہے:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ ٔکنزالایمان: تم فرماؤ تمہیں کون روزی دیتا ہے آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندے سے اور کون تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو اب کہیں گے کہ اللہ تو تم فرماؤ تو کیوں نہیں ڈرتے۔(پ۱۱۔یونس۳۱)

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمہ ٔکنزالایمان: تو یہ اللہ ہے تمہارا سچّا رب پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔(پ۱۱۔یونس۳۲)

اس آیت میں بیان فرمایا کہ اے حبیب! صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم، آپ ان مشرکوں سے فرمادیں کہ آسمان سے بارش برسا کر اور زمین سے سبزہ اُگا کر تمہیں کون روزی دیتا ہے؟ تمہیں یہ حواس کس نے دیئے ہیں جن کے ذریعے تم سنتے اور دیکھتے ہو، آفات کی کثرت کے باوجود کان اور آنکھ کو لمبے عرصے تک کون محفوظ رکھتا ہے حالانکہ یہ اتنے نازک ہیں کہ ذراسی چیز انہیں نقصان پہنچاسکتی ہے اور زندہ کو مردہ سے جیسے انسان کو نطفہ سے، پرندے کو انڈے سے کون نکالتا ہے اور یوں ہی مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو انسان سے اور انڈے کو پرندے سے کون نکالتا ہے؟ اور ساری کائنات کے تمام کاموں کی تدبیر کون کرتا ہے؟ آپ کے سوالات سن کر وہ کہیں گے کہ بے شک ان چیزوں پر قدرت رکھنے والا اللہ تعالی ہے۔ جب وہ لوگ اللہ تعالی کی قدرتِ کاملہ کا اِعتراف کرلیں تو اے حبیب! صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم تم ان سے فرماؤ: جب تم اللہ تعالی کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو بتوں کو عبادت میں اس کا شریک ٹھہرانے سے اور اللہ تعالی کے عذاب سے ڈرتے کیوں نہیں حالانکہ بت نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان پہنچاسکتے ہیں اور نہ ان اُمور میں سے کسی پر کوئی قدرت رکھتے ہیں۔ بلکہ الٹا ان کی عبادت تمہارا بیڑہ غرق کردے گی کہ شرک کے مرتکب ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے جہنم میں جاؤ گے۔

پس جو اِن چیزوں کو سرانجام دیتا ہے اور آسمان وزمین، زندگی وموت سب کا مالک ہے اور رزق وعطا پر قدرت رکھتا ہے وہی اللہ تعالی تمہارا سچا رب ہے، وہی عبادت کا مُستحق ہے نہ کہ یہ ناکارہ، خودساختہ، بناوٹی بت اور جب ایسے

واضح اور قطعی دلائل سے ثابت ہو گیا کہ عبادت کا مستحق صرف اللہ تعالی ہے تو اس کے ماسوا سب معبود باطلِ محض ہیں اور جب تم نے اس کی قدرت کو پہچان لیا اور اس کی کارسازی کا اِعتراف کر لیا تو پھر تم حق قبول کرنے سے کیوں اِعراض کر رہے ہو؟ (صراط الجنان جلد ۴ ص ۳۱۶۔۳۱۷)

ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۲۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کفار اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اس بات پر قادر نہیں کہ کوئی چیز پیدا کر سکیں بلکہ وہ خود پتھروں اور لکڑی وغیرہ سے بنائے جاتے ہیں۔(سمرقندی، النحل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۲/۲۳۲۔)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ سورۃ النحل کی آیت نمبر ۲۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں وہ اپنی ذات میں بھی ناقص ہیں کہ انہیں دوسروں نے بنایا ہے اور اپنی صفات میں بھی ناقص ہیں کہ یہ کسی چیز کو پیدا ہی نہیں کر سکتے۔ (تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۲۰، ۷/۱۹۵، ملخصاً۔)

اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۙ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ (پ ۱۴ النحل ۲۱)

ترجمہ کنزالایمان: مُردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔

امام ابنِ ابی حاتم اور امام محمد بن جریر طبری رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں ”یہ بت جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے بے جان ہیں، ان میں روحیں نہیں اور نہ ہی یہ اپنی عبادت کرنے والوں کو کوئی نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہیں“۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/۲۲۸۰، تفسیر طبری، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/۵۷۳-۵۷۴۔)

امام فخر الدین رازی رَحْمَۃُاللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”جن بتوں کی کفار عبادت کرتے ہیں اگر یہ حقیقی معبود ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرح زندہ ہوتے انہیں کبھی موت نہ آتی حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ بے جان ہیں، زندہ نہیں اور ان بتوں کو خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جائیں گے تو ایسے مجبور، بے جان اور بے علم معبود کیسے ہو سکتے ہیں۔

(تفسیر کبیر، النحل، تحت الآیۃ: ۲۱، ۷/۱۹۵، ملخصاً۔)

پانچویں حکمت: عبادت کا مستحق صرف وہی ہے جو کائناتِ اَرضی و سَماوی پر قدرت رکھتا ہو اور جمیع معلومات کا عالِم ہو، جو ایسا نہیں وہ کسی طرح عبادت کا مستحق نہیں۔ (خازن، النمل، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۴۰۸، ملخصاً)

اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں کی 3 دلیلیں

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور اس کے معبود ہونے کی **ایک دلیل** یہ ہے کہ اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی بِالذّات ہے، **دوسری دلیل** یہ ہے کہ مخلوق کے درمیان اسی کا حکم نافذ ہے اور **تیسری دلیل** یہ ہے کہ آخرت میں اسی کی طرف تمام لوگ پھیرے جائیں گے اور وہی اعمال کی جزا دے گا۔ (صراط الجنان جلد۷ص۳۳۸)

چھٹی حکمت: پارہ ۲۱ سورۂ لقمٰن کی آیت نمبر ۲۶ میں ارشادِ خداوندی ہے:

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ (پ۲۱ لقمٰن ۲۶)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کے مملوک، مخلوق اور بندے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے تو زمین و آسمان میں اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔

(خزائن العرفان) (جلالین، لقمان، تحت الآیۃ: ۲۶، ص۳۴۸)

(سو باتوں کی ایک بات) محاورے کے تحت اگر اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق ہے تو دلیل سے ثابت کرو۔ اور یہ بات روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ کوئی بھی کافر و مشرک دلیل سے ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ اس بات کو قرآن نے بے سند قرار دیا ہے کہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں۔ چنانچہ پارہ ۱۸ سورۃ المؤمنون کی آیت نمبر ۱۱۶۔۱۱۷ میں ارشاد ہوا:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: تو بہت بلندی والا ہے اللہ سچا بادشاہ کوئی معبود نہیں سوا اس کے عزت والے عرش کا مالک۔

تفسیر: یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور اَفعال میں مخلوق کی مُماثلت سے پاک ہے، وہی سچا بادشاہ ہے اور ہر چیز اسی کی ملکیت اور اسی کی بادشاہی میں داخل ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں کیونکہ تمام چیزیں اسی کی ملکیت ہیں

اور جو ملکیت ہو وہ معبود نہیں ہو سکتی اور وہ اس عرش کا مالک ہے جو عزت والا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کرم و رحمت کا فیضان یہیں سے تقسیم ہوتا ہے اور ہر مخلوق میں اس کی رحمت و کرم کے آثار یہیں سے بٹتے ہیں۔

(صراط الجنان جلد ٦ ص ٥٦٥)

وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ (پ۱۸، المؤمنون، ۱۱۷)

ترجمہ کنزالایمان: اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو پوجے جس کی اس کے پاس کوئی سند نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہے بیشک کافروں کا چھٹکارا نہیں۔

تفسیر: ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت کرے جس کی عبادت کرنے پر اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب عَزَّوَجَلَّ کے پاس ہی ہے اور وہی اسے اس عمل کی سزا دے گا، بیشک کافر حساب کی سختی اور عذاب سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور انہیں کوئی سعادت نصیب نہ ہو گی۔

(روح البیان، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ٦ / ۱۱۲-۱۱۳، جلالین، المؤمنون، تحت الآیۃ: ۱۱۷، ص ۲۹۳، ملتقطاً۔)

(5) اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک عقلاً محال ہے کی حکمت

اللہ تعالیٰ کی ذات کا اِدراک عقلاً مُحال ہے کیونکہ جو چیز سمجھ میں آتی ہے عقل اُس کو محیط ہوتی ہے حالانکہ اللہ عزوجل کا کوئی اِحاطہ نہیں کر سکتا، البتہ اُس کے افعال کے ذریعہ سے اِجمالاً اُس کی صفات، پھر اُن صفات کے ذریعہ سے معرفتِ ذات حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ پارہ ۳ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے۔

اور پارہ ۱٦ سورہ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۰ میں ارشاد ہوا:

وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ **ترجمہ کنزالایمان:** اور ان کا علم اسے نہیں گھیر سکتا۔

اور پارہ ۷ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۰۳ میں ارشاد ہوا:

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘ وَهُوَ یُدْرِكُ الْاَبْصَارَۚ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔

ترجمۂ کنزالایمان: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہی ہے پورا باطن پورا خبردار۔

عقل کے قاصر رہنے کے دو اسباب

جس شے کو سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہوں اس کے دو سبب ہیں:

پہلا سبب: شے کا ذاتی طور پر خفی اور دقیق ہونا۔ اس کی مثال واضح ہے۔

دوسرا سبب: شے کا انتہائی واضح اور روشن ہونا جس کی مثال یہ ہے: چمگادڑ رات میں دیکھتی ہے اور دن میں نہیں دیکھ سکتی۔ اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ دن رات کی بنسبت خفی اور پوشیدہ ہے بلکہ اس کی وجہ دن کا انتہائی ظہور ہے کیونکہ چمگادڑ کی بینائی کمزور ہوتی ہے اور جب سورج چمکتا ہے تو اس کی روشنی اس پر غالب آجاتی ہے اس لئے چمگادڑ کی کمزور بینائی کے ساتھ ساتھ دن کا انتہائی ظہور اس کے دیکھنے میں رکاوٹ بن جاتا ہے تو وہ اسی وقت کوئی چیز دیکھ سکتی ہے جب دن میں کچھ اندھیرا مل جائے اور اس کا ظہور کمزور پڑ جائے۔ اسی طرح ہماری عقلیں بھی کمزور ہیں اور جمالِ بارگاہِ الٰہی انتہائی روشن اور اِستغراق و شُمول کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے حتّٰی کہ آسمان و زمین کی سلطنت کا ایک ذرہ بھی اس کے ظہور سے پوشیدہ نہیں تو یہ ظہور اس کے خفا کا سبب ہو گیا تو پاک ہے وہ ذات جو اپنے نور کی چمک کی وجہ سے حجاب میں ہے اور اپنے انتہائی ظہور کے سبب بصیرت اور بصارت سے مخفی ہے اور شدتِ ظہور کے سبب اس خفی رہنے پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اشیاء اپنی ضدوں سے پہچانی جاتی ہیں اور جس کا وُجود ایسا عام ہو کہ اس کی کوئی ضد ہی نہ ہو اس کا ادراک مشکل ہو گا۔ اگر اشیاء مختلف ہوں کہ بعض بعض پر دلالت کرتی ہوں تو ان میں فرق جلد معلوم ہو سکتا ہے اور اگر وہ ایک ہی طریقے سے دلالت کرنے میں مشترک ہوں تو مُعاملہ دشوار ہو جائے گا۔ (احیاء العلوم جلد ۵ ص ۸۴)

سورج کی روشنی سے مثال

اس کی مثال سورج کی روشنی ہے جو زمین پر پڑتی ہے۔ ہم یہ بات یقینی طور پر جانتے ہیں کہ یہ ایک عرض (جو بذاتِ خود قائم نہ ہو بلکہ قائم بالغیر ہو) ہے جو وُجودِ آفتاب کے وقت زمین پر پڑتی ہے اور اس کے غروب کے وقت زائل ہو جاتی ہے تو اگر سورج غروب نہ ہوتا اور دائمی طور پر روشن رہتا تو ہم گمان کرتے کہ اجسام میں ان کے رنگوں یعنی سیاہی اور سفیدی وغیرہ کے سوا کوئی چیز نہیں کیونکہ ہم سیاہ چیز میں سیاہی اور سفید میں سفیدی کا ہی مشاہدہ کرتے ہیں تنہا روشنی کا

ادراک نہیں کر سکتے لیکن جب سورج غروب ہو گیا اور ہر جگہ تاریکی پھیل گئی تو ہم نے دونوں حالتوں کے درمیان فرق جان لیا اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ اجسام دھوپ کی وجہ سے روشن تھے اور ایسی صفت کے ساتھ متصف تھے جو غروبِ آفتاب کے وقت ان سے جُدا ہو گئی تو ہم نے دھوپ کے وُجود کو اس کے عدم سے جانا اور اگر دھوپ معدوم نہ ہوتی تو ہم اس کے وُجود پر انتہائی مشکل سے ہی مُطَّلَع ہوتے کیونکہ اندھیرے اور روشنی میں فرق نہ ہوتو ہمیں تمام اجسام ایک جیسے نظر آئیں حالانکہ روشنی تمام محسوسات میں ظاہر تر ہے کہ اسی کے ذریعے تمام محسوسات کا ادراک کیا جاتا ہے۔ تو پھر جو ذات خود ظاہر اور دوسروں کو ظاہر کرنے والی ہو تو غور کرو کہ اگر ظہور کی ضد طاری نہ ہوتی تو اس کے ظہور کے سبب اس کا مُعاملہ کس قدر مبہم ہوتا۔ پس اللہ عَزَّوَجَلَّ سب سے ظاہر ہے اور اسی کی وجہ سے تمام اشیاء کا ظہور ہے اگر اس کے لئے عدم یا غائب ہونا یا متغیر ہونا ہو تا تو ضرور آسمان و زمین گر پڑتے ملک و ملکوت باطل ہو جاتے۔ اس سے دونوں حالتوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا۔ (احیاء العلوم جلد ۵ ص ۸۴۔۸۶)

(6) اللّٰہ عزوجل کا صورت سے پاک ہونے کی حکمت

اللہ عزوجل کا صورت سے پاک ہونے کے متعلق شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ اللہ القوی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں: اللہ عزوجل صورت سے پاک ہے کیونکہ صورت متناہی (یعنی جس کی انتہاء ہو) اور مُجَسِّم (یعنی جسم والی) چیزوں کے لئے ہوتی ہے اور اللہ تعالی تناہی (یعنی جس کی انتہاء ہو) اور تَجَسُّم سے منزہ (یعنی پاک) ہے اسی لئے اللہ تعالی کے لئے صورت کا اطلاق جائز نہیں ہے، بلکہ اگر صورت سے مراد معنیٔ متعارف (یعنی مخلوقات کی صورت) ہو تو صریح کفر ہے۔ (فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۳۱)

(7) اللّٰہ عزوجل کا جسم سے پاک ہونے کی حکمت

اللہ تعالی جسم سے پاک ہے اس لئے کہ ہر جسم مرکب ہوتا ہے اور ہر مرکب حادث کیونکہ ہر مرکب پر ان اجزاء کا تقدّم (یعنی پہلے ہونا) ضروری ہے جن سے وہ مرکب ہے، اور اللہ تعالی کو حادث ماننا یا ایسا قول کرنا جس سے اس کا حادث ہونا لازم آئے کفر ہے، اس لئے کہ حادث کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز پہلے موجود نہ تھی پھر وہ موجود ہوئی حالانکہ اللہ تعالی قدیم و اَزَلی ہے نہ وہ کبھی معدوم رہا اور نہ کبھی معدوم ہو گا بلکہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

(فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۳۲)

(8) اللہ عزوجل کا سوچنے سے پاک ہونے کی حکمت

اللہ عزوجل سوچنے سے بھی پاک ہے کیونکہ سوچتا وہ ہے جو عالمُ الغیب نہ ہو اور قدرت نہ رکھتا ہو، اللہ تعالی کے لئے سوچنے کا اثبات اس کے قادر ہونے اور عالمُ الغیب ہونے سے انکار ہے جو کہ کفر ہے۔(فتاوی شارح بخاری جلد اول ص ۱۶۲)

(9) اللہ کے اولاد سے پاک ہونے کی حکمتیں

اللہ تعالی کے اولاد سے پاک ہونے کی بہت سی عقلی و نقلی دلیلیں ہیں جن میں سے کچھ یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

اللہ کے اولاد سے پاک ہونے کے قرآن و حدیث سے دلائل

چنانچہ پارہ ایک سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۱۶ میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: اور بولے خدا نے اپنے لئے اولاد رکھی پاکی ہے اسے بلکہ اسی کی مِلک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اس کے حضور گردن ڈالے ہیں۔

اس آیت پاک کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے صدر الافاضل، مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

تفسیر: شان نزول: یہود نے حضرت عزیر کو اور نصاریٰ نے حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہا، مشرکین عرب نے فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں بتایا ان کے رد میں یہ آیت نازل ہوئی فرمایا سُبْحٰنَهٗ، وہ پاک ہے اس سے کہ اس کے اولاد ہو اس کی طرف اولاد کی نسبت کرنا اس کو عیب لگانا اور بے ادبی ہے حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ابن آدم نے مجھے گالی دی میرے لئے اولاد بتائی میں اولاد اور بیوی سے پاک ہوں۔

اور مملوک ہونا اولاد ہونے کے منافی ہے جب تمام جہان اس کا مملوک ہے، تو کوئی اولاد کیسے ہو سکتا ہے؟ مسئلہ: اگر کوئی اپنی اولاد کا مالک ہو جائے وہ اسی وقت آزاد ہو جائے گی۔

ایک اور مقام پر ارشادِ رب العباد ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

ترجمۂ کنزالایمان: اور یوں کہو سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے لئے بچہ اختیار نہ فرمایا اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو۔(پ۱۵، بنی اسرائیل:۱۱۱)

اللہ عزوجل سے اولاد کی نفی سورۂ مریم میں بھی موجود ہے چنانچہ ارشاد ہوا:

وَ مَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًاؕ(۹۲)(پ۱۶، مریم: ۹۲)

ترجمۂ کنزالایمان: اور رحمٰن کے لیے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔

تفسیر: وہ اس سے پاک ہے اور اس کے لئے اولاد ہونا مَحال ہے ممکن نہیں۔

(خزائن العرفان)

مزید سورۃ الزخرف میں فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ﳓ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ(۸۱) سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ(۸۲)(پ۲۵، الزخرف: ۸۱،۸۲)

ترجمۂ کنزالایمان: تم فرماؤ بالفرضِ محال رحمٰن کے کوئی بچّہ ہوتا تو سب سے پہلے میں پوجتا۔ پاکی ہے آسمانوں اور زمین کے رب کو عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی اس آیتِ پاک کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تفسیر: لیکن اس کے بچّہ نہیں اور اس کے لئے اولاد محال ہے یہ نفیِ ولد میں مبالغہ ہے۔

شانِ نزول: نضر بن حارث نے کہا تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو نضر کہنے لگا دیکھتے ہو قرآن میں میری تصدیق آگئی ولید نے کہا کہ تیری تصدیق نہیں ہوئی بلکہ یہ فرمایا گیا کہ رحمٰن کے ولد نہیں ہے اور میں اہلِ مکّہ میں سے پہلا موحّد ہوں، اس سے ولد کی نفی کرنے والا، اس کے بعد اللہ تبارک وتعالٰی کی تنزیہ کا بیان ہے۔

(خزائن العرفان)

اللہ عزوجل نے جنوں کی حکایت بیان کرتے ہوئے سورۃ الجن میں فرماتا ہے:

وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًاۙ(۳)(پ۲۹، الجن: ۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے نہ اس نے عورت اختیار کی اور نہ بچّہ۔

تفسیر: جیسا کہ کفّار جنّ وانس اللہ عزوجل کے بارے میں کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ کی بیوی اور اولاد ہیں۔ (خزائن العرفان)

لَمْ یَلِدْ ۙ وَلَمْ یُوْلَدْ ۙ ﴿۳﴾

ترجمۂ کنزالایمان: نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ (پ۳۰، الاخلاص:۳)

تفسیر: اللہ عزوجل اولاد سے پاک ہے کیونکہ کوئی اس کا مجانس نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی باپ کیونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے۔ (خزائن العرفان)

نیز بخاری شریف کی حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا:

حدیثِ پاک

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: قَالَ اللّٰهُ كَذَّبَنِي ابْنُ آدَمَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ وَشَتَمَنِي وَلَمْ يَكُنْ لَهُ ذَلِكَ فَأَمَّا تَكْذِيبُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ لَنْ يُعِيدَنِي كَمَا بَدَأَنِي وَلَيْسَ أَوَّلُ الْخَلْقِ بِأَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ إِعَادَتِهِ وَأَمَّا شَتْمُهُ إِيَّايَ فَقَوْلُهُ اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا وَأَنَا الْأَحَدُ الصَّمَدُ لَمْ أَلِدْ وَلَمْ أُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لِي كُفُأً أَحَدٌ۔ (بخاری۔کتاب بدء الوحی۔باب وامرأتہ حمالۃ الحطب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب فرماتا ہے انسان مجھے جھٹلاتا ہے یہ اُسے مناسب نہ تھا اور مجھے گالی دیتا ہے یہ اسے درست نہ تھا اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ کہتا ہے رب مجھے پہلے کی طرح دوبارہ نہ بناسکے گا حالانکہ پہلی بار پیدا فرمانا دوبارہ بنانے سے آسان تر تو نہیں اس کی گالی اس کی یہ بکواس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اختیار کی میں تو اکیلا بے نیاز ہوں نہ جنا نہ جنا گیا میرا کوئی ہمسر نہیں۔

حدیث پاک کی شرح

اس حدیثِ پاک کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح میں لکھتے ہیں:

یہ حدیث حدیثِ قدسی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"قَالَ اللہ "۔حدیثِ قدسی اور قرآن میں فرق یہ ہے کہ حدیثِ قدسی خواب یا الہام سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔جبکہ قرآن بیداری ہی میں آئے گا۔نیز قرآن کا مضمون اور لفظ دونوں رب کے ہیں،جبکہ حدیثِ قدسی میں مضمون رب کا اور الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں۔خیال رہے کہ ساری حدیثیں برحق ہیں اور قرآن کی طرح لائقِ عمل،صدیق اکبر نے حدیث کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں تقسیم میراث نہ فرمائی حالانکہ یہ حکم قرآنی تھا،مگر حدیث قدسی میں قال اللہ کی تصریح ہوتی ہے۔اس کی مفصَّل بحث ہمارے رسالہ "ایک اسلام "میں دیکھو۔

خیال رہے کہ جن وانس کے سوا کسی مخلوق میں کافر نہیں مگر انسان پر اللہ کے احسانات زیادہ ہیں کہ ان ہی میں انبیاء اور اولیاء بھیجے۔اس لیے کہ خصوصیت سے اس کی شکایت فرمائی گئی۔انسان قیامت کا منکر ہے اور تمام ان آیتوں کو جھٹلاتا ہے جن میں قیامت کا ذکر ہے۔

رب کے لیے ایجاد اور دوبارہ بنانا یکساں آسان ہے۔لوگوں پر ایجاد مشکل ہوتی ہے۔دوبارہ بنانا آسان،جب کفار رب تعالٰی کو عالَم کا موجِد جانتے ہیں تو قیامت ماننے میں انہیں کیوں موت آتی ہے۔حالانکہ قیامت میں اٹھانا اعادۂ خلق ہوگا۔نہ کہ ایجاد اس میں روئے سخن ان کافروں کی طرف ہے جو اللہ کی ذات وصفات کے اقراری تھے اور قیامت کے انکاری۔

مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو،یہودی عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اس میں ان تینوں قوموں کی طرف اشارہ ہے۔بیوی بچے اختیار کرنا ہمارے لیے کمال ہے رب کے حق میں گالی۔ایک ہی چیز ایک کے لیے کمال ہے۔دوسرے کے لیے نقصان بلا تشبیہ کنواری لڑکی کو صاحب اولاد کہنا گالی ہے،بیاہی کے لیے کمال،رب کی شان تو بہت اعلیٰ ہے۔

اولاد والا اکیلا بھی نہیں ہوتا،اولاد اس کی قومیت،نوعیت،جنسیت میں شریک ہوتی ہے اور بے نیاز بھی نہیں کیونکہ انسان شہوت کے غلبہ یا دشمنوں کے خوف کی وجہ سے یا اپنے مرنے کے بعد وراثت کے لیے اولاد اختیار

کرتا ہے۔ رب تعالیٰ ان تمام نیازمندیوں سے پاک ہے۔ دیکھو چاند، سورج وغیرہ کو قیامت سے پہلے فنا نہیں تو ان کی وراثت کے لیے انکی اولاد بھی نہیں۔

حالانکہ اولاد باپ کی ہمسر ہوتی ہے کہ انسان کا بچہ انسان اور شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے، تو نعوذ باللہ! خدا کا بیٹا خدا ہی چاہیئے تھا حالانکہ رب اس کا خالق وہ مخلوق، رب مالک وہ مملوک، پھر ہمسر کہاں۔ (مراۃ المناجیح جلد۔۱۔ص۱۸)

اللہ کے اولاد سے پاک ہونے کی (۱۵) عقلی دلائل و حکمت

پہلی حکمت: اولاد کو ضرورت مخلوق کو ہوتی ہے کبھی شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کرتا ہے جس سے اولاد ہو جاتی ہے، اور کبھی دشمنوں کی قوت سے مجبور ہو کر اولاد کی خواہش کرتا ہے جو اپنا قوتِ بازو ہو اور اس کے ذریعہ رشتہ داریاں بڑھے اور یہ مجبور ہو کر نہ رہے، رب تعالی ہر قسم کی مغلوبی سے پاک ہے لہذا اولاد سے پاک ہے۔

دوسری حکمت: بدلنے والی چیز اولاد کی خواہش مند ہو سکتی ہے غیر متبدل کی اولاد نہیں انسان سمجھتا ہے کہ مجھ کو بڑھاپا بھی آنے والا ہے اس وقت کے لئے عصائے پیری یعنی فرزند چاہئے، چاند تارے سورج وغیرہ چونکہ بدلتے نہیں اسی لئے ان کی اولاد بھی نہیں رب تعالی بھی تبدیلی سے پاک اس لئے اولاد سے بھی پاک۔

تیسری حکمت: فانی کو اولاد درکار تاکہ اس کی نسل باقی رہے انسان اپنی نسل کی بقا اپنے بعد اپنے گھر کی آبادی اور اپنے نام کو زندہ رکھنے کے لئے اولاد چاہتا ہے جانوروں کی نسل کی بقا بھی اولاد ہی سے ہے بعض علمِ طبعیات والے فرماتے ہیں کہ درختوں بلکہ پتھروں میں بھی توالد و تناسل ہے بعض درخت نر اور بعض مادہ ہیں نر کی ہوا مادہ کو لگتی ہے جس سے وہ پھلوں سے حاملہ ہو جاتی ہے، بعض درختوں میں تو اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے جیسے ارنڈ کھجور وغیرہ۔ تابیرِ نخل کی حدیث کا یہی مطلب ہے، نیز آسمانی چیزیں قیامت تک فانی نہیں اس لئے ان کی اولاد بھی نہیں اور رب تعالی تو واجب الوجود ہے اس لئے اولاد سے پاک ہے۔

چوتھی حکمت: اولاد باپ کی ہم جنس چاہئے آپ کے جسم کے کیڑے جوئیں وغیرہ آپ کی اولاد نہیں، اگر رب تعالی کی اولاد ہوتی تو اس کے ہم جنس ہوتی اور جنس کے لئے فصل ضروری اور جنس فصل کے لئے مادہ ضروری اسی لئے رب کا مادہ ہونا لازم آتا ہے اور وہ تو مادہ سے پاک لہذا اولاد سے بھی پاک۔

پانچویں حکمت: اولاد میں ماں باپ کے سے ذاتی صفات چاہئے انسان کا بچہ انسان کی طرح ضاحک متعجب وغیرہ ہونا چاہئے اگر رب تعالی کے اولاد ہوتی تو وہ اس کی طرح واجب قدیم خالق وغیرہ ہوتی اور پھر اولاد ہونے کی وجہ سے اس سے پیچھے ہوتی واجب قدیم ہونا پیچھے ہونے کے خلاف ہے لہذا اللہ تعالی اولاد سے پاک ہے۔

چھٹی حکمت: اولاد جو اپنا جز یعنی نطفے سے پیدا ہو، حضرتِ عیسی علیہ السلام حضرتِ جبریل علیہ السلام کے بیٹے نہیں، حضرت آدم علیہ السلام مٹی کے بیٹے نہیں، آپ کے سر کی جوں وغیرہ آپ کی اولاد نہیں کیونکہ وہ آپ کے نطفے سے نہیں اور رب تعالی نطفے وغیرہ سے پاک ہے لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

ساتویں حکمت: اولاد میں ماں کی شرکت ہوتی ہے کہ اس کے کچھ اعضاء باپ کے نطفے سے بنتے ہیں کچھ ماں کے، اگر رب تعالی کی اولاد ہوتی تو اس میں ماں کی شرکت ہو جاتی اور وہ اس کا مستقل خالق نہ ہوتا اور یہ تو بڑا عیب ہے لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

آٹھویں حکمت: اولاد ایک وقت تک ماں باپ کی محتاج پھر ان سے بے پرواہ اور پھر معاملہ بر عکس کہ ماں باپ بعض کاموں میں اولاد کے محتاج اور رب تعالی محتاجی سے پاک لہذا وہ اولاد سے بھی پاک ہے۔

نویں حکمت: اکثر اولاد والا خود بھی کسی سے نکلتا ہے جب رب تعالی کسی سے بنا نہیں تو اس کی بھی کوئی اولاد نہیں اسی لئے فرمایا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ۔ آدم و حوا علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے۔

دسویں حکمت: باپ کی تربیت ناقص ہوتی ہے کہ وہ بچے کو پال کر استاد اور شیخ کے حوالے کرتا ہے اور اگر خود ہی علم و معرفت کا اسے درس دے تو بھی باپ ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ استاد اور شیخ ہونے کی حیثیت سے دے گا اور رب تعالی کی پرورش کامل ہے کہ بندوں کے جسم اور روح و قلب اور قالب کو پالتا ہے لہذا وہ کسی کا باپ نہیں۔

گیارہویں حکمت: بیٹا باپ کا خادم ہوتا ہے نہ کہ عابد اسی طرح اس کا شریک ہوتا ہے نہ کہ اس کی مخلوق اگر رب تعالی کی کوئی اولاد ہوتی تو خادم ہوتی اس کی عابد نہ ہوتی لہذا رب تعالی کی معبودیت ناقص رہ جاتی۔

بارہویں حکمت: بیٹا اپنے باپ کا شریک ہوتا ہے نہ کہ بندہ اور مملوک، شہزادہ اپنے باپ کی رعایا نہیں کہلاتا بلکہ اس کی سلطنت کا حصہ دار اگر باپ اپنے بیٹے کو خریدے تو وہ فوراً آزاد ہو جاتا ہے لہذا اگر رب تعالی کا بیٹا ہوتا تو وہ اس کا بندہ نہ ہوتا بلکہ اس کا برابر کا حصہ دار ہوتا۔

تیرہویں حکمت: باپ بہت آہستگی سے بیٹا حاصل کر سکتا ہے نہ کہ ایک دم کہ اس کا نطفہ عورت کے پیٹ میں نو ماہ تک پرورش پاتا ہے رب تعالی اپنے پیدا فرمانے میں آہستہ پر مجبور نہیں لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

چودہویں حکمت: بیٹا اپنے باپ کا نمونہ اور ہم شکل ہوتا ہے رب تعالی ہم شکل اور کسی کا نمونہ بننے سے پاک ہے لہذا وہ اولاد سے پاک ہے۔

پندرہویں حکمت: بیٹے تین قسم کے ہیں پوت، سپوت اور کپوت۔ پوت وہ ہے جو باپ کے برابر کمال دکھائے۔ سپوت وہ جو باپ سے بڑھ جائے۔ کپوت وہ جو باپ سے گھٹا ہوا رہے بلکہ اس کے نام کو ڈبو دے۔ اگر رب تعالی کے بیٹا ہوتا تو سوال ہوتا کہ وہ کس قسم کا ہے؟ اگر سپوت ہے تو چاہئے اس کی مخلوق رب کی مخلوق سے بڑھی ہوئی ہو کہ رب تعالی کے سات آسمان ہیں تو اس کے کم از کم آٹھ تو ہوں اور اگر پوت ہے تو خلقیت اور مالکیت وغیرہ میں برابر ہونا چاہئے تھا اور کپوت ہوتا تو بیٹے کے عیب اور باپ کی مجبوری پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹا تو نالائق رہا اور باپ اسے درست نہ کر سکا۔ (ماخوذ از تفسیر نعیمی جلد۔ا۔ص ۵۸۵۔۵۸۷)

اعتراض: مسلمان بھی کہتے ہیں کہ بعض بندے محبوب اور بعض خلیل اور بعض اس کے حبیب ہیں جیسے کہ رب بیٹے سے پاک ہے چاہئے کہ دوست بنانے سے بھی پاک ہو؟

جواب: محبوبیت، خلقت، اصطفائی عبدیت کے خلاف نہیں ہو سکتا ہے کہ بادشاہ اپنے غلاموں اور کنیزوں کو اپنا مقبولِ بارگاہ کرے اس سے وہ غلام ہی رہیں گے مگر بیٹا ہونا بندے ہونے کے خلاف ہے جیسے کہ ہم حکمتوں میں بیان کر چکے لہذا اللہ عزوجل اولاد سے پاک ہے ہاں اس کے بعض بندے پیارے اور محبوب ہیں کہ اس کی حقِ بندگی خوب ادا کرتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی جلد۔ا۔ص ۵۸۷)

(10) اللہ کا مکان سے پاک ہونے کی حکمتیں

میرے شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس قادری رضوی (دامت برکاتہم العالیہ) اپنی مایۂ ناز تصنیف **"کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب"** میں تحریر فرماتے ہیں: آج کل عموماً عوام یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اوپر رہتا ہے، اُس کا آسمان پر مکان ہے۔ بے شمار لوگ یوں بھی بولتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہر جگہ ہے۔ حالانکہ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ خدائے رحمٰن عَزَّوَجَلَّ جگہ و مکان سے پاک ہے۔ دراصل فلمیں ڈرامے دیکھ دیکھ کر اور بے ہُودہ غزلیں اور فلمی گانے سُن سُن کر بہُت سے لوگوں کے ذِہنوں کے اندر کُفریہ عقیدہ جم گیا ہے۔ اور ان لوگوں سے سُن سُن کر اولاد در اولاد ذِہنوں میں معاذاللہ عَزَّوَجَلَّ یہ عقیدہ مُنتقل ہوتا جارہا ہے۔ علمِ دین و علمائے دین سے دُوری کے باعث اللہُ الرَّحمٰن عَزَّوَجَلَّ کا جگہ اور مکان سے پاک ہونا بعض اَذہان قبول نہیں کرپاتے۔ خدائے حنّان و منّان جلَّ جلالُہٗ کے جگہ و مکان سے پاک ہونے پر یوں تو بے شمار دلائل ہیں مگر میں صرف دو دلیل عرض کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اِنْ شَاءَاللہ عَزَّوَجَلَّ قبولِ حق کا جذبہ رکھنے والا ذِہن فوراً قبول کرلے گا!

پہلی دلیل: یہ بات ذِہن نشین فرمالیجئے کہ اللہُ کریم عَزَّوَجَلَّ قدیم ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ سے ہے۔ وہ تب سے ہے کہ جب اب تب کب، یہاں وہاں اوپر نیچے، دائیں بائیں وغیرہ کچھ بھی نہ تھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کی صفات کے علاوہ ہر چیز حادِث ہے۔ حادِث، قدیم کی ضد ہے۔ حادِث یعنی وہ کہ جو عدم سے وُجود میں آئے۔ اِس کو اور آسان لفظوں میں یوں سمجھئے کہ جو پہلے سے نہ تھا مگر بعد میں موجود ہو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ ہر مسلمان اللہُ کریم عزَّوجلَّ اور اس کی صفات کو قدیم ہی مانتا ہے اور اِس کے علاوہ ہر چیز بعد میں بنائی گئی اِس کو بھی تسلیم کرتا ہے تو بس اتنی سی بات سمجھنے کی ضَرورت ہے کہ بعد میں بنائی جانے والی چیزوں میں یقیناً زمین و آسمان، عرش و کرسی، اوپر نیچے دائیں بائیں وغیرہ بھی شامل ہیں۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اوپر ہے یا آسمان پر ہے یا عرش پر ہے یا ہر جگہ ہے تو پھر آسمان، عرش بلکہ ہر جگہ کو قدیم ماننا لازم آئے گا یا پھر یہ ذہن بنانا پڑے گا کہ پہلے اللہ عَزَّوَجَلَّ جگہ و مکان سے پاک تھا بعد میں جُوں جُوں وہ عَزَّوَجَلَّ چیزیں بناتا گیا اُن میں "رہتا" چلا گیا۔ جب "اوپر" وُجود میں آیا تو اوپر آگیا، جب "نیچے" کی تخلیق ہوئی تو نیچے اُتر

آیا،"عرش"بنایا تو عرش پر پہنچ گیا اور جب"جگہیں"پیدا کیں تو ہر جگہ تشریف لا کر رہنے لگا۔وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلاَّ بِاللہ۔اللہ کرے دل میں اُتر جائے مِری بات(اٰمین)

اُمّید ہے کہ مسئلہ سمجھ میں آگیا ہو گا۔ بہر حال شرعی حکم یہی ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کو"اوپر"یا"آسمان پر رہتا ہے" یا"ہر جگہ ہے" کہنا کفرِ لُزومی ہے۔یہ عقیدہ رکھنے والا مسلمان اگرچِہ عُلمائے مُتَکلِّمین رَحِمَھُمُ اللہُ المُبین کے نزدیک اسلام سے خارِج نہیں ہوتا تاہم فُقَہائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السَّلام کے نزدیک اس پر حکمِ کفر ہے۔لٰہذا اس پر لازم ہے کہ توبہ، تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کرے۔(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب ص۱۱۱-۱۱۴)

دوسری دلیل: یہ ہے کہ ظرف مظروف سے بڑا ہوتا ہے مثلاً ہم کمرے میں رہتے ہیں تو ہم مظروف اور کمرہ ظرف ہے اور کمرہ ہم سے بڑا ہوتا ہے پس اگر اللہ عزوجل کے لئے مکان ثابت کریں تو مکان کا اللہ عزوجل سے بڑا ہونا لازم آئے گا جو کہ کفر ہے کیونکہ اللہ عزوجل ہر چیز سے بڑا ہے جیسے کہ پانچوں نمازوں کی اذانوں میں مؤذن اللہُ اکبر۔اللہُ اکبر کہتا ہے یعنی اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔

سوال: اللہُ اکبر کا معنی اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔آپ نے کہاں سے لیا ہے حالانکہ اس کا سادہ سادہ ترجمہ اللہ بڑا ہے۔ہوتا ہے پھر آپ نے یہ زیادتی کیسے کی؟

جواب: اللہُ اَکْبَرُ کی اصل عبارت اللہُ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ ہے جس کا ترجمہ ہے اللہ ہر چیز سے بڑا ہے۔پھر کثرتِ استعمال کی وجہ سے اس کو مختصر کر دیا گیا اور اللہُ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ کی جگہ اللہُ اکبر کہا جانے لگا۔مزید تسلی و تشفی کے لئے علمائے اہلِ سنت سے رجوع فرمائیں ان شاءاللہ عزوجل وہ آپ کی ضرور رہنمائی فرمائیں گے۔

(11)اللہ کے نہ سونے کی حکمتیں

اللہ تعالیٰ اونگھ اور سونے سے پاک ہے جیسا کہ قرآنِ عظیم میں ہے:

اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ ۔(پ۳البقرۃ۲۵۵)

ترجمہ کنزالایمان: اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔

پہلی حکمت: صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی آیۃ الکرسی کے اس ٹکڑے کے تحت لکھتے ہیں: کیونکہ اونگھنا اور نیند کرنا نقص ہے اور اللہ عزوجل ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔

(خزائن العرفان)

دوسری حکمت: صاحبِ روح البیان علامہ اسمٰعیل حقی علیہ رحمۃ اللہ القوی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ منزہ ہے ان عوارض سے جو اس کی مخلوق کو عارض ہوتے ہیں یعنی وہ سہو اور غفلت اور ملال و فترت (سستی) سے پاک ہے اور وہ جن اشیاء کی حفاظت پر قائم ہے وہ سستی کی وجہ سے نہ کمزور ہے اور نہ ہی اسے تھکاوٹ کے عوارض لاحق ہوتے ہیں اور ایسے عوارض پر وہ تھکان اتارنے اور استراحت پر نہ مجبور ہوتا ہے نہ تھکاوٹ کو نیند اور اونگھ سے دور کرتا ہے اس لئے کہ نیند موت کی مانند ہے اور موت حیات کی نقیض ہے۔ (روح البیان جلد ۲ ص ۲۰)

عقیدہ: اس تقریر سے ثابت ہوا کہ جیسے اللہ تعالیٰ کو موصوف بصفاتِ الکمال ماننا ضروری ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو ہر نقصان کی صفات سے منزہ ماننا لازم ہے۔

تمام آسمان وزمین ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے خواب کی حالت میں ملائکہ سے پوچھا کہ کیا ہمارا رب سوتا بھی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ موسیٰ علیہ السلام کو جگاؤ، ایسے ہی تین بار فرمایا پھر فرمایا اسے مت سونے دو۔ جب موسیٰ علیہ السلام جاگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پانی کی بھری ہوئی دو بوتلیں دونوں ہاتھوں میں تھامئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ان بوتلوں کو ہاتھ میں لے لیا تو آپ علیہ السلام کو نیند کا غلبہ ہوا جس کی وجہ سے آپ کے ہاتھوں سے دونوں بوتلیں گر کر ٹوٹ گئیں اور آپ علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میں نے اپنی قدرت سے آسمانوں اور زمینوں کو تھاما ہوا ہے اگر مجھے نیند آجائے تو پھر تیری بوتلوں کی طرح تمام آسمان وزمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ (روح البیان جلد ۲ ص ۲۰)

حدیث شریف: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ عزوجل نیند نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی شان کے لائق ہے کہ وہ نیند کرے۔

شرحِ حدیث: حضرتِ ابن الملک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ اس حدیث میں بیان ہے کہ اللہ تعالی پر نیند کا وقوع محال ہے اس لئے کہ نیند ایک عجز ہے اور اللہ تعالی عجز سے پاک ہے۔(روح البیان جلد ۲ ص ۲۰)

(12) اللہ کا مخلوق ہونا محال ہے کی حکمت

مخلوق عربی زبان کا لفظ ہے جو خَلَقَ یَخْلُقُ سے بنا ہے بمعنی پیدا کیا ہوا بنایا ہوا، اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ کو کسی نے پیدا نہیں کیا جیسا کہ سورۃ الاخلاص میں ہے وَلَمْ یُوْلَدْ یعنی اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا بلکہ اللہ پاک ہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ پارہ ۱۱ سورہ یونس کی آیت نمبر ٦ میں ارشاد ہوا:

اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ﴿٦﴾

ترجمہ کنزالایمان: بیشک رات اور دن کا بدلتا آنا اور جو کچھ اللہ نے آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ان میں نشانیاں ہیں ڈر والوں کے لئے۔

لہذا اللہ عزوجل خالق ہوا مخلوق نہیں۔

اور دوسری بات یہ کہ مخلوق کسی نہ کسی کی محتاج ہوتی ہے جبکہ اللہ عزوجل کسی کا محتاج نہیں جیسے کہ سورۃ الاخلاص میں ہے اللہُ الصَّمَد یعنی اللہ بے نیاز ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

(13) اللہ کا جھوٹ سے پاک ہونے کی حکمتیں

اللہ تعالی تمام عیوب و نواقص سے پاک اور تمام صفاتِ کمالیہ کا جامع ہے، اور جھوٹ بولنا ایک عیب ہے تو کیونکر اللہ تعالی اس سے پاک نہ ہو چنانچہ اس ضمن میں اعلی حضرت علیہ رحمۃ اللہ العزت فرماتے ہیں:

مسلمان جس کے دل میں اس کے رب کی عظمت اور اس کے کلام کی تصدیق ہو اگر کچھ بھی سمجھ رکھتا ہے تو اس کے لئے یہی دو حرف کافی ہیں، اول یہ کہ کذب ایسا گندا اور ناپاک عیب ہے جس سے ہر تھوڑی ظاہری عزّت والا بھی بچنا چاہتا ہے اور ہر بھنگی چمار بھی اپنی طرف اس کی نسبت سے عار رکھتا ہے، اگر وہ اللہ پاک کے لئے ممکن ہوا تو وہ عیبی ناقص ملوث گندہی گھناؤنی نجاست سے آلودہ ہو سکے گا، کیا کوئی مسلمان اپنے رب پر ایسا گمان کر سکتا ہے، مسلمان تو مسلمان کہ اس کے لئے اسکے رب کی امان، ادنیٰ سمجھ وال یہودی نصرانی بھی ایسی بات اپنے رب کی نسبت گوارا نہ کرے گا، پاکی ہے

اسے جس کے عزت و جلال کے گرد کسی عیب و نقص کا گزر قطعا محال بالذات ہے، جس کی عظمت و قدوسیت کو ہر لوث و آلودگی سے بالذات منافات ہے۔ شرح مقاصد میں ہے: الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالیٰ محال۔ یعنی جُھوٹ باجماعِ علماء محال ہے کہ وُہ بالاتفاق عقلاً عیب ہے اور عیب اللہ تعالیٰ پر محال۔ (شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالیٰ متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۰۴)

نیز صاحبِ شرح مقاصد جملہ اہلسنت کے عقائد اجماعیہ میں فرماتے ہیں: طریقۃ اھل السنۃ ان العالم حادث و الصانع قدیم متصف بصفات قدیمۃ و لا یصح علیہ الجھل ولا الکذب ولا النقص۔ یعنی اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ تمام جہان حادث ونو پیدا ہے، اور اس کا بنانے والا قدیم اور صفاتِ قدیمہ سے موصوف ہے، نہ اس کا جہل ممکن ہے نہ کذب ممکن ہے نہ اس میں کسی طرح کے عیب و نقص کا امکان ہے۔
(شرح المقاصد فصل ثالث مبحث ثامن دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۰)

دوم یہ کہ جب اس کا کذب ممکن ہو تو اس کا صدق ضروری نہ رہا، جب اس کا صدق ضروری نہ رہا تو اس کی کون سی بات پر اطمینان ہو سکے گا، ہر بات میں احتمال رہے گا کہ شاید جُھوٹ کہہ دی ہو، جب وُہ جُھوٹ بول سکتا ہے تو اس یقین کا کیا ذریعہ ہے کہ اس نے کبھی نہ بولا، کیا اس کسی کا ڈر ہے یا اس پر کوئی حاکم و افسر ہے جو اسے دبائے گا اور جو بات وہ کر سکتا ہے نہ کرنے دے گا، ہاں ذریعہ صرف یہی ہو سکتا تھا کہ خود اس کا وعدہ ہو کہ ہمیشہ سچ بولوں گا یا اس نے فرمادیا ہے کہ میری سب باتیں سچی ہیں مگر جب اس کا جھوٹ ممکن ٹھہرالو تو سرے سے اس وعدہ و فرمان ہی کے صدق پر کیا اطمینان رہا، ہو سکتا ہے کہ پہلا جُھوٹ یہی بولا ہو، غرض معاذاللہ اس کا کذب ممکن مان کر دین و شریعت و اسلام و ملّت کسی کا اصلاً پتا نہیں لگا رہتا، جزا و سزا و جنت و نارہ حساب و کتاب و حشر و نشر کسی پر ایمان کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا، تَعَالَیَ اللہُ عَمَّا یَقُوْلُوْنَ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ اللہ تعالیٰ بہت بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں۔

علاّمہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں: الکذب فی اخبار اللہ تعالیٰ فیہ مفاسد لا تحصی و مطاعن فی الاسلام لا تخفی، منھا مقال الفلاسفۃ فی المعاد ومجال الملاحدۃ فی العناد وبطلان ماعلیہ الاجماع من

القطع بخلود الکفار فی نار فمع صریح اخبار اللہ تعالیٰ بہ، فجواز عدم وقوع مضمون ھٰذا الخبر محتمل ولما کان ھٰذا باطلا قطعا علم ان القول بجواز الکذب جی اخبار اللہ تعالیٰ باطل قطعا۔

ترجمہ: اخبارالٰہیہ میں امکان کذب ماننے سے بے شمار خرابیاں اور اسلام میں ایسے طعنے سر اٹھائیں گے جو پوشیدہ نہیں منجملہ ان کے معاد کے بارے میں فلاسفہ کا کلام، عناد پر مبنی بے دینوں کی جسارت اور کفار کے ہمیشہ جہنم میں رہنے جیسے اجماعی نظریات کا بطلان ہے باوجودیکہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی تصریح وارد ہے، چناچہ اس خبر کے مضمون کے عدم وقوع کا جائز ہونا محتمل ہوا، اور جب یہ قطعاً باطل ہے تو معلوم ہُوا کہ اخبار الٰہیہ میں امکان کذب کا قول قطعاً باطل ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد ۱۵ ص۴۵۲۔۴۵۴)(شرح المقاصد المحث الثانی عشر دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۳۸)

المختصر، اللہ تعالیٰ جھوٹ سے پاک ہے اللہ تعالیٰ کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت قطعی کفر ہے اور یہ کہنا کہ ''جھوٹ بول سکتا ہے'' یہ بھی کفر ہے۔ تفصیل کیلئے فتاوی رضویہ کی ۱۵ویں جلد میں موجود اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی کتاب ''سُبْحٰنُ السُّبُوْحِ عَنْ کِذْبِ عَیْبٍ مَقْبُوْحٍ'' (جھوٹ جیسے بدترین عیب سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پاک ہونے کا بیان) اور ''دَامَانِ بَاغِ سُبْحٰنُ السُّبُوْح'' (رسالہ سُبْحٰنُ السُّبُّوح کے باغ کا دامن) کا مطالعہ فرمائیں۔

(14) اللّٰہ میاں اور سخی نہ کہنے کی حکمت

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ "میاں" کا لفظ بولنا ممنوع ہے۔ اللہ پاک، اللہ تعالیٰ، اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اللہ تبارَکَ وَتعالیٰ وغیرہ بولنا چاہیئے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"(اللہ تعالیٰ کے لئے) مِیاں کا اِطلاق نہ کیا جائے (یعنی نہ بولا جائے) کہ وہ تین معنیٰ رکھتا ہے، ان میں دو ۲ ربُّ العزّت کے لئے مُحال (یعنی ناممکن) ہیں، میاں (یعنی) آقا اور شوہر اور مرد وعورت میں زِنا کا دلال، لہٰذا اِطلاق مَمنوع۔" (فتاوٰی رضویہ ج۱۴ص۶۱٤)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سخی کہنے کے بارے میں میرے شیخِ طریقت، امیرِ اَہلسنّت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ اپنی کتاب ''کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب'' صفحہ ۱۳۰ پر فرماتے ہیں: اللہ عَزَّوَجَلَّ کو سخی نہیں جَوّاد کہنا چاہیئے۔ میرے آقا اعلیٰ حضرت، اِمامِ اَہلسنّت، مولانا شاہ امام اَحمد رضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن (فتاوی رضویہ جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۱۶۵) میں فرماتے ہیں: اسماءِ اِلٰہیّہ توقِیْفِیَہ (یعنی قرآن وحدیث کی

طرف سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ٹھہرائے ہوئے نام) ہیں، یہاں تک کہ اللہ جَلَّ جَلَالُہ کا جواد ہونا اپنا ایمان ہے مگر اُسے سخی نہیں کہہ سکتے کہ شریعت میں وارِد نہیں۔

مُفَسِّرِ شہیر حکیم الامت حضرتِ مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: مُحاوَرہ عَرَب میں عُموماً سخی اُسے کہتے ہیں جو خود بھی کھائے اوروں کو بھی کھلائے۔ جواد وہ جو خود نہ کھائے اوروں کو کھلائے۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ کو سخی نہیں کہا جاتا ہے۔ سخی کے مقابِل بخیل ہے (اور بخیل وہ ہے) جو خود کھائے اوروں کو نہ کھلائے۔ جواد کا مقابِل مُمْسِک ہے (اور مُمْسِک وہ ہے) جو نہ کھائے نہ کھانے دے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام دُنیوی و اخروی نعمتیں دُنیا کے لئے ہیں اُس (کی اپنی ذات) کے لئے نہیں۔ (مرآۃ المناجیح،۱/۲۲۱)

(15) انبیائے کرام کو بھیجنے کی حکمت

سوال: انبیائے کرام کو بھیجنے کی کیا حکمت ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ انبیاء کے بغیر لوگوں کو ہدایت نہیں دے سکتا؟

جواب: جب کمزور چیز طاقت ور سے فیض لینا چاہے تو درمیان میں واسطے کی ضرورت پڑتی ہے ورنہ کمزور چیز فنا ہو جائے گی جیسے کہ آٹے کی روٹی آگ سے پکائی جاتی ہے، اب اگر آٹے کو آگ میں ڈال دو تو آٹا جل کر راکھ ہو جائے گا اگر جلنے سے بچانا ہے اور صحیح وسالم روٹی حاصل کرنی ہے تو روٹی اور آگ کے درمیان توے کا واسطہ لانا ضروری ہے۔ اسی طرح سورج کو دیکھنا ہے تو ٹھنڈے شیشے کا واسطہ لازم ہے۔ اب اسی قاعدے کو پیشِ نظر رکھ کر اس سوال کا جواب سنئے: خالق (یعنی اللہ تعالیٰ) قوی اور قادر ہے اور مخلوق (یعنی ہم تم انسان) کمزور، اب اگر انسان خالق کا فیض بغیر واسطے کے حاصل کرنا چاہے گا تو اس کا وہی حال ہو گا جو آٹے کا آگ میں ڈالنے کے بعد ہوا تھا، لہٰذا درمیان میں ایسے واسطے کا ہونا ضروری ہے جو خالق سے فیض لے کر مخلوق تک پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو، اور اسی واسطے کا نام نبی اور رسول ہے۔

(اسرار الاحکام ص ٦)

سوال: تب تو رب تعالیٰ مجبور ہوا کہ اپنے بندوں کو بغیر انبیاء کے احکام نہ پہنچا سکا؟

جواب: اس سے رب تعالیٰ کا مجبور ہونا لازم نہیں آتا وہ تو فیض دینے پر قادر ہے بلکہ ہمارا مجبور ہونا لازم آتا ہے کہ ہم مجبور ہیں کہ بغیر واسطے کے رب تعالیٰ کا فیض نہیں لے سکتے، روٹی کمزور ہے نہ کہ آگ، ہماری آنکھیں کمزور ہیں نہ کہ آفتاب، اسی طرح ہم مجبور ہیں نہ کہ رب تعالیٰ۔ (اسرار الاحکام ص ۷)

(16) جنات اور عورت کے نبی نہ ہونے کی حکمت

سوال: جنات اور عورت نبی کیوں نہیں ہوتے؟

جواب: نبی اللہ کا پیغمبر ہوتا ہے اور اللہ اپنے پیغمبروں کو افضل المخلوقات اور اصل المخلوقات کی جانب بھیجتا ہے، جبکہ جنات افضل و اصل نہیں بلکہ انسان افضل المخلوقات ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو انسانوں کی جانب بھیجا اور انسانوں کے علاوہ تمام مخلوقات فرع کی حیثیت رکھتی ہیں لہذا وہ انسان کے تابع ہوں گی۔

اور رہی یہ بات کہ عورت نبیہ کیوں نہیں ہوتی تو اس کی حکمت یہ ہے کہ نبی آتا ہے بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت کے لئے، اسی لئے نبی کا ہر ہر عمل امّت کے لئے مشعلِ راہ ہوتا ہے اور اس کے لئے لوگوں کے سامنے رہنا ضروری ہے جبکہ عورت کو پردے کا حکم ہے لہذا اگر عورت نبیہ ہوتی تو یہ مقصد حاصل نہ ہو پاتا۔

(17) لوحِ محفوظ میں لکھنے کی حکمت

سوال: اللہ تعالیٰ نے تقدیر کو لوحِ محفوظ میں کیوں تحریر فرمایا؟

جواب: قلم نے لوح محفوظ پر بحکم الٰہی واقعاتِ عالم ازل سے ابد تک ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ لکھ دیا۔ خیال رہے کہ یہ تحریر اس لئے نہ تھی کہ ربّ کو بُھول جانے کا خطرہ تھا بلکہ اس کا منشاء فرشتوں اور بعض محبوب انسانوں کو اس پر مطلع کرنا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے بعض بندے سارے واقعاتِ عالم پر خبر رکھتے ہیں ورنہ یہ تحریر بے کار جاتی، لوحِ محفوظ کو قرآن کریم نے کتاب مبین فرمایا یعنی ظاہر کرنے والی کتاب، اگر لوح محفوظ سب کی نگاہوں سے چھپی ہوتی تو مبین نہ ہوتی۔ (مراۃ جلد ۱ص۱۰۷)

(18) قیامت کا وقت چھپائے جانے کی حکمت

اس وقت کو مخفی اس لیے رکھا گیا ہے کہ آزمائش کا مدّعا پورا ہو سکے اور جب یہ ساعتِ مُنْتَظَرَہ یعنی گھڑی جس کا انتظار تھا) آئے تو ہر شخص کو جس نے دنیا میں جیسی سعی کی ہے اس کا اُسے ٹھیک ٹھیک بدلہ دیا جا سکے۔

فیصلہ کی گھڑی کو دور سمجھ لینا انسان کی سب سے بڑی بھول ہے کیونکہ انسان کی ہر سانس آخری سانس ہو سکتی ہے آخرت پر یقین رکھنے اور نہ رکھنے والوں کا نفسیاتی تجزیہ خدا نے اس طرح پیش کیا ہے:

وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ﴿۱۷﴾ یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ یَعْلَمُوْنَ

اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۱۸﴾ (پ۲۵،الشوری:۱۸)

ترجمہ کنزالایمان: اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو،اس کی جلدی مچا رہے ہیں وہ جو اس پر ایمان نہیں رکھتے اور جنہیں اس پر ایمان ہے وہ اس سے ڈر رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ حق ہے، سنتے ہو بے شک جو قیامت میں شک کرتے ہیں ضرور دور کی گمراہی میں ہیں۔

(19) عقیدۂ آخرت کی حکمتیں

اگر آخرت کا یہ اعتقاد دلوں سے نکل جائے تو مذہب کی پابندی کا سوال ہی بے معنی ہو کر رہ جائے، آخر کوئی آدمی کیوں رمضان کے مہینے میں سارا دن اپنے آپ کو بھوکا پیاسا رکھے، ٹھٹھرتی ہوئی سردی میں کیوں کوئی اپنے گرم لحاف سے نکل کر مسجد کی طرف جائے، اپنے خون پسینے سے کمائی ہوئی دولت کیوں کوئی زکوۃ کے نام پر غریبوں میں لٹائے، خواہشِ نفس اور قدرت و اختیار کے باوجود کیوں کوئی ایسی بہت ساری چیزوں سے منہ موڑے جسے مذہب نے ممنوع قرار دیا ہے؟ یہ ساری مشقتیں اور تکلیفیں صرف اسی لیے تو گوارا کرلی جاتی ہیں کہ ان کے پیچھے یا تو عذاب کا خطرہ لاحق ہے یا پھر دائمی آسائش و راحت کا تصوُّر مذہب کی ہدایات پر چلنے کی ترغیب دیتا ہے۔

عقیدۂ آخرت کے یہ دو محرکات ہیں جو دل کے ارادوں پر حکومت کرتے ہیں دوسرے لفظوں میں اسی عقیدے کا نام اِیمان بِالْغَیب ہے یعنی اپنی آنکھ سے دیکھے اور اپنے کان سے سنے بغیر ان حقائق کا اپنے مشاہدہ سے بھی بڑھ کر یقین کیا جائے جن کی خبر رسولِ اعظم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔

آدمی اپنی سرِشت کے اعتبار سے چونکہ مشاہدات پر زیادہ بھروسہ کرتا ہے اس لیے بہت سے لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ مرنے کے بعد جب ہم بالکل سڑ گل جائیں گے اور جب ہمارا جسم مٹی کا غبار بن کر ہر طرف بکھر جائے گا تو ان حالات میں ہم دوبارہ کیونکر زندہ کیے جاسکیں گے؟ عقیدۂ آخرت کے سوال پر اِلْحاد و تَشْکِیْك کا دروازہ بند کرنے کے لیے ہم شدّت سے یہ محسوس کرتے ہیں کہ اسے عقلی دلائل سے اتنا مُسَلَّم کر دیا جائے کہ عقلِ غلط اَندیش بھی سر جھکا لے اور یہ الزام بھی رَفع ہو جائے کہ اندھی تقلید کے علاوہ عقیدۂ آخرت کی کوئی عقلی بنیاد نہیں ہے۔

(عقیدۂ آخرت ص ۲۸۔۳۰)

(20) وضو میں اعضائے اربعہ کو خاص کرنے کی حکمت

وضو میں اعضائے اربعہ (یعنی چہرہ، کہنی سمیت دونوں ہاتھ، سر اور ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں) کو اس لئے خاص کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ آدم علیہ السلام کو جنت میں ممنوعہ درخت کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا مگر اس منع کے باوجود حضرتِ آدم علیہ السلام نے اسے کھالیا، اس کھانے میں آپ علیہ السلام کے چار اعضاء کی شمولیت تھی:

(۱)۔۔۔دونوں پاؤں کہ آپ علیہ السلام ان کے ذریعے چل کر اس درخت کے پاس گئے۔

(۲)۔۔۔دونوں ہاتھ کہ آپ علیہ السلام نے ان کے ذریعے اس کو پکڑا۔

(۳)۔۔۔چہرہ کہ آپ علیہ السلام چہرے کے ذریعے اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

(۴)۔۔۔جب آپ علیہ السلام نے جانا کہ مجھ سے تو لغزش ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے قریب جانے سے منع فرمایا تھا لہٰذا آپ علیہ السلام غم زدہ ہو گئے اور اسی غم کی حالت میں آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو سر پر رکھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے ان چاروں اعضاء کو وضو میں دھلنا متعین کر دیا تا کہ ان سے وہ لغزش زائل ہو جائے جو ان سے ہوئی تھی۔ (البنایہ شرح الہدایہ جلد۔۱۔ ص ۱۴۲)

اعتراض: تب تو مناسب تھا کہ کلی کرنے کو بھی فرض قرار دیا جائے کیونکہ منہ کے ذریعے ہی کھایا گیا ہے۔

جوابِ اوّل: وضو میں کلی کرنا فرض قرار نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کو کھانے کی ممانعت نہ تھی بلکہ قریب جانے کی ممانعت تھی جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ۔

ترجمۂ کنزالایمان: مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا۔ (پ ۱ البقرۃ ۳۵)

پس منہ سے قربت نہ پائی گئی بخلاف اعضائے مذکورہ کے۔

جوابِ ثانی: کہا گیا ہے کہ وضو میں منہ کا دھونا فرض نہیں ہے کیونکہ منہ کا فعل قربت کے بعد ہوا ہے۔

جوابِ ثالث: کہا گیاہے کہ وضو میں منہ کو دھونا فرض نہیں ہے کیونکہ بدن کی پاکی سے منہ کی پاکی بھی حاصل ہو جاتی ہے، نیز منہ کو پاک کرنے والی چیز کلمۂ طیبہ ہے اور اسی وجہ سے سارے اعضاء کی طہارت منہ اور زبان سے ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ جب تک کوئی کافر کلمۂ طیبہ نہ پڑھے اس وقت تک اس کو نجس سے موسوم کیا جاتا ہے اور جیسا کہ فرمانِ ربُّ العباد ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔

ترجمۂ کنزالایمان: اے ایمان والو! مشرک نِرے ناپاک ہیں۔ (پ۱۰التوبۃ۲۸)

اور جیسے ہی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے تو اس کا سارا بدن پاک ہو جاتا ہے۔

(21)وضو میں ہاتھ دھونے کی حکمت

وُضو میں سب سے پہلے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں اِس کی حکمتیں مُلاحظہ ہوں: مختلِف چیزوں میں ہاتھ ڈالتے رہنے سے ہاتھوں میں مختلف کیمیاوی اَجزاء اور جراثیم لگ جاتے ہیں اگر سارا دن نہ دھوئے جائیں تو جلد ہی ہاتھ ان جِلدی اَمراض میں مُبتَلا ہو سکتے ہیں: **(۱)**۔۔۔ہاتھوں کے گرمی دانے۔ **(۲)**۔۔۔جِلدی سوزِش یعنی کھال کی سُوجَن۔ **(۳)**۔۔۔ایگزیما۔ **(۴)**۔۔۔**پھپھوندی** (یعنی وہ جراثیم جو کسی چیز پر کائی کی طرح جم جاتے ہیں) کی بیماریاں۔ **(۵)**۔۔۔جِلد کی رنگت تبدیل ہو جانا وغیرہ۔ جب ہم ہاتھ دھوتے ہیں تو اُنگلیوں کے پَوروں سے شُعاعیں (Rays) نکل کر ایک ایسا حلقہ بناتی ہیں جس سے ہمارا اندرونی بَرقی نظام متحرک ہو جاتا ہے اور ایک حد تک برقی رَو ہمارے ہاتھوں میں سِمَٹ آتی ہے جس سے ہمارے ہاتھوں میں حُسن پیدا ہو جاتا ہے۔ (وضو اور سائنس ص ۱۰)

(22)گردن کے مسح کی حکمت

ایک صاحِب کا بیان ہے: میں نے بیلجئم میں یونیورسٹی کے ایک غیر مسلم Student (طالبِ علم) کو اِسلام کی دعوت دی۔ اُس نے سُوال کیا، وُضو میں کیا کیا سائنسی حِکمتیں ہیں؟ میں لاجواب ہو گیا۔ اُس کو ایک عالم کے پاس لے گیا لیکن اُن کو بھی اِس کی معلومات نہ تھی۔ یہاں تک کہ سائنسی معلومات رکھنے والے ایک شخص نے اُس کو وُضو کی کافی خوبیاں بتائیں مگر گردن کے مَسْح کی حکمت بتانے سے وہ بھی قاصر رہا۔ وہ غیر مسلم نوجوان چلا گیا۔ کچھ عرصے

کے بعد آیا اور کہنے لگا: ہمارے پروفیسر نے دَورانِ لیکچر بتایا: **"اگر گردن کی پُشت اور اَطراف پر روزانہ پانی کے چند قطرے لگادیئے جائیں تو رِیڑھ کی ہڈّی اور حرام مَغز کی خرابی سے پیدا ہونے والے اَمراض سے تَحَفُّظ حاصِل ہو جاتا ہے۔"** یہ سن کر وُضو میں گردن کے مَسح کی حکمت میری سمجھ میں آ گئی لہٰذا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں اور وہ مسلمان ہو گیا۔ (وضو اور سائنس ص ۱۔۲)

(23) وضو میں منہ دھونے کی حکمت

مغرِبی ممالِک میں مایوسی یعنی (Depression) کا مَرَض ترقّی پر ہے، دِماغ فَیل ہو رہے ہیں، پاگل خانوں کی تعداد میں اضافہ ہو تا جا رہا ہے۔ نفسیاتی اَمراض کے ماہِرین کے یہاں مریضوں کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ مغرِبی جرمنی کے ڈِپلومہ ہَولڈر ایک پاکستانی فِزیوتھراپسٹ کا کہنا ہے: مغرِبی جرمنی میں ایک سَیمینار ہوا جس کا موضُوع تھا "مایوسی (Depression) کا علاج اَدوِیات کے علاوہ اور کن کن طریقوں سے ممکن ہے۔" ایک ڈاکٹر نے اپنے مَقالے میں یہ حیرت اَنگیز اِنکِشاف کیا کہ میں نے ڈِپریشن کے چند مریضوں کے روزانہ پانچ بار مُنہ دُھلائے کچھ عرصے بعد ان کی بیماری کم ہو گئی۔ پھر ایسے ہی مریضوں کے دوسرے گروپ کے روزانہ پانچ بار ہاتھ، منہ اور پاؤں دھلوائے تو مرض میں بَہُت اِفاقہ ہو گیا (یعنی کمی آ گئی)۔ یِہی ڈاکٹر اپنے مَقالے کے آخِر میں اِعتِراف کرتا ہے: **مسلمانوں میں مایوسی کا مَرَض کم پایا جاتا ہے کیوں کہ وہ دن میں کئی مرتبہ ہاتھ، منہ اور پاؤں دھوتے (یعنی وُضو کرتے) ہیں۔**

(وضو اور سائنس ص ۲۔۳)

(24) ترتیبِ وضو کی حکمت

وُضو میں جو ترتیب وار اَعضاء دھوئے جاتے ہیں یہ بھی حِکمت سے خالی نہیں۔ پہلے ہاتھ پانی میں ڈالنے سے جسم کا اَعصابی نِظام مُطّلع ہو جاتا ہے اور پھر آہِستہ آہِستہ چِہرے اور دِماغ کی رگوں کی طرف اِس کے اثرات پہنچتے ہیں۔ وُضو میں پہلے ہاتھ دھونے پھر کُلّی کرنے پھر ناک میں پانی ڈالنے پھر چِہرہ اور دیگر اَعضاء دھونے کی ترتیب **فالج** کی روک تھام کیلئے مفید ہے۔ اگر چِہرہ دھونے اور مَسح کرنے سے آغاز کیا جائے تو بدن کئی بیماریوں میں مُبتلا ہو سکتا ہے!

(وضو اور سائنس ص ۳۔۴)

(25) مسواک کی حکمت

وُضو میں مُتَعَدَّد سُنَّتیں ہیں اور ہر سنّت مَخزنِ حکمت ہے۔ مِسواک ہی کو لے لیجئے! بچّہ بچّہ جانتا ہے کہ وُضو میں مِسواک کرنا سنّت ہے اور اِس سنّت کی بَرَکتوں کا کیا کہنا! ایک بیوپاری کا کہنا ہے: سوئیزر لینڈ میں ایک نو مسلم سے میری ملاقات ہوئی، اس کو میں نے تحفۃً مِسواک پیش کی، اُس نے خوش ہو کر اسے لیا اور چوم کر آنکھوں سے لگایا اور ایک دم اُس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے، اُس نے جیب سے ایک رومال نکالا اس کی تہ کھولی تو اس میں سے تقریباً دو اِنچ کا چھوٹا سا **مِسواک** کا ٹکڑا برآمد ہوا۔ کہنے لگا میری اِسلام آوری کے وَقت مسلمانوں نے مجھے یہ تُحفہ دیا تھا۔ میں بَہُت سنبھال سنبھال کر اِس کو اِستعمال کر رہا تھا یہ خَتم ہونے کو تھا لہٰذا مجھے تشویش تھی کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کرم فرمایا اور آپ نے مجھے مِسواک عنایت فرمادی۔ پھر اُس نے بتایا کہ ایک عرصے سے میں دانتوں اور مَسُوڑھوں کی تکلیف سے دوچار تھا۔ ہمارے یہاں کے ڈینٹسٹ سے ان کا علاج بن نہیں پڑ رہا تھا۔ میں نے اس **مِسواک** کا اِستعمال شروع کیا تھوڑے ہی دِنوں میں مجھے اِفاقہ (فائدہ) ہو گیا۔ میں ڈاکٹر کے پاس گیا تو وہ حیران رہ گیا اور پوچھنے لگا، میری دوا سے اِتنی جلدی تمہارا مَرَض دُور نہیں ہو سکتا، سوچو کوئی اور وجہ ہو گی۔ میں نے جب ذِہن پر زور دیا تو خیال آیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور یہ ساری بَرَکت **مِسواک** ہی کی ہے۔ جب میں نے ڈاکٹر کو **مِسواک** دکھائی تو وہ حیرت سے دیکھتا ہی رہ گیا۔

(وضو اور سائنس ص ۴۔۵)

(26) ناک میں پانی ڈالنے کی حِکمتیں

پھیپھڑوں کو ایسی ہوا درکار ہوتی ہے جو جراثیم، دُھوئیں اور گرد و غُبار سے پاک ہو اور اس میں ۸۰ فیصد رَطُوبت (یعنی تَری) ہو ایسی ہوا فراہم کرنے کیلئے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں ناک کی نعمت سے نوازا ہے۔ ہوا کو مَرطُوب یعنی نَم بنانے کیلئے ناک روزانہ تقریباً چوتھائی گیلن نَمی پیدا کرتی ہے۔ صَفائی اور دیگر سخت کام نَتھنوں کے بال سر انجام دیتے ہیں۔ ناک کے اندر ایک خردبینی (Microscopic) جھاڑو ہے۔ اِس جھاڑو میں غیر مرئی یعنی نظر نہ آنے والے رُوئیں ہوتے ہیں جو ہوا کے ذَرِیعے داخِل ہونے والے جراثیم کو ہَلاک کر دیتے ہیں۔ نیز ان غیر مَرئی رُوؤں کے ذِمّے ایک اور دِفاعی نظام بھی ہے جسے اِنگریزی میں lysozyme (لیسوزائم) کہتے ہیں، ناک اِس کے ذَرِیعے سے آنکھوں کو Infection (یعنی جراثیم) سے محفوظ رکھتی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! وُضو کرنے والا ناک میں پانی چڑھاتا

ہے جس سے جسم کے اس اَہم ترین آلے ناک کی صفائی ہو جاتی ہے اور پانی کے اندر کام کرنے والی بَرقی رَو سے ناک کے اندرُونی غیر مَرئی رُوؤں کی کارکردگی کو تقویت ملتی ہے اور مسلمان وُضُو کی بَرَکت سے ناک کے بیشمار پیچیدہ اَمراض سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ **دائمی نَزلہ اور ناک کے زخم کے مریضوں کیلئے ناک کا غسل** (یعنی وُضُو کی طرح ناک میں پانی چڑھانا) **بے حد مفید ہے۔**(وضو اور سائنس ص ۱۱۔۱۲)

(27) چہرہ دھونے کی حکمت

آنکھوں کی ایک بیماری ہے جس میں اس کی رُطوبتِ اَصلیّہ یعنی اصلی تری کم یا ختم ہو جاتی اور مریض آہستہ آہستہ **اندھا** ہو جاتا ہے۔ طِبّی اُصول کے مُطابِق اگر بَھنوؤں کو وقتاً فوقتاً تر کیا جاتا رہے تو اِس خوفناک مَرَض سے تحفُّظ حاصِل ہو سکتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ! وُضُو کرنے والا منہ دھوتا ہے اور اِس طرح اس کی بَھنویں تر ہوتی رہتی ہیں۔ عاشقانِ رسول کی داڑھی بھی وضو میں دُھلتی ہے اور اس میں بھی خوب حکمتیں ہیں، ڈاکٹر پروفیسر جارج اَیل کہتا ہے: ”منہ دھونے سے داڑھی میں اُلجھے ہوئے جراثیم بہ جاتے ہیں، جڑ تک پانی پہنچنے سے بالوں کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں، داڑھی کے خلال سے جُوؤں کا خطرہ دُور ہوتا ہے، **داڑھی میں پانی کی تری کے ٹھہراؤ سے گردن کے پٹھوں، تھائی رائیڈ گلینڈ اور گلے کے اَمراض سے حِفاظت ہوتی ہے۔**“ (وضو اور سائنس ص ۱۲)

(28) کُہنیاں دھونے کی حکمتیں

کُہنی پر تین بڑی رَگیں ہیں جن کا تعلُّق دل، جگر اور دماغ سے ہے اور جسم کا یہ حصّہ عُموماً ڈھکا رہتا ہے اگر اس کو پانی اور ہوا نہ لگے تو مُتعدّد دِماغی اور اَعصابی اَمراض پیدا ہو سکتے ہیں۔ **وُضُو میں کُہنیوں سمیت ہاتھ دھونے سے دل، جگر اور دِماغ کو تقویت پہنچتی ہے** اور اس طرح اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ وہ ان کے اَمراض سے محفوظ رہیں گے۔ مزید یہ کہ کُہنیوں سمیت ہاتھ دھونے سے سینے کے اندر ذخیرہ شُدہ رَوشنیوں سے براہِ راست اِنسان کا تعلُّق قائم ہو جاتا ہے اور روشنیوں کا ہُجُوم ایک بہاؤ کی شکل اِختیار کر لیتا ہے، اس عمل سے ہاتھوں کے عَضَلات یعنی کَل پُرزے مزید طاقتور ہو جاتے ہیں۔(وضو اور سائنس ص ۱۴)

(29) پاؤں دھونے کی حِکمتیں

پاؤں سب سے زیادہ دُھول آلود ہوتے ہیں۔ پہلے پہل Infection (یعنی جراثیم) پاؤں کی اُنگلیوں کے

درمیانی حصّے سے شروع ہوتا ہے۔وُضُو میں پاؤں دھونے سے گرد و غُبار اور جَراثیم بہ جاتے ہیں اور بچے کُھچے جراثیم پاؤں کی اُنگلیوں کے خِلال سے نکل جاتے ہیں۔ **لہٰذا وُضُو میں سنّت کے مطابِق پاؤں دھونے سے نیند کی کمی، دِماغی خشکی، گھبراہٹ اور مایوسی (Depression) جیسے پریشان کُن اَمراض دُور ہوتے ہیں۔** (وضو اور سائنس ص ۱۶)

(30) نماز کا بعد ایمان اعظمِ فرائض ہونے کی حکمتیں

بعدِ ایمان نماز تمام فرائض سے اعظم و افضل و اکرم ہے جیسے کہ حدیثِ پاک میں ایمان کے بعد تمام فرائض میں سے سب سے پہلے نماز کا ذکر کیا گیا ہے پس نماز کے تمام فرائض سے افضل ہونے کی کئ حکمتیں ہیں مثلاً:

پہلی حکمت: اس لئے کہ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوۃ مالی عبادت ہے اور بدن مال سے افضل ہے لہٰذا نماز بھی زکوۃ سے افضل ہوئی۔

دوسری حکمت: اسلام میں فرائض میں سے سب سے پہلے نماز ہی فرض ہوئی اور پھر اس کے بعد زکوۃ ،روزہ وحج وغیرہ دیگر چیزیں فرض ہوئیں۔اس بناء پر نماز سب سے افضل ہے۔

تیسری حکمت: رب تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عرش پر بلا کر نماز عطافرمائی اور زکوۃ وغیرہ باقی فرائض کو زمین پر ہی بھیج دئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سارے فرائض میں نماز افضل ہے۔

چوتھی حکمت: نماز دن بھر میں پانچ دفعہ پڑھی جاتی ہے جبکہ زکوۃ و روزہ سال کے بعد اور حج عمر میں ایک مرتبہ ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے نماز دیگر فرائض سے افضل ہوئی۔

پانچویں حکمت: نماز ہر غریب وامیر، مسافر و مقیم مسلمان پر فرض ہے مگر زکوۃ وحج غریب پر فرض نہیں اور روزہ رکھنا مسافر پر فرض نہیں کیونکہ مسافر روزہ قضا کر سکتا ہے پس اس لحاظ سے نماز افضل الفرائض ہوئی۔

چھٹی حکمت: نماز حضرتِ آدم علیہ السلام سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک تقریباً ہر پیغمبر نے کسی قدر فرق کے ساتھ پڑھی ہے لیکن زکوۃ وروزہ وحج وغیرہ کا یہ حال نہیں۔ (تفسیر نعیمی جلد۔ا۔ص ۱۱۴)

(31) نماز کو صلاۃ کہنے کی حکمتیں

مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح میں فرماتے ہیں کہ نماز کو صلاۃ کہنے کی چند حکمتیں ہیں:۔

پہلی حکمت: صلوٰۃ صَلیٰ سے بنا ہے بمعنی گوشت بھوننا، آگ پر پکانا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ"۔ نیز آگ سے لکڑی سیدھی کرنے کو تصلیہ کہا جاتا ہے، چونکہ نماز اپنے نمازی کے نفس کو مجاہدہ ومشقت کی آگ پر جلاتی ہے، نیز اسے سیدھا کرتی ہے اس لئے نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح جلد۔ا۔ ص ۵۲۹)

دوسری حکمت: صلوٰۃ کے معنی دعائے رحمت، انزالِ رحمت، استغفار، سرین ہلانا ہیں۔ چونکہ یہ سب چیزیں نماز میں ہوتی ہیں اس لئے نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ (مراۃ المناجیح جلد۔ا۔ ص ۵۲۹)

تیسری حکمت: صَلیٰ کا ایک معنی لازم پکڑنا ہے جیسے کہ قرآنِ پاک میں تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ہے چونکہ نماز بھی مسلمان کے واسطے لازم رہتی ہے اس لئے نماز کو صلوۃ کہتے ہیں۔ (تفسیر نعیمی جلد ۔ا۔ ص ۱۱۵)

چوتھی حکمت: قرآنِ پاک میں لفظِ صلوۃ پانچ معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(ا)۔۔۔دعا کے لئے جیسے:

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ (پ۔۱۱۔التوبۃ۔۱۰۳)

ترجمہ کنزالایمان: اور ان کے حق میں دعائے خیر کرو بیشک تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللّٰہ سنتا جانتا ہے۔

(۲)۔۔۔تعریف کے لئے جیسے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللّٰہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ (پ۔۲۲۔الاحزاب۔۵۶)

(۳)۔۔۔قرآن کی تلاوت کرنے کے لئے جیسے:

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ۔

ترجمہ کنزالایمان: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو۔ (پ۔۱۵۔بنی اسرائیل۔۱۱۰)

(۴)۔۔۔درود یعنی رحمت کے لئے جیسے:

اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ (پ۔۲۔البقرۃ۔۱۵۷)

ترجمہ کنز الایمان: یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی دُرودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں۔

(۵)۔۔۔ نماز کے لئے جیسے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ۔ پس نماز کو صلوۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں پہلی چار چیزیں شامل ہیں کہ نماز میں رب عزوجل سے دعا بھی ہے اس کی تعریف بھی، قرآنِ کریم کی تلاوت بھی اور اس کے پڑھنے والے پر رحمت بھی نازل ہوتی ہے۔(تفسیر نعیمی جلد ۔ا۔ ص ۱۱۵) (روح البیان جلد۔ا۔ص۸۰)

(32)نماز کے شبِ معراج فرض ہونے کی حکمت

شبِ معراج نماز کو فرض کرنے کی حکمت بیان کرتے ہوئے صاحبِ تفسیرِ روح البیان لکھتے ہیں چونکہ شبِ معراج افضل الاوقات اور اشرف الحالات اور اعز المناجات ہے اور نماز بھی بعد از ایمان افضل الطاعات اور ادائیگی کے لحاظ سے احسن الہیئات ہے پس افضل عبادت کو اس افضل وقت (کہ جس میں بندۂ خاص محمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کو اپنے رب کا وصال اور اس کا قرب حاصل ہوا) میں فرض کیا گیا۔(تفسیر روح البیان جلد۔ا۔ص۸۴۔۸۵)

(33)نماز کے افضل العبادات ہونے کی حکمتیں

نماز کے افضل العبادات ہونے کی چند حکمتیں ہیں:۔

پہلی حکمت: نماز تمام ملائکہ کی عبادتوں کا مجموعہ ہے کیونکہ ملائکہ مقربین میں سے بعض وہ ہیں جو صرف رکوع ہی کر رہے ہیں بعض صرف سجدہ، بعض قیام، بعض صرف تسبیح و تہلیل، لیکن رب تعالی نے ہماری نماز میں یہ سب چیزیں جمع فرمادیا۔ پس جو اس کی پابندی کرے گا وہ درجہ میں تمام ملائکہ کے برابر یا ان سے افضل ہو گا۔

دوسری حکمت: نماز میں تمام مخلوقات کی عبادات جمع ہیں وہ اس طرح کہ درخت ہر وقت قیام میں ہیں اور چوپائے رکوع میں، سانپ بچھو وغیرہ ہر وقت سجدے میں، مینڈک وغیرہ ہر وقت قعدے میں، انسان چونکہ ان سب سے افضل ہے اس لئے چاہیۓ کہ اس کی عبادت ان سب کی عبادتوں کو شامل ہو۔

تیسری حکمت: نماز انسان کی ہر حالت درست کرتی ہے، برے کاموں سے بچاتی ہے کہ بڑے بڑے فاسق و فاجر لوگوں نے جب صدقِ دل سے نماز پڑھنی شروع کر دی تو اللہ تعالی کے فضل سے سارے گناہوں سے بچ گئے اور رب کے محبوبین میں داخل ہو گئے۔ جیسے کہ دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۶۴۹ صفحات

پر مشتمل کتاب حکایتیں اور نصیحتیں جو کہ مُبَلِّغِ اِسْلَام،اَلشَّیْخ شُعَیب حَرِیْفِیْش رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْه اَلْمُتَوَفّٰی ۸۱۰ھ-کی اَلرَّوْضُ الْفَائِقِ فِی الْمَوَاعِظِ وَالرَّقَائِقِ کا اردو ترجمہ ہے اس کے صفحہ نمبر ۳۰۵ تا ۳۰۶ میں ایک حکایت منقول ہے۔

چوتھی حکمت: نماز ہر مصیبت کا علاج ہے اسی لئے اسلام نے ہر مصیبت کے وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے مثلاً بارش نہ ہو تو نمازِ استسقاء پڑھو، سورج یا چاند کو گرہن لگے تو نمازِ کسوف پڑھو، کوئی حاجت درپیش ہو تو نمازِ حاجت پڑھو غرض کہ نماز ہر مصیبت میں کام آنے والی چیز ہے۔(تفسیرِ نعیمی جلد۔۱۔ص ۱۱۶)

پانچوی حکمت: نماز صدہا بیماریوں کا علاج ہے اس وقت کے اطباء بھی کہتے ہیں کہ وضو کرنے والا آدمی دماغی بیماریوں میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے، نمازی آدمی اکثر تلّی کی بیماری اور جنون وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے نیز پنج وقتہ نمازی کے اعضاء دھلتے رہتے ہیں، کپڑے پاک رہتے ہیں، نمازی کا گھر بھی پاک رہتا ہے اس لئے وہ گندگی سے بچا رہتا ہے اور گندگی ہی بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے۔(تفسیرِ نعیمی جلد۔۱۔ص ۱۱۶)

(34)پانچ نمازیں فرض ہونے کی حکمتیں

اے عاشقانِ رسول! دشمنانِ اسلام کی جانب سے اکثر و بیشتر اس طرح کے اعتراض سننے میں آتے ہیں کہ اسلام میں پانچ وقت کی نماز کیوں فرض کی گئی؟ حالانکہ ہمارے مذہب میں دو وقت کی پوجا رکھی گئی ہے اور وہ بھی ضروری نہیں، جس کا جی چاہے کرے اور جس کا جی نہ چاہے نہ کرے۔اور اس طرح ہمارے بعض بھولے بھالے مسلمان بھائی ان کی باتوں میں آکر وسوسوں کے شکار ہو کر رہ جاتے ہیں اور ان کے ذہنوں میں یہ سوال گردش کرنے لگتا ہے کہ بات تو صحیح ہے دو وقت کی نماز ہوتی تو اچھا ہوتا، پانچ وقت کی نماز فرض کر کے ہم پر زیادتی کی گئی ہے معاذ اللہ عزوجل۔لہذا ضروری ہوا کہ مسلمانوں کو پانچ نمازوں کے فرض ہونے کی حکمت بتائی جائے تاکہ ان کے قلوب واذہان کو بذریعۂ قوی برہان سکون و اطمنان حاصل ہو۔پس انہی باتوں کو مدِ نظر رکھ کر اللہ عزوجل کی توفیق سے ان حکمتوں کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لہذا خوب توجہ کے ساتھ ان حکمتوں کو پڑھئے اور سمجھئے اللہ الکریم کی بارگاہِ عظیم میں دعا

ہے کہ ہمیں نمازوں سے محبت و الفت عطا فرمائے اور پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

انسانی زندگی کی پانچ حالت

(۱)۔۔۔ولادت سے جوانی تک: یہ زمانہ انسان کی ترقی کا ہے۔

(۲)۔۔۔جوانی سے ادھیڑ عمر تک: یہ زمانہ انسان کے زوال کا ہے۔

(۳)۔۔۔ادھیڑ عمر سے بڑھاپے تک: یہ زمانہ انسان کی طاقت و قوت کی انتہاء کا ہے۔

(۴)۔۔۔موت کا زمانہ: یہ زمانہ انسان کا دنیا سے رخصتی کا ہے۔

(۵)۔۔۔موت کے بعد اس کے ذکر کا مٹ جانا: یہ زمانہ انسان کی انتہاء کا ہے۔

سورج کی پانچ حالت

(۱)۔۔۔طلوع آفتاب سے زوال سے پہلے تک کا زمانہ۔ یہ زمانہ سورج کے عروج کا ہے۔ یہ انسان کی ترقی کی جانب اشارہ ہے۔

(۲)۔۔۔زوال سے وقتِ عصر تک کا زمانہ۔ یہ زمانہ سورج کی کمی کا ہے۔ یہ انسان کے ادھیڑ عمر کی جانب اشارہ ہے۔

(۳)۔۔۔وقتِ عصر سے مغرب سے پہلے تک کا زمانہ۔ یہ زمانہ سورج کی لاچاری و کمزوری کا ہے۔ یہ انسان کے بڑھاپے کی جانب اشارہ ہے۔

(۴)۔۔۔وقتِ مغرب کا زمانہ۔ یہ زمانہ سورج کے ختم ہونے کا ہے۔ یہ انسان کی موت کی جانب اشارہ ہے۔

(۵)۔۔۔وقتِ عشاء کا زمانہ۔ یہ زمانہ سورج کی تمام نشانیوں کے ختم ہونے کا ہے۔ یہ انسان کی یاد کے ختم ہو جانے کی جانب اشارہ ہے۔

فجر: پس انسان نے جب سورج کو طلوع ہونے کے بعد درجہ بدرجہ ترقی کرتے اور اپنی منزل کی طرف عروج کرتے دیکھا تو خیال کیا کاش! میں بھی اس سورج کی طرح ترقی کرتا، میں بھی اپنی منزلِ مقصود کی جانب بڑھتا۔ انسان سورج کو دیکھ کر یہ خیال کر ہی رہا تھا کہ رب نے انسان کو فجر کی نماز کا تحفہ دے کر گویا فرمایا کہ اے بندے

تو سورج کو دیکھ کر اپنے اوپر افسوس نہ کر جہاں میں نے تجھ کو پیدا کیا وہیں تجھے ترقی کی راہ پر بھی گامزن کروں گا، جہاں اتنے احسانات کئے وہیں یہ احسان بھی کروں گا، آ میری بارگاہ میں آ اور میرے حضور اپنی جبینِ نیاز جھکا کر نمازِ فجر ادا کر تجھے ترقی یافتہ کردوں گا، سورج کی طرح چمکتا دمکتا کردوں گا کہ جس طرح تو سورج کو دیکھ کر متعجب ہے اسی طرح تجھے دیکھ کر میری ساری کائنات متعجب ہوگی۔

ظہر: انسان مسلسل سورج کو دیکھے ہی جارہا تھا کہ اچانک ایک حادثہ پیش آیا اور وہ یہ کہ جس سورج کی روشنی نے ساری دنیا کو جگمگ جگمگ کردیا تھا اس کو زوال لگ گیا، دیکھتے ہی دیکھتے عروج سے زوال پزیر ہونے لگا، کمی و نقصان کا شکار ہو کر رہ گیا، انسان اس پریشانی کے عالم میں ایک بار پھر محوِ خیال ہوا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا افسوس! کہیں ایسا معاملہ میرے ساتھ بھی نہ ہو کہ ترقی کے بعد زوال میرا مقدر بنے۔ انسان اس خیال میں یکسر محو تھا کہ اس کے پروردگار نے اسے ظہر کی نماز کی صورت میں علاجِ زوال عطا کردیا گویا کہ ارشاد ہوا بندے تو سورج کے زوال کو دیکھ کر کیوں افسردہ ہے ترقی و زوال دینے والی ذات بے مثال میری ہے میں نے ہی سورج کو ترقی کی راہوں پر چلایا، میں نے ہی اسے زوال کی گھاٹیوں سے گزارا، اب اگر تو سورج کے زوال کی طرح ہر زوال سے بچنا چاہتا ہے تو میں تجھے ایک نسخۂ کیمیا عطا کرتا ہوں اس کی برکت سے تو ان تمام معاملات سے محفوظ رہے گا جن معاملات کے دائرے میں آکر سورج زوال پزیر ہوا، اور وہ ظہر کی نماز ہے، تجھے یہ نماز زوال کی اندھیری گھاٹیوں سے نکال کر راہِ مستقیم پر گامزن کردے گی۔

عصر: سورج زوال کا شکار ہونے کے بعد رفتہ رفتہ لاچار و کمزور ہونے لگا، اس سے قبل کوئی اسے آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتا تھا مگر اب چھوٹا سا بچہ بھی اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھ سکتا تھا، حضرتِ انسان کو سورج کی لاچاری و کمزوری دیکھ کر اسے اپنی لاچاری و کمزوری یاد آگئی جو اسے آئندہ درپیش ہونے والی ہے، دل بھر آیا، غمزدہ سا معلوم ہونے لگا، حضرتِ انسان کی ان کیفیات کو صرف احساس کی حد تک ہی محسوس نہیں کیا جاسکتا تھا بلکہ سرسری نگاہ ڈالنے والے پر بھی روزِ روشن کی طرح عیاں تھا، انہیں لمحات میں اس کے پروردگار کی رحمت اس پر نچھاور ہونے لگی گویا ارشاد ہوا اے انسان! سورج کی لاچاری و کمزوری کو دیکھ کر تو غمزدہ ہے، افسردہ ہے، نہ نہ میری رحمت کو یہ گوارا نہیں کہ میں تجھے ایسے

حالات میں تنہا چھوڑ دوں، بندے! آمیری بارگاہ میں نیاز مندانہ عصر کی نماز ادا کر میں تجھے لاچاری اور کمزوری سے بچا لوں گا۔

مغرب: انسان عصر کی نماز نیاز مندانہ طور پر ادا کر کے جونہی فارغ ہوا ایک مصیبت نے اسے پھر آ لیا، کیا دیکھتا ہے کہ سورج بڑی رفتاری کے ساتھ سمتِ مغرب ڈوبنے لگا اور وہ چند لمحوں کے بعد ڈوب ہی گیا، حضرتِ انسان کے دل پر ایک بجلی سی گری، ہائے یہ کیا ہو گیا؟ سورج اختتام پزیر ہو گیا، زمین و آسمان میں تاریکی چھا گئی، گویا کہ سورج موت کا شکار ہو گیا، انسان کے منہ سے ایک چیخ نکلی جو فضا کی پہنائیوں میں گم ہو کر رہ گئی، اور زبانِ حال سے کہنے لگا کیا میرا بھی ایک دن خاتمہ ہو جائے گا؟ کیا میں بھی موت کے آغوش میں سو جاؤں گا، کیا میری زندگی کا چراغ بھی بجھ جائے گا؟ اور اُس وقت میری بے بسی انتہا کو پہنچے گی جب مجھ کو روشنیوں سے جگمگاتی عارِضی خوشیوں سے مسکراتی دنیائے ناپائیدار کے فانی گھر سے نکال کر اندھیری قبر میں منتقل کرنے کیلئے کندھوں پر لاد کر سوئے قبرستان چل پڑیں گے؟

آواز آئی ہاں انسان یہ سب تیرے ساتھ بھی ہونے والا ہے، تو بھی ملکِ عدم کا مسافر بننے والا ہے، جس طرح سورج اختتام کو پہنچا ایسے ہی تیری زندگی اختتام کو پہنچ جائے گی۔ انسان نے جب یہ سنا تو اسے یاد آیا کہ میرا رب جس نے مجھے ترقی کی راہ دکھائی، مجھے زوال سے بچایا، لاچاری اور کمزوری سے بچایا وہی آج مجھے اس مصیبت سے بھی بچائے گا، چنانچہ انسان نے درد مندانہ، عاجزانہ التجا اپنے رب کی بارگاہ میں کرنے لگا، مولی تیری ہی ذات وہ ذات ہے جو مجھے اس مصیبت سے بچا سکتی ہے، میرے مولی مجھے اس مصیبت سے بچا، حضرتِ انسان کی اس پکار پر ربِ کائنات کی رحمت نے اسے ڈھانپ لیا اور کہا بندے یقیناً وہ میں ہی ہوں جو تمام چیزوں کو زندگی اور موت دیتا ہوں، آ، ان حالات میں میری بارگاہِ عالی شان ولازوال میں آ، نمازِ مغرب ادا کر میں تجھے موت کی سختیوں اور قبر کی تاریکیوں سے مامون کر دوں گا۔

عشاء: انسان نمازِ مغرب پڑھ کر جب فارغ ہوا، اس کا خوف کچھ کم ہوا لیکن ایک غم نے اسے پھر گھیر لیا اور وہ یہ کہ جب اس نے آسمان کی طرف دیکھا تو ہر چار سو اسے اندھیرا ہی اندھیرا نظر آیا، سورج کے آثار جو ابھی کچھ دیر پہلے نظر آ رہے تھے وہ بلکل ختم ہو چکے ہیں، اب نہ سورج رہا اور نہ اس کے اثرات۔

بادل گرجے بجلی تڑپے دھک سے کلیجہ ہو جائے
بن میں گھٹا کی بھیانک صورت کیسی کالی کالی ہے
پاؤں اٹھا اور ٹھوکر کھائی کچھ سنبھلا پھر اوندھے منہ
مینہ نے پھسلن کر دی ہے اور دھر تک کھائی نالی ہے
ساتھی ساتھی کہہ کر پکاروں ساتھی ہو تو جواب آئے
پھر جھنجھلا کر سر دے پٹکوں چل رے مولیٰ والی ہے
پھر پھر کر ہر جانب دیکھوں کوئی آس نہ پاس کہیں
ہاں اک ٹوٹی آس نے ہارے جی سے رفاقت پالی ہے

حضرتِ انسان دل ہی دل میں گویا ہوا، کہ کیا میرے مرنے کے بعد میرے سارے اثرات ختم ہو جائیں گے؟ میری کوئی نشانی باقی نہیں رہے گی؟ میرے گھر والے، میرے احباب و رشتے دار سب بھول جائیں گے، کیا میرے بڑے بڑے کارناموں کو زمانہ فنا کا قلم چلا کر مٹا ڈالے گا؟ ہائے! ہائے! وہ دنیا جسے سنوارنے کے لئے عمر بھر بھاگ دوڑ کی تھی، جس کی خاطر راتوں کی نیندیں اُڑائی تھیں، طرح طرح کے خطرے مول لیے تھے، حاسِدین کے رُکاوٹیں کھڑی کرنے کے باوجود بھی جان لڑا کر دنیا کا مال کماتے رہے تھے، خوب خوب دولت بڑھاتے رہے تھے، جس مکان کو مضبوط تعمیر کیا تھا پھر اُس کو طرح طرح کے فرنیچر سے آراستہ کیا تھا، وہ سبھی کچھ چھوڑ کر رخصت ہونا پڑ رہا ہو گا۔ آہ! قیمتی لباس کھونٹی پر ٹنگا رہ جائیگا، کار ہوئی تو گیرج میں کھڑی رہ جائے گی، کھیل کود کے آلات، عیش و طرب کے اَسباب اور ہر طرح کا مال و سامان دَھرا کا دَھرا رہ جائے گا۔

عالم انقلاب ہے دُنیا
چند لمحوں کا خواب ہے دُنیا
فخر کیوں دل لگائیں اِس سے
نہیں اچّھی، خراب ہے دُنیا

ہر بار کی طرح اس بار بھی انسان نے اپنے رب کی بارگاہ میں لڑکھڑاتے، ہانپتے کانپتے دہائی دی اور اپنے اس زخم کا مرہم طلب کیا تو رب عزوجل کی رحمت نے اسے تھام لیا، ارشاد ہوا بندے ہم نے تجھے پیدا کیا، پھر پروان چڑھایا، جوانی دی اور اپنی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ دیا، زوال سے بچا کر ترقی دی لاچاری و کمزوری کے دلدل سے نکالا، موت کی آندھیوں اور اس کے دردناک کرب و آلام سے بچایا، بندے! تجھے اس حالت میں میری رحمت کیسے چھوڑ سکتی ہے آ، میری بارگاہ میں نمازِ عشاء ادا کر میں تیرے ذکر کو دنیا والوں میں ہی نہیں بلکہ اپنے ملائکہ میں بھی باقی رکھوں گا۔ (پانچ نمازوں کی حکمت ص ۳۶۔۴۱)

پانچ نمازوں کی مزید حکمتیں جاننے کے لئے سگِ عطار کی کتاب ''پانچ نمازوں کی حکمت'' ملاحظہ کیجئے۔

(35) علمِ غیب عطا کئے جانے کی حکمتیں

مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علمِ غیب عطا کئے جانے کی حکمت یہ ہے کہ:

(۱)۔۔۔ چند سال کامل استاد کی صحبت میں رہ کر انسان عالم بن جاتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم قبلِ ولادت کروڑوں سال رب تعالی کی بارگاہِ خاص میں حاضر رہے تو کیونکر کامل عالم نہ ہوں گے۔ یقیناً اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم کامل عالم (یعنی ہر چیز کو جاننے والے) ہیں۔ (جاء الحق ص ۸۱)

(۲)۔۔۔ اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجہ ہو سکتی ہے: (۱)۔۔۔ پہلی یہ کہ شاگرد نااہل تھا، جس کی وجہ سے استاد سے پورا فیض نہ لے سکا۔ (۲)۔۔۔ دوسری یہ کہ خود استاد کامل نہ تھا جس کی وجہ سے مکمل سکھا نہ سکا۔ (۳)۔۔۔ تیسری یہ کہ استاد بخیل تھا جس کی وجہ سے شاگرد کو پورا علم نہ دیا، یا استاد کے نزدیک اس شاگرد سے زیادہ پیارا کوئی دوسرا شاگرد تھا جس کی وجہ سے اس کو پورا علم نہ دیا اور دوسرے کو دے دیا۔ (۴)۔۔۔ چوتھی یہ کہ استاد نے جو کتاب پڑھائی وہ ناقص تھی کہ اس میں پورا علم نہ تھا۔

پس ان چار وجہوں کی وجہ سے شاگرد کا علم کم اور ناقص ہوتا ہے، مگر یہاں دیکھئے سکھانے والا اللہ، سیکھنے والا رسول اللہ، کتاب، کتاب اللہ، جس میں ہر خشک و تر، بحر و بر، گل و ثمر، پاسٹ و فیوچر ہر چیز کا علم موجود ہے۔ بتاؤ! کیا اللہ العلیم کامل استاد نہیں؟ کیا رسولِ عظیم صلی اللہ علیہ والہ وسلم لائقِ شاگرد نہیں؟ کیا قرآنِ عظیم کامل کتاب نہیں؟

جب اللہ کامل استاد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کامل شاگرد، اور کتاب اللہ کامل کتاب، جس میں فرمایا: "اَلرَّحْمٰنُ ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ﴿۲﴾" **ترجمۂ کنزالایمان:** رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا۔(پ۲۷،الرحمن،۱۔۲) پھر اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا علم ناقص کیوں؟ (جاءالحق ص ۸۱۔۸۲)

(۳)۔۔۔ غیبوں کی غیب رب تعالی کی ذات ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب شبِ معراج اپنی ظاہری مبارک آنکھوں سے رب کو دیکھ لیا تو اب عالَم کیا چیز ہے جو اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے چھپ سکے۔(جاءالحق ص ۸۲)

تبھی تو امامِ عشق و محبت، امامِ اہلِ سنّت، جن کا لقب اعلی حضرت، مجدِّدِ دین وملّت علیہ رحمۃ اللہ العزت ہے لکھتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نِہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں دُرُود

(36) لوگوں کے مختلف رنگوں کے ہونے کی حکمت

ترمذی شریف کی حدیثِ پاک ہے حضرتِ سیِّدُنا ابو مُوسٰی اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے محبوب، دانائے غیوب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے حضرتِ آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو ایک مٹھی (مٹی) سے پیدا کیا جو تمام روئے زمین سے لی گئی، لہٰذا اولادِ آدم زمین کے مطابق آئی (کہ مٹیاں مختلف تھیں لہٰذا انسانوں کی صورتیں اور سیرتیں بھی مختلف ہوئیں)، ان میں سرخ وسیاہ، سفید و درمیانے (یعنی سانولے یا سفیدی سرخی سے مخلوط)، نرم وسخت اور پلید وپاک ہیں۔(ترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ البقرۃ، ۴/ ۴۴۴، حدیث: ۲۹۶۵)

مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی **مرأۃ المناجیح، جلد ۱، صفحہ ۱۰۸** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اس طرح کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ہر قسم کی زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی حاصل کی اور اس کو ہر قسم کے پانی میں گوندھا۔ چونکہ مٹیاں مختلف تھیں لہٰذا انسانوں کی صورتیں اور سیرتیں بھی مختلف ہوئیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام انسانوں کے اجزائے اصلیہ آدم علیہ السلام میں موجود تھے، جیسے تمام کی

روحیں آپ کی پشت میں تھیں،انبیائے کرام کے اصلی اجزاء نورانی تھے دوسروں کے ظلمانی، حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو نوراللہ اس واسطے کہاجاتاہے کہ آپ کی روح بھی نور ہے اور جسم بھی نورانی، ورنہ صرف روح توسب کی نور ہے۔

سانولے یاسفیدی سرخی سے مخلوط یعنی جن کی خلقت میں سفید مٹی کے اجزاء غالب آگئے وہ سفید ہوگئے، کالی مٹی کے اجزاء جن میں غالب آئے وہ کالے، جہاں دونوں برابر رہے وہ سانولے یا سرخ سفید۔(مراۃ المناجیح ج۱، ص۱۱۱)

(37)روح کو ملک الموت کے نکالنے کی حکمت

مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی **مراٰۃ المناجیح، جلد ۱، صفحہ ۱۰۸** پر اس کے تحت فرماتے ہیں: اس طرح کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ہرقسم کی زمین سے تھوڑی تھوڑی مٹی حاصل کی اور اس کو ہر قسم کے پانی میں گوندھا چونکہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے ہی یہ مٹی اٹھائی تھی، اس لیے جان نکالنے کا کام بھی انہیں کے سپرد کیا، تاکہ زمین کی امانت وہی واپس کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کے بندوں کے کام رب کی طرف منسوب ہوتے ہیں، دیکھو مٹی جمع کرنے والے حضرت ملک الموت ہیں مگر فرمایا گیا رب تعالیٰ نے جمع فرمائی۔

(مراۃ المناجیح ج۱، ص۱۱۱)

(38)پیشانی کو پیشانی کہنے کی حکمت

مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی مراٰۃ المناجیح، جلد۶، صفحہ ۲۴۴ پر لکھتے ہیں:

انسان کی تقدیر اس کی عمر اس کی پیشانی میں لکھی ہوتی ہے اس لیے اسے پیشانی کہتے ہیں یعنی پیش آنے والی چیز۔

(مراۃ المناجیح ج۶، ص۲۴۴۔۲۴۵)

(39)مچھلی کے ذبح نہ کرنے کی حکمت

سوال: مچھلی بغیر ذبح کھائی جاتی ہے اس میں کیا حکمت ہے؟

جواب: میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مچھلی اور ٹِڈّی میں خون ہوتا ہی نہیں کہ اس کے اِخراج (یعنی خارج کرنے) کی حاجت ہو، غیر دَمَوی (یعنی جس میں خون نہ ہو) جانوروں میں ہمارے یہاں صِرف یِہی دو حلال ہیں لہٰذا صِرف یِہی بے ذَبح کھائے جاتے ہیں۔ شافِعِیَّہ وغیر ہُم کے نزدیک کہ اور دریائی جانور بھی کُل یا بعض حلال ہیں وہ انھیں بھی بے ذَبح جائز جانتے ہیں کہ دریا کے کسی جانور میں خون نہیں ہوتا۔(فتاوٰی رضویہ ج۲۰ ص۳۳۵)

(40)حضور پر زکوۃ فرض نہ ہونے کی حکمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوۃ فرض نہیں اس کی کئی حکمت ہیں ان میں سے دو ملاحظہ کریں:

(۱)۔۔۔اس لیے کہ آپ کا مال وقف ہے اور وقف میں زکوۃ نہیں۔

(۲)۔۔۔اس لیے کہ ساری امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی غلام ہے اور اپنے غلام لونڈی کو زکوۃ نہیں دی جاسکتی آپ کے لیے مصرف موجود نہیں۔

مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی فرماتے ہیں: فقیر کے نزدیک یہ وجہ قوی ہے ورنہ آپ پر قربانی فرض نہ ہوتی، مال وقف سے قربانی نہیں دی جاتی۔(مراۃ المناجیح ج۸، ص۴۷)

(41)استقبالِ قبلہ کی حکمت

استقبالِ قبلہ کے شرط وضروری ہونے کا ثبوت قرآنِ عظیم سے ہے چنانچہ فرمانِ باری تعالی ہے:

وَحَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡہَکُمۡ شَطۡرَہٗ۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور اے مسلمانو تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔(پ۲البقرۃ ۱۴۴)

استقبالِ قبلہ کی پہلی حکمت: نماز میں قبلہ کو منہ کرنے کی یہ حکمت ہے کہ کعبۂ معظمہ تمام زمین کی اصل ہے کیونکہ زمین وہیں سے پھیلی ہے اور انسان کی اصل مٹی ہے کہ وہ اسی سے بنایا گیا ہے پس چاہئے کہ نمازی کا جسم اپنے اجسام کے اصل (یعنی کعبہ شریف) کی طرف رہے۔(تفسیر نعیمی جلد۔ا۔ص۱۱۷)

استقبالِ قبلہ کی دوسری حکمت: استقبالِ قبلہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ قرب ومناجات کے لئے طلبِ حق کے ماسوا سے اعراض اور حضرتِ ربوبیت کی طرف توجہ ہونی چاہیئے۔(روح البیان جلد۔ا۔ص۸۷)

(42)قبلہ مقرر کرنے کی حکمتیں

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز میں قبلہ مقرر کرنے کی کیا حکمت ہے؟ حالانکہ اگر قبلہ مقرر نہ کیا جاتا تو اچھا تھا کہ لوگ جس سمت چاہتے نماز پڑھتے یا کوئی سمت ہی مقرر نہ کی جاتی اور بلا سمت نماز ادا کی جاتی؟ اس سوال کے جواب میں چار حکمتیں ملاحظہ کیجئے۔

پہلی حکمت: پہلی حکمت یہ ہے کہ انسان میں قوتِ عقلیہ بھی ہے اور قوتِ خیالیہ بھی اور یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہیں، اسی لئے کوئی عقلی بات سمجھاتے وقت کوئی خیالی صورت سامنے رکھ لی جاتی ہے تاکہ عقلی معنی جلد سمجھ میں آجائیں۔ اقلیدس والے مثلث مربع کے خطوط کھینچ کر ضلع اور زاویہ وغیرہ سمجھاتے ہیں، علمِ ہیئت والے کرّہ سامنے رکھ کر آسمانی خطوط، معدل النہار اور منطقۃ البروج وغیرہ بتاتے ہیں، رعایا بادشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر اس سے عرض معروض کرتی ہے تاکہ خیال نہ بٹے، جب رب کے بندے اس کی عبادت کریں تو چونکہ وہ سامنے ہونے اور دنیا میں نظر آنے سے پاک ہے، لہذا چاہئے تھا کہ خیال جمانے کے لئے کسی طرف منہ کر لیا جائے اور اسی جہت کا نام قبلہ ہے۔

دوسری حکمت: نماز میں دل کی حاضری ضروری ہے اور یہ سکون سے حاصل ہو گی اور سکون جب ہی ہو گا کہ کسی طرف دھیان نہ ہو اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ ایک طرف رخ رہے، اسی طرف کا نام قبلہ ہے۔

تیسری حکمت: مسلمانوں میں اتفاق و محبت رب کی بڑی نعمت ہے اگر ہر شخص علیحدہ جہت پر نماز پڑھے تو اختلاف ظاہر ہو گا، لہذا ضروری تھا کہ ایک اللہ کے بندے اور ایک نبی کے امتی ایک ہی طرف نماز پڑھیں کہ ظاہری اتفاق سے دلی اور روحانی اتفاق بھی پیدا ہو۔

چوتھی حکمت: بعض جگہ بعض سے افضل ہے جس سے لوگ فیض پاتے ہیں۔ قبلہ زمین کے دوسرے حصوں سے بہتر ہے جہاں رب کی خاص تجلی ہے اسی طرف نماز پڑھنے میں انوار الٰہی حاصل ہوں گے۔

(تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۲۔ ۱۳)

بُت اور کعبہ کے سامنے ہونے کا فرق

اعتراض: مسلمان کہتے ہیں کہ ہم سب رب تعالی ہی کی عبادت کرتے ہیں اور موحد ہیں حالانکہ وہ کعبہ کی طرف سر جھکاتے ہیں یہ تو ہندوؤں سے بڑھ کر مشرک ہوئے کیونکہ ہندو تو ایک پتھر کو پوجتا ہے اور مسلمان ہزاروں پتھروں کے عمارت کو، اگر مسلمان کہیں کہ ہم کعبہ کو خدا نہیں جانتے تو ہندو بھی مورتی کو خدا نہیں سمجھتا بلکہ اپنا دھیان یکسو رکھنے کے لئے ایک پتھر کو سامنے رکھ لیتا ہے؟

جواب: اس کا جواب نماز کی نیت میں ہی دے دیا گیا ہے کیونکہ نیت میں یہ کہا جاتا ہے کہ نماز واسطے اللہ تعالی کے منہ طرف کعبہ شریف کے، پس اس نیت سے معلوم ہوا کہ نماز کعبہ کے لئے نہیں بلکہ نماز تو اللہ کے لئے ہے ، صرف جہت مقرر کرنے کے لئے کعبہ کی سمت تجویز کر دی گئی ہے اگر نماز کعبہ کے لئے ہوتی تو جس طرف کعبہ کا پتھر پہنچتا ادھر ہی مسلمان جھک جاتا مگر ایسا نہیں ہوتا، خلافِ کعبہ ہمارے پاس پہنچتا ہے مگر ہم اس کو سجدہ نہیں کرتے، اگر وہاں کوئی پتھر بلکہ ساری عمارت ہندوستان میں رکھ دی جائے تو کوئی بھی مسلمان ادھر سجدہ نہ کرے، لیکن ہندوؤں کا یہ حال ہے کہ جدھر اس کی مورتی ادھر ہی پجاری کا سر، معلوم ہوا کہ اس کا سر مورتی کے لئے جھکا اور مسلمان کا سر رب تعالی کے لئے بلکہ خوف و سفر کے نفل میں جدھر منہ کر کے نماز پڑھے گا ہو جائے گی فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔

پھر فرق یہ ہے کہ ہندو پتھر کسی انسان کے نام پر بناتا ہے مثلاً رام چندر، کالی مائی، دیو، مہادیو کے نام پر وغیرہ وغیرہ اور اس شخص کو خدا کا شریک اور خدائی میں حصہ دار مانتا ہے اور یہ سمجھ کر اس پتھر کی طرف سر جھکاتا ہے جس کا یہ پتھر ہے میں اس کی عبادت کر رہا ہوں اور کعبہ شریف میں ان میں سے کوئی بات نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ کعبہ عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ اس جگہ کا نام ہے اگر وہاں کوئی عمارت بھی نہ ہو تو بھی نماز میں اسی طرف منہ کیا جائے گا، یہ عمارت تو اس جگہ کا نشان ہے، جب پہاڑ پر اور تہہ خانوں میں نماز پڑھتے ہیں، اس حالت میں اس عمارت کا کوئی بھی حصہ سامنے نہیں ہوتا۔ (تفسیر نعیمی جلد ۔۱۔ص۷۲)

(43) کعبہ کو قبلہ مقرر کرنے کی حکمتیں

مسلمانوں کا قبلۂ اوّل بیت المقدس تھا پھر کسی بنا پر بدل کر خانۂ کعبہ کو مقرر کیا گیا جس میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں ان میں سے ۹ حکمتیں پیشِ خدمت ہیں۔

پہلی حکمت: اول یہ کہ خانۂ کعبہ تعمیرِ ابراہیمی بلکہ تعمیرِ دیگر انبیا ہے جبکہ بیت المقدس جنات کی تعمیر ہے، اور انبیا جن و انس سے افضل و اعلی ہیں لہذا ان کی تعمیر کردہ عمارت بھی سب سے افضل و اعلی ہوئی۔

(تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۳۔ ۱۴)

دوسری حکمت: دوسرے یہ کہ کعبہ بیتُ اللہ ہے، مسلمان عبادُ اللہ ہیں، اس کے پیغمبر حبیب اللہ اور ان کا قرآن کلام اللہ، تو گویا جب اللہ کے بندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے فرمان سے اللہ عزوجل کی عبادت میں کلام اللہ پڑھیں تو بیت اللہ کو منہ کرلیں تاکہ اتنی نسبتوں سے ان کا قلب اللہ کی طرف رہے۔

(تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۳۔۱۴)

تیسری حکمت: تیسرے یہ کہ مشرق مطلع انوار ہے کہ ادھر سے سورج نکلتا ہے اور مکۂ معظمہ مطلعِ سیدُ الانوار یعنی جائے ولادتِ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، چاہئے کہ بجائے مشرق کے نماز میں ادھر منہ کیا جائے۔

(تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۳۔۱۴)

چوتھی حکمت: چوتھے یہ کہ کعبۂ معظمہ وسط زمین میں ہے تو چاہئے کہ نماز میں ادھر ہی منہ ہو تاکہ معلوم ہو کہ مسلمان امتِ وسط یعنی درمیانی امت ہیں جیسے کہ اللہ تعالی نے قرآنِ پاک کے پارہ دو سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۴۳۔ میں ارشاد فرمایا کہ یہ امت درمیانی امت ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا

ترجمہ کنزالایمان: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ۔ (تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۳۔۱۴)

پانچویں حکمت: پانچویں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ کے محبوب اور کعبۂ معظمہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا محبوب لہذا کعبہ رب عزوجل کا محبوب ہوا، پس چاہئے کہ نماز کعبہ کی طرف پڑھی جاتی تاکہ ہمیں بھی محبوبیت ملے، نیز رب نے دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راضی کیا فرمایا قِبْلَةً تَرْضٰىهَا اور یہ نہ فرمایا اَرْضٰهَا اور آخرت کے متعلق فرمایا:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ﴿٥﴾ (پ۳۰ الضحی ۵)

ترجمہ کنزالایمان: اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

اس آیتِ مبارکہ میں اشارہ فرمایا گیا کہ سارا جہان تو میری رضا چاہتا ہے اور میں کونین میں تمہاری رضا۔(تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۳۔۱۴)

چھٹی حکمت: چھٹے یہ کہ خانہ کعبہ پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بنا ہے، طور سینا، طورِ زیتا، جودی، لبنان اور حرا۔ گویا جو ادھر نماز پڑھے یا کعبہ کا حج کرے وہ اگر گناہوں کے پہاڑ بھی لے کر آئے سب مٹا دئے جائیں گے۔

(تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۳۔۱۴)

ساتویں حکمت: ساتویں یہ کہ کعبۂ معظمہ کی زمین ساری زمین کی اصل ہے کہ اسی جگہ زمین کا جھاگ پیدا ہوا اور اس سے زمین پھیلی، نیز انسان کی بھی اصل ہے کہ اسی جگہ جسمِ حضرتِ آدم علیہ السلام خشک کیا گیا۔ پس چاہئے کہ نماز میں اپنے اصل مبدا کی طرف رخ ہو تاکہ دل کا رخ اصل خالق کی طرف رہے۔

(تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۳۔۱۴)

آٹھویں حکمت: آٹھویں یہ کہ روایت میں ہے کہ جب رب تعالی نے زمین و آسمان کو حکم دیا کہ:

اِئْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا ؕ

ترجمہ کنزالایمان دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی۔(پ۲۴حم سجدہ۱۱)

توسب سے پہلے اس جگہ سے ذراتِ محمدیہ نے یہ حکم قبول کیا اور اس کے مقابل کے ساتوں آسمان کے حصوں نے اس کی موافقت کی اور عرض کیا کہ:

اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ۔

ترجمہ کنزالایمان: دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔(پ۲۴حم سجدہ۱۱)

اس سے معلوم ہوا کہ رب کی اطاعت کرنے والی پہلی یہ زمین ہے۔ لہٰذا چاہئے تھا کہ مسلمان بھی اطاعت میں اسی طرف جھکیں۔(تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۳۔۱۴)

نویں حکمت: نویں یہ کہ بیت المقدس کا حج کبھی نہ ہوا، حج ہمیشہ سے کعبہ ہی کا ہوا۔ لہٰذا بہتر تھا کہ مسلمانوں کا حج اور نماز ایک ہی طرف ہو۔(تفسیر نعیمی جلد ۲ ص ۱۳۔۱۴)

(44) مردے کو ماں کے نام کے ساتھ پکارنے کی حکمت

مُردے کو قبر میں جب تلقین کرتے ہیں یا کسی کا استخارہ وغیرہ کرتے ہیں تو ماں کا نام کیوں لیتے ہیں؟ مثلاً: زید بن فاطمہ۔ نیز قیامت میں بھی لوگوں کو ماں کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔ اس میں کیا حکمت ہے؟

اس کے متعلق مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: بعض روایات میں ہے کہ قیامت میں انسانوں کو ان کی ماں کے نام سے پکارا جائے گا۔ غالباً اس میں حکمت یہ ہوگی کہ حرام لوگ رسوا نہ ہوں یا حضرتِ عیسٰی عَلَیْہِ السَّلَام کے اظہارِ شرافت کے لئے یا حضرت حسن و حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی عظمت کے اظہار کے لئے کہ حضرت فاطمہ زہرا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی طرف نسبت سے ان کو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم سے نسبت کا شرف حاصل ہو جائے۔

اور ایک روایت میں ہے: حضرتِ سیِّدُنا ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ نبیِّ رحمت، شفیعِ اُمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "تم بروزِ قیامت اپنے اور اپنے والد کے ناموں سے پکارے جاؤ گے لہٰذا اپنے نام اچھے رکھا کرو۔" (ابو داود، کتاب الادب، باب فی تغییر الاسماء، ۴/۳۷۴، حدیث:۴۹۴۸)

مگر ان روایات میں تعارض نہیں قیامت کے اوّل وقت ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا بعد میں باپوں کے نام سے یا سب کے سامنے ماں کے نام سے پکارا جائے گا اور تنہائی میں باپ کی نسبت سے یا یہاں اباء سے مراد اُمہات ہیں کہ بہت دفعہ ماں باپ کو ایک دوسرے کے نام سے یاد کر دیتے ہیں۔ (مراٰۃ المناجیح، جلد۶، صفحہ ۴۱۷)

(45) افعالِ حج کی حکمتیں

حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے افعالِ حج کی حکمتوں اور مناسکِ حج کے باریک معانی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمایا: "افعالِ حج اور لوازمِ حج میں سے ہر ایک میں حکمتِ بالغہ، نعمتِ کاملہ اور کئی راز ہیں جن کی تعریف کرنے سے ہر زبان عاجز ہے۔ (حکایتیں اور نصیحتیں ص ۱۱۵)

احرام کے وقت (سلا ہوا) لباس نہ پہننے کی حکمت

احرام کے وقت (سلا ہوا) لباس نہ پہننے کی حکمت یہ ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ جب مخلوق کے پاس جاتے ہیں تو عمدہ اور فخریہ لباس زیبِ تن کر لیتے ہیں گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: "میری بارگاہ میں حاضری کا ارادہ مخلوق

کے پاس جانے کے ارادے کے خلاف ہو، تاکہ میں ان کے لئے اجر وثواب بڑھادوں اور اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ بندہ احرام کے وقت کپڑوں کی کمی سے موت کے وقت دنیا سے رُخصتی کی حالت کو یاد کرے جیسا کہ پہلے دن تھا جب ماں کے پیٹ سے برہنہ پیدا ہوا تھا۔ اور اس حالت میں حساب کے دن برہنہ کھڑا ہونے سے مشابہت بھی ہے۔

(حکایتیں اور نصیحتیں ص ۱۱۵)

احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنے کی حکمت

احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنے کی حکمت بالکل ظاہر اور واضح ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ چاہتا ہے کہ حجاج کو ملائکہ پر ظاہر کرے تاکہ ان کے سبب فخر کرے، لہٰذا حجاج ملائکہ کرام کے سامنے گناہوں اور میل کچیل سے پاک و صاف کرکے پیش کئے جاتے ہیں۔ اس میں دوسری حکمت یہ ہے کہ حجاج انبیاء کرام علیہم السلام کے قدموں کی جگہ اپنے قدم رکھتے ہیں تو اس سے پہلے غسل کرلیتے ہیں تاکہ ان آثار کی برکات حاصل کرلیں۔ جیسا کہ اصدق الصادقین (یعنی سب سے زیادہ سچا) رب عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ پسند رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو۔ (پ۲، البقرۃ:۲۲۲)

(حکایتیں اور نصیحتیں ص ۱۱۶)

تلبیہ کہنے میں حکمت

تلبیہ کہنے میں حکمت یہ ہے کہ ایک انسان کو جب کوئی معزز انسان بلاتا ہے تو وہ اس کو لبیک اور اچھے کلام سے جواب دیتا ہے۔ لہٰذا اس شخص کا جواب کیا ہونا چاہے جس کو خود مَلِکُ العلاَّم عَزَّوَجَلَّ پکارے اور اسے اپنی جانب بلائے، تاکہ اس کے گناہ اور برائیاں مٹادے۔ جب بندہ لبیک کہتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: "ہاں! میں تیرے قریب ہوں اور تجھ پر تجلِّی فرمانے والا ہوں، پس تو جو چاہتا ہے مانگ لے، میں تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔

(حکایتیں اور نصیحتیں ص ۱۱۶)

وقوفِ عرفات میں حکمت

مزدلفہ سے کنکریاں لینے اور عرفہ میں ٹھہرنے میں حکمت یہ ہے کہ اس میں صاحبِ علم و معرفت کے لئے پوشیدہ باتیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گویا بندہ عرض کرتا ہے: میرے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! میں نے گناہوں اور خطاؤں کی کنکریاں اُٹھائیں اور تیرے حکم پر عمل کرتے ہوئے جمروں کو کنکریاں ماریں۔ بے شک تو کرم و بخشش والا ہے۔

(حکایتیں اور نصیحتیں ص ١١٦)

مشعرِ حرام کے پاس ذکر کی حکمت

مشعرِ حرام کے پاس ذکر کی حکمت اور اجرِ عظیم کے متعلق گویا اللہ عَزَّوَجَلَّ فرمارہا ہے: "تم میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا، جو مجھے اکیلا یاد کرے میں بھی اسے اکیلا یاد کرتا ہوں اور جو مجھے کسی اجتماع میں یاد کرے تو میں اُسے اس سے بہتر اجتماع میں یاد کرتا ہوں۔ پس جب تم مشعرِ حرام کے پاس مجھے یاد کرتے ہو تو میں تمہیں معزز فرشتوں میں یاد کرتا ہوں اور تمہارے لئے انتقام کے بدلے امان کی مہر لگا دیتا ہوں۔" (حکایتیں اور نصیحتیں ص ١١٦)

مِنٰی میں سر منڈوانے میں ایسی حکمت ہے جس سے بندے کی تمام اُمیدیں پوری ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بیداری اور نصیحت ہے جسے صرف عالم ہی سمجھ سکتا ہے، کیونکہ حاجی جب عرفہ میں ٹھہرتا ہے، مشعرِ حرام کے پاس اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتا، مِنٰی میں قربانی کرکے حلق کرواتا اور اپنے بدن کو میل کچیل اور گناہوں سے پاک و صاف کرتا ہے تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے لئے ثواب لکھ دیتا، درجے بڑھا دیتا اور جہنم سے پناہ دے دیتا ہے۔ اور بروزِ قیامت اس کے ہر بال کے عوض ایک نور بنائے گا اور اسے امن کا پروانہ عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِیْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان: اپنے سروں کے بال منڈاتے یا ترشواتے بے خوف۔ (پ٢٦، الفتح:٢٧)

(حکایتیں اور نصیحتیں ص ١١٧)

طواف کرنے کی حکمتیں

طواف میں کئی حکمتیں اور لطیف اشارے ہیں، بیت اللہ شریف کا طواف کرنے والا گڑگڑاتے اور دعا کرتے وقت زبانِ حال سے کہتا ہے: "اے میرے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! تو ہی مقصود ہے، تو ہی مرتبہ کمال تک پہنچانے والا معبودِ حقیقی ہے۔ میں تمام لوگوں کے ساتھ تیری بارگاہ میں حاضر ہوا، تیرے گھر کا طواف کیا اور تیری رحمت کے دروازے پر جود وکرم کی امید لئے کھڑا ہوں اور تو خود اپنے خلیل حضرتِ سیدنا ابراہیم علٰی نبیناوعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی لاریب کتاب میں فرما چکا ہے:

وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۲۶﴾ (پ۱۷، الحج:۲۶)

ترجمۂ کنز الایمان: اور میرا گھر ستھرا رکھ طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع سجدے والوں کے لیے۔

وقوفِ عرفات میں حکمت اور انوکھے معانی ہیں، بلاشبہ اس میں بندے کے لئے تنبیہ ہے اور یہ کہ بندے بروزِ قیامت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور برہنہ سر حسرت وندامت کے قدموں پر کھڑے ہوں گے، گریہ وزاری کرتے ہوں گے اور اپنے مولیٰ عَزَّوَجَلَّ سے اس طرح دعا کرتے ہوں گے جس طرح ایک ذلیل غلام دعا کرتا ہے۔

سبحان اللہ عَزَّوَجَلَّ! ان لوگوں کو دیکھو جنہیں ان کے مولا عَزَّوَجَلَّ نے اپنے گھر کی طرف بلایا تو انہوں نے وجد و شوق کے عالم میں اس کی دعوت پر لبیک کہا اور تصدیق کے قدموں پر اس کی طرف پیدل چل پڑے، اور ہر دُبلی اُونٹنی پر دور دور سے حاضر ہو گئے۔

حضرتِ سیِّدُنا علی بن مُوَفَّق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بیت اللہ کا حج کیا کعبہ مشرفہ کے گرد سات چکر لگائے، حجرِ اسود کو بوسہ دیا، دو رکعت نماز پڑھی، کعبہ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی اور روتے ہوئے عرض کی: "میں نے اس بیت اللہ کے کتنے چکر لگائے لیکن معلوم نہیں کہ قبول ہوئے یا نہیں۔" پھر مجھ پر ہلکی سی نیند غالب آ گئی۔ میں سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت

عتیق کہنے کی وجہ

بیت اللہ شریف کو عتیق اس لئے کہتے ہیں کہ "اللہ عزّوَجلَّ نے اسے زمین سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور اس کو ظالم اور جابر لوگوں کے قبضے سے آزاد رکھا اور اس پر کسی ظالم و جابر کو مسلّط نہ کیا بلکہ جس نے بھی بُرا ارادہ کیا وہ ہلاک ہو گیا۔" حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر واسطی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں کہ اس کو عتیق کہنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ جس نے بھی اس کا طواف کیا وہ جہنم سے آزاد ہو گیا۔"

امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی عتیق کہا جاتا ہے۔ پس جو شخص نماز میں قبلہ شریف کی طرف رُخ نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں اور جو امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت کی گواہی نہ دے اس کی زکوٰۃ قبول نہیں۔

حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن سلیمان علیہ رحمۃ الرحمن بیان فرماتے ہیں کہ "جب حضرتِ سیِّدُنا آدم علیہ السلام زمین پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ علیہ السلام نے بَیْتُ اللہ شریف کے سات چکر لگائے، پھر دو رکعت نماز پڑھ کر ملتزَم کے پاس آئے اور عرض کی: "اے اللہ عزّوَجلَّ! تو میرے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، میری معذرت قبول فرما لے اور تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے پس میرے گناہوں کو بخش دے اور تو میری حاجت بھی جانتا ہے لہٰذا وہ بھی پوری فرما دے۔ اے اللہ عزّوَجلَّ! میں تجھ سے ایسے ایمان اور یقینِ صادق کا سوال کرتا ہوں جو میرے دل میں بس جائے یہاں تک کہ میں یقین کر لوں کہ مجھے وہی تکلیف پہنچ سکتی ہے جو تو نے میرے لئے لکھ دی ہے اور اس پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں جس کا تو نے میرے بارے میں فیصلہ فرما دیا ہے۔" تو اللہ عزّوَجلَّ نے وحی فرمائی: "اے آدم (علیہ السلام)! میں نے تیری تمام دعائیں قبول فرمائیں اور تیری اولاد میں سے جو شخص بھی دعا کریگا میں اس کے غم و الَم اور تنگی دُور کر دوں گا، اس کے دل سے فقر کا غم نکال کر اُسے بے نیاز کر دوں گا اور اُسے وہاں سے رزق دوں گا جہاں اُسے گمان بھی نہ ہو گا اور دُنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اگرچہ وہ اس کی خواہش نہ رکھتا ہو۔"

(اخبار مکۃ للازرقی، باب ماجاء فی الملتزم والقیام فی ظھر الکعبۃ، الحدیث ۴۹۴، ج۲، ص ۹۲)
(المعجم الاوسط، الحدیث ۵۹۷۴، ج ۴، ص ۲۷۵)

مزید حکایتیں اور نصیحتیں کے صفحہ ۱۲۵ سے آگے مطالعہ کریں

(46) نمازباجماعت پڑھنے کی حکمتیں

نمازِ باجماعت پڑھنے کی پانچ حکمتیں ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

پہلی حکمت: کسی کی نماز میں خشوع ہوتا ہے اور کسی کی نماز میں خشوع نہیں ہوتا اور اگر خشوع ہوتا ہے تو کسی کا خشوع کم اور کسی کا زیادہ۔ کسی کی نماز میں شوق وذوق زیادہ اور کسی کی نماز میں شوق وذوق کم۔ کسی کی رب تعالی کی بارگاہ میں بندگی کی کیفیت کچھ اور تو کسی کی کچھ اور۔

ان سب کیفیتوں کو سامنے رکھ کر باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا تاکہ سب کی جو مختلف دلی کیفیات ہیں وہ سب مل کر ایک معجونِ مرکب بن جائے اور رب عزوجل کی بارگاہ میں قبول ہو جائے۔

دوسری حکمت: نمازیوں میں باہم دوستی ومحبت پیدا ہوتی ہے اور ہر ایک دوسرے کے احوال سے باخبر ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

استکثروا من الاخوان فان لکل مؤمن شفاعۃ یوم القیمۃ رواہ ابن النجار۔

ترجمہ: اللہ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ وعلاقہ محبت پیدا کرو کہ قیامت میں ہر مسلمان کامل کو شفاعت دی جائے گی کہ اپنے علاقہ والوں کی سفارش کرے۔

(فتاوی رضویہ ج۔۲۱ کتاب الحظر والاباحۃ ص ۹۱)

(کنز العمال بحوالہ ابن نجار عن انس حدیث ۲۴۶۴۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۴)

تیسری حکمت: انسان پر تنہا عبادت شاق ہوتی ہے اور دوسروں کو دیکھ کر عبادت کی رغبت بڑھتی ہے۔(کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے) اکیلے شخص کو دیکھ کر شیطان حملہ کرتا ہے جب کہ بہت سارے ہوں تو بھیڑیا بھاگ جاتا ہے۔

چوتھی حکمت: برکتِ کامل علی الناقص: یعنی کامل شخص کی برکت ناقص شخص پر اثر رکھتی ہے، کامل لوگوں کی عبادتیں ہمارے دلوں کو عبادات کی طرف مائل کرتی ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں فرمایا گیا یہ وہ قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں ہوتا۔

آج کل عام طور سے لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ کیا کریں بھائی ہمارا عبادت میں دل ہی نہیں لگتا آپ ہی بتاؤ ہم کیا کریں؟ ایسوں کے لئے نمازِ باجماعت ایک نسخۂ کیمیا سے کم نہیں کہ اللہ والوں کے قرب اور ان کے ساتھ نمازِ باجماعت پڑھنے کی برکت سے ان شاءاللہ عزوجل عبادات میں دل لگنے لگے گا۔

پانچویں حکمت: مسلمانوں کا اجتماع باعثِ برکات اور دینی فوائد و ثمرات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے ،اس لئے نماز باجماعت پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نیز مسلمانوں کا اجتماع اللہ عزوجل کو بہت پسند ہے۔ کہ محلے کے اجتماع کے لئے پانچ نمازیں دی۔ شہر کے اجتماع کے لئے جمعہ کی نماز دی۔ شہر اور گاؤں کے اجتماع کے لئے عید و بقر عید کی نماز دی۔ اور عالمِ اسلام کے اجتماع کے لئے حج جیسا فریضہ دیا۔

(47) ماں کی اپنے اولاد سے محبت کی حکمت

باپ کے مقابلے میں ماں اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ اس کی یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ محبت کا تعلق دل سے ہے، اور بچہ مرد و عورت کی منی سے بنتا ہے، اور مرد کی منی اس کے پشت (یعنی پیٹھ) کے پاس ہوتی ہے جو کہ دل سے کافی دور ہے جبکہ عورت کی منی چھاتی کے پاس ہوتی ہے جو کہ دل سے قریب ہے۔ پس جس کی منی دل سے قریب ہے وہ اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرتی ہے اور جس کی منی دل سے دور ہے وہ اپنی اولاد سے کم محبت کرتا ہے۔

(48) مچھلی کے نہ بولنے کی حکمت

اس کی حکمت رب العزّت ہی جانتا ہے۔ مکاشفۃ القلوب "میں اِس کی یہ **عجیب و غریب حکمت** لکھی ہے: "اللہ تعالٰی نے تمام جانوروں کو زَبان سے مشرَّف فرمایا ہے مگر مچھلی کو محروم کیا گیا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سیِّدُنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کی وجہ سے جب شیطان لعین کی شکل بگاڑ کر زمین پر پھینک دیا گیا تو اِس نے سَمُندر کا رُخ کیا، اِسے سب سے پہلے **مچھلی** نظر آئی، شیطان نے سیِّدُنا آدم علیہ السلام کی پیدائش کا واقِعہ سناتے ہوئے یہ بھی کہا کہ وہ خشکی اور پانی کے جانوروں کا شکار کریں گے۔ **مچھلی** نے تمام دریائی جانوروں میں یہ بات پھیلا دی اِس وجہ سے اِسے **بولنے کی صَلاحیَّت** سے محروم کر دیا گیا۔ (مُکاشَفۃُ الْقُلوب ص ۷۱)

(49) رسول اللہ کے استغفار کرنے کی حکمتیں

حافظ ابنِ حجر عسقلانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّورَانِی فرماتے ہیں: اِستِغفار کرنا وُقوعِ مَعصِیت کو مُستَلزِم ہے (یعنی توبہ کسی

گناہ پر ہی کی جاتی ہے) حالانکہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَعْصُوم (بلکہ تمام معصوموں کے سردار) ہیں ،پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے اِستغفار کرنے کی کیا وجہ ہے؟ علمائے کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اس کی مختلف حکمتیں بیان فرمائیں ہیں:

(۱)۔۔۔علامہ ابنِ بطال علیہ رحمۃ اللہ الغفار نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ انبیائے کرام عَلَیْہِمُ السَّلَام عبادَت کرتے ہیں، وہ ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، اس کے باوجود وہ تقصیر (کمی) کا اِعتراف کرتے رہتے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا حق ادا نہ ہوسکنے پر وہ اللہ سے اِستغفار کرتے ہیں۔ (شرح بخاری لابن بطال، ج۱۰، ص۷۷)

(۲)۔۔۔امام غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَالِی نے "**اِحیاءُالعُلوم**" میں فرمایا: نبیِّ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم دائماً (ہمیشہ) درجاتِ عالیہ کی طرف ترقی کرتے رہتے ہیں اور جب آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ایک حال سے دوسرے حال کی طرف ترقی کرتے تو اپنے پہلے حال پر اِستغفار کرتے ہیں۔ (فتح الباری، ج۱۲، ص۸۵)

(۳)۔۔۔ علامہ بدر الدین عینی علیہ رَحْمَۃُاللہِ الغَنِی نے فرمایا: آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تواضُعًا اِستغفار کرتے تھے۔ آپ کا اِستغفار فرمانا تعلیمِ اُمّت کیلئے ہے۔ (عمدۃ القاری، ج۱۵، ص۴۱۳)

(۴)۔۔۔مفسرِ شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے ہیں: توبہ واِستغفار، نماز، روزے کی طرح عبادت ہے، اِسی لئے حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بکثرت توبہ واِستغفار کیا کرتے تھے ۔ورنہ حضور انور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَعْصُوم ہیں گناہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے قریب بھی نہیں آتا، صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم لوگ گناہ کرکے توبہ کرتے ہیں اور وہ حضرات عبادت کرکے توبہ کرتے ہیں۔ یا پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کا یہ عمل تعلیمِ اُمّت کے لئے تھا۔ (ملخصاً از مرآۃالمناجیح،۳/۳۵۳)

(50) جانوروں کے حلال وحرام ہونے کی حکمت

بعض جانور حلال ہیں اور بعض حرام ہیں اس میں کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: انسان جو غذا کھاتا ہے وہ اس کا جُزوِبدن بن جاتی ہے اور اس کے اخلاق وعادات میں اس کے اَثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ شریعتِ مطہرہ نے بعض جانوروں کو حرام فرماکر ان کے گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے تاکہ ان جانوروں میں پائی جانے والی مذموم صفات

انسان میں پیدا نہ ہوں۔ چنانچہ صَدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الْقَوِی فرماتے ہیں: گوشت یا جو کچھ غذا کھائی جاتی ہے وہ جُزوِبدن ہو جاتی ہے اور اس کے اَثرات ظاہِر ہوتے ہیں اور چونکہ بعض جانوروں میں مذموم صِفات پائے جاتے ہیں ان جانوروں کے کھانے میں اندیشہ ہے کہ اِنسان بھی ان بُری صفتوں کے ساتھ مُتَّصِف ہو جائے لہٰذا انسان کو ان کے کھانے سے منع کیا گیا۔ (بہارِ شریعت، ج۳، ص۳۲۳)

مُفَسِّرِ شَہِیر، حکیم الاُمَّت مفتی احمد یار خان عَلَیْہِ رَحمَۃُ الْحَنَّان فرماتے ہیں: غذا کا اثر بھی دل پر پڑتا ہے۔ سؤر کھانا شریعت نے اسی لئے حرام فرمادیا کہ اس سے بے غیرتی پیدا ہوتی ہے کیونکہ سؤر بے غیرت جانور ہے اور سؤر کھانے والی قومیں بھی بے غیرت ہوتی ہیں جس کا تجربہ ہو رہا ہے اگر چیتے یا شیر کی چربی کھائی جائے تو دل میں سختی اور بربریت پیدا ہوتی ہے چیتے اور شیر کی کھال پر بیٹھنا اسی لئے منع ہے کہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے، غرضیکہ ماننا پڑے گا کہ غذا اور لباس کا اثر دل پر ہوتا ہے تو اگر کافروں کی طرح لباس پہنا گیا یا کفار کی سی صورت بنائی گئی تو یقیناً دل میں کافروں سے محبت اور مسلمانوں سے نفرت پیدا ہو جاوے گی غرضیکہ یہ بیماری آخر میں مہلک ثابت ہوگی اس لئے حدیثِ پاک میں آیا ہے: ”مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ جو کسی دوسری قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ ان میں سے ہے۔“ (اسلامی زندگی، ص۸۶، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

(51) زمزم کو کھڑے ہو کر پینے کی حکمت

عام پانی بیٹھ کر پیا جاتا ہے جبکہ آبِ زم زم کھڑے ہو کر، اس میں کیا حکمت ہے؟ آبِ زم زم کو کھڑے ہو کر پینے میں حکمت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر جب پانی پیا جاتا ہے وہ فوراً تمام اَعضاء کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور یہ مُضر (یعنی نقصان دہ) ہے، لیکن یہ پانی بَرَکت والا ہے اور ان سے مقصود ہی تبرک ہے، لہٰذا اِن کا تمام اَعضاء میں پہنچ جانا فائدہ مند ہے۔ (بہارِ شریعت، ۳/ ۳۸۴، حصہ:۱۶ ماخوذاً)

(52) عورت کو حیض آنے کی حکمت

سوال: عورت کو حیض آنے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: بالِغہ عورت کے بدن میں فطرتاً ضَرورت سے کچھ زیادہ خون پیدا ہوتا ہے تاکہ حَمْل کی حالت میں وہ خون بچّے کی غذا میں کام آئے اور بچّے کے دودھ پینے کے زمانے میں وہی خون دودھ ہو جائے اگر ایسا نہ ہو تو حَمْل اور

دودھ پلانے کے زمانے میں اِس کی جان پر بن جائے یہی وجہ ہے کہ حَمْل اور ابتدائے شِیر خوار گی (یعنی دودھ پلانے) میں خون نہیں آتا اور جس زمانہ میں نہ حَمْل ہو اور نہ دودھ پلاتا تب وہ خون اگر بدن سے نہ نکلے تو قسم قسم کی بیماریاں ہو جائیں۔ (بہار شریعت ج۱، ص۳۷۱)

(53) مرد کو طلاق کا مالک بنانے کی حکمت

سوال: طلاق دینے کا حق شوہر کو کیوں دیا گیا؟ اس کی کیا حکمت ہے؟

جواب: طلاق سے متعلق اسلام کے اس معتدل اور عدل و انصاف پر مبنی فطری نظام میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہونا چاہئے کہ طلاق کا حق صرف شوہر کو کیوں دیا گیا، عورت کو کیوں نہیں دیا گیا؟ اس لئے کہ اس سوال کا منشا یہ ہے کہ نعوذ باللہ اسلام نے طلاق کا حق صرف مردوں کو دے کر عورت کے ساتھ ناانصافی کا معاملہ کیا ہے، حالانکہ اسلام میں طلاق کا نظام عین عدل اور انصاف کے مطابق ہے، اُس نظام کو اگر اسی طرح برتا جائے، جیسا شریعت کا منشاء ہے، تو یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوگا۔ تاہم اُن لوگوں کے لئے جو احکام اسلام کے مصالح اور حکمتوں کو ناقص عقل انسانی کے زاویہ سے دیکھنا چاہتے ہیں، نیز بعض اُن لوگوں کے لئے بھی، جن کو شریعت کے ہر حکم پر مکمل بصیرت اور انشراح ہے، لیکن وہ مزید اطمینان حاصل کرنا چاہتے ہیں؛ ہم اس کی ایک اہم حکمت پیش کرتے ہیں۔

طلاق کا حق مرد کو دیا جانا مرد کے مزاج وطبیعت کے موافق ہے، اس کے بر خلاف عورت کو یہ حق ملنا خود اُس کی فطری شرم وحیا اور مزاج وطبیعت کے خلاف ہے، اس لئے کہ اس حق کا صحیح استعمال کرنے کے لئے بہت سی اُن صفات کا ہونا ضروری ہے، جن صفات میں اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں ایک گونہ فوقیت عطا فرمائی ہے، مثلاً: طاقت و قوت، جرأت وہمت، خود اعتمادی، دوسروں سے متاثر نہ ہونا، زبان پر قابو رکھنا، دور اندیشی، جلد بازی اور جذباتیت سے بچنا، یہ اور ان کے علاوہ بہت سی صفات ہیں، جن میں اللہ تعالی نے مردوں کو عورتوں کے مقابلے میں عام طور پر فوقیت عطا فرمائی ہے، دوسری طرف اللہ تعالی نے عورتوں کو بھی مردوں پر بہت سی صفات اور خوبیوں میں فوقیت عطا فرمائی ہے، مثلاً: الفت و محبت، رحم دلی اور نرمی، تحمل و برداشت۔ مرد اور عورت کے اِس طبعی فرق کو ساری

دنیا کے سمجھدار لوگ تسلیم کرتے ہیں، اس لئے کہ نظامِ عالم کے متوازن طریقہ پر چلنے کے لیے مرد اور عورت کے درمیان اس فطری فرق کا ہونا لازمی اور ضروری ہے۔

حقِ طلاق بھی اسی لئے مردوں کو دیا گیا کہ اُن کے اندر اللہ کی طرف سے ودیعت کی جانے والی مذکورہ بعض خصوصی صفات کی بنا پر عورتوں کی بہ نسبت اس حق کو صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت اور اہلیت زیادہ ہے، اسی لئے اگر کوئی مرد اس حق کا غلط استعمال کرتا ہے، تو شریعتِ اسلامی کی نگاہ میں وہ سخت مجرم اور نافرمان سمجھا جاتا ہے کیونکہ اُس نے صلاحیت اور اہلیت کے باوجود جان بوجھ کر اپنے حق سے غلط فائدہ اٹھایا۔ یہ حکمت ہم نے مثال کے طور پر پیش کر دی ہے، علمائے کرام نے اس کی اور بھی حکمتیں بیان کی ہیں، جن کا ذکر ہم یہاں ضروری نہیں سمجھتے بلکہ یہاں پر ہم خاص طور پر اپنے مسلمان بھائیوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ شریعت اسلامی اللہ کا وہ پسندیدہ مذہب ہے، جو ہر اعتبار سے کامل و مکمل کر دیا گیا ہے اور اس مذہب کا ہر حکم اپنے اندر ہزارہا ہزار حکمتوں اور مصلحتوں کو لئے ہوئے ہے، ایک مسلمان کی بندگی اور عبدیت کی اصل شان یہ ہے کہ وہ ہر حکم الٰہی کو فکری اور عملی طور پر محض اس بنیاد پر تسلیم کرے کہ یہ ساری دنیا کے مالک و خالق، بندوں کے مشفق و محسن، بندوں کی مصلحتوں اور فائدوں کو اُن سے زیادہ جاننے والے، غیب کے بھیدوں سے واقف اور کائنات کے نظام کو چلانے والے ایک معبود حقیقی کا حکم ہے۔ حکمِ الٰہی کی گہرائیوں اور اُس کی حقیقی حکمتوں کا انسان کی ناقص عقل کے ذریعہ پورے طور پر ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ بندگی کی یہ شان ایک مسلمان کے ایمان کا اعلیٰ مقام ہے۔

(54) حد قائم کرنے کی حکمت

سوال: حد کیا ہے؟ اور اس کو قائم کرنے کی کیا حکمت ہے؟

جواب: حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اور حد قائم کرنے کی حکمت لوگوں کو ایسے کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے اور جس پر حد قائم کی گئی وہ جب تک توبہ نہ کرے محض حد قائم کرنے سے پاک نہ ہو گا۔ (''الدر المختار'' و''رد المحتار''، کتاب الحدود ج٦، ص ۵)

(55)اذان میں کانوں میں انگلیاں ڈالنے کی حکمت

اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈالنے کی حکمت کے متعلق ابنِ ماجہ کی حدیثِ پاک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیں فرمایا یہ عمل تمہاری آواز کو بلند کرنے والا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح باب الاذان، فصل ثالث، ص ٦٤)

اس حدیثِ پاک کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد اول کے صفحہ ۳۹۵ میں لکھتے ہیں:

انگلیاں کانوں میں ڈالنے سے آواز بلند نکلتی ہے اور اس اذان میں بلند آواز چاہیئے، اس لیے ڈال لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ بچے کے کان میں اذان کے وقت انگلیاں کانوں میں لگانا سنت نہیں۔ یوں ہی اقامت (تکبیر) میں، یوں ہی ہر اس جگہ جہاں بلند آواز مطلوب نہ ہو، لیکن اگر لاؤڈ اسپیکر پر اذان کہی جاوے تو انگلیاں لگالے کہ یہاں بلندی آواز مطلوب ہے۔ اذان قبر پر انگلیاں لگائے کہ وہاں بلند آواز مطلوب ہے اس اذان سے شیاطین بھاگتے ہیں۔

(مراۃ جلد اول ص ۳۹۵)

(56)روزے کی حکمت

سوال: روزے میں کیا حکمت ہے۔ اسلام میں یہ کیوں رکھا گیا کہ ہم اپنی چیز ایک وقت خود نہ کھا پی سکیں۔

جواب: پیٹ بھرنے سے نفس قوی ہوتا ہے اور خالی رہنے سے روح میں قوت آتی ہے روح اور نفس ہمارے گویا دو بازو ہیں یا انسانی زندگی کے دو پہیئے۔ لہذا کچھ دن نفس کو غذا دو اور کچھ دن روح کو نیز روزہ پیٹ کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔ اگر کوئی ہر ماہ میں تین دن روزے رکھ لیا کرے تو وہ شکمی امراض سے محفوظ رہے گا نیز روزے سے فقیر اور فاقہ کی قدر معلوم ہوتی ہے اور فقراء کی امداد کو دل چاہتا ہے، روزے میں اپنی بندگی اور رب کی ملکیت کا اظہار ہوتا ہے ہم اپنی کسی چیز کے مستقل مالک نہیں گھر میں سب کچھ ہے مگر رب نے روک دیا۔ تو کچھ استعمال نہیں کر سکتے روزے سے بھوک برداشت کرنے کی عادت رہتی ہے کہ اگر کبھی فاقہ درپیش آجاوے تو روزہ دار صبر کر سکے گا روح جسم میں آنے سے پہلے غذا سے محفوظ تھی لہذا گناہ سے بھی بری تھی جسم میں آکر غذا کی حاجت مند ہوئی لہذا گناہ بھی کرنے لگی۔ اب کچھ وقت اسے بھوکا رکھو تاکہ اسے اپنی پہلی حالت یاد رہے اور گناہ سے باز رہے۔ (اسرار الاحکام ص)

(57)روزوں کے لئے ماہِ رمضان کو منتخب کرنے کی حکمت

سوال:روزوں کے لیے ماہ رمضان کیوں منتخب ہوا؟

جواب:اس لیے کہ ماہ رمضان میں قرآن شریف لوح محفوظ سے منتقل ہو کر پہلے آسمان پر آیا۔ پھر وہاں سے ۲۳ سال میں آہستہ آہستہ حضور علیہ السلام پر نازل ہوا۔ قرآن رب کی بڑی نعمت ہے۔ نعمت ملنے پر بطور شکریہ روزے رکھوائے گئے نیز رمضان میں ہر نیکی کا ثواب ۷۰ درجہ ملتا ہے۔ اس لیے اس مہینہ میں روزہ اعتکاف وغیرہ رکھے گئے تاکہ ثواب زیادہ ہو۔(اسرار الاحکام ص)

(58)روزے میں بھول چوک معاف ہونے کی حکمت

سوال:روزے میں بھول چوک معاف ہے بھول سے کھا پی لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا مگر نماز میں معاف نہیں اگر کوئی بھول کر نماز میں بول پڑے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ فرق کیا ہے؟

جواب:روزے میں بھول چوک زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس میں کوئی یاد دلانے والی چیز موجود نہیں، اس لیے یہاں معافی ہے، مگر نماز کی ہر حالت قیام رکوع وغیرہ نماز کو بتا رہی ہے۔ اس لیے اس میں بھول کم واقع ہوگی۔ اس لیے اس میں یہ رعایت نہ کی گئی۔(اسرار الاحکام ص)

(59)زکوۃ فرض کرنے کی حکمت

سوال:اسلام نے زکوۃ کیوں فرض کی۔ اپنا کمایا ہوا مال دوسروں کو مفت کیوں دلوایا۔

جواب: چند وجہ سے سخاوت انسان کا کمال ہے اور بخل عیب زکوٰۃ دینے سے یہ عیب دُور ہوتا ہے اور وہ کمال حاصل ہوتا ہے کہ جیسے ہماری کمائی میں حکومت کا بھی حصہ ہوتا ہے جسے ٹیکس کہتے ہیں۔ پھر وہ ٹیکس ہمارے ہی مفاد یعنی ملکی انتظام پر خرچ ہوتا ہے ایسے ہی کمائیوں میں رب کا حق ہے، جو ہمارے غربا پر ہی خرچ ہوتا ہے۔ چلتی پھرتی چیز بہتر رہتی ہے اور رکی ہوئی چیز گر جاتی ہے۔ کنوئیں کا پانی نکلتا ہے تو ٹھیک رہے گا۔ ورنہ بگڑ جائے گا۔ لہٰذا دولت بند نہ کرو اسے چلتا پھرتا رکھو۔ زکوۃ سے امداد باہمی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ جو انسان کی بہترین صفت ہے کہ رب کی نعمت مل بانٹ کر کھاؤ۔ خرچ سے نعمت بڑھتی ہے۔ روکنے سے گھٹتی ہے، انگور اور بیری کی شاخیں کاٹ دینے سے پھل زیادہ آتے ہیں نہ کاٹو تو کم آتے ہیں۔ دانہ کھیت میں بکھیرنے سے زیادہ ہوتا ہے جمع رکھنے سے جلد ختم ہو جاتا ہے۔(اسرار الاحکام ص)

(60) زکوۃ سال میں ایک بار فرض ہونے کی حکمت

سوال زکوۃ سال میں ایک بار کیوں فرض ہے۔ نماز کی طرح روزانہ یا حج کی طرح عمر میں ایک بار کیوں فرض نہیں؟

جواب: اسلام کا مقصد یہ ہے کہ مال بڑھتا بھی رہے اور اس کی زکوۃ بھی نکلتی رہے۔ لہذا مالک کو سال بھر کا موقعہ دیا ہے کہ کاروباری آدمی سال بھر تجارت کر کے خوب مال بڑھائے پھر کل کا چالیسواں حصہ ادا کرے، چونکہ سال میں تینوں موسم اور چاروں فصلیں آجاتی ہیں۔ لہذا ہر مال کے بڑھنے کا کافی موقع مل جاتا ہے، ہر چیز کسی موسم میں سستی ہو جاتی ہے، دوسرے میں مہنگی۔ (اسرار الاحکام ص)

(61) جہاد کرنے کی حکمت

سوال: اسلام میں جہاد کیوں رکھا گیا یہ تو وحشیانہ کام ہے۔ خونریزی اور امن برباد کرنے میں کیا فائدہ ہے؟

جواب: جہاد میں بہت حکمتیں ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں جن کا وجود امن کے لیے خطرہ ہو۔ ان کو دبا دینا یا مٹا دینا گویا امن قائم کرتا ہے۔ حکومتیں بدمعاشوں کو سزائیں دیتی ہیں تاکہ نیک لوگ امن سے رہیں کھیت سے گھاس دور کی جاتی ہے۔ تاکہ فصل کو ضعف نہ پہنچے گلا سڑا عضو کاٹ دیا جاتا ہے تاکہ تندرست عضو کو خراب نہ کرے کفار دنیا کے لیے گویا گھاس یا جسم درست میں خراب عضو ہیں۔ مرد مومن گویا فصل یا تندرست جسم ہے۔ ان کو مغلوب کرنا نیکوں کو امن دینا ہے، جہاد سے قومی قوت پیدا ہوتی ہے جس سے قوم باعزت زندگی بسر کر سکتی ہے۔ جہاد سے عبادات کی آزادی حاصل ہوتی ہے تلوار کے سایہ میں مسجدیں قائم اور اسلامی احکام جاری ہو سکتے ہیں، تلوار قرآن کا راستہ صاف کرتی ہے اور قرآن تلوار کو بے محل چلنے سے روکتا ہے جیسے تندرستی کے لیے بیماری کے اسباب دور کرنا لازم ہے۔ ایسے ہی دینی قوت کے لیے غلبہ کفر مٹانا ضروری ہے۔

(اسرار الاحکام ص)

(62) کفار سے نکاح حرام ہونے کی حکمت

سوال: مسلمان کا نکاح کفار سے کیوں نہیں ہو سکتا۔ جب ان سے تجارت کر سکتے ہیں، تو نکاح بھی ہونا چاہیے؟

جواب: اس لیے کہ نکاح کا مقصد گھر کی آبادی ہے۔ یہ جب ہی ہوگی جب زوجین کے دل ملے ہوں اختلاف دین کی وجہ سے آپس میں نفرت ہوگی جس سے گھر کی بربادی لازمی ہے۔ (اسرار الاحکام ص)

(63) ختنہ کرنے کی حکمت

سوال: اسلام میں ختنہ کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب: چند وجہ سے ایک یہ سنت ابراہیمی اور سنت نبوی ہے ختنہ نہ ہونے سے بہت سی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ ختنہ بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ اس لیے ڈاکٹر بعض بیماریوں میں ہندوؤں کا ختنہ کرا دیتے ہیں۔ ختنہ کی کھال باقی رہنے سے اس جگہ خارش سی ہوتی ہے اور وہ خارش جلن کی عادت پیدا کرتی ہے۔ جس سے ہزار ہا بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ختنہ والے کی عورت بہت کم بدچلن ہوگی ختنہ سے اولاد قوی پیدا ہوتی ہے حضرت اسماعیل کی قربانی قبول ہوئی بدلہ میں دنبہ ذبح کرایا اور بدن کا ایک حصہ یعنی ختنہ کی کھال کٹوادی گئی۔ یہ ختنہ گویا بدن انسانی کی قربانی ہے۔ (اسرار الاحکام ص)

چھٹا باب

63انوکھی حکایات

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے:

☆...امامِ اعظم اور دہریہ کا مناظرہ
☆...حضرتِ حاتم اصم کی نماز
☆...بادشاہ کے تین سوال
☆...بھوکے شیر کا ایثار
☆...اعلیٰ حضرت کی بسم اللہ خوانی
☆...کتابیں بیچنے کا دکھ
☆...زمین سے دینار نکل آئے
☆...مہمان کے لئے ڈنڈا
☆...کھانا کس نے بھیجا تھا؟
☆...قابلِ تحسین غلطی
☆...مزاحیہ اور علمی قصہ
☆...تقوی کے برکتیں
☆...قرآن کی عظمت
☆...امامِ سیبویہ کی مغفرت کا راز
☆...چور ولی بن گیا
☆...ہر ضرورت و حاجت پوری ہو
☆...ہر شے کی چار شکلیں
☆...علی المرتضی کے فیصلے
☆...تین قبروں کی حکایت
☆...پنسل کی خصوصیات
☆...چار مرد چار خواہشات
☆...استاد، پھول اور میٹھا شہد
☆...کنجوس کا بیٹا مہا کنجوس
☆...قاضی کا دلچسپ فیصلہ
☆...تین ہمنام بھائی
☆...عالم کی شایانِ شان

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحٰبِکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

درود شریف کی فضیلت

حضرتِ سَیِّدُنا فُضَالہ بن عُبَید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ سیِّدُ الْمُبلِّغِیْن، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلَّم (مسجد میں) تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی آیا، اس نے نماز پڑھی اور پھر ان کَلِمات سے دُعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ، یعنی اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔ رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلَّم نے اِرشاد فرمایا: عَجِلْتَ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اے نمازی تُو نے جلدی کی۔ اِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللہَ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ، وَصَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُہٗ، جب تُو نماز پڑھ کر بیٹھے تو (پہلے) اللہ تعالیٰ کی ایسی حَمد کر جو اس کے لائق ہے، پھر مجھ پر دُرُودِ پاک پڑھ اور اس کے بعد دُعا مانگ۔

راوی کا بَیان ہے کہ اس کے بعد ایک اور شخص نے نماز پڑھی، پھر (فارغ ہو کر) اللہ تعالیٰ کی حَمد بَیان کی اور حُضُور صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر دُرُودِ پاک پڑھا، تو سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ والہ وسلمنے اِرشاد فرمایا: اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اُدْعُ تُجَبْ، اے نمازی! تُو دُعا مانگ، قبول کی جائے گی۔ (ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی جامع الدعوات۔الخ، ۵/۲۹۰، حدیث: ۳۴۸۷)

اے عاشقانِ رسول! بیان کردہ رِوایت سے معلوم ہوا کہ اگر دُعا مانگنے والا قَبُولِیَّت کا طالِب ہے تو اُسے چاہئے کہ دُعا کے اَوّل میں حمدِ الٰہی بجالائے اور سرکارِ مدینہ، قرارِ قلب وسینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وسلَّم پر دُرُود پاک پڑھے پھر دعا مانگے، اس کی دعا قبول ہو گی۔

بچیں بے کار باتوں سے پڑھیں اے کاش کثرت سے
تِرے مَحْبُوب پر ہر دم دُرُودِ پاک ہم مولیٰ

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

(1)امامِ اعظم اور دہریہ کا مناظرہ

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک دہریہ (یعنی اللہ کی ہستی کے منکر) کے ساتھ مناظرہ ہوا اور موضوعِ مناظرہ یہی مسئلہ تھا کہ عالَم کا کوئی خالق ہے یا نہیں؟

چنانچہ میدانِ مناظرہ میں لوگ جمع ہو گئے مگر امامِ اعظم رضی اللہ عنہ وقتِ مقررہ سے بہت دیر کے بعد تشریف لائے، دہریہ نے پوچھا کہ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی؟ تو آپ نے فرمایا اگر میں اس کا جواب یہ دوں کہ میں ایک جنگل کی طرف نکل گیا تھا وہاں مجھے ایک عجیب واقعہ نظر آیا جس کو دیکھ کر میں حیرت میں آکر وہیں ٹھہر گیا، اور وہ واقعہ یہ تھا کہ دریا کے کنارے ایک درخت تھا دیکھتے ہی دیکھتے وہ درخت خود بخود کٹ کر زمین پر گر پڑا پھر خود اس کے تختے تیار ہوئے پھر ان تختوں کی خود بخود کشتی تیار ہوئی اور خود بخود ہی دریا میں چلی گئی اور پھر خود بخود ہی وہ دریا کے اِس طرف کے مسافروں کو اُس طرف اور اُس طرف کے مسافروں کو اِس طرف لانے اور لے جانے لگی، پھر ہر ایک سواری سے خود ہی کرایہ بھی وصول کرتی تھی۔

بتاؤ تم میری اس بات پر یقین کرو گے؟ دہریہ نے یہ سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا، آپ جیسا بزرگ اور امام جھوٹ بولے تو بڑا تعجب ہے! بھلا یہ کام کہیں خود بخود ہو سکتے ہیں؟ جب تک کوئی کرنے والا نہ ہو کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ امامِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ تو کچھ بھی کام نہیں ہے، تمہارے نزدیک تو اس سے بھی زیادہ بڑے بڑے عالیشان کام خود بخود بغیر کسی کرنے والے کے تیار ہوتے ہیں، یہ زمین، یہ آسمان، یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے، یہ باغات، یہ صدہا قسم کے رنگین پھول اور شیریں پھل، یہ پہاڑ، یہ چوپائے، یہ انسان اور یہ ساری خدائی بغیر بنانے والے کے تیار ہو گئی ہے۔

اگر ایک کشتی کا بغیر کسی بنانے والے کے خود بخود بن جانا جھوٹ ہے تو سارے جہان کا بغیر بنانے والے کے بن جانا اس سے بھی زیادہ جھوٹ ہے۔ دہریہ آپ کی تقریر سن کر دم بخود حیرت میں آگیا اور فوراً اپنے عقیدے سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر کبیر جلد ۱۔ ص ۲۲۱) (وشرح الفقه الأكبر للقاري ص ١٤)

(اصول الدين عند ابي حنيفة جز ا ص ٢٢٢) (شرح العقيدة الطحاوية ص ٢٥، ٢٦)

(2)امام سیبویہ کی مغفرت کا راز

امامِ سیبویہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا ما فعل اللہ بك ؟یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟جواب دیا"اللہ تعالیٰ نے مجھے کثیر بھلائی عطا فرمائی کیونکہ میں نے اس کے نامِ پاک کو اَعْرَفُ الْمَعَارِف (خاصُ الخاص) قرار دیا تھا"۔(اللباب فی علوم الکتاب جلد۔۱۔ص۱۳۸)

اسمِ جلالت اللہ کے متعلق نحویوں نے بڑی معرکۃ الآراء بحث کی ہے کسی نے کہا کہ اسمِ جلالت اللہ مشتق ہے اور کسی نے کہا کہ مشتق نہیں ہے، کسی نے کہا کہ اسم ہے اور کسی نے کہا کہ عَلَم ہے، کسی نے کہا کہ اسمِ جلالت نکرہ تھا پھر الف ولام لگا کر اس کو معرفہ بنایا گیا ہے اور کسی نے کہا کہ یہ پہلے ہی سے معرفہ ہے لہذا مزید معرفہ بنانے کی حاجت نہیں ہے، مگر امامِ سیبویہ نے فرمایا کہ اسمِ جلالت پہلے سے معرفہ تھا اور الف ولام لگا کر اَعْرَفُ الْمَعَارِف بنا دیا گیا ہے، اللہ رب العزت کو امامِ سیبویہ کی یہ بات اتنی پسند آئی کہ اسی کے سبب ان کی مغفرت فرمادی۔

رحمتِ	حق	بہا	نمی	جوید
رحمتِ	حق	بہانہ	می	جوید

(یعنی اللہ کی رحمت قیمت نہیں تلاش کرتی بلکہ اللہ کی رحمت بہانہ تلاش کرتی ہے)

(3)حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نماز

حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ حضرت عاصم بن یوسف محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت عاصم بن یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اے حاتم!رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا تم اچھی طرح نماز پڑھتے ہو؟تو آپ نے فرمایا کہ "جی ہاں"تو حضرت عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا:آپ بتائیے کہ آپ کس طرح نماز پڑھتے ہیں؟تو حضرت حاتم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ جب نماز کا وقت قریب ہو جاتا ہے تو میں نہایت ہی کامل ومکمل طریقے سے وضو کرتا ہوں۔پھر نماز کا وقت آجانے پر جب مصلیٰ پر قدم رکھتا ہوں تو اس طرح کھڑا ہوتا ہوں کہ میرے بدن کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر برقرار ہو جاتا ہے پھر میں اپنے دل میں یہ تصور جماتا ہوں کہ خانہ کعبہ میرے دونوں بھوؤں کے درمیان اور مقامِ ابراہیم میرے سینے کے سامنے ہے پھر میں اپنے دل میں یہ یقین رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ میری ظاہری حالت اور میرے دل میں چھپے ہوئے تمام خیالات کو جانتا ہے اس طرح کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا

پل صراط پر میرے قدم ہیں اور جنت میرے داہنے اور جہنم میرے بائیں اور ملک الموت میرے پیچھے ہیں اور گویا یہی نماز میری زندگی کی آخری نماز ہے، اس کے بعد تکبیر تحریمہ نہایت ہی اخلاص کے ساتھ کہتا ہوں پھر انتہائی تدبر اور غور وفکر کے ساتھ قراءت کرتا ہوں۔ پھر نہایت ہی تواضع کے ساتھ رکوع اور گڑگڑاتے ہوئے انکساری کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں۔ پھر اسی طرح پوری نماز نہایت ہی خضوع وخشوع کے ساتھ خوف ورجا کے درمیان ادا کرتا ہوں یہ سن کر حضرت عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حیرت کے ساتھ پوچھا کہ اے حاتم اصم! رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کیا واقعی آپ ہمیشہ اور ہر وقت اسی طریقے سے نماز پڑھتے ہیں؟ تو آپ نے جواب دیا کہ جی ہاں! تیس برس سے میں ہمیشہ اور ہر وقت اسی طرح ہر نماز ادا کرتا ہوں۔ یہ جواب سننے کے بعد حضرت عاصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر رقت طاری ہو گئی اور وہ یہ کہنے لگے کہ افسوس! ایسی نماز تو میں نے زندگی بھر میں کبھی بھی ادا نہیں کی۔

(تفسیر روح البیان، البقرۃ، تحت الآیۃ ۳، ج۱، ص۸۱) (بہشت کی کنجیاں ص ۷۲)

عمل کا ہو جذبہ عطا یا الٰہی گناہوں سے مجھ کو بچا یاالٰہی
میں پانچوں نمازیں پڑھوں با جماعت ہو توفیق ایسی عطا یاالٰہی
پڑھوں سُنّتِ قَبلیہ وقت ہی پر ہوں سارے نوافل ادا یاالٰہی
دے شوقِ تلاوت دے ذوقِ عبادت رہوں باوضو سدا یاالٰہی

(وسائلِ بخشش)

(4) چور ولی بن گیا

منقول ہے کہ ایک چور رات کے وقت حضرتِ سیِّدَتُنا رابعہ بصریہ عدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے گھر داخل ہوا، اس نے دائیں بائیں ہر طرف پورے گھر کی تلاشی لی لیکن سوائے ایک لوٹے کے کوئی چیز نہ پائی۔ جب اس نے نکلنے کا ارادہ کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے فرمایا: "اگر تم چالاک وہوشیار چور ہو تو کوئی شئے لئے بغیر نہیں جاؤ گے۔" اس نے کہا: "مجھے تو کوئی شئے نہیں ملی۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے فرمایا: "اے غریب شخص! اس لوٹے سے وضو کر کے کمرے میں داخل ہو جا اور دو رکعت نماز ادا کر، یہاں سے کچھ نہ کچھ لے کے جائے گا۔" اس نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے کہنے کے مطابق وضو کیا اور جب نماز کے لئے کھڑا ہوا تو حضرت سیِّدَتُنا رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے اپنی نگاہیں

آسمان کی طرف اُٹھا کر یوں دُعا کی:"اے میرے آقا و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! یہ شخص میرے پاس آیا لیکن اس کو کچھ نہ ملا، اب میں نے اسے تیری بار گاہ میں کھڑا کر دیا ہے، اسے اپنے فضل و کرم سے محروم نہ کرنا۔" جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو اس کو عبادت کی لذت نصیب ہوئی۔ چنانچہ، رات کے آخری حصے تک وہ نماز میں مشغول رہا۔ جب سحری کا وقت ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اس کے پاس تشریف لے گئیں تو اسے حالتِ سجدہ میں اپنے نفس کو ڈانٹتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے پایا: جب میرا رب عَزَّوَجَلَّ مجھ سے پوچھے گا:"کیا تجھے حیا نہ آئی کہ تو میری نافرمانی کرتا رہا؟ اور میری مخلوق سے گناہ چھپاتا رہا اور اب گناہوں کی گٹھڑی لے کر میری بار گاہ میں پیش ہے، جب وہ مجھے عتاب کریگا اور اپنی بار گاہِ رحمت سے دور کر دے گا تو اس وقت میں کیا جواب دوں گا؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے پوچھا:"اے بھائی! رات کیسی گزری؟" بولا:"خیریت سے گزری، عاجزی و انکساری سے میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کی بار گاہ میں کھڑا رہا تو اس نے میرے ٹیڑھے پَن کو درست کر دیا، میرا عذر قبول فرمالیا اور میرے گناہوں کو بخش دیا اور مجھے میرے مطلوب و مقصود تک پہنچا دیا۔" پھر وہ شخص چہرے پر حیرانی و پریشانی کے آثار لئے چلا گیا۔ حضرت سیّدَتُنا رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھایا اور عرض کی:"اے میرے آقا و مولیٰ عَزَّوَجَلَّ! یہ شخص تیری بار گاہ میں ایک گھڑی کھڑا ہوا تو تُو نے اِسے قبول کر لیا اور میں کب سے تیری بار گاہ میں کھڑی ہوں، تو کیا تُو نے مجھے بھی قبول فرمالیا ہے؟۔" اچانک آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا نے دِل کے کانوں سے یہ آواز سنی:"اے رابعہ! ہم نے اسے تیری ہی وجہ سے قبول کیا اور تیری ہی وجہ سے اپنا قرب عطا فرمایا۔" (حکایتیں اور نصیحتیں ص ۳۰۵-۳۰۶)

(5)بادشاہ کے تین سوال

بادشاہ کا موڈ اچھا تھا، وہ نوجوان وزیر کی طرف مڑا اور مسکرا کر پوچھا:"تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟" وزیر شرما گیا، اس نے منہ نیچے کر لیا۔ بادشاہ نے قہقہہ لگایا اور بولا:"تم گھبراؤ مت، بس اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش بتاؤ"۔ وزیر گھٹنوں کے بل جھکا اور عاجزی سے بولا:"حضور آپ دنیا کی خوبصورت ترین سلطنت کے مالک ہیں میں جب بھی یہ سلطنت دیکھتا ہوں تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے، اگر اس کا دسواں حصہ میرا ہوتا تو میں دنیا کا خوش نصیب ترین شخص ہوتا"۔ بادشاہ نے قہقہہ لگایا اور بولا:"میں اگر تمہیں اپنی آدھی سلطنت دے دوں تو۔"

وزیر نے گھبرا کر دیکھا اور عاجزی سے بولا: ”بادشاہ سلامت! یہ کیسے ممکن ہے میں اتنا خوش قسمت کیسے ہو سکتا ہوں؟“ بادشاہ نے فوراً دو احکامات لکھنے کا حکم دیا:

(۱)۔۔۔ پہلے حکم میں اپنی آدھی سلطنت نوجوان وزیر کے حوالے کرنے کا فرمان جاری کیا۔

(۲)۔۔۔ دوسرا حکم وزیر کا سر قلم کرنے کا جاری کیا۔

وزیر دونوں احکامات پر حیران رہ گیا، بادشاہ نے احکامات پر مہر لگائی اور وزیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا: ”تمہارے پاس ۳۰ دن ہیں تمہیں ان دنوں میں صرف تین سوالوں کے جواب تلاش کرنا ہیں کامیاب ہو گئے تو میرا دوسرا حکم منسوخ ہو جائے گا اور تمہیں آدھی سلطنت مل جائے گی اور اگر تم ناکام ہو گئے تو پہلا حکم خارج سمجھا جائے گا اور دوسرے حکم کے مطابق تمہارا سر قلم کر دیا جائے گا“۔ وزیر کی حیرت پریشانی میں بدل گئی، بادشاہ نے کہا: ”میرے تین سوال لکھ لو“ وزیر نے لکھنا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے کہا:

(۱)۔۔۔انسان کی زندگی کی سب سے بڑی سچائی کیا ہے؟

(۲)۔۔۔انسان کی زندگی کا سب سے بڑا دھوکا کیا ہے؟

(۳)۔۔۔انسان کی زندگی کی سب سے بڑی کمزوری کیا ہے؟

بادشاہ نے اس کے بعد نقارے پر چوٹ لگوائی اور بآواز بلند کہا: ”تمہارا وقت شروع ہو گیا ہے“۔

وزیر نے دونوں پروانے اٹھائے اور دربار سے دوڑ لگا دی، اس نے اس شام ملک بھر کے دانشور، ادیب، مفکر اور ذہین لوگ جمع کئے اور سوال ان کے سامنے رکھے، ملک بھر کے دانشور ساری رات بحث کرتے رہے لیکن وہ پہلے سوال پر ہی کوئی متفقہ جواب نہ دے سکے۔ وزیر نے دوسرے دن دانشور بڑھا دیئے لیکن نتیجہ وہی نکلا۔ وہ آنے والے دنوں میں لوگ بڑھاتا رہا، مگر اسے کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا، یہاں تک کہ وہ مایوس ہو کر دارالحکومت سے باہر نکل گیا، وہ پورے ملک میں مارا مارا پھرتا رہا، شہر شہر، گاؤں گاؤں کی خاک چھانتا رہا، شاہی لباس پھٹ گیا، پگڑی ڈھیلی ہو کر گردن میں لٹک گئی، جوتے پھٹ گئے اور پاؤں میں چھالے پڑ گئے، یہاں تک کہ شرط کا آخری دن آ گیا، اگلے دن اس نے

دربار میں پیش ہونا تھا۔ وزیر کو یقین تھا یہ اس کی زندگی کا آخری دن ہے کل اس کی گردن کاٹ دی جائے گی اور جسم شہر کے مرکزی پُل پر لٹکا دیا جائے گا۔

وہ مایوسی کے عالم میں دارالحکومت کی کچی آبادی میں پہنچ گیا، آبادی کے آخری سرے پر ایک فقیر کی جھونپڑی تھی، وہ گرتا پڑتا اس کٹیا تک پہنچا، فقیر سوکھی روٹی پانی میں ڈبو کر کھا رہا تھا ساتھ ہی دودھ کا پیالہ پڑا تھا اور فقیر کا کتا شڑاپ شڑاپ کی آوازوں کے ساتھ دودھ پی رہا تھا۔ فقیر نے وزیر کی حالت دیکھی، قہقہہ لگایا اور بولا: "جناب عالی! آپ صحیح جگہ پہنچے ہیں، آپ کے تینوں سوالوں کے جواب میرے پاس ہیں"۔ وزیر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور پوچھا: "آپ نے کیسے اندازہ لگالیا کہ میں کون ہوں اور میرا مسئلہ کیا ہے؟" فقیر نے سوکھی روٹی کے ٹکڑے چھابے میں رکھے، مسکرایا، اپنا بوریا اٹھایا اور وزیر سے کہا: "یہ دیکھئے آپ کو بات سمجھ آجائے گی" وزیر نے جھک کر دیکھا بوریئے کے نیچے شاہی خلعت بچھی تھی یہ وہ لباس تھا جو بادشاہ اپنے قریب ترین وزراء کو عنایت کرتا تھا، فقیر نے کہا: "جناب عالی! میں بھی کبھی اس سلطنت کا وزیر تھا، میں نے بھی ایک بار آپ کی طرح بادشاہ سے شرط لگانے کی غلطی کی تھی نتیجہ آپ خود دیکھ لیجئے"۔

فقیر نے اس کے بعد سوکھی روٹی کا ٹکڑا اٹھایا اور دوبارہ پانی میں ڈبو کر کھانے لگا، وزیر نے دکھی دل سے پوچھا، "کیا آپ بھی جواب تلاش نہیں کر سکے تھے"؟ فقیر نے قہقہہ لگایا اور جواب دیا: "میرا کیس آپ سے مختلف تھا، میں نے جواب ڈھونڈ لئے تھے اور بادشاہ کو بتا بھی دیئے تھے لیکن اس کے باوجود آدھی سلطنت کا پروانہ پھاڑا، بادشاہ کو سلام کیا اور اس کٹیا میں آکر بیٹھ گیا، جب سے میں اور میرا کتا دونوں مطمئن زندگی گزار رہے ہیں" وزیر کی حیرت بڑھ گئی لیکن یہ سابق وزیر کی حماقت کے تجزیئے کا وقت نہیں تھا، جواب معلوم کرنے کی گھڑی تھی، چنانچہ اس نے فقیر سے پوچھا: "کیا آپ مجھے سوالوں کے جواب دے سکتے ہیں؟" فقیر نے ہاں میں گردن ہلا کر جواب دیا: "میں پہلے دو سوالوں کا جواب مفت دوں گا لیکن تیسرے جواب کے لئے تمہیں قیمت ادا کرنی ہوگی" وزیر کے پاس شرط ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، اس نے فوراً ہاں میں گردن ہلا دی، فقیر بولا "دنیا کی سب سے بڑی سچائی موت ہے، انسان کوئی بھی ہو کچھ بھی ہو وہ

اس سچائی کا انکار نہیں کر سکتا اگرچہ کسی بھی دین ومذہب کا ماننے والا ہو کیونکہ اسے معلوم ہے کہ میں اس سے نہیں بچ سکتا"۔

فقیر پہلا جواب دینے کے بعد رکا اور بولا: "انسان کی زندگی کا سب سے بڑا دھوکا زندگی ہے ہر شخص زندگی کو دائمی سمجھ کر اس کے دھوکے میں آجاتا ہے"۔

فقیر کے دونوں جواب ناقابل تردید تھے، وزیر سرشار ہو گیا اس نے اب تیسرے جواب کے لئے فقیر سے شرط پوچھی، فقیر نے قہقہہ لگایا، کتے کے سامنے سے دودھ کا پیالہ اٹھایا وزیر کے ہاتھ میں دیا اور کہا: "میں آپ کو تیسرے سوال کا جواب اس وقت تک نہیں دوں گا جب تک آپ یہ دودھ نہیں پیتے"، وزیر کے ماتھے پر پسینہ آگیا، اس نے نفرت سے پیالہ زمین پر رکھ دیا کیونکہ وہ کسی قیمت پر کتے کا جھوٹا دودھ نہیں پینا چاہتا تھا، فقیر نے کندھے اچکائے اور کہا: "تمہارے پاس اب دو راستے ہیں تم انکار کر دو اور شاہی جلاد کل تمہارا سر اتار دے یا پھر تم یہ دودھ پی لو اور تمہاری جان بھی بچ جائے اور تم آدھی سلطنت کے مالک بھی بن جاؤ گے، فیصلہ بہر حال تمہیں کرنا ہے۔"

وزیر مخمصے میں پھنس گیا، ایک طرف زندگی اور آدھی سلطنت تھی اور دوسری طرف کتے کا جھوٹا دودھ تھا، وہ سوچتا رہا یہاں تک کہ جان اور مال جیت گیا، وزیر نے پیالہ اٹھایا اور ایک ہی سانس میں دودھ پی گیا۔ فقیر نے قہقہہ لگایا اور بولا: "میرے بچے! انسان کی سب سے بڑی کمزوری غرض ہوتی ہے جو کتے کا جھوٹا دودھ تک پینے پر مجبور کر دیتی ہے اور یہ وہ سچ ہے جس نے مجھے سلطنت کا پروانہ پھاڑ کر اس کٹیا میں بیٹھنے پر مجبور کر دیا میں جان گیا تھا میں جوں جوں زندگی کے دھوکے میں آؤں گا، میں موت کی سچائی کو فراموش کرتا جاؤں گا اور میں موت کو جتنا فراموش کرتا رہوں گا میں اتنا ہی غرض کی دلدل میں دھنستا جاؤں گا اور مجھے روز اس دلدل میں سانس لینے کے لئے غرض کا غلیظ دودھ پینا پڑے گا، لہٰذا میرا مشورہ ہے زندگی کی ان تینوں حقیقتوں کو جان لو، تمہاری زندگی اچھی گزرے گی"۔

وزیر خجالت، شرمندگی اور خود ترسی کا تحفہ لے کر فقیر کی کٹیا سے نکلا اور محل کی طرف چل پڑا، وہ جوں جوں محل کے قریب پہنچ رہا تھا، اس کے احساس شرمندگی میں اضافہ ہو رہا تھا، اس کے اندر ذلت کا احساس بڑھ رہا تھا وہ اس

احساس کے ساتھ محل کے دروازے پر پہنچا، اچانک اس کے سینے میں خوفناک ٹیس اٹھی، وہ گھوڑے سے گرا لمبی ہچکی لی اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

پیارے اسلامی بھائیو! یقیناً آخرت کو بھلا کر دنیا اور سرمایۂ دنیا سے دل لگانا یکسر غفلت کا باعث ہے، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "دنیا اس کا گھر ہے جس کا (آخرت میں) کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا دوسرا کوئی مال نہیں اور دنیا کے لئے وہ آدمی جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں۔

(شعب الایمان، الحادی والسبعون من شعب الایمان۔۔۔ الخ، فصل فیما بلغنا عن الصحابۃ۔۔۔ الخ، ۷/ ۳۷۵، الحدیث: ۱۰۶۳۸)

نیز حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: "جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کو نقصان پہنچایا، پس تم فنا ہونے والی (یعنی دنیا) پر باقی رہنے والی (یعنی آخرت) کو ترجیح دو۔

(مسند امام احمد، مسند الکوفیین، حدیث ابی موسی الاشعری، ۷/ ۱۶۵، الحدیث: ۱۹۷۱۷)

لہذا ہمیں بھی ہر معاملے میں اپنی آخرت کو مقدم رکھنا چاہیئے، اللہ تعالٰی تمام مسلمانوں کو اپنی دنیوی بہتری کے ساتھ ساتھ اپنی اخروی تیاری کی طرف بھی توجہ کرنے اور اس کے لئے بھرپور کوشش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(6) چھوٹا پتھر یا چٹان

کہتے ہیں کہ کسی کسان کے کھیت میں ایک پتھر کا سخت ٹکڑا نکل آیا جس سے کسان کے کام کاج میں حرج ہونے لگا، کبھی وہ اس ٹکڑے سے ٹھوکر کھا کر گر جاتا کبھی ہل چلاتے ہوئے ہل پھنس جاتا، کبھی ہل ٹوٹ جاتا اور کبھی جانور گر کر زخمی ہو جاتا۔

اس نے کئی دفعہ اس ٹکڑے کو نکالنے کا سوچا لیکن پھر یہ سوچ کر پیچھے ہٹ جاتا کہ پتہ نہیں آئس برگ کی طرح کتنا بڑا ٹکڑا ہو؟ میں اکیلا نکال سکوں گا یا نہیں؟ کہیں کوئی چٹان ہی نہ نکل آئے۔ وغیرہ وغیرہ۔

وہ سوچتا کہ بعد میں کبھی دوستوں یاروں کی مدد لے کر نکال دوں گا ابھی رہنے دیتا ہوں، مختلف وسوسے اور

واہمے اسے کم ہمت بنادیتے،بقول شاعر:

ارادے باندھتا ہوں، سوچتا ہوں، توڑ دیتا ہوں
کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے

کئی دفعہ کی ٹھوکروں، ٹکروں اور دھکوں کے بعد آخر ایک دن اس نے اس پتھر نما چٹان کو نکالنے کا پکا ارادہ ہی کر لیا اور سب دوستوں ساتھیوں اور کسانوں کو سندیسہ (یعنی بلاوا) بھیجا کہ پھاوڑے، بیلچے کلہاڑے گینتیاں اور کدالیں وغیرہ لے کر کھیت میں فلاں وقت تک پہنچ جائیں آج یا تو ہم رہیں گے یا یہ چٹان رہے گی۔

سب دوست یار اس کا پیغام ملتے ہی اس کی مدد کرنے وقت مقررہ پر اس کے کھیت میں پہنچ گئے۔

جب سب آ گئے، تو کسان نے سب سے پہلے کدال خود اپنے ہاتھ میں لی اور اس چٹان کے آس پاس جگہ سے کھودنا شروع کیا، پانچ یا چھ ضربیں لگائی ہوں گی کہ پتھر اڑتا ہوا باہر آن پڑا، غور کرنے پر پتہ چلا کہ جسے چٹان سمجھا جا رہا تھا وہ تو ایک معمولی سا پتھر تھا جس نے کسان کا جینا دو بھر کیا ہوا تھا۔

سب دوست کسان کی سادگی نما حماقت پر خوب ہنسے اور اپنے اپنے اوزار اٹھائے واپس گھروں اور کھیتوں کو روانہ ہوئے۔

پیارے اسلامی بھائیو! یہ صرف ایک کسان کی کہانی نہیں زندگی کے کھیت کھلیان میں ہم سب کسان ایسے ہی واقع ہوئے ہیں، اپنی چھوٹی چھوٹی پریشانیوں کو خود ہی بڑھاوا دے کر چٹان کی طرح بڑی مصیبت بنا لیتے ہیں۔ اور پھر دن رات اسی سے ٹھوکریں کھاتے زندگی اجیرن کر لیتے ہیں۔

کبھی معمولی رنجشوں کو وبال جان بنا لیتے ہیں۔ کبھی کوئی معمولی جھگڑا سوہان روح بن جاتا ہے۔ کبھی چند پیسوں کی ٹھیکریاں شاہراہ حیات کی ٹھوکر ثابت ہوتی ہیں۔ کبھی کاروباری نقصان، ملازمتی تنزلی، رشتوں ناطوں کی بے وقعتی ہمیں کامیابی کی راہ میں حائل چٹان محسوس ہوتی ہے۔ کبھی سیاسی اور مسلکی اختلافات کے پتھر ہمیں معاشرتی تعلقات کے درمیان چٹان کی مانند محسوس ہوتے ہیں۔

لیکن یاد رکھیں!! یہ چٹان نما پتھر آپ کے باشعور حوصلے، ہمت، عزم اور یقین کی دو چار ضربیں بھی نہیں سہہ

سکتے۔ آپ کا یقین اس کائنات کی بہت بڑی طاقت ہے۔ آپ کو اپنے شعور اور یقین کی طاقت کا احساس نہیں۔ جس دن آپ کو احساس ہو گیا اس دن آپ کے سامنے کوئی چٹان، چٹان رہے گی اور نہ کوئی پہاڑ، پہاڑ۔ کوئی مسئلہ مسئلہ رہے گا اور نہ کوئی مشکل مشکل، ساری چٹانیں، سارے پہاڑ، ساری مشکلات اور مسائل آپ کے قدموں کے نیچے ہوں گے اور آپ ان سب کو فتح کر چکے ہوں گے۔

بات صرف شعور و یقین اور حوصلے کی ہے، جب بھی کوئی بیماری، مصیبت، دکھ، تکلیف آئے اللہ پاک کی ذات پر امید کر کے اس کا سامنا کریں ان شاء اللہ وہ سب دور ہوں جائیں گی اور خوشیاں نصیب ہوں گی۔

(7)بھوکے شیر کا ایثار

عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ کی مطبوعہ ۱۵۴۸ صَفحات پر مشتمل کتاب، "**فیضانِ سنّت**" صَفْحَہ ۸۰۶ تا ۸۰۸ پر شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ نے حضرتِ سیِّدُنا داتا گنج بخش علی ہجویری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے حوالے سے اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینے کے متعلق ایک بڑی ہی خوبصورت حکایت نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ:

حضرتِ سیِّدُنا داتا گنج بخش علی ہجویری رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: "میں نے شیخ احمد حمّادی سَرَخْسی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے ان کی توبہ کا سبب پوچھا، تو کہنے لگے: "ایک بار میں اپنے اُونٹوں کو لے کر "سَرَخْس" سے روانہ ہوا۔ دورانِ سفر جنگل میں ایک بُھوکے شیر نے میرا ایک اُونٹ زخمی کر کے گرا دیا اور پھر بُلند ٹیلے پر چڑھ کر ڈکارنے لگا، اُس کی آواز سنتے ہی بہُت سارے دَرِندے اِکٹھے ہو گئے۔ شَیر نیچے اُترا اور اُس نے اُسی زَخمی اُونٹ کو چِیر اپھاڑا مگر خود کچھ نہ کھایا بلکہ دوبارہ ٹیلے پر جا بیٹھا، جَمْع شُدہ دَرِندے اُونٹ پر ٹوٹ پڑے اور کھا کر چلتے بنے، باقی ماندہ گوشْت کھانے کیلئے شَیر قریب آیا کہ ایک لنگڑی لُومڑی دُور سے آتی دِکھائی دی، شیر واپَس اپنی جگہ چلا گیا۔ لُومڑی حسبِ ضَرورت کھا کر جب جا چکی تب شیر نے اُس گوشت میں سے تھوڑا سا کھایا۔ میں دُور سے یہ سب دیکھ رہا تھا، اچانک شیر نے میرا رُخ کیا اور بَزبانِ فَصیح بولا: "احمد! ایک لُقمہ کا ایثار تو کُتّوں کا کام ہے مَردانِ راہِ حق تو اپنی جان بھی قربان کر دیا کرتے ہیں۔ "میں نے اِس انوکھے واقِعہ سے مُتَأَثِّر (مُتَ۔ ءَثْ۔ ثِرْ) ہو کر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کی اور دنیا سے کَنارہ کَش ہو کر اپنے

اللہ عَزَّوَجَلَّ سے لَو لگالی۔ ’’(کَشفُ المَحجُوب، مترجم، ص ۳۸۳)

پیارے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے ! بھوکے شیر نے اپنا شکار دوسرے جانوروں پر ایثار کر کے بھوک برداشت کرنے کی بہترین مثال قائم کی اور پھر اللہ پاک کی عطا سے اُس نے کتنی زبردست نصیحت کی کہ "ایک لقمہ کا ایثار تو کُتّوں کا کام ہے مرد کو چاہئے کہ اپنی جان قربان کر دے۔" مگر آہ! آج کے ہم جیسے بے عمل مسلمان ایک لُقمہ کا ایثار تو کیا کریں گے، جن سے بن پڑتا ہے وہ دوسروں کے منہ سے بھی لقمہ چھین لیتے ہیں بلکہ ایک لقمہ کی خاطِر بعض اوقات قتل و غارت گری تک سے نہیں چُوکتے۔ ڈھیروں ڈھیر غِذائیں موجود ہونے کے باوُجُود ایک ایک "ٹکڑے" کی خاطِر فَساد برپا کرتے پھرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے، "صِرف تین ذی روح ایسے ہیں جو غذاؤں کا ذخیرہ کرتے ہیں یعنی کل کے لئے بچا کر رکھتے ہیں:

(۱)۔۔۔(ہم جیسے گنہگار) انسان۔

(۲)۔۔۔چوہا۔

(۳)۔۔۔چیُونٹی۔

"ان کے علاوہ کوئی بھی حَیوان دوسرے وقت کیلئے بچا کر نہیں رکھتا، آپ نے مُرغی کا توکُّل دیکھا ہو گا، اُس کو پانی کا پیالہ پیش کیا جاتا ہے تو پی چکنے کے بعد پیالے کے کَنارے پر پاؤں رکھ کر اِس کو اُلٹ دیتی ہے، اسے اپنے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر کامل بھروسہ ہوتا ہے کہ ابھی پلایا ہے تو پیاس لگنے پر دوبارہ بھی پِلائے گا۔ اور لُطف کی بات یہ ہے کہ اُس کو پِلانے کی خدمت بھی انسان سے لی جاتی ہے۔ ہاں! اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نیک بندوں کا توکُّل بے مِثال ہوتا ہے۔ توکُّل کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ "صِرف اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عنایت پر بھروسہ کرے اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اُس سے مایوس ہو جائے۔" (ملخص از رسالۃُ القُشیریہ ص ۱۶۹ باب توکُّل)

(8) ہر شے کی چار شکلیں

شیخ شبلی رضی اللہ تعالی عنہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں آپ معارف اسم ذات بیان فرمارہے تھے کہ اللہ عزوجل کا نام لینے سے دل کو سکون ملتا ہے، دل کی کیفیت بدلتی ہے، اجالے اور روشنیاں پیدا ہوتی ہیں، بو علی سینا جس کو منطق و فلسفہ کا معلم ثالث کہا جاتا ہے اس کا شمار ذہین وفطین لوگوں میں ہوتا تھا اس کے حواس خمسہ اتنے تیز تھے کہ اگر

بارہ میل دور کوئی چکی چل رہی ہوتی تو اس چکی کے شور کی وجہ سے اسے نیند نہیں آتی تھی، ایسا صاحب عقل و دانش شخص شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر تھا، کہنے لگا، عالی جاہ آپ نے عجیب بات کہہ دی، اللہ عزوجل کی ذات تو مؤثر ہے مگر اس کے نام میں کیا رکھا ہے؟

کیونکہ فلسفی اور منطقی حضرات ہر شے کی چار شکل بیان کرتے ہیں:

(۱)۔۔۔ شکل خارجی۔ (۲)۔۔۔ شکل ذہنی۔ (۳)۔۔۔ شکل کتابی۔ (۴)۔۔۔ شکل لفظی۔

مثال کے طور پر آگ ایک شے ہے، ایک آگ وہ ہے جو باہر خارج میں روشن ہے، اس میں ہاتھ ڈالیں گے تو جل جائے گا، دوسری آگ وہ ہے جو زبان سے ہم لفظ آگ بولتے ہیں، تیسرا جب لفظِ آگ کہیں گے تو اس کا تصور ذہن میں آئے گا اور چوتھا یہ کہ کسی کاغذ پر آگ کی تصویر بنا دیں، یا چھاپ دیں، اس آگ کی چار شکلوں میں اثر کرنے والی شکل، شکل خارجی ہے جو چولھے میں جل رہی ہے، اس میں ہاتھ ڈالیں گے جل جائیں گے، لیکن آگ کہنے سے ہونٹھ نہیں جلتے، آگ کا تصور ذہن میں آنے سے ذہن جل نہیں جاتا، اور آگ کی تصویر کاغذ میں بنانے سے کاغذ جل نہیں جاتا، تو پتہ چلا کہ اثر کرنے والی شکل، شکلِ خارجی ہے، یونہی اللہ کی ذات تو مؤثر ہے مگر اس کا نام لینے سے کوئی اثر نہیں ہوتا، جیسے آپ کو مدد کی ضرورت ہے آپ نے میرا نام لیا تو میرا نام آپ کی مدد تو نہیں کرے گا، یونہی میرا تصور کرنا بھی آپ کی مدد نہیں کر سکتا اور نہ ہی کاغذ میں میرا نام لکھ دینے سے مدد ہو گی، اگر مدد ہو گی تو جب میں خود آپ کے پاس موجود ہوں گا تب آپ کی مدد ہو سکتی ہے۔

بو علی سینا نے کہا: اللہ کی ذات تو مؤثر ہے لیکن اس کا نام کیسے اثر انداز ہو سکتا ہے؟ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو سمجھایا: نہیں میاں نام کا بھی اثر ہوتا ہے، اس نے کہا: نہیں، مؤثر تو صرف ذات ہوتی ہے لہذا میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، اور ضد میں آ گیا۔

آپ جانتے ہیں بزرگوں کا طریقہ الگ ہی ہوتا ہے، شیخ شبلی رضی اللہ عنہ ذرا جلال میں آ گئے، اور فرمایا: بو علی سینا! تجھ سے میں کیا بات کروں؟ تو تو گدھا ہے گدھا، بو علی سینا کے چہرے میں سرخیاں آ گئیں، جب اس نے گدھے کا لفظ سنا، غصے سے لال پیلا ہو گیا، مجھے گدھا کہا، وہ بھی بھری مجلس میں، میں اتنا بڑا فلسفے کا امام، زمانہ میرے علم کا طوطی بولتا

ہے، میں نے اتنی ساری کتابیں لکھیں۔ کہ اس کے زمانے میں فارابی کی تمام کتب جو منطق میں تھیں سب ضائع ہو گئی تھیں اور پھر بو علی سینا نے از سر نو منطق کی کتابیں لکھیں، جو کہ آج تک موجود ہیں، تو میں اتنا بڑا عالم ہوں مجھے گدھا کہہ دیا، غصے سے لال پیلا ہو گیا، حضرت شیخ شبلی نے مسکرا کر فرمایا: بو علی سینا، دیکھا تونے، گدھے کے نام سے تیرے چہرے کا رنگ بدل گیا، فرمایا: جب ایک گدھے کے نام میں یہ اثر ہے کہ تیرے چہرے کا رنگ بدل دیا، تو کیا اللہ کا نام لینے سے دل کا رنگ نہیں بدل سکتا؟ یقیناً بدل سکتا ہے۔ (خطباتِ مصطفائی حصہ اول ص ۵۹۔۶۱)

(9) اعلی حضرت کی بسم اللہ خوانی

اللہ رب العزت اپنے مخصوص بندوں کی پیشانی میں بچپن ہی سے معرفت کا نور ہویدا فرمادیتا ہے جیسا کہ حضرت علامہ بدرالدین قادری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "سوانح اعلیٰ حضرت" میں یہ واقعہ درج فرمایا ہے کہ: اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم کے موقع پر ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے استاد محترم مرزا غلام قادر بیگ بریلوی نے حسب دستور بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ کے بعد، ا۔ ب ت۔ ث۔ ج۔ وغیرہ حروف تہجی پڑھانا شروع کیا آپ پڑھتے گئے مگر جب لام الف کی نوبت آئی تو خاموش ہو گئے اور لام الف (لا) نہیں پڑھا، استاد صاحب نے دوبارہ کہا: میاں صاحبزادے! کہو لام الف اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا یہ دونوں حرف (الف اور لام) تو میں پڑھ چکا ہوں اب دوبارہ کیوں پڑھایا جارہا ہے؟ محفل بسم اللہ خوانی میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا جان مولانا شاہ رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ موجود تھے فرمایا: بیٹا! استاد کا کہا مانو، جو کہتے ہیں پڑھو، اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے لام الف پڑھا لیکن جد امجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چہرہ کی طرف مستفسرانہ نگاہ ڈالی، جد امجد مولانا شاہ رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھانپ لیا کہ گویا یہ ننھا بچہ کہہ رہا ہے کہ آج کے سبق میں حرُوف مفردات کا بیان ہے پھر ان کے درمیان ایک مرکب لفظ کیسے آگیا؟ اگرچہ بچے کی ننھی عمر کے اعتبار سے لام کے ساتھ الف ملانے کی وجہ بیان کرنا قبل از وقت بات تھی، اس وقت بچہ کی عمر تو ضرور ننھی تھی مگر اس کا ادراک و شعور بفضلہ تعالیٰ ننھا نہیں اس لئے آپ کے دادا جان مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: بیٹا! شروع میں سب سے پہلا حرف جو تم نے پڑھا ہے وہ حقیقت میں ہمزہ ہے الف نہیں اور اب لام کے ساتھ جو حرف ملا کر تم پڑھ رہے ہو وہ الف ہے لیکن چونکہ الف ہمیشہ ساکن رہتا ہے اور تنہا ساکن حرف کو کسی طرح

پڑھانہیں جاسکتااس لئے لام کے ساتھ الف کو ملاکر اس کا بھی تلفظ کر دیا گیا۔اعلی حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عرض کیا: کہ اگر یہی مقصود تھا کہ الف کا تلفظ کرا یا جائے تو اسے کسی بھی حرف کے ساتھ ملا سکتے تھے مثلاً : ب۔ت۔ث۔ج۔وغیرہ کے ساتھ، لیکن ان سارے حروف کو چھوڑ کر لام کے ساتھ الف کو ملاکر اس کی ادائیگی کرائی گئی ایسا کیوں؟ لام سے الف کا خاص رشتہ کیاہے؟ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا یہ سوال سن کر جد امجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جوشِ محبت میں آپ کو گلے لگالیااور دل سے دعائیں دیں پھر فرمایا: بیٹا! لام اور الف کے درمیان صورۃً اور سیرۃً بڑا گہرا تعلق ہے لکھنے میں دونوں کی صورت اور شکل ایک دوسرے کی طرح ہے دیکھو:

"لا"۔ اور سیرۃً یوں تعلق ہے کہ لام کا قلب "الف" ہے اور الف کا قلب "لام" ہے یعنی ل ام کے بیچ میں "الف" اورال ف کے بیچ میں "لام" ہے۔(سوانح اعلیٰ حضرت ص ۸۸۔۹۰)

(10)راہب کے ۶۲سوالات

حضرت سیِّدُنا ابویزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہٗ، النُّوْرَانِی فرماتے ہیں:"ایک دن میں کسی سفر میں اپنی خلوت وراحت سے لطف پارہا تھا۔ غوروفکر میں مشغول اوریادِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ سے مانوس تھا کہ اچانک میرے دل میں ندادی گئی:"اے ابو یزید! سمعان کے گرجاگھر میں جاؤاورراہبوں کے ساتھ اُن کی عید اور قربانی میں شرکت کرو۔اس میں ایک خبر اور اہم معاملہ ہے۔" فرماتے ہیں: میں نے اس خیال سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی پناہ طلب کی اور کہا،"میں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔"جب رات ہوئی توخواب میں ہاتِفِ غیبی کی آواز آئی۔ اس نے وہی بات دہرائی۔ میں ہانپتے کانپتے بیدار ہوکر اٹھ بیٹھااورابھی اسی سوچ میں گم تھا کہ دل میں پھر ندا آئی "تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، تم ہمارے ولی ونیک بندے ہو، تمہارانام فرمانبرداروں کے رجسٹر میں درج ہے۔ لیکن ہماری خاطر راہبوں کا سالباس اور زُنّار پہن لو، تم پر کوئی گناہ نہیں۔" آپ فرماتے ہیں:"میں صبح سویرے اٹھااور حکم کی بجاآوری میں جلدی کی۔راہبوں کاسالباس پہنااورسمعان کے گرجاگھر پہنچ گیا۔ جب ان کابڑاپادری آیاتوتمام راہب اکٹھے ہوگئے اوراس کو سننے کے لئے سب نے کان لگادیئے لیکن اس کے پاؤں لڑکھڑاگئے اور وہ کوئی بات نہ کرسکا گویااس کے منہ میں لگام دے دی گئی ہو۔ یہ کیفیت دیکھ کرپادریوں اورراہبوں نے اس سے پوچھا:"اے سردار! کون سی چیز آپ کو گفتگو سے مانع ہے؟ ہم توآپ کی باتوں سے ہدایت پاتے اور آپ کے علم کی پیروی کرتے ہیں۔"اس نے جواب دیا:"مجھے یہ چیز گفتگو سے مانع ہے کہ آج تمہارے درمیان کوئی

محمدی بیٹھا ہے اور وہ تمہارے دین کا امتحان لینے اور تم پر حملہ کرنے آیا ہے۔" انہوں نے کہا:"ہمیں دکھادیں ہم اسے ابھی قتل کر دیتے ہیں۔"اس نے کہا:"اسے دلیل و برہان کے ساتھ قتل کرو، میں اس سے امتحان لینا چاہتا ہوں، اس سے عِلْمُ الاَدْیَان (یعنی دینوں کے علم) کے متعلق سوالات کروں گا، اگر اس نے صاف صاف جوابات دے دیئے تو ہم اسے کچھ نہ کہیں گے اور اگر وضاحت نہ کر سکا تو اسے قتل کر دیں گے۔ امتحان کے وقت ہی آدمی عزت پاتا یا ذلیل ہوتا ہے۔"

سب راہب بولے:"آپ جو چاہتے ہیں کریں، ہم یہاں مفید باتیں سیکھنے کے لئے ہی حاضر ہوئے ہیں۔" اب ان کا بڑا سردار کھڑا ہوا اور زور سے آواز دی:"اے محمدی! تجھے محمد صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کا واسطہ! جہاں بھی ہے کھڑا ہو جا تا کہ سب تجھے دیکھ لیں۔" حضرت سیِّدُنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ المجید اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان پر حمد و ثناء اور ذکرِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ جاری تھا۔"پادریوں کے سردار نے کہا:"اے محمدی! میں تجھ سے کچھ سوالات کروں گا اور سُن! اگر تو نے ان کے جوابات وضاحت کے ساتھ دے دیئے تو ہم تیری پیروی کریں گے ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔"

حضرت سیِّدُنا ابویزید علیہ رحمۃ اللہ المجید نے ارشاد فرمایا:"نقلی و عقلی علوم میں سے جو چاہو پوچھو، اللہ عَزَّوَجَلَّ ہماری گفتگو کو ملاحظہ فرمارہا ہے۔" بڑے پادری نے پوچھا: (۱)۔۔۔ مجھے اُس ایک کے متعلق بتاؤ جس کا دوسرا نہیں (۲)۔۔۔اُن دو کے متعلق بتاؤ جن کا تیسرا نہیں (۳)۔۔۔ان تین کے متعلق بتاؤ جن کا چوتھا نہیں (۴)۔۔۔ان چار کے متعلق بتاؤ جن کا پانچواں نہیں (۵)۔۔۔ان پانچ کے متعلق بتاؤ جن کا چھٹا نہیں (۶)۔۔۔ان چھ کے متعلق بتاؤ جن کا ساتواں نہیں (۷)۔۔۔ان سات کے متعلق بتاؤ جن کا آٹھواں نہیں (۸)۔۔۔ان آٹھ کے متعلق بتاؤ جن کا نواں نہیں (۹)۔۔۔ان نو کے متعلق بتاؤ جن کا دسواں نہیں (۱۰)۔۔۔عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ (یعنی مکمل دس دن) سے مراد کون سے دن ہیں؟ (۱۱)۔۔۔اُن گیارہ کے متعلق بتاؤ جن کا بارہواں نہیں (۱۲)۔۔۔اُن بارہ کے متعلق بتاؤ جن کا تیرہواں نہیں (۱۳)۔۔۔ان تیرہ کے متعلق بتاؤ جن کا چودھواں نہیں (۱۴)۔۔۔ایسی قوم کے متعلق بتاؤ جنہوں نے جھوٹ بولا پھر بھی جنت میں داخل کر دیئے گئے (۱۵)۔۔۔اس قوم کے متعلق بتاؤ جنہوں نے سچ بولا مگر آگ میں داخل

کر دیئے گئے(۱۶)۔۔۔تمہارے جسم میں تمہارے نام کا ٹھکانہ کہاں ہے؟(۱۷)۔۔۔اَلذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا(۱۸)۔۔۔اَلْحٰمِلٰتِ وِقْرًا(۱۹)۔۔۔اَلْجٰرِیٰتِ یُسْرًا اور(۲۰)۔۔۔فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا سے کیا مراد ہے؟(پ۲۶، الذّٰریٰت:۱تا۴)(۲۱)۔۔۔کون سی شے بغیر روح کے سانس لیتی ہے؟(۲۲)۔۔۔ان چودہ کے متعلق بتاؤ جنہوں نے رَبُّ الْعٰلَمِیْن جَلَّ جَلَالُہٗ سے کلام کیا؟(۲۳)۔۔۔کون سی قبر صاحبِ قبر کو لے کر چلی؟(۲۴)۔۔۔وہ کون سا پانی ہے جو آسمان سے اُترا نہ زمین سے نکلا؟(۲۵)۔۔۔ان چار کے نام بتاؤ جو باپ کی پشت سے پیدا ہوئے، نہ ماں کے بطن سے؟(۲۶)۔۔۔زمین پر سب سے پہلا خون کس کا بہایا گیا؟(۲۷)۔۔۔اس شے کے متعلق بتاؤ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور پھر خود ہی خرید لیا؟(۲۸)۔۔۔ایسی شے کے متعلق بتاؤ جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور خود ہی ناپسند فرمایا؟(۲۹)۔۔۔اس چیز کے متعلق بتاؤ جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور عظمت بھی بخشی؟(۳۰)۔۔۔اس چیز کے متعلق بتاؤ جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور پھر خود ہی اس کے متعلق سوال کیا؟(۳۱)۔۔۔سب سے افضل عورتیں کون ہیں؟(۳۲)۔۔۔سب سے افضل دریا کون سے ہیں؟(۳۳)۔۔۔افضل ترین پہاڑ کون سا ہے؟(۳۴)۔۔۔سب سے افضل چوپایہ کون سا ہے؟(۳۵)۔۔۔افضل ترین مہینہ کون سا ہے؟(۳۶)۔۔۔سب سے افضل رات کون سی ہے؟(۳۷)۔۔۔"اَلطَّآمَّۃُ" سے کیا مراد ہے؟(۳۸)۔۔۔وہ کون سا درخت ہے جس کی بارہ شاخیں ہیں، ہر شاخ پر تیس پتے ہیں اور ہر پتے میں پانچ رنگ ہیں، دو سورج کی روشنی میں اور تین سائے میں؟(۳۹)۔۔۔وہ کون سی چیز ہے جس نے بیت الحرام کا حج کیا اور طواف کیا حالانکہ اس میں روح نہیں اور نہ ہی اس پر حج فرض تھا؟(۴۰)۔۔۔اللہ عَزَّوَجَلَّ نے کتنے نبی پیدا فرمائے؟(۴۱)۔۔۔ان میں سے کتنے مُرسَل اور کتنے غیر مرسل ہیں؟(۴۲)۔۔۔وہ کون سی چار چیزیں ہیں جن کا رنگ اور ذائقہ مختلف ہے مگر اصل ایک ہے؟(۴۳)۔۔۔نَقِیْر کیا ہے؟(۴۴)۔۔۔قِطْمِیْر کیا ہے؟(۴۵)۔۔۔فَتِیل کیا ہے؟(۴۶)۔۔۔اَلسَّبَد کیا ہے؟(۴۷)۔۔۔اَللَّبَد کیا ہے؟(۴۸)۔۔۔اَلطِّمّ کیا ہے؟(۴۹)۔۔۔اَلرِّمّ کیا ہے؟(۵۰)۔۔۔کتا بھونکنے میں کیا کہتا ہے؟(۵۱)۔۔۔گدھا رینکنے میں کیا کہتا ہے؟(۵۲)۔۔۔بیل ڈکارنے میں کیا کہتا ہے؟(۵۳)۔۔۔گھوڑا ہنہنانے میں کیا کہتا ہے؟(۵۴)۔۔۔اونٹ بِلبلانے میں کیا کہتا ہے؟(۵۵)۔۔۔مور اپنی چیخ و پکار میں کیا کہتا ہے؟(۵۶)۔۔۔تیتر اپنی سیٹی میں کیا کہتا ہے؟(۵۷)۔۔۔بلبل اپنے نغموں میں کیا کہتا ہے؟(۵۸)۔۔۔مینڈک اپنی تسبیح

میں کیا کہتا ہے؟(۵۹)۔۔۔ناقوس(نصاریٰ کا گھنٹہ جسے وہ اپنی عبادت کے وقت بجاتے ہیں)اپنی آواز میں کیا کہتا ہے؟ (۶۰)۔۔۔ایسی مخلوق کے متعلق بتاؤ جنہیں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے الہام فرمایا وہ جِنّوں میں سے ہے، نہ انسانوں میں سے اور نہ ہی فرشتوں میں سے؟(۶۱)۔۔۔جب دن نکلتا ہے تورات کہاں چلی جاتی ہے اور(۶۲)۔۔۔جب رات چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟"

حضرت سیِّدُنا ابویزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہ، النُّوْرَانِی نے پوچھا:"کیا ان کے علاوہ بھی کوئی سوال ہے؟"تو سب پادریوں نے کہا:"نہیں۔"تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:"اگر میں نے ان کے جوابات صحیح طور پر دے دیئے تو کیا تم اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پر ایمان لے آؤ گے؟"سب نے کہا:"جی ہاں۔"تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بار گاہِ الٰہی عَزَّوَجَلَّ میں عرض کی:"یااللہ عَزَّوَجَلَّ!تو ان کی باتوں پر گواہ ہے۔"پھر فرمایا:"اب اپنے سوالات کے جوابات سنتے جاؤ:

(۱)۔۔۔وہ ایک جس کا دوسرا نہیں تو وہ اللہ واحد قہار ہے۔

(۲)۔۔۔وہ دو جن کا تیسرا نہیں تو وہ دن اور رات ہیں۔جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے:

وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ (پ۱۵،بنی اسرائیل:۱۲)

ترجمۂ کنز الایمان:اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا۔

(۳)۔۔۔وہ تین جن کا چوتھا نہیں تو وہ عرش، کرسی اور قلم ہیں۔

(۴)۔۔۔وہ چار جن کا پانچواں نہیں تو وہ آسمانی کتابیں "تورات، انجیل، زبور اور قرآنِ پاک" ہیں۔

(۵)۔۔۔وہ پانچ جن کا چھٹا نہیں، تو وہ پانچ نمازیں ہیں جو ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہیں۔

(۶)۔۔۔وہ چھ جن کا ساتواں نہیں تو وہ چھ دن ہیں۔اللہ عَزَّوَجَلَّ ان کا ذکر قرآنِ پاک میں فرماتا ہے:وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (پ۲۶،ق:۳۸) ترجمۂ کنز الایمان:اور بے شک ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا۔

(۷)۔۔۔وہ سات جن کا آٹھواں نہیں تو وہ سات آسمان ہیں۔ چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کا فرمانِ عالیشان ہے: سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ (پ۲۹،الملک:۳) ترجمۂ کنزالایمان: سات آسمان ایک کے اوپر دوسرا۔

(۸)۔۔۔وہ آٹھ جن کا نواں نہیں تو وہ عرش اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے: وَ یَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّكَ فَوۡقَهُمۡ یَوۡمَىِٕذٍ ثَمٰنِیَةٌ ؕ﴿۱۷﴾ (پ۲۹،الحاقہ:۱۷) ترجمۂ کنزالایمان: اور اس دن تمہارے رب کا عرش اپنے اوپر آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

(۹)۔۔۔وہ نو جن کا دسواں نہیں تو وہ نو افراد کی جماعت تھی جو فساد برپا کرنے والے تھے۔ چنانچہ، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: وَ كَانَ فِی الۡمَدِیۡنَةِ تِسۡعَةُ رَهۡطٍ یُّفۡسِدُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا یُصۡلِحُوۡنَ ﴿۴۸﴾ (پ۱۹،النمل:۴۸) ترجمۂ کنزالایمان: اور شہر میں نو شخص تھے کہ زمین میں فساد کرتے اور سنوار نہ چاہتے۔

(۱۰)۔۔۔عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ (یعنی مکمل دس دن) سے مراد وہ دس دن ہیں جن میں حجِ تمتُّع کرنے والا ھَدِی کا جانور نہ پانے کی صورت میں روزے رکھتا ہے۔ چنانچہ، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ فِی الۡحَجِّ وَ سَبۡعَةٍ اِذَا رَجَعۡتُمۡ ؕ تِلۡكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ترجمۂ کنزالایمان: تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے گھر پلٹ کر جاؤ یہ پورے دس ہوئے۔ (پ۲،البقرہ:۱۹۶)

(۱۱)۔۔۔وہ گیارہ جن کا بارہواں نہیں تو وہ حضرت سیِّدُنا یوسف علٰی نبیناوعلیہ الصلوۃ والسلام کے بھائی ہیں۔ چنانچہ، اللہ تعالیٰ حضرت سیِّدُنا یوسف علیہ السلام کا قول حکایت کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوۡكَبًا ۔ ترجمۂ کنزالایمان: میں نے گیارہ تارے دیکھے۔ (پ۱۲،یوسف:۴)

(۱۲)۔۔۔وہ بارہ جن کا تیرھواں نہیں تو وہ مہینوں کی تعداد ہے۔ چنانچہ، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوۡرِ عِنۡدَ اللّٰهِ اثۡنَا عَشَرَ شَهۡرًا فِیۡ كِتٰبِ اللّٰهِ (پ۱۰،التوبۃ:۳۶) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہے اللہ کی کتاب میں۔

(۱۳)۔۔۔وہ تیرہ جن کا چودھواں نہیں تو وہ حضرت سیِّدُنا یوسف علٰی نبیناوعلیہ الصلٰوۃ والسلام کا خواب ہے۔ جیسا کہ ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ﴿۴﴾ (پ۱۲،یوسف:۴)

ترجمۂ کنزالایمان: میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

(۱۴)۔۔۔وہ قوم جنہوں نے جھوٹ بولا پھر بھی جنت میں داخل کر دیئے گئے تو وہ حضرت سیّدُنا یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام کے بھائی ہیں۔ جیسا کہ ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ (پ۱۲،یوسف:۱۷)

ترجمۂ کنزالایمان: بولے اے ہمارے باپ! ہم دوڑ کرتے نکل گئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تو اسے بھیڑیا کھا گیا۔

انہوں نے جھوٹ بولا پھر بھی جنت میں داخل کر دیئے گئے۔

(۱۵)۔۔۔وہ قوم جنہوں نے سچ بولا لیکن جہنم میں داخل کر دیئے گئے تو وہ یہود و نصارٰی ہیں اور وہ ان کا یہ قول ہے:

وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَیْسَتِ الْیَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍ ۔

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہودی بولے نصرانی کچھ نہیں اور نصرانی بولے یہودی کچھ نہیں۔

انہوں نے سچ کہا لیکن جہنم میں داخل کر دیئے گئے۔(پ۱،البقرۃ:۱۱۳)

(۱۶)۔۔۔تمہارے جسم میں تمہارے نام کا ٹھکانہ کان ہیں (یعنی جب کوئی نام بولا جاتا ہے تو کان ہی سنتے ہے)۔

(۱۷)۔۔۔"وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا "(یعنی بکھیر کر اڑانے والیاں) سے مراد چار ہوائیں ہیں۔

(۱۸)۔۔۔ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا سے مراد بادل ہیں جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ (پ۲،البقرۃ:۱۶۴)

ترجمۂ کنزالایمان: اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے۔

(۱۹)۔۔۔ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا (یعنی نرم چلنے والیاں) سے مراد دریا میں چلنے والی کشتیاں ہیں۔

(۲۰)۔۔۔"فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا "سے مراد ملائکہ ہیں جو لوگوں کا رزق پندرہ شعبان سے دوسرے سال پندرہ شعبان تک تقسیم کرتے ہیں۔

(۲۱)۔۔۔جن چودہ نے ربُ العٰلمین عَزَّوَجَلَّ سے کلام کیا تو وہ سات آسمان اور سات زمینیں ہیں۔ چنانچہ، ربّ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَیْنَا طَآىٕعِیْنَ ﴿۱۱﴾ (پ۲۴،حٰمۤ السجدہ:۱۱)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اس (آسمان) سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں حاضر ہو خوشی سے چاہے ناخوشی سے، دونوں نے عرض کی کہ ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہوئے۔

(۲۲)۔۔۔وہ قبر جو صاحبِ قبر کو ساتھ لے کر چلی تو وہ حضرت سیِّدُنا یونس علٰی نبیناوعلیہ الصلٰوۃ والسلام کی مچھلی ہے۔

(۲۳)۔۔۔جو چیز بلاروح ہے مگر سانس لیتی ہے تو وہ صبح ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: وَ الصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾ (پ۳۰،التکویر:۱۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور صبح کی جب دم لے۔

(۲۴)۔۔۔وہ پانی جو آسمان سے اُترا، نہ زمین سے نکلا تو وہ گھوڑوں کا پسینہ ہے جس کو شیشے کی بوتل میں بھر کر ملکۂ بلقیس نے حضرت سیِّدُنا سلیمان بن داؤدعلیہما الصلوٰۃ و السّلام کو بھیجا تھا۔

(۲۵)۔۔۔وہ چار نفوس جو باپ کی پشت سے پیدا ہوئے، نہ ماں کے بطن سے تو وہ حضرت سیِّدُنا آدم علیہ السلام، حضرت سیِّدَتُنا حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیِّدُنا اسماعیل علیہ السلام کا مینڈھا اور حضرت سیِّدُنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہیں۔

(۲۶)۔۔۔زمین پر سب سے پہلا خون ہابیل کا بہایا گیا جب قابیل نے اسے قتل کیا۔

(۲۷)۔۔۔ایسی چیز جس کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا پھر خرید لیا تو وہ مؤمن کی جان ہے جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (پ۱۱،التوبۃ:۱۱۱) ترجمۂ کنزالایمان: بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

(۲۸)۔۔۔ایسی شے جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور ناپسند کیا تو وہ گدھے کی آواز ہے جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ﴿۱۹﴾ (پ۲۱،لقمان:۱۹)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک سب آوازوں میں بری آواز، آواز گدھے کی۔"

(۲۹)۔۔۔ایسی چیز جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے پیدا کیا اور اسے بڑا کہا تو وہ عورتوں کا مکر ہے چنانچہ، ارشاد فرمایا: اِنَّ كَیْدَكُنَّ عَظِیْمٌ ﴿۲۸﴾ (پ۱۲،یوسف:۲۸)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک تمہارا فریب بڑا ہے۔

(۳۰)۔۔۔وہ چیز جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا پھر اس کے متعلق سوال کیا تو وہ حضرت سیِّدُنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا ہے جیسا کہ قرآنِ پاک فرماتا ہے:

وَمَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰی ﴿۱۷﴾ قَالَ هِیَ عَصَایَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَیْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی

ترجمۂ کنزالایمان: اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ! عرض کی یہ میرا عصا ہے، میں اس پر تکیہ لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں پر پتے جھاڑتا ہوں۔(پ۱۶،طٰہٰ:۱۷۔۱۸)

(۳۱)۔۔۔سب سے افضل عورتیں اُمُّ البشر حضرت سیِّدَتُنا حواء رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیِّدَتُنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیِّدَتُنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت سیِّدَتُنا آسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیِّدَتُنا مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

(۳۲)۔۔۔سب سے افضل دریا سیحون، جیحون، دجلہ، فرات اور مصر کا دریائے نیل ہیں۔

(۳۳)۔۔۔سب سے افضل پہاڑ طور ہے۔

(۳۴)۔۔۔سب سے افضل چوپایہ گھوڑا ہے۔

(۳۵)۔۔۔سب سے افضل مہینہ ماہِ رمضان المبارک ہے جیسا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ (پ۲،البقرۃ:۱۸۵) ترجمۂ کنزالایمان: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُترا۔

(۳۶)۔۔۔سب سے افضل رات شبِ قَدْر ہے چنانچہ، اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے: لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ﴿۳﴾ (پ۳۰،القدر:۳) ترجمۂ کنزالایمان: شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر۔

(۳۷)۔۔۔"اَلطَّامَّۃ" سے مراد قیامت ہے۔

(۳۸)۔۔۔وہ درخت جس کی بارہ شاخیں ہیں، ہر شاخ میں تیس پتے، ہر پتے میں پانچ رنگ، دو سورج کی روشنی میں اور تین سائے میں، تو وہ درخت سال ہے، بارہ مہینے اس کی بارہ شاخیں ہیں، تیس پتے تیس دن ہیں اور پانچ رنگ پانچ نمازیں ہیں، تین سائے میں یعنی مغرب، عشاء اور فجر، دو روشنی میں یعنی ظہر اور عصر۔

(۳۹)۔۔۔وہ ایسی چیز جس میں روح نہیں اور نہ ہی اس پر حج واجب تھا پھر بھی اس نے کعبۂ مبارکہ کا طواف کیا تو وہ حضرت سیِّدُنا نوح نجی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی ہے۔

(۴۰)۔۔۔اللہ تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پیدا فرمائے۔

(۴۱)۔۔۔ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔

(۴۲)۔۔۔چار اشیاء جن کا ذائقہ اور رنگ مختلف ہے مگر اصل ایک ہے تو وہ آنکھ، ناک، منہ اور کان ہے۔ آنکھ کا پانی نمکین، منہ کا پانی میٹھا، ناک کا پانی ترش اور کان کا پانی کڑوا ہوتا ہے۔

(۴۳)۔۔۔نَقِیْرایک جھلی ہے جو گٹھلی کے اوپر ہوتی ہے۔

(۴۴)۔۔۔قِطْمِیْرانڈے کے چھلکے کو کہتے ہیں۔

(۴۵)۔۔۔فَتِیْل سے مراد گٹھلی کے اندر کا گودا ہے۔

(۴۶)۔۔۔اَلسَّبَد اور (۴۷)۔۔۔اَللَّبَد بھیڑ اور بکری کے بالوں کو کہتے ہیں۔

(۴۸)۔۔۔۔۔۔اَلطِّمّ اور (۴۹)۔۔۔۔۔۔اَلرِّمّ ہمارے باپ حضرت سیِّدُنا آدم صفی اللہ علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ و السلام سے پہلے کی جنات قومیں ہیں۔

(۵۰)۔۔۔گدھا جب شیطان کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے: "اللہ عَزَّوَجَلَّ (ناجائز) ٹیکس لینے والے پر لعنت فرمائے۔"

(۵۱)۔۔۔کتا اپنے بھونکنے میں کہتا ہے،"وَیْلٌ لِاَھْلِ النَّارِ مِنْ غَضَبِ الجَبَّارِ یعنی دوزخیوں کے لئے ہلاکت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں ہیں۔"

(۵۲)۔۔۔بیل اپنے ڈکارنے میں کہتا ہے:"سُبْحٰنَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ۔"

(۵۳)۔۔۔گھوڑا اپنے ہنہنانے میں کہتا ہے:"پاک ہے میری حفاظت فرمانے والا جب جنگجو لڑتے ہیں اور مردانِ کار لڑائی میں مصروف ہوتے ہیں۔"

(۵۴)۔۔۔اونٹ اپنے بلبلانے میں کہتا ہے:حَسْبِیَ اللہُ وَکَفٰی بِہٖ وَکِیْلًا یعنی میرے لئے اللہ عَزَّوَجَلَّ ہی کافی اور وہی میرا کارساز ہے۔"

(۵۵)۔۔۔مور اپنی چیخ و پکار میں کہتا ہے:اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ﴿۵﴾ (پ۱۶،طٰہٰ:۵)ترجمۂ کنزالایمان:وہ بڑی مہر(رحمت)والا اس نے عرش پر استواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

(۵۶)۔۔۔تیتر اپنی سیٹی میں کہتا ہے،"بِالشُّکْرِ تَدُوْمُ النِّعَمُ یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کرنے سے نعمتیں ہمیشہ رہتی ہیں۔"

(۵۷)۔۔۔بلبل اپنے نغموں میں یوں گویا ہوتا ہے:فَسُبْحٰنَ اللہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ (پ۲۱،الروم:۱۷)ترجمۂ کنزالایمان:تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو۔

(۵۸)۔۔۔مینڈک اپنی تسبیح میں کہتا ہے:سُبْحَانَ الْمَعْبُوْدِ فِی الْبَرَارِیْ وَالْقِفَارِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْجَبَّارِ یعنی پاک ہے جنگلوں اور چٹیل میدانوں میں عظیم معبود،پاک ہے خدائے جبّار۔"

(۵۹)۔۔۔ناقوس اپنی آواز میں کہتا ہے:"اللہ عَزَّوَجَلَّ پاک ہے،وہ حق ہے،اے ابن آدم!اس دنیا کے مشرق و مغرب میں دیکھ!کسی کو ہمیشہ باقی رہنے والا نہ پائے گا۔"

(۶۰)۔۔۔ایسی مخلوق جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے الہام فرمایا،وہ جنوں میں سے ہے،نہ انسانوں میں سے اور نہ ہی ملائکہ میں سے تو وہ شہد کی مکھی ہے۔چنانچہ،اللہ عَزَّوَجَلَّ ارشاد فرماتا ہے:وَ اَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ

الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ (پ۱۴، النحل:۶۸) ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہارے رب نے شہد کی مکھی کو اِلہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں اور چھتوں میں۔

(۶۱)۔۔۔جب دن آتا ہے تو رات کہاں جاتی ہے؟ اور (۶۲)۔۔۔۔۔۔جب رات چھا جاتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے؟ یہ تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پوشیدہ علم میں ہے، کسی نبی یا مقرّب فرشتے پر بھی ظاہر نہیں۔

مذکورہ تمام جوابات دینے کے بعد حضرت سیِّدُنا ابویزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے پوچھا: "کیا تمہارا کوئی سوال باقی ہے؟" انہوں نے کہا: "نہیں۔" تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑے پادری سے فرمایا: بتاؤ" آسمانوں اور جنت کی چابی کیا ہے؟" ان کا بڑا پادری خاموش رہا تو سب نے اسے کہا: "آپ نے اتنے سوال پوچھے اور انہوں نے سب کے جواب دیئے، اب انہوں نے ایک ہی سوال کیا اور آپ جواب دینے سے عاجز آگئے۔" پادری نے کہا: "میں عاجز نہیں آیا لیکن مجھے ڈر ہے کہ میں جواب دوں گا تو تم تسلیم نہیں کروگے۔" انہوں نے کہا: "کیوں نہیں، ہم مانیں گے، کیونکہ آپ ہمارے بزرگ ہیں، آپ جو بھی فرمائیں گے ہم سرِ تسلیم خم کریں گے۔" تو بڑے پادری نے کہا: "آسمانوں اور جنت کی چابی کلمۂ طیبہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم" ہے۔" جب دیگر پادریوں اور راہبوں نے سنا تو وہ سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ انہوں نے گرجا گھر توڑ کر اسے مسجد میں تبدیل کر دیا اور اپنے اپنے زنار بھی توڑ دیئے۔

حضرت سیِّدُنا ابویزید بسطامی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی کو غیب سے آواز آئی: "اے ابویزید! تو نے ہمارے لئے ایک زنّار باندھا تو ہم نے تیری خاطر پانچ سو زنار توڑ دیئے۔" (الروض الفائق ص ۵۲۲۔۵۲۹)

(11) ماں کو قتل کرنے کا انجام

حضرت سیدنا جعفر بن سلیمان علیہ رحمۃ المنّان فرماتے ہیں، حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفّار نے فرمایا: "ایک مرتبہ حج کے موسم میں، مَیں خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی اتنی کثرت تھی کہ انہیں دیکھ کر تعجب ہوتا تھا۔ میرے دل میں یہ خواہش اُبھری کہ کاش! کسی طرح مجھے معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں میں سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں کون مقبول ہے تاکہ میں اس کو مبارکباد دوں اور جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ یہ مردود ہے اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کا حج قبول نہیں تو اس کو نیکی کی دعوت دوں اور اس کے لئے دعا کروں۔" جب رات کو میں سویا تو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا: "اے مالک بن دینار! تُو حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں

کے بارے میں فکر مند ہے ؟تو سن !اس مرتبہ اللہ عزوجل نے ہر چھوٹے بڑے، مردوعورت، سفید وسیاہ رنگت والے، عربی وعجمی الغرض ہر حج اور عمرہ کرنے والے کو بخش دیا ہے لیکن ایک شخص کی مغفرت نہیں کی گئی، اللہ عزوجل کا اس شخص پر بہت زیادہ غضب ہے اور اللہ عزوجل اس سے ناراض ہے۔ اس کا حج قبول نہیں کیا گیا بلکہ اس کے منہ پر مار دیا گیا ہے۔"

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"اس خواب کے بعد میری جو حالت ہوئی اسے اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے۔" میں نے یہ گمان کرلیا کہ وہ مغضوب شخص شاید مَیں ہی ہوں اور اللہ عزوجل مجھ سے ناراض ہے۔ میں بہت پریشان رہا۔ سارا دن اسی غم اور فکر میں گزر گیا پھر دوسری رات تھوڑی دیر کے لئے میری آنکھ لگی تو پھر مجھے اسی طرح کا خواب نظر آیا اور ایسی ہی غیبی آواز سنائی دی، پھر کہا گیا:"اے مالک بن دینار !تُو وہ نہیں جس کا ذکر کیا جارہا ہے بلکہ وہ تو خراسان کا ایک شخص ہے جو بلخ شہر میں رہتا ہے، اس کا نام محمد بن ہرون بلخی ہے۔ اللہ عزوجل اس سے شدید ناراض ہے، اس کا حج مردود ہے اور اس کے منہ پر مار دیا گیا ہے۔"

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"میں صبح خراسان سے آئے ہوئے حاجیوں کے قافلے میں گیا انہیں سلام کیا اور ان سے پوچھا:"کیا تم میں بلخ شہر کے حجاج موجود ہیں ؟"انہوں نے کہا:"ہاں !ہم میں بلخ کے کئی حاجی موجود ہیں۔"میں نے پھر پوچھا:"کیا تم میں کوئی محمد بن ہرون بلخی ہے ؟"انہوں نے کہا:"مرحبا! اس نیک شخص کو کون نہیں جانتا، اس سے بڑھ کر عابد وزاہد پورے خراسان میں کوئی نہیں۔"

(حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ) مجھے ان لوگوں کی زبانی اس کی تعریف سن کر بڑا تعجب ہوا کیونکہ خواب میں معاملہ اس کے برعکس تھا۔ بہر حال میں نے ان سے پوچھا:" اس وقت وہ کہاں ہوگا؟"لوگوں نے کہا:"وہ چالیس سال سے مسلسل روزے رکھ رہا ہے اور ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتا ہے، اگر تم اسے تلاش کرنا چاہتے ہو تو مکہ مکرمہ کے کسی ٹوٹے پھوٹے مکان میں تلاش کرو وہ ایسی ہی جگہوں میں قیام کرتا ہے۔" ان لوگوں سے یہ معلومات حاصل کرنے کے بعد میں مکہ شریف کے ویران علاقے کی طرف گیا اور اس ابن ہرون کو ڈھونڈنے لگا۔ بالآخر ایک دیوار کے پیچھے میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ میں نے جان لیا کہ یہی ابن ہرون ہے

۔اس کی حالت یہ تھی کہ اس کا سیدھا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور اس ہاتھ کی ہڈی میں سوراخ کر کے زنجیر ڈال دی گئی تھی۔ ابن ہرون نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو زنجیر کی مدد سے گردن سے لٹکایا ہوا تھا۔اسی طرح اس نے اپنے قدموں میں بھی بیڑیاں ڈال رکھی تھیں اور وہ مشغولِ عبادت تھا۔جب اس نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو وہ میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا:"اے اللہ عزوجل کے بندے!تُو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟"میں نے کہا:"میرا نام مالک بن دینار(علیہ رحمۃ اللہ الغفار)ہے اور مَیں بصرہ کا رہنے والا ہوں۔"وہ کہنے لگا:"اچھا!تم وہی مالک بن دینار(علیہ رحمۃ اللہ الغفار)ہو جن کی علمیت اور زُہد و تقوی کے ڈنکے پورے عراق میں بج رہے ہیں۔"میں نے کہا:"عالم تو اللہ عزوجل کی ذات ہے اور زاہد و عابد حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز علیہ رحمۃ اللہ المجید ہیں،وہ اگر چاہیں تو خوب عیش و عشرت سے زندگی گزار سکتے ہیں لیکن بادشاہت کے باوجود انہوں نے زُہد و تقوی اختیار کیا اور دنیا سے بے رغبتی ان کے اندر بدرجہ اَتم پائی جاتی ہے،ہمیں تو دنیاوی نعمتیں میسر ہی نہیں اس لئے ان سے دور ہیں۔"اُس نے مجھ سے کہا:"اے مالک بن دینار(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)!تم میرے پاس کس لئے آئے ہو؟اگر تم نے میرے بارے میں کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرو۔"میں نے کہا:"مجھے تمہارے سامنے وہ خواب بیان کرتے ہوئے شرم محسوس ہو رہی ہے۔"تو وہ کہنے لگا:"اے مالک بن دینار(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)!تم نے جو خواب دیکھا ہے وہ بیان کرو اور مجھ سے شرم نہ کرو۔"

(حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ)بالآخر مَیں نے اسے اپنا خواب سنایا۔خواب سن کر وہ کافی دیر تک روتا رہا،پھر کہنے لگا:"اے مالک بن دینار(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)!مسلسل چالیس سال سے میرے بارے میں حج کے موقع پر اسی طرح کا خواب کسی نیک وزاہد بندے کو دکھایا جاتا ہے اور اسے بتایا جاتا ہے کہ میں جہنمی ہوں۔"حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر میں نے اس سے پوچھا:"کیا تیرے اور اللہ عزوجل کے درمیان کوئی بہت بڑا گناہ حائل ہے؟"اس نے کہا:"ہاں!میرا گناہ زمین و آسماں اور عرش و کرسی سے بھی بڑا ہے۔"میں نے کہا:"مجھے تم اپنا وہ گناہ بتاؤ تاکہ میں لوگوں کو اس کے اِرتکاب سے بچاؤں اور انہیں اس گناہ سے ڈراؤں جس کی سزا تم بھگت رہے ہو۔"تو وہ کہنے لگا:"اے مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ!مَیں شراب کا عادی تھا اور ہر وقت شراب کے نشے میں مدہوش رہتا۔ایک مرتبہ میں اپنے ایک شرابی دوست کے پاس گیا۔میں نے وہاں خوب

شراب پی پھر جب مجھ پر نشہ طاری ہونے لگا اور میری عقل پر پردہ پڑ گیا تو میں نشے کی حالت میں گرتا پڑتا اپنے گھر پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میری زوجہ نے دروازہ کھولا۔ میں گھر میں داخل ہوا تو میری والدہ تنور میں آگ جلا کر لکڑیاں ڈال رہی تھی اور اس میں خوب آگ بھڑک رہی تھی۔" جب میری والدہ نے مجھے نشے کی حالت میں دیکھا تو میری طرف آئی۔ مَیں لڑکھڑا کر گرنے لگا تو اس نے مجھے تھام لیا اور کہنے لگی:" آج شعبان المعظم کی آخری تاریخ ہے اور رمضان المبارک کی پہلی رات شروع ہونے والی ہے، لوگ صبح روزہ رکھیں گے اور تیری صبح اس حالت میں ہوگی کہ تُو شراب کے نشے میں ہوگا، کیا تجھے اللہ عزوجل سے حیا نہیں آتی؟" یہ سن کر مجھے غصہ آگیا اور میں نے ایک گھونسا اپنی والدہ کے سینے پر مارا اور اسے اُٹھا کر جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا، مَیں اس وقت نشے میں تھا اور میرے ہوش وحواس بحال نہ تھے، جب میری زوجہ نے یہ دردناک منظر دیکھا تو اس نے مجھے دھکیل کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا اور باہر سے کنڈی لگادی تاکہ پڑوسی میری آواز نہ سن سکیں اور انہیں معاملے کی خبر نہ ہو۔" میں اسی طرح نشے کی حالت میں پڑا رہا جب رات کافی گزر گئی تو مجھے ہوش آیا اب میرا نشہ دور ہو چکا تھا۔ میں دروازے کی طرف بڑھا تو دروازہ بند تھا۔ میں نے اپنی زوجہ کو آواز دی کہ دروازہ کھولو۔ اس نے بڑے سخت لہجے میں جواب دیا:"میں دروازہ نہیں کھولوں گی۔"میں نے کہا :"آخر تم مجھ سے اِتنی ناراض کیوں ہو؟ آخر مَیں نے ایسی کون سی خطا کی ہے؟"اس نے کہا:"تُو نے اتنی بڑی خطا کی ہے کہ تُو اس لائق ہی نہیں کہ تجھ پر رحم کیا جائے۔"میں نے کہا:"آخر بات کیا ہے؟ مجھے بھی تو معلوم ہو کہ میں نے کیا بُری حرکت کی ہے؟"میری زوجہ نے کہا:"تُو نے اپنی ماں کو قتل کر دیا ہے اور اسے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا ہے اور اب وہ جل کر کوئلہ بن چکی ہے۔" جب میں نے یہ بات سنی تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے دروازہ اُکھاڑ پھینکا اور تنور کی طرف لپکا، جب تنور میں دیکھا تو میری والدہ جل کر کوئلہ ہو چکی تھی۔ میں یہ حالت دیکھ کر بہت افسردہ ہوا اور اُلٹے قدموں ٹوٹے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا اپنا ہاتھ چوکھٹ پر رکھا اور اس ہاتھ کو کاٹ ڈالا جس سے میں نے اپنی ماں کو گھونسا مارا تھا، پھر میں نے لوہا گرم کرکے اس ہاتھ کی ہڈی میں سوراخ کیا اور اس میں زنجیر ڈال کر گلے میں لٹکا لیا پھر اپنے دونوں پاؤں میں بھی بیڑی ڈال لی۔ اس وقت میری ملکیت میں آٹھ ہزار دینار تھے وہ سب کے سب میں نے غروبِ آفتاب سے قبل صدقہ کر دیئے۔ ۲۶ لونڈیاں اور ۲۳ غلام آزاد کئے اور اپنی تمام جائیداد اللہ عزوجل کے نام پر وقف کر دی۔

اب مسلسل چالیس سال سے میری یہ حالت ہے کہ دن میں روزہ رکھتاہوں اور ساری ساری رات اپنے پرورد گار عزوجل کی عبادت کرتاہوں اور چالیس دن کے بعد کھانا کھاتاہوں۔ صرف اِفطاری کے وقت تھوڑاسا پانی اور کوئی معمولی سی چیز کھالیتاہوں۔ میں ہر سال حج کرنے آتاہوں اور ہر سال کسی عالم وزاہد کو میرے متعلق ایسا ہی خواب دکھایا جاتاہے جیسا آپ کو دکھایا گیاہے، یہ ہے میری ساری داستانِ عبرت نشان۔"

حضرت سیدنامالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفّار فرماتے ہیں:"یہ سن کر میں نے اس کے چہرے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایااور کہا:"اے منحوس انسان! قریب ہے کہ جو آگ تجھ پر نازل ہونے والی ہے وہ ساری زمین کو جلاڈالے۔ پھر میں وہاں سے ایک طرف ہوگیااور ایک جگہ چھپ گیا تاکہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ جب اس نے محسوس کیا کہ میں جاچکاہو ں تواس نے اپناہاتھ آسمان کی طرف اٹھایااور اللہ عزوجل سے اس طرح مناجات کرنے لگا:"اے غموں اور مصیبتوں کو دور کرنے والے! اے مجبور اور پریشان حال لوگوں کی دعائیں قبول کرنے والے !اے میری اُمیدوں کی لاج رکھنے والے !اے گہرے سمندروں کو پیدا کرنے والے! اے میرے پاک پروردگار عزوجل! اے وہ ذات جس کے دستِ قدرت میں تمام بھلائیاں ہیں! میں تیری رضا چاہتا ہوں اور تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں، تُو اپنے عفو وکرم کے صدقے مجھے عذاب سے محفوظ رکھ اور مجھے اپنی ناراضگی سے بچا۔ اے میرے پاک پروردگار عزوجل! مَیں کماحقہ تیری تعریف نہیں کرسکتا، تُوایسا ہی ہے جیساتُونے اپنی تعریف خود بیان فرمائی، اے میرے رحیم وکریم پروردگار عزوجل! تُو میری اُمیدوں کی لاج رکھ لے، بے شک میں تجھ سے تیری رحمت کا طالب ہوں۔ (مجھے یقین ہے) کہ تُومیری دعا کو رد نہیں کریگا۔ میں صرف تجھ ہی سے دعا کرتاہوں۔ اے اللہ عزوجل! موت سے پہلے مجھے اپنی رضا کا مژدہ سنادے اور مجھے اپنے عفووکرم کی ایک جھلک دکھادے۔"

حضرت سیدنامالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ رِقّت انگیز مناجات سن کر مَیں اپنی منزل کی طرف لوٹ آیا۔ پھر جب رات کو نیند آئی تو دل کی آنکھیں کھل گئیں۔ مجھے خواب میں پیارے آقا، مدینے والے مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:"اے مالک بن دینار! تُولوگوں کو اللہ کی رحمت اور اس کے عفووکرم سے مایوس مت کر۔" بے شک اللہ عزوجل محمد بن ہرون کے

افعال سے باخبر ہے اور اللہ عزوجل نے اس کی دعا قبول فرما کر اس کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرمادیا ہے تُو صبح اس کے پاس جانا اور اس سے کہنا:"بے شک اللہ عزوجل بروز قیامت میدانِ محشر میں تمام اولین وآخرین کو جمع فرمائے گا ۔اگر کسی سینگ والے جانور نے بغیر سینگ والے جانور کو مارا ہو گا تو اس کو بدلہ دلوائے گا اور ذرے ذرے کا حساب لے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم!مَیں ذرے ذرے کا حساب لوں گا اور اگر کسی نے ذرہ بھر بھی ظلم کیا ہو گا تو مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلواؤں گا۔ اے ابن ہرون!کل بروزِ قیامت اللہ عزوجل تجھے اور تیری ماں کو اکٹھا کریگا اور تیرے بارے میں فیصلہ ہو گا۔ فرشتے تجھے مضبوط زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کی طرف دھکیل دیں گے پھر تُو دنیوی تین دن اور تین رات کے برابر جہنم کی آگ کا مزہ چکھے گا کیونکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:"میں نے اپنے اُوپر یہ بات لازم کرلی ہے کہ میرا جو بندہ بھی ناحق کسی جان کو قتل کریگا یا شراب پئے گا تو میں اسے جہنم کی آگ کا مزہ ضرور چکھاؤں گا اگرچہ وہ کیسا ہی برگزیدہ کیوں نہ ہو۔"اے ابن ہرون!پھر اللہ عزوجل تیری ماں کے دل میں تیرے لئے رحم ڈالے گا اور اس کے دل میں یہ بات ڈال دے گا کہ وہ اللہ عزوجل سے سوال کرے کہ:"اے اللہ عزوجل!تُو میرے بیٹے کو بخش دے۔" پھر اللہ عزوجل تجھے، تیری والدہ کے حوالے کر دے گا، تیری والدہ تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے جنت میں لے جائے گی۔"

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"جب صبح ہوئی تو میں فوراً ابن ہرون کے پاس گیا اور اسے بشارت دی کہ آج رات خواب میں مجھے پیارے آقا صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے مجھے تیرے بارے میں اس طرح بتایا ہے پھر میں نے اسے اپنا پورا خواب سنایا۔ خدا عزوجل کی قسم!میرا خواب سن کر وہ جھوم اُٹھا اور اس کی روح اس طرح آسانی سے اس کے تن سے جدا ہوئی جیسا کہ پتھر کو جب پانی میں ڈالا جائے تو وہ آسانی سے نیچے کی جانب چلا جاتا ہے۔ پھر اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام کیا گیا اور میں نے اس کے جنازہ میں شرکت کی۔" (عیون الحکایات اردو،ج۱،ص۲۱۸)

(12)دروازہ نہ کھل سکا

۵۰ سال کی بوڑھی اماں نے اپنے بوڑھے شوہر کو آواز دی کہ سنتے ہو الماری کا شیشہ نہیں کھل رہا، بوڑھا شوہر آگے بڑھا اور کھولنے کی کوشش کی لیکن کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا، جب جوان بیٹے نے دیکھا تو ذرا سا زور لگایا آسانی

سے دروازہ کھل گیا اور غصے سے بولا لو جی یہ بھی کوئی مشکل کام تھا؟ باپ مسکرایا اور بولا بیٹا یاد ہے جب تو بچہ تھا اور گھر کا دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا تھا تو میں جان بوجھ کر آہستہ آہستہ تیرے دروازہ کھولنے میں اس طرح مدد کرتا تھا کہ تو سمجھے کہ دروازہ تونے خود کھولا ہے، اور یہ سب میں اس لئے کرتا تھا تاکہ تیرے اندر خود اعتمادی آئے۔ اور تیرا دل نہ ٹوٹنے پائے اور تیری ہمت بڑھے۔ باپ کی بات سن کر بیٹے کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے۔

(13) ۲۵ مرتبہ میں چڑیا کہنا سیکھا

ایک دفعہ بوڑھے باپ نے بیٹے سے پوچھا: بیٹا جو تونے گاڑی لیا ہے اس کا نام کیا ہے؟ بیٹا بولا ہونڈا، چند گھنٹوں بعد بوڑھا باپ گاڑی کا نام بھول گیا لہذا اس نے پھر گاڑی کا نام پوچھا، بیٹا حیران ہو کر بولا: ابو! ہونڈا ہے۔ رات کو سونے سے پہلے باپ نے پھر سوال کیا کہ بیٹا تونے اپنی گاڑی کا کیا نام بتایا تھا؟ اب تو جوان بیٹا کنٹرول نہ کر سکا اور غصے میں بولا: آپ کو میں کتنی بار بتاؤں ہونڈا۔ ہونڈا ہونڈا۔ باپ خاموش ہو گیا الماری سے ۳۰ سالہ پرانی نوٹ بک نکالی اور بیٹے سے کہا: ذرا اس کا یہ والا صفحہ تو پڑھنا۔ بیٹے نے مجبوراً اس صفحہ کو پڑھنا شروع کیا جس میں لکھا تھا: آج میری خوشی کا بہت بڑا دن ہے کیونکہ میرے بیٹے نے پہلی دفعہ لفظِ چڑیا بولا اور مجھ سے ۲۵ مرتبہ کہا بابا وہ کون ہے اور میں نے خوشی اور مسرت کے ساتھ ۲۵ مرتبہ جواب دیا بیٹا بولو چڑیا چڑیا چڑیا۔ جوان بیٹا حیرانگی کے ساتھ ایک ایک لفظ پڑھتا جاتا اور آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات کرتا جاتا۔

اس بیٹے نے معلوم ہو جانے کے بعد مان گیا اور ایک ہم ہیں کہ نہیں مانتے اب تو بھائی پتہ چل گیا کہ ہمارے ماں باپ نے ہمارے لئے کیا کیا ہے اب تو ماں باپ کے قدم چوم کر معافی مانگ لو، اب تو اپنی آنکھیں کھولو بھائی؟

مدنی پھول: کروڑوں سلام ہوں اس ماں پر کہ جب کبھی دستر خوان میں کھانا کم پڑنے لگتا تو سب سے پہلے جو یہ کہتا کہ مجھے تو آج بھوک ہی نہیں تھی) وہ ماں ہے۔

مدنی پھول: جب جب بچہ ماں کے پیٹ میں زور سے کہنی یا لات مارتا ہے تو ماں خوشی سے سب کو بتاتی ہے۔ لیکن اولاد کے پاس آج رات کو سونے سے پہلے اس کے پاؤں دبانے کے لئے وقت نہیں ہے۔

مدنی پھول: اے کاش کہ ایسا ممکن ہوتا کہ زندگی آخر سے شروع ہوتی کہ مرتے وقت ماں کی آغوش ملتی اور جان نکلتے ہوئے اس کی میٹھی میٹھی لوری سننے کو ملتی۔

مدنی پھول: وہ ماں باپ جو اپنے بیٹے کو انگلی پکڑا کر چلنا سکھاتے ہیں آج وہ بچے اپنے بوڑھے ماں باپ کی ویل چئر پکڑتے ہوئے شرماتے ہیں۔

مدنی پھول: واقعی کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ایک ماں باپ دس بچوں کو پال لیتے ہیں لیکن دس بچے ایک ماں باپ کو نہیں پال پاتے۔

(14) محمود غزنوی کے تین سوالات

سلطان کا پورا نام یمین الدولہ ابو القاسم محمود ابن سبکتگین تھا جو تاریخ میں محمود غزنوی کے نام سے مشہور ہوئے۔ سلطان کی پیدائش بروز منگل ۲ نومبر ۹۷۱ء کو ہوئی اور انتقال ۳۰ اپریل ۱۰۳۰ء کو ہوا۔ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ ۹۹۷ء سے اپنے انتقال تک سلطنت غزنوی کے حکمران تھے۔ انہوں نے غزنی شہر کو دنیا کے دولت مند ترین شہروں میں تبدیل کر دیا اور اس کی وسیع سلطنت میں موجودہ مکمل افغانستان، ایران اور پاکستان کے کئی حصے اور شمال مغربی بھارت شامل تھا۔ وہ تاریخ اسلامیہ کے پہلے حکمران تھے جنہوں نے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ وہ پہلے مسلمان حکمران تھے جنہوں نے ہندوستان پر ۱۷ حملے کئے اور ہر حملے میں فتح حاصل کی۔ اس عظیم مجاہد کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ہندوستان کے بت کدے لرز اٹھتے تھے۔ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ گھوڑے کی پیٹھ پر سواری کر کے گزارا۔ یہ سلطنت غزنویہ کے سب سے مشہور سلطان تھے۔ سلطنت غزنویہ ۹۷۶ء سے ۱۱۸۶ء تک قائم ایک حکومت تھی جس کا دارالحکومت افغانستان کا شہر غزنی تھا۔

جب سامانی حکومت کمزور ہوگئی اور اس کے صوبہ دار خود مختار ہو گئے تو ان میں ایک صوبہ دار سبکتگین ۳۶۶ھ تا ۳۸۷ھ نے افغانستان کے دارالحکومت کابل کے جنوب میں واقع شہر غزنی میں ۳۶۶ھ میں ایک آزاد حکومت قائم کی جو تاریخ میں دولت غزنویہ اور آل سبکتگین کے نام سے جانی جاتی ہے۔ بعد میں سبکتگین کا خراسان پر بھی قبضہ ہو گیا۔ اسی سبکتگین کے زمانے میں مسلمان پہلی مرتبہ درہ خیبر کے راستے پاکستان میں داخل ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے ذہن میں ہمیشہ تین سوال کھٹکتے رہتے پہلا سوال یہ کہ میں واقعی سبکتگین کا بیٹا ہوں کے نہیں۔ کیونکہ ان کے متعلق مشہور تھا کہ یہ بادشاہ کے سگے بیٹے نہیں بلکہ لے پالک ہیں۔ دوسرا یہ کہ علماء واقعی انبیاء کے وارث ہیں، یہ تو خود بے اختیار قوم ہیں انبیاء کا وارث تو بادشاہ وقت یا کسی بااختیار آدمی کو ہونا

چاہیے تھا۔ تیسرا یہ کہ میں جنت میں جاؤں گا یا نہیں۔ انہی تین سوالات کو ذہن میں لے کر وہ ہمیشہ پریشان رہتے تھے ایک مرتبہ کسی سفر سے واپس آرہے تھے کہ راستے میں ایک طالبِ علم کو دیکھا جو کتاب ہاتھ میں لیے ایک کباب فروش کے دیئے کے پاس کھڑا ہے ہوا چلتی ہے تو یہ طالب علم دیئے کے ذرا قریب ہو جاتا ہے۔ زیادہ آگے بھی نہیں بڑھ سکتا کہیں کباب فروش یہ نہ کہہ دے کہ بھائی لینا نہیں تو پھر کھڑے کیوں ہو؟ سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ منظر دیکھا تو خادم کو حکم دیا کہ مشعل اس طالب علم کو دیا جائے۔ خود اندھیرے میں گھر تشریف لے آئے، اسی رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ایک جملہ ارشاد فرمایا اور سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے تینوں سوالوں کے جواب مل گئے، معلوم ہے جملہ کیا تھا؟ ملاحظہ ہو: اے سبکتگین کے بیٹے تیرے جنت میں جانے کے لئے اتنا کافی ہے کہ تو نے اس انبیاء کے وارث کو چراغ دیا۔

(15) قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی اور عشقِ مصطفیٰ سے کون ناواقف ہو گا؟ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ کتاب "الشفاء شریف" ایسی کتاب ہے جو آپ کو ہمیشہ کے لیئے زندہ کر گئی۔ شفاء شریف جیسی کتاب نہ ان سے پہلے کسی نے لکھی نہ بعد میں کوئی لکھ سکا!

امام عینی، ابن حجر، امام نووی رحمہم اللہ تعالی جیسے امت کے امام، قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ بطور سند دیتے ہیں۔ حدیث پاک کی کتب میں جہاں قال القاضی ہو وہاں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ہی مراد ہوتے ہیں۔ ان کی کتاب شفاء شریف کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت نصیب ہوئی ہے۔ شفاء شریف پڑھنا شفا ہے اس کی قراءت سے طاعون کی بیماری سے نجات ملتی ہے۔ شفاء شریف کی ۳۰ سے زیادہ شروحات لکھی گئی ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں اتنے بڑے امام اور ایسی لاجواب کتاب کے مصنف کے ساتھ لوگوں نے کتنا بڑا ظلم کیا تھا؟

ذرا دل تھام کر پڑھیئے: مراکش میں موحدین نے مرابطین کی حکومت گرا کر اپنی حکومت قائم کی تو موحدین کے بانی محمد بن تومرت نے المرشدہ نامی عقیدہ گھڑ لیا جو کہ معتزلہ جہمیہ اور اشاعرہ کا مرکب تھا، پھر اس نے خود مہدی اور معصوم کہلانا شروع کر دیا، اسی دور میں قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ مراکش کے قاضی تھے، محمد بن تومرت نے سوچا کہ اس

علاقے کے سب سے بڑے عالم قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اگر وہ میرے مہدی ہونے اور معصوم ہونے کا فتویٰ دے دیں تو میری حکومت مضبوط ہو جائے گی اور دوسرے ممالک کے لوگ بھی میرے تابع ہو جائیں گے۔

مگر قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ علمائے ربانیین کے سرخیل تھے آپ نے سرعام ابن تومرت کو کہا کہ میرا فتویٰ تو یہ ہے کہ تو کذاب و دجال ہے نہ مہدی ہے نہ معصوم ہے تو خود گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔بس پھر کیا تھا اسی وقت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کو نیزے مار مار کر شہید کر دیا گیا۔اور اسی پر بس نہ کیا گیا بلکہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے گئے اور پھر ان کو بغیر غسل بغیر کفن دیئے بغیر جنازہ پڑھائے مراکش کے ایک گرجاگھر میں دفن کر دیا گیا تاکہ کسی مسلمان کو اس کی خبر نہ ہو اور نہ آپ کی قبر کا علم ہو۔یہ واقعہ ۵۴۴ ہجری میں ہوا۔

پھر ۷۱۲ ہجری میں تقریباً پونے دو سو سال بعد سنیوں کی سلطنت مرنیہ قائم ہوئی تو قاضی ابواسحاق بن صباغ نے قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کا پتہ کروایا۔

اور وہاں سے صفائی کروا کر پونے دو سو سال بعد نماز جنازہ ادا کی اور بے شمار بار قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور بے شمار بار ختم قرآن کیا گیا۔علماءِ حق کی یہی نشانی ہوتی ہے کہ کسی صورت باطل کی حمایت نہیں کرتے خواہ ان کو کوئی بھی قیمت ادا کرنی پڑے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ قبر پر ختم قرآن امت کے اسلاف کا طریقہ رہا ہے۔اگر آپ عشقِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دل میں بڑھانا چاہتے ہیں تو شفاء شریف کا مطالعہ کریں۔اللہ رب العزت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند کرے اور ان کے صدقے ہماری بخشش کرے۔آمین

(16)حضرت علی المرتضی کے فیصلے

غلام کون ہے؟

ایک قاضی اور جج(Justice)کی زندگی میں بسا اوقات ایسے پیچیدہ مقدمے بھی آجاتے ہیں جن کا حل انتہائی مشکل اور دشوار نظر آتا ہے۔دَراَصل اس طرح کے مقدمات اس بات کا فیصلہ بھی کر دیتے ہیں کہ قاضی کن صلاحیتوں کا حامل ہے اور عقل و دانش کے کس بلند رُتبے پر فائز ہے،آیئے!شیر خدا حضرت سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کے کچھ دل

چسپ اور مشکل فیصلوں کو ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ آپ کے فیصلوں نے کس طرح پریشان حالوں کی پریشانی حل کی، دُکھیاروں کا دکھ دور کیا اور آزمائش میں گھر جانے والوں کو آزمائش سے نکالا۔

یمن کے ایک آدمی نے اپنے لڑکے کو سفر پر بھیجا تو اس کے ساتھ ایک غلام بھی روانہ کیا، راستے میں کسی بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا، کوفہ پہنچ کر غلام نے دعویٰ کر دیا کہ یہ لڑکا میرا غلام ہے اور میں اس کا آقا ہوں، یہ کہہ کر اس نے لڑکے کو بیچنا چاہا، جب یہ مقدمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اپنے خادم سے فرمایا: کمرے کی دیوار میں دو بڑے سوراخ بناؤ اور ان دونوں سے کہو: اپنے اپنے سر ان سوراخوں سے باہر نکالیں، جب دونوں نے اپنے سر سوراخوں سے باہر نکال لئے، تو حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عنہ نے خادم سے فرمایا: رسولُ اللہ صلَّی اللّٰہُ علیہ واٰلہٖ وسَلَّم کی تلوار لے آؤ، خادم تلوار لایا تو آپ نے خادم سے کہا: غلام کا سر کاٹ ڈالو، یہ سنتے ہی غلام نے فوراً اپنا سر پیچھے کر لیا جبکہ لڑکا اسی طرح کھڑا رہا، یوں آپ کی حکمتِ عملی سے معلوم ہو گیا کہ ''غلام کون ہے؟'' (خلفائے راشدین، ص:۱۲۴)

جھوٹے گواہ بھاگ گئے

ایک مرتبہ حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عنہ کے پاس ایک شخص کو چوری کے الزام میں لایا گیا ساتھ گواہی دینے کے لئے دو گواہ بھی موجود تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرے کام کی طرف متوجہ ہو گئے پھر آپ نے جھوٹے گواہوں کے بارے میں فرمایا: جب میرے پاس جھوٹا گواہ آیا ہے تو میں نے اسے سخت سزا دی ہے، (کچھ دیر بعد) آپ نے ان دونوں گواہوں کو طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دونوں جھوٹے گواہ پہلے ہی فرار ہو چکے ہیں لہٰذا آپ نے ملزم کو بری کر دیا۔
(مصنف ابی شیبہ، ۱۴/۵۴۸، رقم:۲۹۴۲۶)

۱۷ اونٹ کیسے تقسیم ہوں گے؟

ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس ۳ آدمی آئے اور کہنے لگے: ہمارے پاس ۱۷ اونٹ ہیں، ایک کا حصہ کل اونٹوں کا آدھا (۱/۲) ہے دوسرے کا حصہ تہائی (۱/۳) ہے اور تیسرے آدمی کا حصہ سب اونٹوں میں نواں (۱/۹) ہے، آپ ہمارے درمیان اونٹ تقسیم کیجئے مگر شرط یہ ہے کہ انہیں کاٹنا نہ پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیتُ المال سے ایک اونٹ منگوایا، اب ۱۸ اونٹ ہو گئے پہلا شخص جس کا حصہ تمام اونٹوں میں آدھا تھا اسے ۱۸ کے آدھے یعنی ۹ اونٹ دے دیئے، دوسرا شخص جس کا حصہ تہائی تھا اسے ۱۸ کا تہائی یعنی ۶ اونٹ دے دیئے، پھر تیسرا

شخص جس کا حصہ کل اونٹوں میں نواں تھا اسے کل اونٹوں کا نواں حصہ یعنی ۱۸ میں سے ۲ اونٹ دے دیئے اس طرح آپ رضیَ اللّٰہُ عنہ نے حسن تدبیر سے ایک مشکل مسئلے کا فیصلہ کر دیا اور ۹، ۶، اور ۲ اونٹ ملا کر کل ۱۷ اونٹ ان تینوں میں تقسیم بھی کر دیئے اور کسی اونٹ کو کاٹنا بھی نہ پڑا، ایک اونٹ جو باقی بچا اسے بیتُ المال میں واپس پہنچا دیا گیا۔

(خلفائے راشدین، ص:۱۲۶ ملخصًا)

مرحوم کی وصیت

ایک شخص نے مرتے وقت اپنے دوست کو ۱۰ ہزار دیئے اور وصیت کی: جب تم میرے لڑکے سے ملاقات کرو تو اس میں سے جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا، اتفاق سے کچھ روز بعد اس کا لڑکا وطن واپس آگیا، اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے پوچھا: بتاؤ! تم مرحوم کے لڑکے کو کتنا دوگے؟ اس نے کہا: ایک ہزار، آپ نے فرمایا: اب تم اس کو ۹ ہزار دو، اس لئے کہ جو تم نے چاہا وہ ۹ ہزار ہیں اور مرحوم نے یہی وصیت کی تھی کہ جو تم چاہو وہ اس کو دے دینا۔ (خلفائے راشدین، ص:۱۲۵)

(17)لالچ بری بلا ہے!

ایک گاؤں میں ایک اجنبی شخص آیا اور اس نے اعلان کروایا کہ وہ گاؤں والوں سے ایک بندر دس روپے میں خریدے گا۔ اس گاؤں کے ارد گرد بہت زیادہ بندر تھے، دیہاتی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے بندر پکڑنا شروع کر دیئے، اس آدمی نے ایک ہزار بندر دس، دس روپے کے بدلے میں خریدے۔ اب گاؤں میں بندروں کی تعداد کافی کم ہو چکی تھی۔ چند ایک بندر باقی تھے جنہیں پکڑنا دشوار ہو گیا تھا، اس وقت تاجر نے اعلان کیا کہ اب وہ بندر بیس روپے میں خریدے گا۔ اس سے دیہاتیوں میں نیا جذبہ پیدا ہو گیا اور ایک دفعہ پھر انہوں نے پوری طاقت سے بندر پکڑنا شروع کئے چند دن بعد بندر اکا دکا ہی نظر آتے اور اس نئے آئے ہوئے تاجر کے ایک بڑے پنجرے میں تقریباً 1300 بندر جمع ہو چکے تھے۔ جب تاجر نے بندروں کی خریداری میں سستی دیکھی تو اس نے فی بندر پچیس روپے مقرر کیے اور اگلے دن قیمت پچاس روپے کر دی۔ اس قیمت میں اس نے صرف نو بندر خریدے۔ اب جو بندر بھی نگاہ انسان کی زد میں آتا، داخل زندان کر دیا جاتا۔ اس کے بعد وہ کام کے سلسلے میں کسی دوسرے شہر چلا گیا اور اس کا اسسٹنٹ کام سنبھالنے لگا: اس کی غیر موجودگی میں اس کے اسسٹنٹ نے دیہاتیوں کو جمع کر کے کہا: اس بڑے پنجرے میں تقریباً 1450 بندر

ہیں جو استاد نے جمع کیے ہیں میں ایسا کرتا ہوں کہ تم سب کو سارے بندر ۳۵ روپے فی بندر کے حساب سے بیچ دیتا ہوں: جب استاد آئے تو تم اسے پچاس روپے میں بیچ دینا! دیہاتی بہت خوش ہوئے اور انہوں نے ساری جمع پونجی خرچ کر کے بندر خرید لیے لیکن اگلے دن کچھ ایسا ہوا کہ: انہوں نے نہ کہیں تاجر کو دیکھا نہ ہی اس کے اسسٹنٹ کو، بس ہر جگہ بندر ہی بندر تھے۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ: جب تک لالچی موجود ہیں ٹھگ کبھی نہیں مرتے! انسان کی لالچ کا پیالہ کبھی نہیں بھرتا کیونکہ اس میں ناشکری کے سوراخ موجود ہوتے ہیں جو اس کو کبھی بھرنے نہیں دیتے۔۔۔!

(18)انوکھی صدا

کہا جاتا ہے کہ ایک شخص عرب ملک کا رہنے والا تھا۔ اس کا کوئی خاص مقصد حیات نہ تھا صرف دنیا ہی دنیا تھی اللہ کے ساتھ تعلق بھی کم ہی تھا۔ کتنی مدت سے مسجد جانا گوارا نہیں ہوا، نہ ہی اللہ کے سامنے سجدہ کیا۔ وہ برے دوستوں کے ہمراہ شام سے صبح تک لہو و لعب اور بے کار کاموں میں مشغول رہتا اور بیوی کو گھر میں اکیلے چھوڑے رکھتا جو اس تنہائی سے خاصی تنگی اور پریشانی محسوس کرتی نیک اور وفادار بیوی نے اپنے شوہر کو سمجھانے بجھانے اور صحیح راستے کی طرف لانے کی بہت کوششیں کیں مگر بے فائدہ ثابت ہوئیں۔

ایک مرتبہ وہ لہولعب کے کاموں میں شب بیداری کرنے کے بعد ۳ بجے گھر واپس آیا دیکھا اس کی بیوی اور چھوٹی بچی دونوں گہری نیند میں سو رہے ہیں۔ نیند اس سے کوسوں دور تھی وہ انہیں بستر پر ہی چھوڑ کر دوسرے کمرے میں گیا اور فلموں اور بے حیائی کے کاموں میں مصروف ہو گیا۔ اچانک اس کا دروازہ کھلا اور پانچ سالہ بیٹی باپ کے سامنے تھی بیٹی نے باپ کی طرف انتہائی تعجب کے ساتھ حقارت آمیز نظروں سے دیکھا اور بولی: اے ابا جان! آپ کے لیے یہ نہایت معیوب بات ہے آپ کو اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ یہ جملہ بچی نے تین بار دہرایا پھر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔

بچی کی بات باپ پر بجلی بن گری اور وہ سخت شرمندہ اور پشیمان ہو کر اٹھا اور فلموں کو بند کیا اور خود ہکا بکا ہو کر بیٹھ گیا۔ بچی کا جملہ اس کے دماغ میں گردش کر رہا تھا۔ پھر وہ کمرے سے نکلا بچی بستر پر جا چکی تھی۔ وہ حواس باختہ ہو گیا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس وقت اس کو کون سی آفت نے آگھیرا ہے ساتھ ہی قریبی مسجد میں سے نکلنے والی اذان کی آواز اس کے کانوں میں ٹکرائی جو ڈراؤنی رات کے سکوت کو توڑ رہی تھی۔ وہ جلدی سے اٹھا اور غیر ارادی طور پر وضو کیا اور مسجد جا پہنچا۔ اسے نماز پڑھنے کی خواہش نہ تھی بلکہ وہ اپنی بے چینی سے نمٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ابھی سجدے میں

پہنچ کر پیشانی زمین پر رکھی ہی تھی کہ بلا سبب اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک سیلاب امنڈ آیا اور وہ سسکیاں لے کر رونے لگا۔ کئی سالوں بعد پہلی دفعہ اس کا ماتھا اپنے اللہ رب العالمین کے آگے جھکا تھا۔ اس آہ وزاری نے اس کو احساس دلایا کہ اب اس کے ایمان کی تازگی کا وقت آگیا ہے۔ اس نے اپنے دل و دماغ سے تمام فسق و فجور سے متعلق باتوں کو باہر نکالا اور اللہ سے سچے دل سے توبہ کی۔۔۔ اب اس کی زندگی کی کایہ پلٹ چکی تھی!!!!!

فجر کی نماز ختم ہوگئی وہ تھوڑی دیر مسجد میں بیٹھا رہا پھر اپنے گھر کو واپس ہوا، کچھ سوئے بغیر پوری تیاری کے ساتھ ڈیوٹی پر چلا گیا۔ جب آفس پہنچا اس کا منیجر تعجب سے دیکھنے لگا اور اتنے جلدی آنے کی وجہ پوچھی اس نے گزشتہ رات کا سارا واقعہ بتایا۔

منیجر نے کہا:-'تم اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرو کہ اللہ نے تمہیں ایسی بچی سے نوازا جس نے تمہیں ملک الموت کے آنے سے پہلے پہلے غفلت کی نیند سے بیدار کر دیا۔ ڈیوٹی ختم کرنے کے بعد وہ جلدی جلدی گھر کو روانہ ہوا تاکہ اپنی بیٹی سے مل سکے جو اس کی ہدایت کا سبب بنی۔ وہ گھر داخل ہوا تو اس کی بیوی نے زار و قطار آنسو بہاتے ہوئے اس کا استقبال کیا اس نے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ بیوی نے چیختے ہوئے جواب دیا تمہاری بیٹی حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے وفات پا گئی ہے۔ اس خبر کے صدمے نے باپ کے اوسان خطا کر دیئے۔۔۔۔ وہ خود پر قابو نہ پاسکا اور چیخ چیخ کر رونے لگا تھوڑی دیر بعد جب قدرے اطمینان ہوا اس کو سمجھ میں بات آئی کہ جو کچھ بھی ہوا ہے اللہ تعالی کی طرف سے آزمائش ہے۔ اللہ تعالی اس کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ اس نے دوست کو فون کر کے بلایا بچی کو غسل دیا گیا عزیز و اقارب جنازہ پڑھ کر دفن کرنے گئے تو اس نے اپنے ہاتھوں سے بچی کو قبر میں اتارا اور اس کی آنکھیں اشکبار تھیں وہ بولا:"میں اپنی بیٹی کو نہیں بلکہ روشنی کو دفن کر رہا ہوں جس نے میری زندگی کی اندھیری رات کو روشنی میں بدل دیا۔۔۔ میں اس روشنی کو دفن کر رہا ہوں جس کی شعاعوں نے میری زندگی کی کایا پلٹ دی اور جو مجھے فسق و فجور کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و عمل کی دنیا میں لے آئی۔

(19) کتابیں بیچنے کا دکھ

فقہ حنبلی کے پیشوا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عزیز حضرت ابراہیم بن اسحاق حربی (تاریخ وفات ۲۸۵ھ) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اس قدر تنگ دستی کا شکار ہو گیا کہ میرے لئے بال بچوں کے

کھانے کا اہتمام کرنا بھی مشکل ہو گیا۔ ایک دن میری زوجہ کہنے لگیں کہ ٹھیک ہے! میں اور آپ بھوک برداشت کرلیں گے، مگر چھوٹے بچوں کا کیا کریں؟ لہذا ایسا کریں کہ یہ جو آپ نے اتنی کثیر کتابیں جمع کر رکھی ہیں، ان میں سے کچھ بیچ دیں یا پھر کسی کے پاس رہن رکھوا کر ہی کچھ ادھار لے لیں۔ فرماتے ہیں: کتابوں کو بیچنے یا رہن رکھوانے کی بات سن کر میرا کلیجہ منہ کو آگیا، چونکہ اور کوئی چارہ باقی نہ تھا، لہذا میں نے اس مجبوری کے عالم میں اپنی بیوی کی بات تو مان لی مگر اس سے کہا: مجھے کم از کم آج کی رات مزید ان کتابوں کو جی بھر کر دیکھ لینے دو۔ وہ مجھے رضامند پا کر چلی گئی اور میں اپنے گھر کے اس کمرے میں آگیا، جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا اور جہاں بیٹھ کر میں مطالعہ کرتا اور کتابیں لکھا کرتا تھا۔ کتابوں سے جدائی کا تصور گویا آپ کی جان گھلائے جا رہا تھا، آپ اسی بے چینی کے عالم میں کبھی ایک کتاب کو دیکھتے تو کبھی دوسری کو، کہ کس کتاب کو بیچوں اور کس کو نہ بیچوں، گویا ان کتابوں میں آپ کی جان ہو۔

بہر حال فرماتے ہیں کہ میں اپنی کتابوں کے ساتھ مصروف تھا کہ رات گئے اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، میں نے پوچھا: کون ہے؟ تو جواب ملا: آپ کا پڑوسی ہوں۔ میں نے اندر آنے کو کہا، تو آواز آئی: پہلے چراغ بجھا دیں۔ چراغ بجھا تو ایک شخص نے اندر آکر ایک بڑا سا تھیلا رکھا اور کہنے لگا: میں نے اپنے بچوں کے لئے کھانا تیار کیا تھا، لہذا چاہا کہ آپ اور آپ کے بچے بھی اس میں سے کچھ لے لیں۔ اتنا کہنے کے بعد اس نے اس بڑے تھیلے کے ساتھ کچھ اور رکھا اور کہا کہ اس سے اپنی دیگر ضروریات پوری فرمالیجئے گا۔ اس کے بعد وہ جیسے آیا تھا، چلا گیا اور میں دیکھتا ہی رہ گیا کہ وہ کون تھا۔

بہر حال میں نے بچوں کی امی کو بلایا اور چراغ جلانے کا کہا، کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بڑا تھیلا گویا کہ ایک بڑا ہی قیمتی رومال تھا جس میں پچاس قسم کے کھانے پیک تھے اور ساتھ پڑی تھیلی میں بھی ایک ہزار دینار تھے۔

آپ نے اسے اللہ پاک کی غیبی مدد جانا اور اپنے رب کا شکر ادا کیا کہ جس نے انہیں ان کی کتابیں بیچنے کی تکلیف سے بچا لیا۔ اس کے بعد سوئے ہوئے بچوں کو اٹھا کر کھانا کھلایا گیا اور دوسرے دن آپ نے ان دیناروں سے اپنا سارا قرض بھی ادا کر دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ وقت ہمارے شہر میں خراسان سے آنے والے حاجیوں کا تھا، چنانچہ اگلے دن میں اپنے گھر کے دروازے پر ہی (ان لوگوں سے ملاقات کے لئے) بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی خراسانی چاندی سے لدے ہوئے ۲

اونٹ لے کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ایک خراسانی شخص نے آپ کے لئے یہ تحفہ بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ تو اس نے بتایا: اس آدمی نے مجھ سے قسم لی ہے کہ میں اس کے بارے میں نہ بتاؤں۔ (تاریخ بغداد، ج۲، ص۴۲۷)

(20) تین قبروں کی حکایت

حضرتِ سیّدُنا عبید اللہ بن صَدَقَہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں: "ایک دفعہ میں اَنْطابُلُس میں تھا وہاں میں نے تین قبریں دیکھیں جو کافی اونچی جگہ پر بنی ہوئی تھیں۔ قریب گیا تو ایک قبر پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

وَکَیْفَ یَلُذُّ الْعَیْشَ مَنْ هُوَ عَالِمٌ
بِاَنَّ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَا بُدَّ سَائِلُهُ
فَیَاْخُذُ مِنْهُ ظُلْمَهُ وَ یَجْزِیْهِ
بِالْخَیْرِ الَّذِیْ هُوَ فَاعِلُهُ

ترجمہ: وہ زندگی کا مزا کیسے پا سکتا ہے جو جانتا ہے کہ خالقِ کائنات اس سے پوچھ گچھ کرنے والا اور اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے۔

دوسری قبر پر یہ اشعار درج تھے:

وَکَیْفَ یَلُذُّ الْعَیْشَ مَنْ کَانَ مُوْقِنًا
بِاَنَّ الْمَنَایَا بَغْتَةً سَتُعَاجِلُهُ
فَتَسْلُبُهُ مُلْکًا عَظِیْمًا وَ نَخْوَةً
وَتُسْکِنُهُ الْبَیْتَ الَّذِیْ هُوَ آهِلُهُ

ترجمہ: وہ شخص زندگی کا مزا کیسے پا سکتا ہے جسے پختہ یقین ہو کہ موت اس کو جلد ہی آدبوچے گی، اس کی سلطنت و تکبر چھین لے گی اور اس کو اندھیری کوٹھڑی میں ڈال دے گی۔

تیسری پر یہ اشعار درج تھے:

وَكَيْفَ　يَلُذُّ　الْعَيْشَ　مَنْ　كَانَ　صَائِرًا

اِلٰى　جَدَثٍ　تُبْلِي　الشَّبَابَ　مَنَاهِلُهُ

وَيَذْهَبُ　رَسْمُ　الْوَجْهِ　مِنْ　بَعْدِ　صَوْتِهٖ

سَرِيْعًا　وَّ　يُبْلِيْ　جِسْمَهُ　وَ　مُفَاصِلَهُ

ترجمہ:وہ شخص زندگی کا مزا کیسے پاسکتا ہے جو ایسی قبر کا مکین بننے والا ہو جو اس کے حسن وشباب کو خاک میں ملادے گی،اس کے چہرے کی چمک دمک ختم کردے گی اوراس کا جوڑ جوڑ علیحدہ کردے گی۔

یہ قبریں دیکھ کر میں بستی کی طرف آیا تو ایک ضعیف العمر شخص سے ملاقات ہوئی۔میں نے اسے کہا:"مَیں نے تمہاری بستی میں ایک عجیب بات دیکھی ہے۔"اس نے پوچھا:"کون سی بات؟"میں نے اسے قبروں کا معاملہ بتایا تو اس نے کہا:"ان کا واقعہ انتہائی عجیب وغریب ہے۔"میں نے کہا:"اگر واقعی ایسی بات ہے تو مجھے بتاؤ کہ یہ تین قبریں کن کی ہیں اوران پر یہ اشعار لکھنے کی کیا وجہ ہے؟"یہ سن کر بوڑھے نے کہا:"اس علاقے میں تین بھائی رہتے تھے، ایک بھائی کو بادشاہ نے شہروں اور فوجی لشکروں پر امیر مقرر کر رکھا تھااور وہ بڑا ظالم وسفّاک تھا۔دوسرا نیک دل تاجر تھا، جب بھی کوئی پریشان حال غریب اس سے مدد طلب کرتا تو وہ اس کی مدد کرتا۔جبکہ تیسرا بھائی عابد وزاہد تھا اس نے دنیوی مشاغل چھوڑ کر عبادت وریاضت اختیار کرلی تھی۔جب عابد کی وفات کا وقت قریب آیا تو دونوں بھائیوں نے کہا:"پیارے بھائی!آپ ہمیں کوئی وصیت کیوں نہیں کرتے؟"عابد نے کہا:"خدا کی قسم!میرے پاس نہ تو مال ہے،نہ ہی میرا کسی پر قرض ہے،نہ ہی کوئی دنیوی مال چھوڑ کر جارہاہوں جس کے ضائع ہونے کا مجھے اندیشہ ہو،اب تم ہی بتاؤ کہ میں کس چیز کی وصیت کروں؟"

یہ سن کر اس کے حاکم بھائی نے کہا:"اے میرے بھائی!میرا مال آپ کے سامنے موجود ہے،آپ جو بھی حکم فرمائیں گے میں اسے پورا کروں گا۔"پھر اس کے تاجر بھائی نے کہا:"اے میرے بھائی!آپ میری تجارت اورمالِ تجارت سے خوب واقف ہیں،میرے پاس مال کی فراوانی ہے،اگر کوئی ایسا عمل رہ گیا ہو جو صرف مال ودولت خرچ

کرکے ہی پورا کیا جاسکتا ہے اور آپ وہ نیک عمل نہیں پاتے تو میرا تمام مال آپ کی خدمت میں حاضر ہے، آپ جو حکم فرمائیں گے میں پورا کروں گا۔"

عابد نے کہا:"اے میرے بھائیو!مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں ۔ہاں! میں تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں، اگر ہو سکے تو اسے پورا کر دینا، اس میں کوتاہی نہ کرنا۔"دونوں نے کہا:"آپ جو چاہیں عہد لیں ہم آپ کی ہر خواہش پوری کریں گے۔"عابد نے کہا:"جب میں مر جاؤں تو غسل وکفن کے بعد مجھے کسی اونچی جگہ دفنانا اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا:

وَکَیْفَ یَلَذُّ الْعَیْشَ مَنْ هُوَ عَالِمٌ
بِاَنَّ اِلٰهَ الْخَلْقِ لَا بُدَّ سَائِلُهُ
فَیَاْخُذُ مِنْهُ ظُلْمَهُ وَ یَجْزِیْهِ
بِالْخَیْرِ الَّذِیْ هُوَ فَاعِلُهُ

یہ اشعار لکھ کر تم دونوں میری قبر کی زیارت کے لئے روزانہ آتے رہنا،شاید!تمہیں نصیحت حاصل ہو۔"جب عابد کا انتقال ہو گیا تو حسبِ وصیت اس کی قبر پر مندرجہ بالا اشعار لکھ دیئے گئے۔اس کا حاکم بھائی اپنے لشکر کے ساتھ دو دن تک اس کی قبر پر آیا اور اشعار پڑھ کر روتا رہا۔ تیسرے دن بھی کافی دیر تک روتا رہا،جب واپس جانے لگا تو اس نے قبر کے اندر سے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنی، قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جاتا۔خوف کے مارے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا اور گھر پہنچ کر دَم لیا۔وہ بہت زیادہ غمگین وخوف زدہ تھا۔رات کو خواب میں اپنے بھائی کو دیکھ کر پوچھا:"اے میرے بھائی!تمہاری قبر سے جو آواز میں نے سنی وہ کس چیز کی تھی"؟کہا:"یہ جہنمی ہتھوڑے کی آواز تھی جو میری قبر میں مارا گیا اور مجھ سے کہا گیا:"تونے ایک مظلوم کو دیکھا اور باوجودِ قدرت اس کی مدد نہ کی،یہ اس کی سزا ہے۔"یہ خواب دیکھ کر اس نے وہ رات بڑی بے چینی میں گزاری۔ صبح اپنے تاجر بھائی اور دوسرے عزیزوں کو بلا کر کہا:"اے میرے بھائی!ہمارے عابد بھائی نے اپنی قبر پر عبرت آموز اشعار لکھوا کر ہمیں بہت اچھی نصیحت کی، میں تم سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اب میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا۔"پھر اس نے اَمارت وحکومت چھوڑی اور پہاڑوں اور جنگلوں

میں جاکر عبادت وریاضت میں مشغول ہوگیا۔جب خلیفہ عبد الملِک بن مَرْوان کو اطلاع ملی تو اس نے کہا:"اسے اس کی حالت پر چھوڑدو۔"

جب اس کی موت کاوقت قریب آیاتو چند چرواہوں کے ذریعے اس نے اپنے تاجر بھائی کو بلوا بھیجا۔ اس نے آکر کہا:"اے میرے بھائی! آپ مجھے کوئی وصیت کیوں نہیں کرتے۔"اس نے کہا:"میرے پاس مال و دولت نہیں جس کی وصیت کروں، بس میں تو تم سے ایک عہد لیناچاہتاہوں۔ سنو!جب میں مر جاؤں تومجھے میرے عابد بھائی کے پہلو میں دفنا کر میری قبرپر یہ اشعار لکھ دینا:

وَكَيْفَ يَلَذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ مُوْقِنًا
بِاَنَّ الْمَنَايَا بَغْتَةً سَتُعَاجِلُهُ
فَتَسْلُبُهُ مُلْكًا عَظِيْمًا وَ نَخْوَةً
وَتُسْكِنُهُ الْبَيْتَ الَّذِىْ هُوَ آهِلُهُ

یہ اشعار لکھنے کے بعد مسلسل تین دن تک میری قبر پر آنااور میرے لئے دعا کرناشاید اللہ مجھ پررحم فرمائے اور مجھے بخش دے۔"یہ کہہ کر اس کاانتقال ہوگیا۔ تاجر حسبِ وصیت مسلسل دودن تک آیا۔جب تیسرے دن آیاتواس کی قبر کے پاس بیٹھ کر دعاکرتارہااور مسلسل روتارہا۔جب واپس جانے کاارادہ کیاتواس نے قبرمیں دیوار کے گرنے کی آواز سنی۔ آوازاتنی خطرناک تھی کہ عقل ضائع ہونے کاخطرہ تھا۔وہ خوف زدہ اور غمگین ہوکر گھر آگیا۔جب سویاتوخواب میں اپنے بھائی کو دیکھ کر پوچھا:"اے میرے بھائی! آپ ہمارے گھر کیوں نہیں آتے؟"اس نے کہا:"ہم ایسے مقامات پرہیں کہ کہیں جانے کوجی نہیں چاہتا۔"تاجر نے کہا:"بھائی آپ کاکیاحال ہے؟"کہا:"توبہ کی برکت سے ہر خیر وبھلائی نصیب ہوئی ہے ۔"میں نے کہا:"میرے عابد بھائی کا کیا حال ہے؟" کہا: "وہ ابراروں (یعنی نیک لوگوں) کے ساتھ ہے۔"پوچھا:"آپ کی طرف سے ہمیں کیانصیحت وحکم ہے؟"کہا:"جوکوئی دنیامیں رہ کر آخرت کے لئے کچھ بھیجے گااسے وہاں ضرورپائے گا۔ پس تُواپنے لئے آخرت کاذخیرہ اکٹھاکر اور موت سے پہلے کچھ اعمالِ صالحہ جمع کرلے۔"

تاجر نے صبح ہوتے ہی دنیا کو خیر آباد کہہ کر تمام مال تقسیم کر دیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے کمر بستہ ہو گیا۔اس کا ایک بیٹا تھا جو انتہائی حسین و جمیل اور سمجھ دار تھا۔اب اس نے تجارت شروع کر دی اور خوب مال دار ہو گیا۔جب اس کے باپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے باپ سے کہا:"ابا جان!کیا وجہ ہے کہ آپ مجھے کوئی وصیت نہیں کر رہے ؟""اس نے کہا:"میرے بیٹے!خدا کی قسم!تیرے باپ کے پاس مال نہیں ہے جس کے متعلق تجھے وصیت کرے۔ہاں!میں تجھ سے ایک عہد لیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اپنے دونوں چچاؤں کے ساتھ دفنانا اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا:

وَكَيْفَ يَلَذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ صَائِرًا
اِلٰی جَدَثٍ تُبْلِی الشَّبَابَ مَنَاهِلُهُ
وَيَذْهَبُ رَسْمُ الْوَجْهِ مِنْ بَعْدِ صَوْتِهٖ
سَرِيْعًا وَّيُبْلِيْ جِسْمَهُ وَ مُفَاصِلَهُ

اور جب تو تدفین سے فارغ ہو جائے تو کم از کم تین دن تک میری قبر پر آنا اور میرے لئے دعا کرنا۔"بیٹے نے حسبِ وصیت باپ کو دونوں چچاؤں کے ساتھ دفن کیا اور روزانہ زیارت کے لئے آنے لگا۔تیسرے دن قبر سے ایک خطرناک آواز سنی تو خوف زدہ و غمگین ہو کر گھر لوٹ آیا۔جب سویا تو خواب میں اس کا والد کہہ رہا تھا:"اے میرے بیٹے!تم ہمارے پاس بہت کم وقت کے لئے آئے۔سنو!موت بہت قریب ہے اور آخرت کا سفر بہت کٹھن ہے،جلدی سے سفر آخرت کی تیاری کر لو اور زادِ راہ تیار کر لو۔بس آخرت کی منزل کی طرف تمہارا کوچ ہونے والا ہے۔جلد ہی تم اس فانی دنیا کو چھوڑنے والے ہو،اس دھوکے باز دنیا سے اس طرح دھوکہ نہ کھانا جیسے تجھ سے پہلے لوگ بڑی بڑی اُمیدیں دل میں لئے یہاں سے چل بسے۔انہوں نے حشر کے معاملے کو معمولی جانا تو موت کے وقت شدید نادم ہوئے اور گزری ہوئی زندگی پر انہیں بہت افسوس ہوا۔جب موت منہ کو آجائے تو اس وقت کی ندامت کوئی فائدہ نہیں دیتی اور اس وقت کا افسوس قیامت کے نقصان سے ہر گز نہ بچائے گا۔اے میرے بیٹے!جلدی کر،جلدی کر،جلدی کر!(موت کی تیاری کر لے)۔

راوی کہتے ہیں:"جو بوڑھا مجھے یہ واقعہ بیان کر رہا تھا اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: اس نوجوان نے ہمیں اپنا خواب سنایا اور کہا: "معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا میرے والد نے بیان کیا، میرا غالب گمان ہے کہ موت نے مجھ پر اپنے پَر پھیلانا شروع کر دیئے ہیں۔ '' پھر اس نے اپنا قرض ادا کیا، کاروباری شریکوں سے معاملہ صاف کیا، اپنے دوستوں اوراہلِ قرابت سے معافی مانگی، انہیں سلامتی کی دعا دی، ان سے اپنی سلامتی کی دعا کا وعدہ لیا، پھر سب کو یوں "اَلْوَدَاع" کہنے لگا جیسے کسی بہت بڑے حادثے سے دوچار ہونے والا ہو۔ پھر کہا: "میرے والد نے مجھ سے تین مرتبہ کہا تھا: "جلدی کر، جلدی کر، جلدی کر۔" اگر اس سے مراد تین گھنٹے تھے تو وہ گزر گئے، اگر تین دن مراد ہیں تو میں تین دن بعد ہر گز تمہارے پاس نہ رہ سکوں گا، اگر تین مہینے مراد ہیں تو وہ بہت جلد گزر جائیں گے، اگر تین سال مراد ہیں تو اگرچہ یہ ایک بڑی مدت لگتی ہے لیکن یہ بھی جلد گزر جائے گی، خواہ مجھے پسند ہو یا نہ ہو موت بالآخر ضرور آ کر رہے گی۔ وہ نوجوان یہ کہتا جاتا اور اپنا مال و دولت تقسیم کرتا جاتا۔ جب تین دن مکمل ہوئے تو اس نے اپنے اہلِ خانہ کو اور انہوں نے اسے الوداع کہا۔ پھر قبلہ رُخ لیٹ کر آنکھیں بند کیں، کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کی روح دارِ فانی سے دارِ عقبیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ اس کی موت کی خبر سن کر کچھ ہی دیر میں مختلف علاقوں سے لوگ جمع ہو گئے۔ اور آج تک لوگوں کا یہ معمول ہے کہ وہ مختلف شہروں اور علاقوں سے آ آ کر اس کی قبر کی زیارت کرتے اور اسے سلام کرتے ہیں۔"

(عیون الحکایات، ج۲، ص۳۵۷)

(21) کتابیں بیچنے سے بہتر عہدہ قضا

شیخ الحدیث حضرت فتح الدین بن سید الناس رحمۃ اللہ علیہ نے جب عہدہ قضا قبول فرمایا تو ان کے بیٹے نے عرض کی: یاسیدی! آپ تو اس عہدہ قضا کے ہمیشہ خلاف رہے ہیں اور اب اس عمر میں آپ نے خود یہ عہدہ قبول فرمالیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اے میرے بیٹے! مجھ پر کئی وجوہ سے یہ عہدہ قبول کرنا لازم ہو چکا تھا، مثلاً سب سے پہلی بات تو یہ کہ میرے پاس اس قدر مال و دولت نہ تھا کہ اپنے بال بچوں کی کفالت کر پاتا میرے پاس کتابوں کا کثیر ذخیرہ تھا جسے اپنی مفلسی کی بنا پر بیچنے کی نوبت آگئی تھی اور وہ بھی اس قدر ارزاں قیمت پر کہ میں ۱۰۰ درہم والی کتاب ۵۰ درہم میں بیچنے پر مجبور ہو گیا تھا اس وقت مجھ سے زیادہ اس عہدے کے لائق بھی کوئی نہ تھا۔ لہذا مجبوری میں مجھے یہ عہدہ قبول کرنا پڑا۔ (عقد الجمان فی تاریخ اہل الزمان، ۳/۳۲۰)

دو کلو سے زائد سونے کے بدلے کتاب

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کے بارے میں لکھا کہ جب بھی کوئی عالم دین انتقال کر جاتے تو وہ ان کی ساری کتابیں خرید لیتے، یہی وجہ ہے کہ ان کے پاس کثیر علما کی کتابوں کے اصل نسخے بھی موجود تھے۔(الذیل علی طبقات حنابلہ لابن رجب،۲۵۱/ ۲)

جبکہ سبط ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے انہی کے متعلق نقل فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنا گھر بیچ کر ۵۰۰ دینار میں ایک کتاب خریدی۔(مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان،ج۲۱،ص۱۷۸)

تین ہزار درہم کی کتاب

الوافی بالوفیات نامی کتاب کے مصنف اور مشہور مؤرخ حضرت صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قوت القلوب کا ایک قدیم نسخہ ۳ ہزار درہم میں خریدنے کی کوشش کی۔(قوت القلوب مترجم،ج۱،ص۶۳)

حفظِ حدیث میں انہماک

حضرتِ سیِّدُنا امام لیث بن سعد عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَحَد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرتِ سیِّدُنا امام ابنِ شہاب زُہری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے سامنے طشت رکھا گیا۔ آپ ایک حدیث کو یاد کرنے میں مشغول ہوگئے اور آپ نے ہاتھ طشت میں رکھ دیا فجر طلوع ہوگئی لیکن آپ کا ہاتھ طشت میں ہی تھا۔ جب آپ کو وہ پوری حدیث یاد آئی تو آپ نے اس کی تصحیح فرمائی۔(اللہ والوں کی باتیں،ج۳ص۵۰۹)

(22) زمین سے دینار نکل آئے

حضرت سیِّدُنا ابو بکر بن فضل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے ایک رومی اُلنسل دوست سے اسلام لانے کا سبب پوچھا تو اس نے بیان کرنے سے انکار کر دیا۔ جب میں نے اصرار کیا تو اس نے بتایا کہ ہمارے ملک پر مسلمانوں کا لشکر حملہ آور ہوا، انہوں نے چند سال تک ہمارا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر کار ہم نے باہر نکل کر ان سے جنگ کی، ہمارے کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ اُن کے۔ ہم نے ان کی ایک جماعت کو قتل کر دیا اور ایک کو قیدی بنالیا۔ اور میں نے اکیلے دس مسلمانوں کو گھر میں قید کر لیا۔ روم میں میرا بہت بڑا گھر تھا لہٰذا میں نے ان سب کو اپنے خادمین کے سپرد

کر دیا۔ انہوں نے ان کو بیڑیوں میں باندھ کر خچروں پر سامان لادنے کے کام پر لگا دیا۔ ایک دن میں نے ان قیدیوں پر مقرر ایک خادم کو دیکھا کہ اس نے ایک قیدی سے کچھ لیا اور اس کو نماز پڑھنے کے لئے چھوڑ دیا، میں نے اس خادم کو پکڑ کر مارا اور پوچھا: "بتاؤ! تم اِس قیدی سے کیا لیتے ہو؟" تو اس نے بتایا: "یہ ہر نماز کے وقت مجھے ایک دینار دیتا ہے اور میں اسے نماز پڑھنے کے لئے چھوڑ دیتا ہوں۔" میں نے اس سے پوچھا: "کیا اس کے پاس دینار ہیں؟ تو اس خادم نے بتایا: "نہیں، مگر جب یہ نماز سے فارغ ہوتا ہے تو اپنا ہاتھ زمین پر مارتا ہے اور اس سے ایک دینار نکال کر مجھے دے دیتا ہے۔" مجھے شوق ہوا کہ میں اس کی حقیقت جانوں۔ لہٰذا جب دوسرا دن ہوا تو میں اس نگران کے کپڑے پہن کر اس کی جگہ کھڑا ہو گیا اور اسے کہا: "تم جاؤ! آج اس کی نگرانی میں خود کروں گا تا کہ اس بات کی حقیقت جانوں جو تم نے مجھے بتائی ہے۔" جب ظہر کا وقت ہوا تو اس نے مجھے اشارہ کیا کہ مجھے نماز پڑھنے دے تو میں تجھے ایک دینار دوں گا۔" میں نے کہا: "میں دو دینار سے کم نہیں لوں گا۔" اس نے کہا: "ٹھیک ہے۔" میں نے اسے چھوڑ دیا، اس نے نماز پڑھی۔ جب فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور وہاں سے نئے دو دینار نکال کر مجھے دے دیئے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو اس نے مجھے پہلی مرتبہ کی طرح اشارہ کیا۔ میں نے اسے اشارہ کیا کہ "میں پانچ دینار سے کم نہیں لوں گا۔" اس نے مان لیا۔ پھر جب مغرب کا وقت ہوا تو حسبِ معمول مجھے اشارہ کیا تو میں نے کہا: "میں دس دینار سے کم نہیں لوں گا۔" اس نے میری بات مان لی۔ اور جب نماز سے فارغ ہوا تو زمین سے دس دینار نکال کر مجھے دے دیئے اور پھر جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو حسبِ عادت اس نے مجھے اشارہ کیا، میں نے کہا: ''میں بیس دینار سے کم نہیں لوں گا۔" پھر بھی اس نے میری بات تسلیم کرلی اور نماز سے فراغت پا کر اس نے زمین سے بیس دینار نکالے اور مجھے تھما کر کہنے لگا: "جو مانگنا ہے مانگو! میرا مولیٰ عَزَّوَجَلَّ بہت غنی اور کریم ہے، میں اس سے جو مانگوں گا وہ بخل نہیں کرے گا۔" میں نے وہ رات رو کر گزاری، اس کا یہ معاملہ دیکھ کر مجھے بڑا دھچکا لگا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ولی ہے، مجھ پر اس کا رعب طاری ہو گیا اور میں نے اس کو زنجیروں سے آزاد کر دیا۔

جب صبح ہوئی تو میں نے اسے بلا کر اس کی تعظیم و تکریم کی، اسے اپنا پسندیدہ نیا لباس پہنایا۔ میں نے اسے اختیار دیا کہ وہ چاہے تو ہمارے شہر میں عزت والے مکان یا محل میں رہے اور اس کی انتہائی تعظیم و تکریم کی جائے گی اور چاہے

تو اپنے شہر چلا جائے۔ اس نے اپنے شہر جانا پسند کیا۔ لہٰذا میں نے ایک خچر منگوایا اور زادِ راہ دے کر اسے خچر پر خود سوار کیا۔ اس نے مجھے دعا دی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ اپنے پسندیدہ دین پر تیرا خاتمہ فرمائے۔" اس کا یہ جملہ مکمل نہ ہوا تھا کہ میرے دل میں دینِ اسلام گھر کر گیا پھر میں نے اس کے ساتھ اپنے دس غلام اور خادم بھیجے۔ انہیں حکم دیا کہ وہ سب اس کی بہت زیادہ تعظیم و تکریم کریں اور اِسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہونے دیں اور یہ کہ وہ لوگ اس کے حکم کی اطاعت کریں، اور وہی کریں جو یہ پسند کرے اور اس کی مخالفت بالکل نہ کریں۔ پھر اس کو ایک دوات اور کاغذ دیا اور ایک نشانی مقرر کرلی کہ جب وہ اپنے مقام پر محفوظ پہنچ جائے تو وہ نشانی لکھ کر میری طرف بھیج دے۔ ہمارے اور اس کے شہر کے درمیان پانچ دن کی مسافت تھی۔ جب چھٹا دن آیا تو میرے خُدّام میرے پاس آئے، ان کے پاس رقعہ بھی تھا جس میں اس کا خط اور وہ علامت بھی تھی۔ میں نے اپنے غلاموں سے جلدی پہنچنے کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ جب ہم اس کے ساتھ یہاں سے نکلے تو ہم کسی تھکاوٹ اور مشقت کے بغیر ایک گھڑی کے اندر اندر وہاں پہنچ گئے لیکن واپسی پر وہی سفر تھکاوٹ اور تکلیف کے ساتھ پانچ دنوں میں طے ہوا۔ ان کی یہ بات سنتے ہی میں نے اسی وقت پڑھا: اَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ وَاَنَّ دِیْنَ الْاِسْلَامِ حَقّ۔ پھر میں روم سے نکل کر مسلمانوں کے شہر آگیا۔ (حکایتیں اور نصیحتیں ص۱۷۹۔۱۸۱)

(23) بڑائی جتانے کا برا انجام

ایک شخص کو اللہ تعالی نے بہت مال و دولت عطا کیا تھا، اس کے پاس اتنی زمین تھی کہ تین ریلوے اسٹیشن اسی کی زمین پر بنے ہوئے تھے، اس کے علاوہ اس کے کروڑوں روپے بینک میں پڑے تھے، اس لیے اسے اپنے مال و دولت پر بڑا غرور تھا۔

ایک مرتبہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شہر کے مشہور چوک پر کھڑا باتیں کر رہا تھا، اس وقت دوستوں نے اپنے اپنے کاروبار کی کچھ پریشانیاں اس کو بتائیں، ایک دوست نے کہا کہ ارے یار! کاروبار بہت خسارہ میں ہے، دوسرے نے کہا: بھائی بہت پریشان ہوں، سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں، میرے بھی کاروبار کا برا حال ہے، اسی طرح اس کے دوسرے سبھی دوستوں نے بھی یہی کہا کہ بھائی! کیا بتاؤں آج کل بہت پریشان ہوں؛ چوں کہ اس مالدار شخص کو اپنے پیسہ پر گھمنڈ تھا، وہ جوش میں آکر بولنے لگا: او بھوکے! او ننگے! تمہارے پاس ہے ہی کیا؟ تم لوگ پریشان رہتے ہو کہ

کہاں سے آئے گا؟ اور میں پریشان رہتا ہوں کہ یہ مال و دولت کہاں لگاؤں گا؟ اللہ تعالی کو اس کی یہ ادا پسند نہ آئی، کچھ دنوں کے بعد وہ بیمار ہو گیا اور اتنا زیادہ بیمار ہوا کہ چند مہینوں کے بعد خود تو اس دنیا سے چلا گیا اور اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑ گیا۔ جب اس کا بیٹا جوان ہوا، تو پھر کیا تھا، سر پر باپ کا سایہ نہ تھا اور باپ کی چھوڑی ہوئی کروڑوں کی دولت اس کے پاس تھی، یہ دیکھ کر کچھ الٹے سیدھے لوگ اس کے دوست بن گئے، کچھ ہی دن نہیں گزرا تھا کہ ان دوستوں نے اس کو برائی اور گندگی کے اڈوں پر لے جانا شروع کر دیا، پھر وہ دھیرے دھیرے برائی کا اتنا عاشق ہو گیا کہ شراب، جوا، وغیرہ کی اس کو لت لگ گئی، شراب پیتا رہا، جوا کھیلتا رہا، ایک ملک سے دوسرے ملک کی سیر کرتا رہا اور مستیاں اڑاتا رہا، اس طرح اس نے پانی کی طرح مال و دولت کو بہا دیا؛ بلکہ جوئے میں تو کروڑوں روپے ہار گیا یہاں تک کہ بینک میں جتنا مال تھا، سب کو جوئے میں لگا دیا اور ایک وقت آیا کہ اس کو ساری زمینیں فروخت کرنی پڑی بلکہ جس گھر میں وہ رہتا تھا اسے بھی بیچنا پڑا۔ اب اس کے پاس نہ اپنا گھر اور نہ ہی کھانے کے لیے اس کے پاس کوئی چیز تھی، آخر کار اس کا ایسا حال ہوا کہ جس جگہ پر اس کا باپ بڑا بڑا بول بولا تھا، اسی جگہ پر اس کا بیٹا کھڑا ہوتا اور لوگوں سے بھیک مانگا کرتا تھا۔

یہ مال و دولت، یہ صحت و تندرستی، یہ راحت و آرام، یہ علم و ہنر، ساری چیزیں اللہ تعالی کی طرف سے دی گئی ہیں، بندوں کا اس میں کوئی کمال نہیں ہے، اس لیے کبھی بھی ان چیزوں پر اترانا نہیں چاہیے اور اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھنا چاہیے، اللہ تعالی چاہے تو یہ ساری چیزیں پل بھر میں چھین لے اس لیے دیکھو، ہمیشہ چھوٹے بن کر رہو، اللہ تعالی تمہارا مرتبہ بلند کرے گا۔

(24)پنسل کی خصوصیات

ایک عالم دین پنسل سے بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے ان کا بیٹا قریب آیا اور تتلاتے ہوئے دریافت کیا: بابا! آپ کیا لکھ رہے ہیں؟ اس عالم دین نے مسکراتے ہوئے اپنے بیٹے سے فرمایا: بیٹا! میرے لکھنے سے بھی زیادہ اہم یہ پنسل ہے جس سے میں بیٹھا لکھ رہا ہوں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تم بڑے ہو جاؤ تو تم اس پنسل کی طرح بنو!

اس بچے نے تعجب آمیز نگاہوں سے باپ کو دیکھا اور پھر بڑے غور سے پنسل کو گھورنے لگا اور وہ اس کی کسی ایسی خصوصیت کو تلاش کرنے لگا جس کی بنیاد پر بابا جان اس سے پنسل جیسا بننے کا مطالبہ کر رہے تھے، بڑی دیر تک پنسل کو دیکھنے کے بعد اسے کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جو اس کے ذہن کو کھٹکتی اور اب بچے سے رہا نہ گیا آخر کار باپ سے معلوم

کر بیٹھا! باباجان اس پنسل میں ایسی کون سی خصوصیت ہے جس کے سبب آپ کی خواہش یہ ہے کہ میں بڑا ہو کر اس جیسا بنوں!

اس عالم نے کہا: اس پنسل میں ۵ اہم خصوصیات ہیں اور تم یہ کوشش کرو کہ بڑے ہو کر تمہارے اندر بھی یہی خصوصیات پیدا ہوں!

(۱)۔۔۔ تم بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتے ہو لیکن کبھی یہ مت بھولو کہ کوئی ہاتھ ہے جو تمہیں چلا رہا ہے اور تم سے یہ کارنامے کروا رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت ہے۔

(۲)۔۔۔ کبھی کبھی جب اس کی نوک گھس جاتی ہے تو کٹر یا چاقو وغیرہ سے اسے تراشا جاتا ہے اگرچہ یہ ایک اذیت ناک چیز ہوتی ہے لیکن بہر حال اس کی نوک تیز ہو جاتی ہے اور پھر یہ اچھے سے کام کرنے لگتی ہے پس تمہیں بھی یہ جان لینا چاہیئے کہ انسان کو اگر کوئی دکھ اور صدمہ پہونچتا ہے وہ اس لئے ہوتا ہے تاکہ تم بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر سکو۔

(۳)۔۔۔ پنسل یہ اجازت دیتی ہے کہ اگر کچھ غلط تحریر ہو جائے تو تم ربر سے اسے مٹا کر اپنی غلطی کی اصلاح کر سکو پس تم یہ سمجھ لو کہ ایک غلطی کو صحیح کرنا غلطی نہیں ہے۔

(۴)۔۔۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ پنسل کی لکڑی اور اس کا خول لکھنے اور تحریر کرنے کے کام نہیں آتا بلکہ لکھنے کے کام ہمیشہ وہ مغز آتا ہے جو اس لکڑی کے اندر چھپا ہوا ہوتا ہے پس ہمیشہ تم اس چیز کا خیال رکھو کہ تمہارے جسم کی کوئی حیثیت و اہمیت نہیں ہے بلکہ اس کے اندر چھپی تمہاری روح اور ضمیر قدر و قیمت والا ہے جسم نہیں!

(۵)۔۔۔ پنسل جب کچھ لکھتی ہے تو اپنے کچھ نقوش کاغذ پر چھوڑ دیتی ہے جو مدتوں کاغذ پر دیکھے جا سکتے ہیں پس تم بھی یہ بات سمجھ لو کہ تم جو بھی کام کروگے اس کے نقوش تمہارے بعد باقی رہیں گے اب یہ تمہارا کام ہے کہ تم کیسے نقوش چھوڑ کر جاتے ہو پس کسی عمل کو انجام دینے سے پہلے کئی بار غور و فکر کر لو کہ کہیں تم کچھ غلط تو نہیں کر رہے ہو۔

(25) مہمان کے لیے ڈنڈا

کہتے ہیں کہ کسی دُور اُفتادہ دیہات میں ایک معزز مہمان آیا۔ بڑی آؤ بھگت ہوئی، گاؤں کا گاؤں اُس کے سامنے بچھا جا رہا تھا۔ کھانے کا وقت آیا تو انواع و اقسام کی نعمتیں اُس کے سامنے دستر خوان پر لا کر چُن دی گئیں۔ ساتھ ہی ایک

بڑی سی سینی میں ایک لمباسااور موٹاساڈنڈا بھی لا کر رکھ دیا گیا۔ مہمان نعمتیں دیکھ کر تو خوش ہوا مگر ڈنڈا دیکھ کر ڈر گیا۔ سہمے ہوئے لہجے میں پوچھا: ”آپ لوگ یہ ڈنڈا کس لیے لائے ہیں؟“

میز بانوں نے کہا: ”بس یہ ہماری روایت ہے۔ بزرگوں کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔ مہمان آتا ہے تو اُس کے آگے کھانے کے ساتھ ساتھ ڈنڈا بھی رکھ دیتے ہیں“۔

مہمان کو تسلی نہ ہوئی۔ اُسے خوف ہوا کہ کہیں یہ لوگ کھانے کے بعد ڈنڈے سے ضیافت نہ کریں، لہذا اُس نے پھر تفتیش کی:

”پھر بھی، اس کا کچھ تو مقصد ہو گا۔ کچھ تو استعمال ہو گا۔ آخر صرف مہمان کے آگے ہی ڈنڈا کیوں رکھا جاتا ہے؟“

میز بانوں میں سے ایک نے کہا: ”اے معزز مہمان! ہمیں نہ مقصد معلوم ہے نہ استعمال۔
بس یہ بزرگوں سے چلی آنے والی ایک رسم ہے۔ آپ بے خطر کھانا کھائیے“۔
مہمان نے دل میں سوچا: ”بے خطر کیسے کھاؤں؟ خطرہ تو سامنے ہی رکھا ہوا ہے“۔

پھر اس نے اعلان کر دیا: ”جب تک آپ لوگ یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ کے یہاں بزرگوں کے زمانے سے مہمان کے دستر خوان پر ڈنڈا کیوں رکھا جاتا ہے، کیڑے کو پتھر میں رزق پہنچانے والے کی قسم! میں آپ کا ایک لقمہ بھی نہیں کھاؤں گا“۔

اب تو پورے گاؤں میں کھلبلی مچ گئی کہ مہمان نے کھانے سے انکار کر دیا ہے۔ گاؤں کے ایک بزرگ بلائے گئے۔ انہوں نے سارا ماجرا سنا اور دستر خوان پر رکھا ہوا ڈنڈا دیکھا تو برس پڑے: ”ارے کم بختو! تم نے اتنا بڑا ڈنڈا لا کر رکھ دیا؟ اِسے کم کرو۔ ہمارے بزرگ مہمان کے سامنے اتنا بڑا ڈنڈا نہیں رکھتے تھے“۔

ڈنڈا فی الفور آری سے کاٹ کر دو تین فٹ کم کر دیا گیا۔ مگر مہمان پھر بھی مطمئن نہیں ہوا۔ اسے اپنے سوال کا جواب درکار تھا۔ اب ایک نسبتاً زیادہ بزرگ بلائے گئے۔ انہوں نے بھی سارا ماجرا سنا۔ انہوں نے بھی ڈنڈا ناپ کر

دیکھا۔ اور انہوں نے بھی اعتراض کیا کہ "ڈنڈا اب بھی بڑا ہے۔ ہمارے بزرگ تو مہمانوں کے آگے ایک چھوٹی سی پتلی سی ڈنڈی رکھا کرتے تھے"۔

مذکورہ بزرگ کے کہنے پر باقی ماندہ ڈنڈا کاٹ کر اور چھیل کر ایک چھوٹی سی ڈنڈی بنا دیا گیا۔ گو کہ اب ڈنڈے کا سائز اور جسامت خطرے سے باہر ہوگئی تھی، مگر مہمان کا تجسس برقرار رہا۔ اب تک آنے والے بزرگوں نے صرف سائز اور خطرات ہی کم کیے تھے۔ اس کا استعمال اور اس کا مقصد کوئی نہ بتا سکا تھا۔ مہمان اب بھی کھانا کھانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ اب ڈھونڈ ڈھانڈ کر گاؤں کا ایک ایسا بزرگ لایا گیا جس کے سر کے بال ہی نہیں بھنویں تک سفید ہو چکی تھیں۔ محتاط سے محتاط اندازے کے مطابق بزرگ کی عمر ۹۹ سال سے کم نہ ہو گی۔ سجھائی بھی کم دیتا تھا۔ جب انہیں ڈنڈے کی شکل و صورت اور اس کا سائز تفصیل سے بتایا گیا تو وہ بھڑک کر اپنی لاٹھی ڈھونڈنے لگے۔ چیخ کر بولے: "ارے عقل کے اندھو! ہمارے بزرگ مہمان کے سامنے ایک چھوٹی سی پیالی میں ایک ننھا منا سا تنکا رکھا کرتے تھے، تاکہ اگر مہمان کے دانتوں کی ریخوں میں گوشت کا کوئی ریزہ پھنس جائے تو وہ خلال کر کے اسے نکال باہر کرے"۔

زندگی کے کسی بھی شعبے میں کوئی نئی بات، کوئی بدعت، شروع تو خلال کے تنکے ہی سے ہوتی ہے، مگر پھر اس کے پیروکار اسے بڑھا کر لمبا سا اور موٹا سا ڈنڈا بنا دیتے ہیں اور اس پر بھی مطمئن نہیں ہوتے۔

(26) آزمائش کامیابی کا واحد راستہ ہے

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ایک بادشاہ کو دو باز تحفے میں ملے، اس نے اتنے خوبصورت پرندے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ بادشاہ نے دونوں پرندے اپنے ملازم کو دیے کہ وہ ان کی تربیت کرے۔

ایک دن ملازم نے بادشاہ کو بتایا کہ ایک پرندہ اونچی اڑان اڑ رہا ہے اور دوسرا جس دن سے آیا ہے اپنی شاخ سے نہیں اڑ پا رہا۔ بادشاہ نے مملکت کے تمام معالجوں اور جادوگروں کو طلب کر لیا لیکن کوئی اس باز کو نہ اڑا سکا۔

بادشاہ نے اپنے مشیروں کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ گھنٹے دن اور دن مہینوں میں ڈھل گئے لیکن باز نہ اڑ سکا۔ بادشاہ نے کسی ایسے شخص کو بلانے کا فیصلہ کیا جو قدرت سے گہری دلچسپی رکھتا ہو۔ بادشاہ نے اپنے مشیروں کو حکم دیا کہ کسی ایسے شخص کو ڈھونڈ کر لاؤ جو برسوں جنگلات میں گزار چکا ہو۔ اگلے دن بادشاہ باز کو محل کے باغوں میں اڑتے

ہوئے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بادشاہ نے اس شخص کو طلب کیا جس نے باز کو اڑایا تھا۔ اس شخص کو بادشاہ کے سامنے پیش کیا گیا، بادشاہ نے پوچھا تم نے باز کو کیسے اڑایا؟ وہ مسکرا کر بولا میں نے وہ شاخ کاٹ دی جس پر باز بیٹھا تھا۔

آگے بڑھنے کے مواقع بہت ہیں لیکن ہم آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ ہم اپنی آسائشوں سے قدم باہر ہی نہیں نکالتے۔ نئی آزمائشیں اور نئے تجربے ہی زندگی میں آگے بڑھنے کی وجہ بنتے ہیں۔ آزمائشوں کا مقابلہ کریں یہی کامیابی کا واحد رستہ ہے۔

کہا جاتا ہے: ضرورت ایجاد کی ماں ہے کہ جب ضرورت پڑتی ہے تو اسباب خود بخود مہیا ہو جاتے ہیں۔

(27)قرآن مجید اور مسلمانوں کی حالت

پرانے زمانے کی بات ہے کہ ایک شکاری پرندے پکڑ کر بازار میں معمولی داموں کے عوض فروخت کرتا تھا، ایک دن اس بازار میں ایک نیک دل آدمی کا گزر ہوا تو اس نے سوچا کہ ان آزاد پرندوں کو قید کرنا تو بہت بڑا گناہ ہے، اس لئے اس نے ان پرندوں کو آزاد کرنے کا سوچا اور شکاری سے سارے پرندے خرید لئے، لیکن آزاد کرنے سے پہلے اس نے سوچا کہ یہ شکاری تو پھر ان پرندوں کو پکڑ کر قید کرلے گا، اس لئے وہ سب پرندوں کو گھر لے گیا اور وہاں ان کو چند الفاظ سکھانے شروع کئے کہ ہم سیر کرنے باغ نہیں جائیں گے، اگر باغ گئے تو شاخ پر نہیں بیٹھیں گے اور اگر شاخ پر بھی بیٹھ گئے تو جیسے ہی شکاری آئے گا ہم اڑ جائیں گے۔

ایک عرصہ محنت کے بعد وہ نیک دل آدمی اپنی اس محنت میں کامیاب ہوا اور پرندے وہ بولی بولنے لگے، نیک دل آدمی بہت خوش ہوا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور اس نے ایک ایک کر کے سارے پرندے آزاد کر دیئے۔

اب ہوا یوں کہ دوسرے دن صبح سویرے جب شکاری باغ میں پرندیں پکڑنے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ پرندے شاخوں پر بیٹھے گنگنا رہے تھے کہ ہم سیر کرنے باغ نہیں جائیں گے اور اگر باغ گئے تو شاخ پر نہیں بیٹھیں گے اور اگر شاخ پر بیٹھ گئے تو جیسے ہی شکاری آئے گا ہم اڑ جائیں گے، شکاری یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ اب تو ان پرندوں کی وہ منہ مانگی قیمت وصول کر سکے گا اور یوں اس نے وہ پرندے پکڑ کر مہنگے داموں فروخت کر دیئے۔

پرندوں نے تو صرف الفاظ رٹ لئے تھے ان کو کیا معلوم تھا کہ باغ کیا چیز ہے؟ شاخ کیا ہوتی ہے؟ اور شکاری کس بلا کا نام ہوتا ہے؟ اور اڑنا کسے کہتے ہیں؟

ہم مسلمانوں کا بھی آج کل یہی حال ہے، قران کو ہم سمجھتے نہیں تو سینوں میں کیسے اترے گا؟بس رٹے رٹائے الفاظ ہیں جسے ہم نماز میں پڑھتے ہیں، برکت کے لئے پڑھتے ہیں، مصیبت کے آنے پر اور سفر پر جانے سے پہلے اور رمضان کے روزوں میں خالص ثواب کی نیت سے ہم ان رٹے ہوئے الفاظ کاورد کرتے ہیں۔

ان پرندوں کی طرح ہمیں بھی قانون کی اس کتاب کی سمجھ ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہم سے کیا مطالبات کئے ہیں؟کون سے احکامات دیئے ہیں؟اور کن چیزوں سے روکا ہے؟کامیابی کے رموز کیاہیں؟اور خسارے کا رستہ کون ساہے؟ہمارادوست کون ہے؟اور ہمارادشمن کون ہے؟

جب یہ حال ہو گا تو شکاری (یعنی باطل قوتیں) ہمیں دیکھ کر خوش بھی ہوں گی اور اپناغلام بھی بنالیں گی۔

ہمیں بحیثیت مسلمان اپنے آپ پر غور کرنا چاہیے اور آج سے ہی قرآن مجید کا ترجمہ و تفسیر خود بھی پڑھنا شروع کر دینا چاہیے اور اپنے بچوں کی پڑھائی کا بھی لازمی حصہ بنانا چاہیے۔اس کے لئے بہترین کتاب ”کنز الایمان مع خزائن العرفان“اور”تفسیر صراط الجنان“ہے۔

(28)اسکول، استانی اورقرعہ اندازی

فلسطین کے ایک اسکول میں استانی نے بچوں سے ٹیسٹ میں پہلی پوزیشن حاصل کرنے والوں کو انعام کا وعدہ کیا کہ جو بھی فسٹ آیا اس کو نیا جوتا ملے گا۔ٹیسٹ ہوا سب نے یکساں نمبر حاصل کیے اب ایک جوڑا جوتا سب کو دینا نا ممکن تھا اس لیے استانی نے کہا کہ چلیں قرعہ اندازی کرتے ہیں جس کا بھی نام نکل آیا اس کو یہ نیا جوتا دیں گے اور قرعہ اندازی کے لیے سب کو کاغذ پر اپنا نام لکھنے اور ڈبے میں ڈالنے کو کہا گیا۔

استانی نے ڈبے میں موجود کاغذ کے ٹکڑوں کو خلط ملط کیا تاکہ کسی کی حق تلفی نہ ہو جائے اور پھر سب کے سامنے ایک ٹکڑا اٹھایا جو نہی کھلا تو اس پر لکھا تھا عبد الکریم سب نے تالیاں بجائیں وہ اشکبار آنکھوں سے اٹھا اور اپنا انعام وصول کیا۔کیونکہ وہ پھٹے پرانے کپڑوں اور جوتے سے تنگ آچکا تھا۔والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا اور ماں لاچار تھی اس لیے جوتوں کا یہ انعام اس کے لیے بہت معنی رکھتا تھا۔

جب استانی گھر گئی تو روتی ہوئی یہ کہانی اپنے شوہر کو سنائی جس پر اس نے خوشی کا اظہار کیا اور ساتھ رونے کی وجہ دریافت کی تو استانی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی کہ مجھے رونا عبد الکریم کے جوتوں سے زیادہ دیگر بچوں کے احساس اور اپنی

بے حسی پر آتا ہے۔ جب میں نے ڈبے میں موجود دیگر کاغذ کے ٹکڑوں کو چیک کیا تو سب نے ایک ہی نام لکھ دیا تھا "عبد الکریم" ان بچوں کو عبد الکریم کے چہرے پر موجود لاچاری کے درد اور کرب محسوس ہوتا تھا لیکن مجھے نہیں جس کا مجھے افسوس ہے۔

لہذا ایک استاد کو اپنے درجے کے طلبہ کے بارے میں پتا ہونا چاہیئے کہ کون حاجت مند ہے تاکہ اس کی مدد کی جاسکے نیز بچوں کے اندر احساس پیدا کرنا اور عملاً سخاوت کا درس دینا سب سے بہترین تربیت ہے۔ ہمارے کئی اسلاف کے بارے میں کتابوں میں موجود ہے کہ وہ خیرات، صدقات اور زکوۃ اپنے ہاتھوں سے نہیں دیتے بلکہ بچوں کو دے کر ان سے تقسیم کرواتے تھے جب پوچھا گیا تو یہی وجہ بتائی کہ اس سے بچوں کے اندر بچپن سے انفاق کی صفت اور غریبوں ولاچاروں کا احساس پیدا ہوتا ہے۔

(29)چار مرد، چار خواہشات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبد الملک بن مروان عبد اللہ بن زبیر اور ان کے دونوں بھائی مصعب بن زبیر اور عروہ بن زبیر ایک مرتبہ مسجد حرام میں مل بیٹھے تو ان میں سے کسی نے کہا کہ آج آپس میں اپنی اپنی خواہشات کا اظہار کرنا چاہیے چنانچہ:

☜عبد اللہ بن زبیر نے ابتدا کرتے ہوئے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں حرمین پر قبضہ کر کے خلافت حاصل کرلوں۔

☜مصعب بن زبیر نے کہا میری آرزو ہے کہ دونوں عراقوں پر قبضہ کرلوں اور قریش کی دو شریف زادیوں سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ کو اپنے عقد نکاح میں لے آؤں۔

☜عبد الملک بن مروان نے کہا میری خواہش ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جانشین بن جاؤں اور ساری دُنیا پر بادشاہت کروں۔

☜جب سب اپنی خواہشات کا اظہار کر چکے تو حضرت عروہ بن زبیر نے کہا کہ تمہاری خواہشات تمہیں مبارک میری تو صرف یہ تمنا ہے کہ دُنیا سے بے رغبتی اور آخرت میں جنت کا پروانہ مل جائے اور مجھ سے اس علم (یعنی علم حدیث) کا فیضان جاری ہو جائے۔

تقدیر دیکھئے کہ ہر ایک کی خواہش و تمنا کی تکمیل کو پہنچی اور ہر ایک نے اپنی آرزو کو پالیا حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو علم حدیث میں اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا اور ان کا جو فیض جاری ہوا وہ اہل علم جانتے ہیں ان کی یہ ایک تمنا تو بر آئی دوسری تمنا جنت کی تھی عبد الملک بن مروان کہا کرتا تھا جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے تو عروہ بن زبیر کو دیکھے کیونکہ انہوں نے جنت کی خواہش کی تھی۔ (وفیات الأعیان جلد ۳ ص ۲۵۸)

(30) کھانا کس نے بھیجا تھا؟

امام قرطبی فرماتے ہے کہ قبیلہ اشعریین کے لوگ جب ہجرت کر کہ مدینہ منورہ پہنچے۔ تو ان کا تمام سامان جو کھانے پینے کا تھا ختم ہو چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ ہمارے کھانے پینے کا کوئی انتظام کیا جائے۔ وہ آدمی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے گھر کے دروازے پہ پہنچا تو رسول اللہ کی آواز آرہی تھی جو قرآن پاک کی اس آیت:

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا (پ،۱۲،ھود،۶)

ترجمہ کنزالایمان: اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔

کی تلاوت کر رہے تھے۔ یہ آیت سنتے ہی اس کے دل میں خیال آیا کہ جب اللہ تعالی نے ہر ایک کے رزق کا ذمہ لیا ہے تو پھر ہم تو انسان ہیں جانوروں سے گئے گزرے نہیں۔ وہ ضرور ہمارے لئے رزق کا بندوبست کرے گا۔ وہ وہیں سے واپس آگیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو کچھ نہیں بتایا۔

ساتھیوں کے پاس پہنچا تو سب کو بلند آواز سے کہا: ساتھیوں خوش ہو جاؤ اللہ کی مدد آنے والی ہے۔ وہ سمجھے کہ یہ بندہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس عرض کرنے گیا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کھانا بھیجنے کا وعدہ کر لیا ہو گا۔ لہٰذا وہ خوشی خوشی اپنے کاموں میں لگ گئے۔ اور مطمئن ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دو آدمی ایک بڑا سا برتن لے کر آئے جو گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا تھا۔ وہ دو آدمی کھانا دے کر چلے گئے سب نے شکم سیر ہو کر خوب کھایا لیکن اب بھی کافی سارا کھانا بچ گیا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ یہ بچا ہوا کھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں واپس بھیج دیں۔ تا کہ بوقت ضرورت استعمال ہو سکے۔

دو آدمی کھانا لے کر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت مزے دار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے جب سنا تو فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا تھا۔ ایک نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہم بہت بھوکے تھے ہم نے بھوک کی حالت میں آپ کی طرف اپنا قاصد بھیجا تھا کہ ہمیں تھوڑا کھانا عنایت فرمائیں۔ پس وہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ سے واپس آیا اور کھانا آنے کی خوش خبری سنائی۔ اس شخص کو بلایا گیا وہ آیا اور اس نے کہا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب میں آیا تو آپ قرآن پاک کی آیت:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (پ،۱۲،ہود،٦)

پڑھ رہے تھے لہذا میں نے سوچا کہ جو ذات جانوروں کے رزق کی ذمہ داری اٹھا رہی ہے وہ ذات ہماری بھی ذمہ دار ہے۔ اس لیے میں آپ کو کچھ بتائے بغیر چلا گیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: یہ رزق میں نے نہیں بلکہ اس پرودگار نے بھیجا تھا جو ہر شے کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ (تفسیر القرطبی:۷،۹)

(31) استاذ، پھول اور میٹھا شہد

ایک طالبِ علم نے اپنے استاذ صاحب سے عرض کیا: استاذ محترم! آپ کے پیریڈ میں ہم بات اچھی طرح سمجھ جاتے ہیں، آپ کی باتوں کا لطف بھی اٹھاتے ہیں اور اس لیے آپ کے پیریڈ کا انتظار بھی رہتا ہے۔ لیکن جب ہم کتاب پڑھتے ہیں تو ہمیں وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو آپ کے پیریڈ میں حاصل ہوتا ہے۔ استاذ صاحب نے فرمایا: شہد کی مکھی شہد کیسے بناتی ہے؟ ایک طالب علم نے جواب دیا: پھولوں کے رس سے۔۔۔

استاذ صاحب نے پوچھا: اگر تم پھولوں کو یونہی کھالو تو ان کا ذائقہ کیسا ہو گا؟ طالب علم نے جواب دیا: کڑوا ہو گا۔ استاذ صاحب نے فرمایا: اے میرے بیٹے! درس و تدریس کا شعبہ بھی شہد کے مکھی کے کام کی طرح ہے۔ استاذ شہد کی مکھی کی طرح لاکھوں پھولوں (یعنی کتب، تجربات، مشاہدات) کا دورہ کرتا ہے اور پھر اپنے طلبہ کے سامنے ان پھولوں کے رس کا نچوڑ میٹھے شہد (یعنی خلاصے) کی صورت میں لاکر رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی حفاظت فرمائے جو انبیاء کے اس کام سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے ہر استاذ کے لیے سلامتی ہو۔

اس حکایت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اگر کسی استاذ کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ میرے درس میں شہد کے جیسی چاشنی نہیں، یعنی طلبہ دلچسپی نہیں لیتے تو دو وجوہات ہوسکتی ہے: پہلی وجہ یہ کہ اس استاذ نے شہد کی مکھی کی طرح پھول پھول کا دورہ نہیں کیا۔ یعنی تیاری کے لیے صرف ایک کتاب پر تکیہ کرلیا۔ دوسرا یہ کہ شہد کی مکھی کی طرح اس استاذ نے پھولوں کا رس نکال کر شہد بنانے کے بجائے طلبہ کے سامنے کڑوے پھول لاکر رکھ دیے۔ یعنی جیسا کتاب میں پڑھا تھا ویسے کا ویسا طلبہ کو سنا دیا۔ اگر اس میں طلبہ کے ذہنوں کے مطابق مثالیں شامل ہوتیں، تختہ سیاہ یا دیگر تعلیمی آلات سے مدد لی جاتی، مناسب سرگرمیوں کا انتخاب کیا جاتا تو اس محنت کا نتیجہ میٹھے شہد کی صورت میں نکلتا۔ استاذ کا کام شہد کی مکھی کے کام کی طرح سخت اور تھکا دینے والا ہے۔ لیکن اس کا نتیجہ بھی شہد جیسا لذیذ و شیریں ہے۔

(32)قابل تحسین غلطی

زمانہ قدیم میں اہلِ عرب جب کوئی بستی بساتے تو وہاں ایک طرز اور ایک ہی شکل کے کچے مکان بناتے، مٹی سے بنے گھروں کے اوپر کھجور کے پتوں سے بنی چھت جس کے نیچے ستون کے لیے بھی کھجور کے درخت کا تنا استعمال کیا جاتا، اسی طرح دروازے اور روشن دان بھی ایک جیسے ہوتے تھے جن کے لیے صحرائی جھاڑیوں سے الگ کی گئی شاخوں کے اوپر کھجور کے پتوں سے چادر بنا کر لگائی جاتی تھی یوں وہ ایک پردہ نما دروازے کا کام دیتا تھا، ہر گھر کے صحن میں ایک دو کھجور کے درخت ہوتے تھے تو یوں ایک جیسے دکھائی دینے والے گھروں میں بعض اوقات لوگ غلطی سے دوسروں کے گھروں میں بھی داخل ہو جاتے تھے۔

ایک دفعہ ایسی ہی بستی میں رہنے والے ایک کسان نے ایک صبح کھیتوں میں جانے سے پہلے اپنی بیوی سے کہا کہ آج شام دوسرے قبیلے کے سردار میرے یہاں مہمان ہیں تو ان کی مہمان نوازی کے لیے کھجور کا حلوہ، گندم کا ہریس، اور زیتون کے تیل میں بکری کی ران بھون کر تیار رکھنا، وہ بازار سے تمام ضروری اشیاء لے کر بیوی کے حوالے کر کے اپنی بکریاں وغیرہ لے کر کھیتوں کی جانب چلا گیا، کھجور کے پکنے کا موسم تھا، حبس اور بلا کی گرمی میں جب درختوں کا سایہ بھی مسافر کو راحت نہیں دیتا تھا تو وہ کسان دوپہر کے وقت کھیتوں سے واپس گھر کی جانب چل دیا، باڑے میں بکریاں باندھ کر جیسے ہی گھر میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی تو منہ لپیٹ کر چٹائی پر بے خبر سو رہی ہے اور گھر میں کسی بھی قسم کے کھانے کی خوشبو بھی نہیں آرہی تو گرمی سے بے حال اس شخص کا غصہ ساتویں آسمان پر جا پہنچا، فوراً لاٹھی اٹھائی

اور پوری قوت سے بیوی کی کمر میں دے ماری اور ساتھ غصے میں ڈانٹتے ہوئے کہنے لگا:" اگر شام تک کھانا تیار نہ ہوا تو تمہارے لیے میرے گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔"

یوں غصے میں برا بھلا کہتا وہ کمرے سے باہر نکل کر پانی پینے کی غرض سے باورچی خانے میں گیا تو اس کو احساس ہوا کہ وہ تو غلطی سے اپنے پڑوسی کے گھر میں آگیا ہے اور اوپر سے اس نے پڑوسی کی بیوی کو پیٹ بھی ڈالا ہے، پریشانی اور گھبراہٹ میں فوراً وہاں سے بھاگا اور اپنے گھر میں گیا تو دیکھا ہر چیز بہترین طریقے سے تیار اور رقابیوں میں سجی ہوئی ہے، شام کو جیسے تیسے کرکے اس نے سردار کی دعوت کی اور اس کو رخصت کرنے کے بعد وہ اپنے پڑوسی کا انتظار کرنے لگا کہ وہ اپنی بیوی کی شکایت پر ابھی آئے گا اور جھگڑا کرے گا ہو سکتا ہے جھگڑا ابھی ہو اور مجھے سزا بھی ملے، خیر پڑوسی تو نہ آیا لیکن وہ اگلے چند روز ڈر کر جب بھی اپنے پڑوسی کو دیکھتا کترا کر راہ بدل لیتا، یوں ایک ہفتہ گزر گیا پڑوسی تو نہ آیا لیکن وہ ضمیر کے ہاتھوں پشیمان ہو کر ایک دن اسی پڑوسی کے گھر چلا گیا اور باہر کھڑے ہو کر اس کو آواز دی وہ باہر آیا بڑے پر تپاک طریقے سے ملا تو اس نے حوصلہ پا کر آہستہ آواز میں اسے ساری بات بتائی معافی مانگی، کہا میں تمہاری بیوی سے بھی معافی مانگنا چاہتا ہوں اور ہر طرح کی سزا کے لیے تیار ہوں، تو اس کی بات سن کر اس کا پڑوسی ہنسنے لگا اور کہنے لگا:"خدا کے بندے کیوں ایک غلطی کے اوپر دوسری غلطی کرنے پر تلے ہوئے ہو، میں تو پچھلے چند دنوں سے پریشان تھا کہ ایسی کون سی نیکی میں نے کی ہے جس کی وجہ سے میری بیوی یکدم بدل گئی ہے، مجھے تو اس قصے کا پتا ہی نہیں تھا اور میری بیوی بھی شاید سمجھ رہی ہے کہ وہ میں ہی تھا کیونکہ جیسے ہی میں گھر پہنچتا ہوں وہ میرے جوتے اتروا کر میرے پاؤں دھوتی ہے، پھر میرے ہاتھ دھلوا کر دستر خوان پر بٹھاتی ہے اور ہر روز لذیذ پکوان کھانے میں دیتی ہے، میری ٹانگیں دباتی ہے میرے سونے کے بعد سوتی ہے اور جاگنے سے پہلے جاگ کر قہوہ پیش کرتی ہے اور تم ہو کہ یہ سارا بھرم توڑنے پر دوڑے چلے آئے ہو، سنو یہ کچھ دینار میری طرف سے رکھ لو اور ایسا کرو مہینے میں ایک آدھ بار ایسی غلطی کرنے آجایا کرو۔

(33)انسانیت کی خدمت

ایران کے شہر "طوس" میں ایک غریب لڑکا رہتا تھا، اسے علم حاصل کرنے کا بڑا شوق تھا، اس نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کرنے کے بعد عراق کے شہر بغداد میں جانے کا فیصلہ کیا، کیونکہ ان دنوں بغداد میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم تھا۔ جب یہ داخل ہونے کے لیے مدرسہ گیا، تو اس کے پھٹے پرانے کپڑوں کو دیکھ کر مدرسے کے ذمہ دار

نے کہا: ہمارے پاس تمہارے لیے کوئی خالی کمرہ نہیں۔ لڑکے نے جب یہ سنا تو کہا: جناب عالی! میری رہائش کی آپ فکر نہ کریں، اس کا بندوبست میں خود کر لوں گا، آپ صرف مجھے داخلہ دے دیں تو مہربانی ہو گی۔ ذمہ دار نے داخلہ منظور کر لیا۔

لڑکے نے اپنے رہنے کے لیے چھوٹا سا کمرہ کرائے پر لیا، یہ کمرہ بہت خراب تھا، اس کے اوپر ایک نالہ بہتا تھا، جس کے گندے پانی سے کپڑے گندے ہو جاتے اور وہ رات کو باہر جا کر اپنے کپڑے دھوتا، تاکہ صبح مدرسہ جانے کے لیے پہن سکے۔ ایک روز صبح صبح لڑکا مدرسے کے دروازے پر پہنچا، تو مدرسے کے چپراسی نے اسے بتایا: منتظم صاحب نے اسے اندر آنے سے روک دیا ہے، کیونکہ وزیر اعظم نظام الملک طوسی مدرسے کو دیکھنے کے لیے آرہے ہیں اور منتظم نہیں چاہتے کہ وزیر اعظم کو پتا چلے کہ کوئی غریب طالب علم بھی مدرسے میں پڑھتا ہے۔ لڑکے نے جب یہ سنا تو افسردہ ہوا۔

ادھر نظام الملک طوسی مدرسے میں آئے، تو انہوں نے منتظم سے کہا: مدرسے کے کچھ طالب علموں کو یہاں بلائیے۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔ منتظم صاحب نے ان تمام لڑکوں کو بلا بھیجا جو بہت لائق سمجھے جاتے تھے۔ نظام الملک نے ہر طالب علم سے ایک ایک کر کے پوچھا: بیٹا! آپ علم حاصل کر کے کیا کرو گے؟ کسی نے جواب دیا کہ میں بڑا افسر بنوں گا.....، کسی نے کہا کہ میں دنیا کی سیر کروں گا۔ نظام الملک طوسی کو یہ سب سن کر بہت غصہ آیا، اس نے کہا: میں نے یہ مدرسہ اس لیے نہیں بنوایا کہ لڑکے یہاں آکر اپنا اور اساتذہ کا وقت ضائع کریں، اگر کل تک مجھے کسی نے علم حاصل کرنے کا صحیح مقصد نہ بتایا تو میں مدرسہ بند کر دوں گا۔

یہ سن کر سب اساتذہ بہت پریشان ہوئے کہ اگر مدرسہ بند ہو گیا تو دین کا بڑا حرج ہو گا، ابھی یہ باتیں سوچ ہی رہے تھے کہ ایک استاد نے کہا: میں ایک ایسے طالب علم کو جانتا ہوں جو کہ بہت محنتی ہے، آج وہ مدرسہ نہیں آیا اگر اسے بلایا جائے تو کام بن سکتا ہے۔ سب استاد تو اس بات پر متفق ہو گئے، لیکن منتظم صاحب نے مخالفت کی اور پھر اپنی نوکری بچانے کے خاطر مان گئے، یہ وہ لڑکا تھا جسے مدرسے آنے سے روک دیا گیا تھا۔

اس کو بلا کر وزیر اعظم نظام الملک طوسی کے سامنے پیش کیا گیا، تو وزیر اعظم نظام الملک طوسی نے اس لڑکے سے پوچھا: علم حاصل کر کے کیا کرو گے؟ لڑکے نے جواب دیا: جناب.....! میں علم حاصل کر کے اللہ کو راضی کروں گا اور انسانیت کی خدمت کروں گا۔

وزیر اعظم نظام الملک اس کی یہ بات سن کر بہت خوش ہوئے اور اسے گلے لگا لیا اور کہا: جہاں ایسے طالب علم پڑھتے ہوں ایسے مدرسے کو چلتا رہنا چاہیے۔ چنانچہ وہ مدرسہ بعد میں ترقی کر کے جامعہ بن گیا اور طالب علم نے اپنا وعدہ نبھایا اور بڑے ہو کر احمد غزالی کے نام سے مشہور ہوا اور ساری زندگی انسانوں کی خدمت کرتا رہا۔

پیارے بچو! علم حاصل کرنے کا مقصد اللہ کو راضی کرنا ہے اور اللہ کو راضی کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے کام آئے اور اس کے دکھ درد میں برابر کا شریک ہو۔

(34) کنجوس کا بیٹا مہا کنجوس

ایک کنجوس کی حکایت ہے اس کے گھر کوئی مہمان وارد ہوا، اس کنجوس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ آدھا کلو عمدہ گوشت لیتے آؤ۔ بیٹا باہر گیا اور کافی دیر بعد خالی ہاتھ لوٹا...

باپ نے پوچھا گوشت کہاں ہے؟ بیٹا بولا: میں قصائی کے پاس گیا اور کہا کہ جو سب سے عمدہ گوشت تمہارے پاس ہو وہ دیدو۔

قصائی نے کہا میں تمہیں ایسا گوشت دوں گا گویا کہ مکھن ہو.. تو میں نے سوچا اگر ایسا ہی ہے تو مکھن ہی لے لوں۔ لہذا میں بقال کے پاس گیا اور کہا جو تمہارے پاس سب سے عمدہ مکھن ہو وہ دیدو.. بقال نے کہا میں تمہیں ایسا مکھن دوں گا گویا کہ شہد ہو۔ تو میں نے سوچا اگر ایسا ہی ہے تو شہد ہی خرید لوں تو میں شہد والے کے پاس گیا اور کہا جو سب سے عمدہ شہد تمہارے پاس ہو وہ دے دو.. تو شہد والے نے کہا میں تمہیں ایسا شہد دوں گا گویا کہ بالکل صاف شفاف پانی ہو.. تو میں نے سوچا اگر یہی قصہ ہے تو پانی تو ہے ہی گھر میں موجود۔ اس لئے میں خالی ہاتھ واپس آ گیا...

باپ: واہ بیٹے یہ تم نے بہت شاطرانہ عقل بھڑائی لیکن ایک نقصان کر دیا۔ وہ یہ کہ ایک دکان سے دوسری دکان جانے میں تمہاری چپل گھس گئی ہو گی.. بیٹا بولا: نہیں ابا جان! ایسا نہیں ہے میں مہمان کی چپل پہن کے گیا تھا..........!!!!!

(35)بوڑھیا کی حکمت بھری باتیں

ایک بادشاہ نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو اچھی بات کہے گا اس کو چار سو دینار (یعنی سونے کے سکے) دیئے جائیں گے۔ایک دن بادشاہ رعایا کی دیکھ بھال کرنے نکلا، اس نے دیکھا ایک نوے سال کی بوڑھی عورت زیتون کے پودے لگا رہی ہے۔بادشاہ نے کہا تم پانچ دس سال میں مر جاؤ گی اور یہ درخت بیس سال بعد پھل دیں گے تو اتنی مشقت کرنے کا کیا فائدہ؟

بوڑھی عورت نے جواباً کہا جو ہم نے پھل کھائے وہ ہمارے بڑوں نے لگائے تھے اور اب ہم لگا رہے ہیں تا کہ ہماری اولاد کھائے!

بادشاہ کو اس بوڑھی عورت کی بات پسند آئی حکم دیا اس کو چار سو دینار دے دیئے جائیں۔جب بوڑھی عورت کو دینار دیئے گئے وہ مسکرانے لگی، بادشاہ نے پوچھا کیوں مسکرا رہی ہو؟ بوڑھی عورت نے کہا کہ زیتون کے درختوں نے بیس سال بعد پھل دینا تھا جبکہ مجھے میرا پھل ابھی مل گیا ہے۔بادشاہ کو اس کی یہ بات بھی اچھی لگی اور حکم جاری کیا اس کو مزید چار سو دینار دیئے جائیں۔جب اس عورت کو مزید چار سو دینار دیئے گئے تو وہ پھر مسکرانے لگی، بادشاہ نے پوچھا اب کیوں مسکرائی؟ بوڑھی عورت نے کہا زیتون کا درخت پورے سال میں صرف ایک بار پھل دیتا ہے جبکہ میرے درخت نے دو بار پھل دے دیئے ہیں۔

بادشاہ نے پھر حکم دیا اس کو مزید چار سو دینار دیئے جائیں یہ حکم دیتے ہی بادشاہ تیزی کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گیا۔وزیر نے کہا حضور آپ جلدی سے کیوں نکل آئے؟ بادشاہ نے کہا: اگر میں مزید اس عورت کے پاس رہتا تو میرا سارا خزانہ خالی ہو جاتا مگر عورت کی حکمت بھری باتیں ختم نہ ہوتیں۔

اچھی بات دل موہ لیتی ہے نرم رویہ دشمن کو دوست بنا دیتا ہے حکمت بھرا جملہ بادشاہوں کو بھی قریب لے آتا ہے۔اچھی بات دنیا میں دوست بڑھاتی اور دشمن کم کرتی ہے اور آخرت میں ثواب کی کثرت کرتی ہے۔آپ مال و دولت سے سامان خرید سکتے ہیں مگر دل کی خریداری صرف اچھی بات سے ہو سکتی ہے لہذا دل کے خریدار بنیں مال کے طلب گار نہ بنیں۔

(36)سکون کی تلاش

طارِق نَہر کے کِنارے اُداس بیٹھا لہروں کو دیکھ رہا تھا کہ اُس کا ایک دوست وہاں سے گزرا۔ طارق پر نظر پڑی تو اُس کی خیر خیریت پوچھی، طارق نے اُس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا کہ یار سُکون کی تلاش میں ہوں، گھر میں بیوی بچّوں کے شور سے تنگ آگیا ہوں، اب تو کان بجنے لگے ہیں، ٹھیک سے دِکھائی نہیں دیتا اور نیند بھی پوری نہیں ہوتی، جب دل زیادہ گھبراتا ہے تو نَہر کے کنارے پہنچ جاتا ہوں۔

دوست نے مشورہ دیا کہ ساتھ والے گاؤں میں ایک بڑے حکیم صاحب ہیں اُن سے ملو، شاید وہ تمہارا مسئلہ حل کر دیں۔ طارق اسی دن حکیم صاحب کے پاس پہنچ گیا اور اپنا مسئلہ بیان کیا، انہوں نے اِس کی نبض چیک کی اور کہنے لگے کہ تمہارا علاج ہو جائے گا مگر میں جو کہوں، وہ کرنا ہو گا۔ طارق نے ہامی بھر لی، تو بڑے حکیم صاحب نے کہا: گھر میں مُرغا رکھ لو اور تین دن بعد میرے پاس آنا۔ طارق نے دل میں سوچا کہ پہلے ہی بچّوں کے شور سے تنگ ہوں اوپر سے مُرغا بھی! خیر! وہ گھر جاتے ہوئے کریم بخش سے مُرغا خرید کر لے گیا۔ مُرغا دیکھ کر بچّوں کی تو عید ہو گئی، وہ اُس کے ساتھ کھیلنے لگے۔ شور وغُل بڑھا تو طارق کی بے سُکونی بھی بڑھ گئی۔

تین دن بعد پھر حکیم صاحب کے پاس پہنچ گیا اور سارا حال کہہ سنایا، اب کی بار حکیم صاحب نے کہا: ایک کُتّا بھی رکھ لو۔ طارق کے جی میں آئی کہ حکیم کو کھری کَھری سُنا دے مگر مُرۃ تاً خاموش رہا اور کُتّا لے جاکر گھر کے باہَر باندھ دیا، بچّوں کا شور تھمتا تو کُتّا بھونکنے لگتا، وہ چپ ہوتا تو مُرغا شروع ہو جاتا۔

سخت بے سکونی کے عالَم میں تیسری بار حکیم صاحب سے ملا تو حکم ہوا: ایک گدھا بھی رکھ لو۔ مَرتا کیا نہ کرتا، اُدھار پر گدھا خریدا اور گھر لے جاکر کُھونٹے سے باندھ دیا۔ اب تو محلے والے بھی اُس کے گھر پہنچ گئے کہ کچھ ہمارا بھی خیال کرو، تمہارے جانوروں اور بچّوں نے مل کر ہمارا سُکون برباد کر رکھا ہے۔

طارق نے حکیم صاحب سے فریاد کی تو فرمایا: گدھے کو فوراً بیچ دو، آدھی قیمت پر گدھے سے جان چھڑائی تو اُس رات کچھ بہتر نیند آئی، دوسرے دن حکیم صاحب سے ملا تو حکم ہوا: کتّے کو بھی چلتا کرو، ایسا ہی کیا تو گھر میں مزید خاموشی ہو گئی، اب کی بار حکیم صاحب سے ملا تو فرمایا کہ مُرغا ذَبح کر کے کھالو، طارق نے ہمّت کر کے کہا: حکیم صاحب! ٹھیک ہے میں نے آپ کی ہر بات ماننے کا وعدہ کیا تھا مگر مُرغا ہمارے گھر کی رونق بَن چکا ہے، بچّے اُس کی وجہ سے خوش ہیں، جب

تک وہ بانگ نہ دے لگتا ہی نہیں کہ دن نکل آیا ہے، حکیم صاحب نے اپنا حکم دہرایا تو طارق نے بجھے دل سے اِس پر بھی عمل کر ڈالا، پھر سے حکیم صاحب کے پاس پہنچا تو کہنے لگے: بیوی بچّوں سے جان چھڑاؤ اور اُن کو نانا کے گھر بھیج دو پھر تمہیں مکمل سُکون مل جائے گا۔

طارق رونے کے قریب ہو گیا اور کہنے لگا کہ حکیم صاحب بس اتنا کافی ہے، میرا علاج مکمل ہوا، اب مجھے سُکون ہے۔ حکیم صاحب نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگے: میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتا تھا کہ سُکون ہمارے اندر ہوتا ہے اور ہم اُسے باہَر تلاش کرتے رہتے ہیں، اگر ہم اپنا ذہن بنالیں تو خلافِ مزاج باتوں کو برداشت کرنے کی عادت بھی بَن سکتی ہے ورنہ ہم بے سُکونی کا شِکار رہتے ہیں، جاؤ! اب اپنے گھر میں سُکون سے رہو۔

(37) خدا کی جنت

عام طور پر تعلیمی نظام کا ڈھانچہ تدریسی گھنٹوں کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے، بارہ جماعتیں پڑھنے کے بعد مزید چار سال کی تعلیم کی تکمیل پر بی ای اور دو سال مزید پڑھنے پر ماسٹر کی ڈگری ملتی ہے۔

ان اٹھارہ سالوں میں ایک طالب علم روزانہ درسگاہ جاتا، لیکچر غور سے سنتا، نوٹس لیتا، اسائنمنٹس بناتا، پریزینٹیشن دیتا اور پھر اپنی قابلیت ثابت کرنے کے لئے امتحان کے عمل سے گذرتا ہے۔ ان جوانی کے قیمتی سالوں میں وہ دھوپ کی حدت جھیلتا، سردی کے تھپیڑے برداشت کرتا، راتوں میں شب بیداری کرتا اور دن کے سیر سپاٹوں کو محدود رکھتا ہے، اس کے سامنے ایک روشن مستقبل ہے۔ اس کو پانے کی امنگ ہے، وہ ان تکالیف کو جھیلتا ہوا شاندار مستقبل کے تصور میں مگن آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

چنانچہ وہ چلچلاتی دھوپ میں اپنے تخیلاتی دفتر کا کمرہ تصور میں لاتا، رت جگوں میں مستقبل کی پر سکون نیندوں کی امید رکھتا اور بسوں کے دھکوں میں عالیشان کار کے تخیل سے محظوظ ہوتا ہے، اس کے ماں باپ، دوست احباب اور خیر خواہ اس کو دیکھتے، سراہتے اور اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس دنیا میں کامیابی کا راز یہی محنت ہے۔ بالآخر یہ ۱۸، برس کی ٹریننگ اسے اس قابل بنا دیتی ہے کہ وہ ایک اچھی ملازمت حاصل کرکے اپنے خوابوں کی تعبیر حاصل کرلے۔

ایک بندۂ مومن کی جدوجہد بھی نوعیت کے اعتبار سے کچھ اسی سے ملتی جلتی ہے۔اس کے سامنے بھی ایک واضح مقصد ہے اور وہ ہے اپنے رب کی رضامندی اور خوشنودی..اس کا روشن مستقبل جنت کی شہریت کے حصول سے منسلک ہے۔

چنانچہ جب اسے شہوت تنگ کرتی ہے تو نفس کو لگام ڈالتا ہے،جب وہ بیماری و مشکل میں گرفتار ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے۔جب اسے کسی کامیابی کا سامنا ہوتا تو وہ اکڑنے کے بجائے شکر کرتے ہوئے اپنے رب کے سامنے جھک جاتا ہے۔جب شیطانی محفلوں کی رنگ رلیاں اسے دعوت گناہ دیتیں تو وہ آنکھیں پھیر لیتا ہے،جب نفس کے تقاضے اسے بدگوئی پر مجبور کرتے تو وہ زبان کو قابو کر لیتا ہے۔وہ اپنے ہر عضو،ظاہر اور باطن ہر شے کو اپنے مکمل کنٹرول میں رکھتا اور اپنے رب کی مرضی کے ماتحت کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر آج محنت نہ کی تو کل کی جنت ہاتھ سے نکل جائے گی۔

ایک نوجوان اس دنیا میں اعلیٰ مستقبل کے لئے تو اتنی محنت کرتا ہے لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ وہ دوسری دنیا کے لئے کوئی محنت کرنے پر تیار نہیں..وہ صبح فجر میں نہیں اٹھنا چاہتا،وہ اپنی نگاہوں کو فحش مناظر سے نہیں بچاتا،وہ اپنی زبان کو گناہ کے کلام سے محفوظ نہیں رکھتا اور اپنے آپ کو نفس کے سپرد کر دیتا ہے۔اس کے باوجود بھی وہ جنت کی تمنا رکھتا ہے بلکہ بسا اوقات تو وہ یہ تمنا بھی نہیں رکھتا اور پھر بھی یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ دوسری دنیا میں کامیاب ہو جائے گا۔اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر اس دنیا میں کاغذ کے نوٹ محنت کے بغیر نہیں ملتے تو دوسری دنیا کی نعمتیں بھی اتنی سستی نہیں کہ محنت کے بغیر جھولی میں ڈال دی جائیں....لہٰذا نیک اعمال کی جانب جلدی کیجئے کہ زندگی کے چراغ کے بارے میں کسی کو پتا نہیں کہ وہ کب بجھ جائے۔

(38)گھر کی تربیت

ایک شخص جنگل میں راستہ بھول گیا تھا وہ بھوک و پیاس کی حالت میں کسی ایسی جگہ کی تلاش میں تھا کہ کوئی گھر یا کوئی جھونپڑی نظر آجائے تاکہ کم از کم کچھ کھانے کو مل جائے چنانچہ کچھ دیر بعد اس کو دور سے ایک گھر نظر آیا امید کی کرن نظر آئی وہ شخص جلدی جلدی اس گھر کے دروازے پر پہنچا دروازے پر دستک دی اندر سے ایک عورت نے کہا کون ہے اس شخص نے کہا میں مسافر ہوں اور بھوکا ہوں کچھ کھانے کی چیز مل جائے تو مہربانی ہوگی چنانچہ عورت نے اسے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی اور اسے کھانا پیش کیا وہ کھانے لگا کہ اس عورت کا شوہر جو کہ کسی کام سے کہیں گیا ہوا

تھا واپس آگیا اس نے جب اس شخص کو دیکھا تو اپنی زوجہ سے پوچھا یہ کون ہے ؟ اس نے بتایا کہ ایسے ایسے آیا ہے اور حاجت مند تھا میں نے اس کو کھانا کھلانے کے لئے یہاں پر رکنے کی اجازت دی ہے۔ اس کے شوہر نے کہا یہ کون ہوتا ہے جو ہمارے یہاں سے کچھ کھائے ؟ چنانچہ اس نے مسافر کو ذلیل کرنے کے بعد گھر سے نکال دیا وہ پھر جنگل میں کسی دوسرے سہارے کی تلاش میں چلنے لگا کچھ ہی دیر بعد اسے ویسا ہی دوسرا گھر نظر آگیا چنانچہ اس نے وہاں پر آواز لگائی مسافر ہوں اللہ کی رضا کے لیے کچھ کھانا کھلا دیں وہاں سے بھی ایک عورت نکلی اس نے اس شخص کو ذلیل و خوار کر کے کہا کہ جاؤ یہاں سے، ہم کیوں دیں؟ وہ مسافر شرمندہ اور مایوس ہو کر جانے لگا کہ اس عورت کا شوہر آگیا، اس نے اپنی زوجہ سے پوچھا کہ یہ کون ہے اور کیا کہہ رہا تھا؟ عورت نے کہا کہ ایسے ایسے کہہ رہا تھا میں نے کہا جاؤ اور پھر ہم کیوں کھلائیں کسی کو؟ یہ سن کر شوہر نے اس مسافر کو واپس بلایا گھر میں بٹھایا کھانا کھلایا وہ مسافر بہت حیران ہوا۔

اس نے اپنے میزبان سے کہا کہ مجھے یہ بات بہت پریشان کر رہی ہے کہ میں جس پہلے گھر میں گیا تھا تو وہاں پر مجھے عورت نے اچھی طرح سے کھانا پیش کیا اور مسافر کی طرح میری مدد کرنے کی کوشش کی مگر اس کے خاوند نے مجھے ذلیل کر کے بھگا دیا اور آپ کے یہاں آپ کی زوجہ محترمہ نے بلکل اسی شخص کے جیسا رویہ اختیار کیا اور بھگا دیا اور آپ نے اس عورت جیسا رویہ اختیار کیا۔ اس شخص نے کہا: پہلے تم جس گھر میں داخل ہوئے تھے وہ میری بہن ہے جس نے تمہیں کھانا کھانے کے لیئے دیا اور وہ شخص جس نے تمہیں وہاں سے نکال دیا تھا وہ میری بیوی کا بھائی ہے۔ اور ان دونوں نے تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جو ان کی تربیت اور فطرت میں شامل تھا اور میں نے اور میری بہن نے تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جو ہماری تربیت اور فطرت میں ہے۔

اس حکایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہم اپنے گھر سے ہی اصل ادب و احترام سیکھتے ہیں جو ہمارے گھر کا کلچر ہوتا ہے اگر گھر میں بچوں کو ادب و احترام، حسن سلوک، صلہ رحمی، درگزر، ایثار و قربانی اور نیکی کرنا سکھایا جائے تو عین ممکن ہے کہ بڑے ہو کر یہ بچے وہی کریں گے جو ان کو کرنا سکھایا گیا ہے۔

(39) ایک ماں کی تڑپ

ایک ڈاکٹر کا کہنا ہے میں ابھی مریضوں سے نمٹ ہی رہا تھا کہ اچانک وہ بچے کو اٹھائے بوکھلائی ہوئی میرے کلینک میں آئی، پھولی ہوئی سانسیں بتا رہی تھیں کہ پیدل آئی ہے، اپنے حلیئے سے بھی بے نیاز لگتی تھی، بچے کو بیڈ پر لٹا کر

تیزی سے میری طرف مڑی۔اس کے کچھ کہنے سے پہلے میں جلدی سے اٹھا اور بچے کا معائنہ کرنے لگا، گلے میں انفیکشن کی وجہ سے اسے تیز بخار تھا جس کے سبب اس پر غنودگی طاری تھی۔میں نے مکمل چیک اپ کے بعد اسے ضروری میڈیسن دی اور انجیکشن شامل کر کے ڈرپ لگادی۔اس تمام وقت وہ بے چینی سے بچے کے ارد گرد گھومتی رہی. میں نے اسے بولا:"اس کے قریب کرسی پر بیٹھ جاؤ،ڈرپ ختم ہونے تک ان شاء اللہ بچے کا بخار اتر جائے گا۔"

بیٹھ کر بھی اسے سکون نہ ملا، آیتیں پڑھ پڑھ کر اس پر دم کرتی رہی، بار بار اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتی، اس کا منہ چومتی اور اپنے آنسو صاف کرتی رہی، تبھی میری نظر اس کے پاؤں پر پڑی جس سے خون رس رہا تھا، میں نے پوچھا، "تمہارے پاؤں کو کیا ہوا" جھک کر دیکھا اور بے دلی سے مسکرا کر بولی:"روڈ پر بہت رش تھا، سواری کے انتظار میں دیر ہو جاتی، اس لئے بھاگی چلی آئی "میرے گھر سے بہت دور تو نہیں ہے آپ کا کلینک! لیکن یہ خون ؟ میں نے کہا، سر جھکا کر شرمندہ سی بولی،" گھر سے نکلتے ہوئے جوتی بدلنے کا خیال نہیں رہا، گلی کی نکڑ پر موچی بیٹھتا ہے نا، اس کی کوئی کیل اس پلاسٹک کی جوتی میں آگئی ہو گی"

پاؤں اٹھا کر دیکھا تو واقعی ایک بڑی کیل جوتی سے آر پار ہو گئی تھی جس نے اس کے تلوے میں اچھا خاصا زخم کر دیا تھا۔ میں نے نرس کو پاؤں صاف کر کے پٹی کرنے کو کہا، جب بچے کی حالت سنبھلی تو سکون اس کی روح میں سما گیا، اسے اٹھا کر جانے لگی تو میں نے کہا:"تمہارے پاؤں میں اتنا گہرا زخم ہے، درد نہیں ہو رہا کیا؟"

بچے کو سینے سے لگا کر چومتے ہوئے بولی:"ڈاکٹر صاحب! درد جب دل میں ہو تو پاؤں میں کہاں رہتا ہے"۔

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے: سخت سردی تھی اور میری ناک میں پانی چلنا شروع ہو گیا میں نے جب یہ پانی بیوی کی چادر سے صاف کیا تو اس نے کہا: چادر گندی کر دی۔ اور جب میں نے ماں کی چادر سے ناک صاف کیا تو ماں نے کہا: یہ چادر گندی ہے میں تجھے صاف کپڑا دیتی ہوں۔

یقیناً ماں، ماں ہوتی ہے کسی شاعر نے کیا ہی خوب لکھا ہے:

موت کی آغوش میں جب تھک کے سو جاتی ہے ماں
تب کہیں جا کر رضا تھوڑا سکوں پاتی ہے ماں

روح کے رشتوں کی یہ گہرائیاں تو دیکھئے
چوٹ لگتی ہے ہمارے اور تڑپ جاتی ہے ماں

جانے کتنی برف سی راتوں میں ایسا بھی ہوا
بچہ تو چھاتی پہ ہے گیلے میں سو جاتی ہے ماں

بھوکا سونے ہی نہیں دیتی یتیموں کو کبھی
جانے کس کس سے کہاں سے مانگ کر لاتی ہے ماں

ہڈیوں کا رس پلاکر اپنے دل کے چین کو
کتنی ہی راتوں کو خالی پیٹ سوجاتی ہے ماں

ماردیتی ہے طمانچہ گر کبھی جذبات میں
چومتی ہے لب کبھی رخسار سہلاتی ہے ماں

کب ضرورت ہو مِری بچے کو اتنا سوچ کر
جاگتی رہتی ہے ممتا اور سوجاتی ہے ماں

دیر ہوجاتی ہے گھر آنے میں اکثر جب ہمیں
ریت پہ مچھلی ہو جیسے ایسے گھبراتی ہے ماں

مرتے دم بچہ نہ آئے گھر اگر پردیس سے
اپنی دونوں پتلیاں چوکھٹ پہ رکھ جاتی ہے ماں

اپنے پہلو میں لٹاکر روز طوطے کی طرح
ایک بارہ پانچ چودہ ہم کو رٹواتی ہے ماں

(40)سلام کرنا کبھی مت بھولنا

ایک لڑکا تھا جس کا نام تھا علی۔ علی بہت اچھا لڑکا تھا، لیکن اس کی ایک بری عادت تھی اور وہ یہ کہ وہ سلام نہیں کرتا تھا۔ ایک دن دوپہر کو جب وہ اسکول سے واپس آرہا تھا تو اپنے گھر کے پاس ایک دکان پر گیا اور دکاندار سے بولا: احمد

چچا! مجھے ایک چپس کا پیکٹ اور غبارے چاہئے۔ احمد چچا نے اس پر ایک نظر ڈالی اور بولے: علی تم نے سلام کیوں نہیں کیا ؟ تم کب سے اتنے بے ادب ہو گئے ہو؟ جبکہ اب تم بڑے بھی ہو گئے ہو تو پھر کیوں اپنے سے بڑوں کو سلام نہیں کرتے؟ میرے پاس تمہارے جیسے بے ادب بچوں کے لئے کچھ نہیں ہے، نہ چپس ہے اور نہ ہی غبارے۔

علی اس واقعہ سے بڑا غمگین ہو گیا۔ دکان سے باہر آگیا اور سیدھا گھر کی طرف چلا گیا۔ شام کو جب موسم کچھ ٹھنڈا ہوا اور علی نے اپنا اسکول کا کام تمام کر لیا تو گھر سے باہر آیا اور اپنے دوست ہادی کے گھر گیا۔ وہاں اس نے جب دروازے پر دستک دی تو ہادی کی والدہ نے دروازہ کھولا۔ علی نے کہا! ہادی سو رہا ہے یا جاگ رہا ہے۔ اس سے کہہ دیجئے کہ فٹ بال لیتا آئے۔ ہادی کی والدہ علی کے اس رویہ سے بہت ناراض ہو گئیں اور بولیں! جس بچہ کو سلام کرنا نہ آتا ہو وہ میرے بیٹے کا دوست نہیں ہو سکتا اور یہ کہہ کر گھر کے دروازے کو بند کر دیا۔

علی اس واقعہ سے ایک بار پھر کافی غمگین ہو گیا اور اپنے گھر واپس آگیا۔ علی کی والدہ نے جب اسے غمگین دیکھا تو اس سے پوچھا تم کیوں اتنا زیادہ غمگین ہو؟ تب علی نے اپنی والدہ کو ساری بات بتائی۔ علی کی والدہ نے اس سے کہا: دیکھو بیٹا علی! کبھی اپنے سے بڑوں کو سلام کرنا مت بھولنا اور اگر تم بڑوں کو سلام کرو گے تو سب کہیں گے علی کتنا اچھا بچہ ہے۔

شام میں علی کی والدہ نے اسے پیسے دیئے اور کہا: علی جاؤ روٹی کی دکان سے دو عدد روٹی لے آؤ، لیکن روٹیاں گرم اور تازہ لانا۔ جب علی گھر سے باہر روٹی لانے کے لئے نکل رہا تھا تبھی اس کی ماں نے اس سے کہا: بیٹا علی! دیکھو سلام کرنا مت بھولنا۔ علی روٹی کی دکان پر گیا تبھی اسے ماں کی سلام کرنے والی بات یاد آئی اور اس نے دکاندار سے کہا۔ شاکر چچا السلام علیکم۔

شاکر چچا نے علی کو پیار بھری نظروں سے دیکھا اور جواب دیا وعلیکم السلام بیٹے علی! کیسے ہو؟ علی خوش ہوا اور بولا: شاکر چچا مجھے روٹیاں چاہیئے۔ شاکر چچا نے کہا کریم! جاؤ اچھے اور با ادب بچے کے لئے دو گرما گرم روٹی لیتے آؤ۔ اور اس طرح علی نے عہد کیا کہ اب وہ سبھی کو سلام کرے گا اور اپنے بڑوں کا احترام کرے گا...!

(41) ایک عجیب وغریب مزاحیہ اور علمی قصہ!

امام جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے قاضی انطاکیہ کا ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ ایک دن اپنے کھیتوں کو دیکھنے شہر سے نکلے تو شہر کے باہر ایک چور نے دھر لیا۔ چور نے کہا کہ جو کچھ ہے میرے حوالے کر دیجئے ورنہ میری طرف سے

سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ قاضی نے کہا: خدا تیرا بھلا کرے۔ میں عالم آدمی ہوں اور دین میں اس کی عزت کا حکم دیا گیا ہے ساتھ میں قاضیٔ شہر بھی ہوں لہذا مجھ پر رحم کر۔

چور نے کہا: الحمدللہ! ایسا شخص جو بیچارہ فقیر نادار ہو اور اپنا نقصان پورا نہ کر سکے کے بجائے آج ایک ایسے شخص کو اللہ نے میرے قابو میں دیا ہے کہ اگر اس کو میں لوٹ بھی لوں تو شہر واپس جا کر اپنا نقصان پورا کر سکتا ہے۔ قاضی نے کہا: خدا کے بندے تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سنی کہ دین وہ ہے جسے اللہ نے مقرر کیا اور مخلوق سب اللہ کے بندے ہیں اور سنت وہی ہے جو میرا طریقہ ہے۔ پس جس نے میرا طریقہ چھوڑ کر کوئی بدعت ایجاد کی تو اس پر اللہ کی لعنت۔

چور نے کہا: میری جان! یہ حدیث مرسل ہے (جو شوافع کے ہاں حجت نہیں) اور بالفرض اس حدیث کو درست بھی مان لیا جائے تو آپ کا اس "چور" کے بارے میں کیا خیال ہے جو بالکل "قلاش" ہو فاقوں نے اس کے گھر میں ڈیرے ڈال دیئے ہوں اور ایک وقت کے کھانے کا بھی کوئی آسرا نہ ہو؟ ایسی صورت میں ایسے شخص کے لئے آپ کا مال بالکل پاک و حلال ہے کیونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا کہ دنیا اگر محض خون ہوتی تو مؤمن کا اس میں سے کھانا حلال ہوتا۔

نیز علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر آدمی کو اپنے یا اپنے خاندان کے مارے جانے کا خوف ہو تو اس کے لئے دوسرے کا مال حلال ہے۔ اور اللہ کی قسم میں اسی حالت سے گزر رہا ہوں لہذا شرافت سے سارا مال میرے حوالے کر دو۔

قاضی نے کہا: اچھا اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو مجھے اپنے کھیتوں میں جانے دو وہاں میرے غلام و خادم نے آج جو اناج بیچا ہو گا اس کا مال میں ان سے لے کر واپس آکر آپ کے حوالے کر دیتا ہوں۔ چور نے کہا: ہر گز نہیں۔ ایک دفعہ میرے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد آپ دوبارہ واپس نہیں لوٹیں گے۔ قاضی نے کہا: میں آپ کو قسم دینے کو تیار ہوں کہ ان شاء اللہ میں نے جو وعدہ آپ سے کیا ہے اسے پورا کروں گا۔ چور نے کہا: مجھے حدیث بیان کی مالک رحمۃ اللہ علیہ نے انہوں نے نافع سے سنی انہوں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ: یمین المکرہ لا تلزم (یعنی مجبور کی قسم کا

اعتبار نہیں)اور مجبوری کی حالت میں جب کلمہ کفر بولنے کی اجازت ہے تو جھوٹی قسم بھی کھائی جاسکتی ہے۔لہذا فضول بحث سے پرہیز کریں اور جو کچھ ہے آپ کے پاس میرے حوالے کر دیں۔

قاضی اس پر لاجواب ہوگیا اور اپنی سواری، مال کپڑے سوائے شلوار کے اس کے حوالے کر دیا۔چور نے کہا: شلوار بھی اتار کر دیں۔قاضی نے کہا: اللہ کے بندے نماز کا وقت ہوچکا ہے۔اور بغیر کپڑوں کے نماز جائز نہیں، نیز شلوار حوالے کرنے پر میری بے پردگی ہوگی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ملعون ہے جو اپنے بھائی کے ستر کو دیکھے۔چور نے کہا: اس کا آپ غم نہ کریں کیونکہ ننگے حالت میں آپ کی نماز بالکل درست ہے کہ امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے حدیث بیان کی وہ روایت کرتے ہیں نافع رحمۃ اللہ علیہ سے وہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ سے کہ: ننگے کھڑے ہوکر نماز پڑھیں اور ان کا امام بیچ میں کھڑا ہو۔

نیز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی ننگے کی نماز کے جواز کے قائل ہیں مگر ان کا فتوی یہ ہے کہ کھڑے ہوکر نہیں پڑھیں گے بلکہ متفرق متفرق پڑھیں گے اور اتنی دور دور پڑھیں گے کہ ایک دوسرے کے ستر پر نظر نہ پڑے۔جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی یہ ہے کہ کھڑے ہوکر نہیں بلکہ بیٹھ کر پڑھیں۔

اور ستر پر نظر پڑنے والی جو روایت آپ نے سنائی اول تو وہ سنداً درست نہیں اگر مان بھی لیں تو وہ حدیث اس پر محمول ہے کہ کسی کے ستر کو شہوت کی نگاہ سے دیکھا جائے۔اور فی الوقت ایسی حالت نہیں اور آپ تو کسی صورت میں بھی گناہ گار نہیں کیونکہ آپ حالت اضطرار میں ہے خود بے پردہ نہیں ہورہے ہیں بلکہ میں آپ کو مجبور کررہاہوں۔لہذا لایعنی بحث مت کریں اور جو کہہ رہاہوں اس پر عمل کریں۔

قاضی نے یہ سن کر کہا کہ خدا کی قسم قاضی اور مفتی تو تجھے ہونا چاہئے ہم تو جھک مار رہے ہیں۔جو کچھ تجھے چاہئے لے پکڑ۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔اوریوں چور سب کچھ لے کر فرار ہوگیا۔(کتاب الاذکیا،لابن الجوزی،ص ۳۸۹)

(42)سورہ یاسین کا کمال

ایک مرتبہ امام ناصر الدین بستی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے اور اس بیماری میں آپ کو مرض سکتہ ہوگیا اعزاو اقرباءنے آپ کو مردہ تصور کرکے دفن کر دیا، رات کے وقت آپ کو ہوش آیا خود کو مدفون دیکھا سخت متحیر ہوئے اس حیرت وپریشانی واضطراب میں آپ کو یاد آیا کہ جو شخص حالتِ پریشانی میں چالیس مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتا ہے اللہ تعالی

اس کے اضطراب کو دفع کرتا ہے اور تنگی فراخی سے بدل جاتی ہے چنانچہ آپ نے سورۂ یٰسین پڑھنی شروع کی ابھی انتالیس مرتبہ پڑھ چکے تھے کہ ایک کفن چور نے کفن چرانے کی نیت سے آپ کی قبر کھودی، امام نے اپنی فراست سے معلوم کیا کہ یہ کفن چور ہے چالیسویں مرتبہ آپ نے بہت دھیمی آواز سے پڑھنا شروع کیا کہ دوسرا شخص نہ سن سکے ادھر آپ نے چالیسویں مرتبہ پورا کیا ادھر کفن چور بھی اپنا کام پورا کر چکا تھا آپ اٹھ کر قبر سے باہر آئے کفن چور اس قدر ڈرا کہ اس کا دل پھٹ گیا اور چل بسا امام ناصر الدین کو خیال ہوا کہ اگر میں فوراً شہر چلا جاؤں تو لوگوں کو سخت پریشان وحیرت وہیبت ہوگی پس آپ رات کو شہر میں گئے اور ہر محلہ کے دروازے کے آگے پکارتے تھے کہ میں ناصر الدین بستی ہوں تم لوگوں نے مجھے سکتہ کی حالت میں دیکھ کر غلطی سے مردہ تصور کیا اور دفن کر دیا میں زندہ ہوں اس واقعہ کے بعد امام ناصر الدین نے قرآن کریم کی تفسیر لکھی۔(فوائد الفوادمترجم ص ۱۳۹)

اسی طرح کا واقعہ چوتھی صدی ہجری کے مشہور عالم وادیب علامہ بدیع الزمان کے ساتھ بھی پیش آیا کہ وہ بیمار تھے بیماری کے عالم میں ان پر سکتہ طاری ہوا لوگ سمجھے کہ انتقال کر گئے اس لیے ان کی تکفین وتجہیز کر دی گئی اور انہیں دفن کر دیا حالانکہ آپ زندہ تھے قبر میں ہوش آیا تو چیخ پڑے لوگوں نے قبر دوبارہ کھولی تو آپ نے داڑھی ہاتھ سے پکڑ رکھی تھی اور قبر کی ہولناکی کی وجہ سے انتقال فرما گئے تھے۔(وفیات الأعیان ج۱ص ۱۲۸)

(43)یہی آنسو چاہئے تھے

مرشد کے پاس ان کا ایک مرید آیا اور عرض کیا کہ حضور! میری طبیعت میں گداز نہیں ہے۔کوئی ایسا معاملہ بتائیں تاکہ مسئلہ حل ہو جائے۔مرشد نے کہا کہ تمہیں کچھ سال ریاضت کرنی پڑے گی، تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا ۔اس نے پوچھا مجھے کیا کرنا پڑے گا؟ مرشد نے کہا: فلاں موسم میں فلاں علاقے میں ایک پھول کھلتا ہے،اس میں ایک یا دو قطرے عرق کے نکلتے ہیں۔یہ شیشی لے جاؤ،اس کو بھر کے لاؤ۔

مرید چلا گیا،اسے شیشی کو بھرنے میں کئی سال لگ گئے۔جب وہ شیشی بھر گئی تو وہ خوشی خوشی اپنے مرشد کے پاس جانے لگا۔لیکن ابھی چلا ہی تھا کہ شیشی اس کے ہاتھ سے گر گئی اور محنت سے جمع کیا ہوا سارا عرق بہہ گیا۔مرید رونے لگا۔اسی دوران مرشد بھی آ گئے۔انہوں نے پوچھا کیا معاملہ ہے؟اس نے جواب دیا میری برسوں کی ریاضت

ضائع ہوگئی۔جب مرشد نے یہ سنا تو مسکرانا شروع کر دیا۔مرید نے پوچھا:حضور!میری ریاضت ضائع ہوگئی ہے اور آپ مسکرارہے ہیں؟

انہوں نے آگے ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے سے آنسو لیے اور فرمانے لگے کہ یہ آنسو اس عرق سے کئی گنا قیمتی ہیں۔مجھے یہی چاہیئے تھے۔

(44)قاضی کا ایک عجیب و دلچسپ فیصلہ!!

ایک ریاست میں ایک بوڑھے شخص کو روٹی چوری کرتے پکڑا گیا،علاقے کے کچھ لوگ اسے پکڑ کر وقت کے قاضی(یعنی جج) کے پاس لے گئے،قاضی نے بوڑھے بابا سے کافی سوالات کئے۔لیکن بابا نے کوئی جواب نہیں دیا،بالآخر قاضی نے فیصلہ یوں سنایا۔باباجی روٹی چوری کرنے کے جرم میں ایک درہم تندور کے مالک کو بطور جرمانہ ادا کرے گا۔یہ سنتے ہی لوگوں نے فاتحانہ نعرے لگانے شروع کئے۔قاضی صاحب نے کہا کہ ٹھہرو ابھی فیصلہ کی دوسری قسط باقی ہے،سب لوگ سمجھے کہ اب شاید بابا کو قید کی سزا بھی ہوگی۔لیکن قاضی کے فیصلہ نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔

قاضی نے گرجدار آواز میں فیصلہ سنایا کہ جتنے لوگ باباجی کو پکڑ کر لائے ہیں وہ سب اور جو لوگ باباجی کے گھر کے آس پاس تین گلیوں میں رہتے ہیں وہ سب ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو پچاس درہم باباجی کو بطور جرمانہ ادا کریں گے۔

لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو قاضی نے جواب دیا:نہ بابا کی عمر چوری کی ہے،نہ بابا پیشہ ور چور لگتے ہیں کیونکہ اگر چور ہوتے تو اپنی صفائی اچھے انداز سے پیش کرتے جیسا کہ چوروں کا دستور ہے۔باباجی کو بھوک نے چوری تک پہنچایا ہے۔اس کا سب سے بڑا سبب بابا کے پڑوسی ہیں۔جنہوں نے کبھی بابا کی خبر نہ لی اس لئے بابا ایک روٹی کے چور ہیں جبکہ باباجی کا پورا محلہ انسانیت کا چور ہے۔

جو سزا میں نے سنائی ہے حقیقت میں تمہارا فریضہ تھا جو تم ادا نہ کر سکے اس لئے اس کو جرم کا نام دیا گیا۔

قاضی کے فیصلہ نے باباجی کے آنکھوں سے آنسو نکال دئے اور دیگر لوگوں کی گردن جھکا دی۔

(45)تقوی کی برکت

حضرت سیِّدنا عمر بن عبد العزیز علَیْہِ رحمۃُ اللہِ العَزِیز کی نانی جان کا امیرُ الْمُؤمِنِین،اِمامُ الْعَادِلِین،حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو بننے کا واقعہ بھی بہت دِلچسپ ہے۔چُنانچہ حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اپنی رِعایا کی خبر گیری وحاجت رَوائی کے لئے اکثر رات کے وَقت مدینۂ منوّرہ زادَھَااللّٰہُ شَرَفاً وَّ تَعۡظِیۡماً وَّ تَکۡرِیۡماً کا **دورہ** فرمایا کرتے تھے کہ کہیں کوئی مصیبت زَدہ یا مظلوم مدد کا مُنتظِر تو نہیں۔ **حضرت** سیِّدُنا اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ایک رات میں بھی دورے میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور ایک مکان کی دیوار سے ٹیک لگالی۔ اچانک ایک آواز سنّاٹے کو چِیرتی ہوئی آپ کے کانوں سے ٹکرائی، بظاہر وہ کُھسَر پُھسَر ہی تھی مگر ماحول کی خاموشی کی وجہ سے صاف سُنائی دے رہی تھی۔ اسی گھر میں ایک عورت اپنی بیٹی کو بیدار کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: ”بیٹی! اُٹھو اور **دودھ** میں تھوڑا سا **پانی** ملا دو۔“ کچھ وقفے کے بعد لڑکی کی آواز سنائی دی: ”امی جان! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ امیرُالْمُؤمِنِین نے یہ **اِعلان** کروایا ہے کہ کوئی بھی **دودھ** میں پانی نہ ملائے۔“ ماں نے کہا: اس وَقت امیرُالْمُؤمِنِین اور اِعلان کرنے والے تمہیں کہاں دیکھ رہے ہیں! جاؤ اور دودھ میں پانی ملا دو۔“ مگر بیٹی صاف اِنکار کرتے ہوئے کہنے لگی: امی جان! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں لوگوں کے سامنے تو امیرُالْمُؤمِنِین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اِطاعت گزاری کروں اور تنہائی میں نافرمانی!“ **حضرت** سیِّدُنا اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امیرُالْمُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ماں بیٹی کی گفتگو سُن کر مجھ سے فرمایا: ”اسلم! اِس مکان کو اچّھی طرح پہچان لو۔“ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری رات اسی طرح گلیوں میں دورہ فرماتے رہے، جب صبح ہوئی تو مجھے اُس مکان کے مکینوں (یعنی رہنے والوں) کی معلومات کیلئے بھیجا۔ میں نے معلومات کی تو پتا چلا کہ اس گھر میں ایک بیوہ عورت اپنی کنواری بیٹی کے ساتھ رہتی ہے، میں نے بارگاہِ خلافت میں حاضِر ہوکر اپنی کارکَردگی پیش کر دی۔ حضرت سیِّدُنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کر کے دریافت فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی شادی کرنا چاہتا ہے؟ حضرت سیِّدُنا عبدُاللہ اور سیِّدُنا عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عَرض کی: ”ہم تو شادی شُدہ ہیں۔“ لیکن تیسرے بیٹے حضرتِ سیِّدُنا عاصِم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شادی کے لئے راضی ہوگئے۔ چُنانچِہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس لڑکی کے گھر اپنے شہزادے سے شادی کے لئے پیغام بھیجا جو قبول کر لیا گیا، شادی خانہ آبادی ہوگئی، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے کَرَم سے ان کے یہاں ایک خوش قسمت بیٹی پیدا ہوئی، پھر جب اُس کی شادی ہوئی تو اس کے بَطن سے ”عمرِ ثانی“ یعنی حضرت

سیِّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ العَزیز کی وِلادت ہوئی۔ (سیرت ابن جوزی ص ۱۰)(عمر بن عبد العزیز کی ۴۲۵ حکایات ص ۱۲۔۱۵)

پیارے پیارے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے کہ دودھ میں پانی ملانے سے اِنکار کرنے والی خوش نصیب مُبلّغہ کو اس نیکی کا کیسا عُمدہ صِلہ ملا کہ ایک طرف امیرُالْمُؤمِنِین حضرتِ سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہو اور دوسری جانب **عمرِ ثانی** امیرُ الْمُؤمِنِین حضرت سیِّدنا عمر بن عبد العزیز عَلَیْہِ رحمۃُ اللہِ الْعَزِیز کی نانی ہونے کا شَرف حاصل ہوا۔

(46)عمر بن عبد العزیز کا تقوی

لیث بن ابی رقیہ سیدنا عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مال فئی میں عنبر خوشبو لائی گئی۔ ماحول معطر ہوگیا۔ حضرت نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا، پھر منشی سے کہا کہ اسے بازار میں بیچ کر پیسے سرکاری خزانے میں جمع کرادو۔ اس دوران خوشبو سونگھنے کیلئے آپ نے ہاتھ ناک پر رکھے۔ فوراً ہی غلطی پر متنبہ ہوئے اور پانی منگوا کر وضو کرلیا۔ یعنی ہاتھوں سے اس کی خوشبو بھی صاف کرلی۔ لیث نے پوچھا کہ حضرت آپ نے اسے استعمال تو نہیں کیا، صرف سونگھا ہی تو ہے، پھر بھی ہاتھ منہ دھونے کی کیا ضرورت؟ فرمایا: لیث! تعجب ہے تجھ پر، عنبر کا یہی تو فائدہ ہے کہ سونگھا جائے، اسے کھایا پیا تو نہیں جاتا۔ پھر آپ کے پاس مشک خوشبو لائی گئی۔ (ظاہر ہے مشک اور عشق چھپائے کہاں چھپتے ہیں) پھر ماحول معطر ہوگیا تو آپ نے ناک ہی ڈھانپ لی کہ سرکاری خوشبو بھی ناک میں داخل نہ ہو۔

عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ جب حکومتی امور نمٹا رہے ہوتے تو سرکاری چراغ جلاتے اور جب ذاتی کام کرنے لگ جاتے تو ذاتی چراغ جلاتے۔ (سیرۃ عمر بن عبد العزیز ط- أخری المجلد ا: ص ۳۹)

(47)رابعہ بصریہ کا تقوی

حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْھَا مشہور وَلِیَّہ ہیں، بڑی نیک، عِبَادت گزار تھیں، حضرت محمد بن عَمْرو رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْھَا کے گھر مبارک کا کُل ساز و سامان ٦ چیزیں تھیں: (١)ایک چٹائی (٢)ایک مٹکا (٣)ایک پیالہ اور (٤) ایک موٹا اُونی کپڑا تھا، اسی پر آپ نماز پڑھا کرتیں اور اسی پر آرام فرماتی تھیں (٥-٦) تقریباً ٢ گز لمبی بانس کی کھونٹی تھی، جس پر کفن لٹکا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہ نے حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْھَا کی غُربت اور تنگ حالی کو دیکھا تو عرض کیا: اے اُمِّ عَمرو! میں آپ کی قابلِ رحم حالت دیکھ رہا ہوں، اگر آپ اپنے فلاں پڑوسی کے پاس جائیں تو وہ آپ کو ایسے حال پر نہ رہنے دے گا (یعنی وہ آپ کی مالی خدمت کو اپنے لئے باعثِ شرف سمجھے گا)۔ اس پر حضرت رابعہ بصریہ رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْھَا نے فرمایا: سفیان! تم نے میرے حال میں کیا کمی دیکھی! کیا میں مسلمان نہیں ہوں...؟ اسلام وہ عزت ہے جس کے ساتھ ذِلّت نہیں، اسلام وہ مالداری ہے جس کے ساتھ محتاجی نہیں، اسلام وہ محبت ہے، جس کے ساتھ وحشت نہیں۔ اللہ کی قسم! میں دُنیا کے حقیقی مالک (یعنی اللہ پاک) سے بھی دُنیا مانگتے حیا کرتی ہوں تو جو دُنیا کا مالِک ہی نہیں (مثلاً مالدار لوگ) ان سے دُنیا کیسے مانگوں؟ (وفیات الاعیان، جلد:۱، صفحہ: ۳۲۸)

خلیفہ کی پیش کش ٹھکرادی

خلیفہ ہشام بن عبد الملک جب حج کرنے آیا تو کعبے میں داخل ہوتے ہی حضرتِ سیِّدُنا سالم بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا پر اس کی نظر پڑی، آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: کوئی حاجت ہو تو فرمایئے! آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: مجھے اللہ سے شرم آرہی ہے کہ میں اس کے گھر میں ہوتے ہوئے کسی اور سے سوال کروں۔ جب آپ باہر نکلے تو خلیفہ بھی پیچھے نکل پڑا اور کہنے لگا: اب تو آپ بیت اللہ شریف سے باہر نکل چکے ہیں، کوئی حاجت ہو تو فرمائیں؟ آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: دنیوی حاجت کا سوال کروں یا اُخروی کا؟ ہشام نے کہا: دنیوی حاجت کا۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے فرمایا: میں نے دنیا تو اس سے بھی نہیں مانگی جس کی یہ ملکیت ہے، بھلا اس شخص سے دنیا کیسے طلب کر سکتا ہوں جو اس کا مالک ہی نہیں؟ (البدایۃ و النھایۃ، احداث سنۃ ست و مائۃ، ۶/۳۷۶)

(48) عربوں کی عادت

اہل عرب جب شادی بیاہ کرتے تھے تو قدیم رواج کے مطابق دعوت کی تقریب میں شامل مہمانوں کی تواضع کے لیے بھنے ہوئے گوشت کے ٹکڑے کو روٹی کے اندر لپیٹ کر پیش کرتے تھے۔ اگر کسی تقریب میں گھر کے سربراہ کو پتا چلتا کہ اس شادی میں شریک افراد کی تعداد دعوت میں تیار کئے گئے گوشت کے ٹکڑوں کی تعداد سے زیادہ ہے یا زیادہ ہو سکتی ہے تو وہ کھانے کے وقت دو روٹیاں (گوشت کے بغیر) ایک دوسرے کے ساتھ لپیٹ کر اپنے اہلِ خانہ، رشتہ

داروں اور انتہائی قریبی دوستوں میں تقسیم کرتے جبکہ گوشت روٹی کے اندر لپیٹ کر صرف باہر سے آئے ہوئے اجنبیوں کو پیش کیا جاتا تھا۔

ایسے ہی ایک بار غریب شخص کے یہاں شادی کی تقریب تھی جس میں اس شخص نے دعوت کے دن احتیاطاً بغیر گوشت کے روٹی کے اندر روٹی لپیٹ کر اپنے گھر والوں، رشتہ داروں اور متعدد قریبی قابلِ بھروسہ دوستوں کو کھانے میں پیش کی تاکہ اجنبیوں کو کھانے میں روٹی کے ساتھ گوشت مل سکے اور کسی بھی قسم کی شرمندگی سے بچا جاسکے۔

جنہیں صرف روٹی ملی تھی تو انہوں نے ایسے کھانا شروع کردیا گویا اس میں گوشت موجود ہے، سوائے اُس کے ایک انتہائی قریبی رشتہ دار کے اس نے روٹی کھولی گھر کے سربراہ کو بلایا اور غصے سے بلند آواز میں اس سے کہا، "اے عبداللہ کے باپ یہ کیا مذاق ہے یہ روٹی تو گوشت کے بغیر ہے میں تو آج کے دن ہرگز یہ نہیں کھاؤں گا"

غریب شخص نے تحمل سے سنا اور مسکرا کر جواب دیا، "اجنبیوں کا مجھ پر حق ہے کہ میرے دسترخوان پر انہیں ہر حال میں گوشت پیش کیا جائے" یہ لیجئے گوشت کا ٹکڑا اور معافی چاہتا ہوں مجھ سے غلطی ہوئی میں آپ کو اپنے اہلِ خانہ میں شمار کر رہا تھا۔

حکمت: ہمارے موجودہ دور میں، ہم بہت سارے لوگوں پر بھروسہ کرتے ہیں، ان کو گھر کے فرد جیسا سمجھتے ہوئے یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ مشکل وقت میں ہمارے شانہ بشانہ کھڑے ہوں گے، ہماری پیٹھ پیچھے ہماری عزت کی حفاظت کرتے ہوئے ہر حال میں وفاداری نبھائیں گے۔ لیکن عین ضرورت کے وقت ہمارے اندازے غلط ثابت ہو جاتے ہیں اس لیے "اس بات کو یقینی بنائیں کہ کون سی روٹی کون سے بندے کو دینی ہے۔

(49)ایک سچی حقیقت

ایک بوڑھا آدمی عدالت میں داخل ہوا تاکہ اپنی شکایت (یعنی مقدمہ) قاضی کے سامنے پیش کرے۔ قاضی نے پوچھا: آپ کا مقدمہ کس کے خلاف ہے؟ اس نے کہا اپنے بیٹے کے خلاف۔ قاضی حیران ہوا اور پوچھا کیا شکایت ہے، بوڑھے نے کہا: میں اپنے بیٹے سے اس کی استطاعت کے مطابق ماہانہ خرچہ مانگ رہا ہوں، قاضی نے کہا یہ تو آپ کا اپنے بیٹے پر ایسا حق ہے کہ جس کے دلائل سننے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

بوڑھے نے کہا: قاضی صاحب! اس کے باوجود کہ میں مالدار ہوں اور پیسوں کا محتاج نہیں ہوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے سے ماہانہ خرچہ وصول کرتا رہوں۔ قاضی حیرت میں پڑ گیا اور اس سے اس کے بیٹے کا نام اور پتہ لے کر اسے عدالت میں پیش ہونے کا حکم جاری کیا۔ بیٹا عدالت میں حاضر ہوا تو قاضی نے اس سے پوچھا کیا یہ آپ کے والد ہیں؟ بیٹے نے کہا: جی ہاں! یہ میرے والد ہیں۔ قاضی نے کہا انہوں نے آپ کے خلاف مقدمہ دائر کیا ہے کہ آپ ان کو ماہانہ خرچہ ادا کرتے رہیں چاہے کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو۔

بیٹے نے حیرت سے کہا: وہ مجھ سے خرچہ کیوں مانگ رہے ہیں جبکہ وہ خود بہت مالدار ہیں اور انہیں میری مدد کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ قاضی نے کہا: یہ آپ کے والد کا تقاضا ہے اور وہ اپنے تقاضے میں آزاد اور حق بجانب ہیں۔ بوڑھے نے کہا: قاضی صاحب! اگر آپ اس کو صرف ایک دینار ماہانہ ادا کرنے کا حکم دیں تو میں خوش ہو جاؤں گا، بشر طیکہ وہ یہ دینار مجھے اپنے ہاتھ سے ہر مہینے بلا تاخیر اور بلاواسطہ دیا کرے۔ قاضی نے کہا: بالکل ایسا ہی ہو گا یہ آپ کا حق ہے، پھر قاضی نے حکم جاری کیا کہ "فلان ابن فلان اپنے والد کو تاحیات ہر ماہ ایک دینار بلا تاخیر اپنے ہاتھ سے بلاواسطہ دیا کرے گا"

کمرۂ عدالت چھوڑنے سے پہلے قاضی نے بوڑھے باپ سے پوچھا کہ اگر آپ برا نہ مانیں تو مجھے بتائیں کہ آپ نے دراصل یہ مقدمہ دائر کیوں کیا تھا؟ جبکہ آپ مالدار ہیں اور آپ نے بہت ہی معمولی رقم کا مطالبہ کیا؟ بوڑھے باپ نے روتے ہوئے کہا، قاضی محترم! میں اپنے اس بیٹے کو دیکھنے کے لئے ترس رہا ہوں، اور اس کو اس کے کاموں نے اتنا مصروف کیا ہے کہ میں ایک طویل زمانے سے اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا ہوں جبکہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ شدید محبت رکھتا ہوں۔ اور ہر وقت میرے دل میں اس کا خیال رہتا ہے یہ مجھ سے بات تک نہیں کرتا حتیٰ کہ ٹیلیفون پر بھی، اس مقصد کے لئے کہ میں اسے دیکھ سکوں چاہے مہینہ میں ایک دفعہ ہی سہی، میں نے یہ مقدمہ درج کیا ہے۔

یہ سن کر قاضی بے ساختہ رونے لگا اور ساتھ دوسرے بھی، اور بوڑھے باپ سے کہا: اللہ کی قسم اگر آپ پہلے مجھے اس حقیقت سے اگاہ کرتے تو میں اس کو جیل بھیجتا اور کوڑے لگواتا۔ بوڑھے باپ نے مسکراتے ہوئے کہا: "سیدی قاضی! آپ کا یہ حکم میرے دل کو بہت تکلیف دیتا"۔

کاش! بیٹے جانتے کہ ان کے والدین کی دلوں میں ان کی کتنی محبت ہے، اس سے پہلے کہ وقت گزر جائے اپنے والدین کو وقت و محبت دے کر خوش کر لیں۔

(50) مجھے نیک انسان بنا میرے مولا!

کسی زمانے میں ایک چور تھا، وہ ایک بادشاہ کے محل میں چوری کرنے کے ارادے سے گیا، رات کا وقت تھا اور محل کے ایک کمرے سے بادشاہ اور اس کی بیوی کی گفتگو کی آواز آرہی تھی، وہ کھڑے ہو کر سُننے لگا، اگرچہ ایسا سُننا غلط ہے، ناجائز ہے، چوری ہے، لیکن چور تو چوری ہی کرنے آیا تھا تو اسے سُننے میں کیا چیز مانع ہوتی ؟

آخر وہ چور ہی تو تھا، اس چور نے سُنا کہ بادشاہ اپنی بیوی سے کہہ رہا ہے کہ میں اپنی بیٹی کی شادی ایسے آدمی سے کروں گا جو نہایت متقی و پرہیز گار ہو، بہت اللہ والا ہو، جب چور یہ بات سُن رہا تھا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ میں کچھ ایسا بن کر دکھاؤں کہ بادشاہ میرے ہی ساتھ شہزادی کی شادی کر دے، دل میں ایک حرص پیدا ہو گئی، اب وہ چوری کرنا تو بھول گیا لیکن دھوکہ دینے پر اتر آیا اور گھر جا کر بہت دیر تک سوچنے لگا کہ کس طرح میں اس بات میں کامیاب ہو سکتا ہوں ؟

پھر ایک تدبیر اس کی سمجھ میں آئی کہ بادشاہ کے محل کے قریب ایک مسجد ہے، اس میں جا کر بزرگانہ لباس پہن کر اور ان کی وضع قطع اختیار کر کے وہاں دن رات عبادت میں مشغول ہو کر بیٹھ جاؤں تو شاید یہ بات بادشاہ تک ضرور پہنچے گی کہ کوئی آدمی یہاں ایسا متقی پرہیز گار ہے جو دن رات اللہ کی عبادت میں مصروف ہے، تو ہو سکتا ہے کہ بادشاہ کی نگاہ میرے اوپر پڑ جائے اور میں شہزادی سے شادی کے لئے چن لیا جاؤں، یہ اس چور کا ایک نہایت حقیر اور ذلیل دنیاوی مقصد تھا، جس کے لئے اس نے یہ ارادہ کیا، پھر اس نے اپنے پروگرام کے مطابق بزرگانہ لباس و پوشاک، وضع قطع اختیار کر کے اس مسجد میں جا کر نمازوں پر نمازیں، ذکر و تلاوت، مراقبہ سب شروع کر دیا، دن گزرتے رہے اور لوگوں میں شہرت ہوتی گئی کہ کوئی اللہ کے بہت بڑے ولی یہاں آگئے ہیں جو دن رات عبادت کرتے ہیں، یہاں تک کہ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی کہ یہاں کوئی اللہ والے آکر بیٹھے ہیں، جوان، زہد و عبادت میں لاجواب، تقویٰ و طہارت میں بے نظیر، جب بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے اپنے ارادے کے مطابق غور و فکر شروع کر دیا کہ شہزادی کے متعلق جو سوچا تھا اس کے لئے اسی کا انتخاب کیوں نہ کر لیا جائے، بادشاہ نے اس سلسلے میں گفتگو کے لئے اپنے وزیر کو بھیجا،

وزیر اس شخص کے پاس مسجد پہنچا اور باادب ہو کر اس سے کہا کہ میں آپ کی خدمت عالیہ میں بادشاہ کی طرف سے ایک پیغام لے کر آیا ہوں، اس نے پوچھا کہ کیا پیغام ہے؟

وزیر نے بتایا کہ بادشاہ نے کئی سال پہلے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح ایک ایسے شخص سے کریں گے جو بڑا متقی و پرہیز گار ہو، اللہ والا ہو اور وہ اس کی تلاش میں تھے، اب جو نظر گئی تو نظر انتخاب آپ پر آکر رک گئی ہے، لہذا بادشاہ نے مجھے بھیجا ہے کہ اس سلسلے میں آپ سے گفتگو کروں، یہ شخص جو دراصل اسی تمنا و آرزو میں یہاں آکر بیٹھا تھا بہت دیر تک وزیر کی گفتگو سنتا رہا، اس کے بعد اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، وزیر نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو کہنے لگا: کہ آج جو پیغام لے کر آپ آئے ہیں یہ پیغام مجھے منظور نہیں ہے، وزیر نے کہا: کیوں منظور نہیں؟ اس شخص نے کہا کہ دیکھئے میں صاف صاف بات آپ کو بتاتا ہوں کہ میں اصل میں ایک چور تھا اور ایک مرتبہ بادشاہ کے محل میں چوری کے ارادے سے گیا تھا، پھر جو کچھ بھی ہوا وزیر کو سنایا، اور اس کے بعد اس چور نے کہا: میں نے تو یہ وضع قطع اسی حرص کی وجہ سے اختیار کی تھی لیکن میں یہاں آکر بیٹھا تو میرے خدا نے مجھے اپنا بنا لیا، اب بس اس کے بعد مجھے اور کسی کی ضرورت نہیں میرے لئے میرا خدا کافی ہے۔

بیشک! جب عبادت عبادت ہو جائے، نماز نماز ہو جائے، ذکر ذکر ہو جائے اور ہماری دیگر عبادتیں واقعی عبادتیں ہو جائیں تو بیشک یہ نمازیں اور عبادتیں انسان کو برائیوں سے روک دیتی ہیں۔

(51) ایک کپ کافی

ایک شخص کا کہنا ہے کہ ہم اٹلی کے شہر وینس کے ایک نواحی قصبے کے مشہور کافی شاپ پر بیٹھے ہوئے کافی سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اس کافی شاپ میں ایک گاہک داخل ہوا جو ہمارے ساتھ والی میز کو خالی پاکر بیٹھ گیا۔ اس نے بیٹھتے ہی نوکر کو آواز دی اور اپنا آرڈر اس طرح دیا "دو کپ کافی لاؤ اور اس میں سے ایک وہاں دیوار پر" ہم نے اس شخص کے اس انوکھے آرڈر کو دلچسپی سے سنا۔ نوکر نے آرڈر کی تعمیل کرتے ہوئے محض ایک کافی کپ اس کے سامنے لاکر رکھ دی۔ اُس نے کافی کا وہ کپ پیا مگر پیسے دو کے ادا کیے۔

اس گاہک کے جاتے ہی نوکر نے دیوار پر جا کر ایک ورق چسپاں کر دیا جس پر لکھا تھا ایک کپ کافی۔ ہمارے وہاں بیٹھے بیٹھے دو گاہک اور آئے جنھوں نے تین کپ کافی کا آرڈر دیا، دو ان کی میز پر اور ایک دیوار پر، انہوں نے دو ہی کپ پیئے مگر تین کپ کی ادائیگی کی اور چلتے بنے۔

ان کے جانے کے بعد بھی نوکر نے وہی کیا، دیوار پر ایک اور ورق چسپاں کر دیا جس پر لکھا تھا ایک کپ کافی۔ ایسا لگتا تھا یہاں ایسا ہونا معمول ہے مگر ہمارے لیے یہ سب کچھ انوکھا اور ناقابل فہم تھا۔کچھ دیر بعد ایک شخص اندر داخل ہوا جس کے کپڑے اس کافی شاپ کی حیثیت اور یہاں کے ماحول سے قطعی میل نہیں کھارہے تھے۔ غربت اس شخص کے چہرے سے عیاں تھی۔ اس شخص نے بیٹھتے ہی پہلے دیوار کی طرف دیکھا اور پھر نوکر کو بلایا اور کہا: ’’ایک کپ کافی دیوار سے لاؤ‘‘۔ نوکر نے اپنے روایتی احترام اور عزت کے ساتھ اس شخص کو کافی پیش کی جسے پی کر یہ شخص بغیر پیسے دیے چلتا بنا۔ ہم یہ سب کچھ حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ نوکر نے دیوار پر لگے پرچوں میں سے ایک پرچہ اتار کر کونٹر کے اندر رکھ دیا، اب ہمارے لیے اس بات میں کچھ چھپا نہیں رہ گیا تھا، ہمیں سارے معاملے کا پتا چل گیا تھا۔

اس قصبے کے باسیوں کی اس عظیم الشان اور اعلیٰ انسانی قدر نے ہماری آنکھوں کو آنسوؤں سے تر کر دیا تھا اور ہم سوچنے لگے کہ کیا ہمارے پیارے ملک میں ایسا ہو سکتا ہے؟

(52)ایک مہینے سے کھیر کھا رہی ہوں

ٹیوب ویل کے گرد گاؤں کی کچھ عورتیں کپڑے دھو رہی تھیں کہ ایک عورت نے دوسری سے پوچھ لیا کہ آج کیا کھایا؟ اُس نے جواب دیا: "کوئی ایک مہینہ پہلے کھیر کی دیگ اتاری تھی، اس دن سے روزانہ کھیر ہی کھا رہی ہوں"۔ ایک عورت کے کان میں یہ بات پڑی تو اس نے سوچا میں بھی ایسا ہی کرتی ہوں کھیر ویسے بھی اس کی پسندیدہ ڈش تھی، چنانچہ اس نے گھر پہنچتے ہی کھیر کی دیگ اتارنے کا پروگرام بنایا، وہ کھیر کی دیگ سب سے چھپ کر مہینہ بھر اکیلی کھانا چاہتی تھی لہٰذا اس نے دیگ پکا کر "تُوڑی" والے کمرے میں چھپا دی، پہلے دن کھیر کھائی، دوسرے دن بھی کھائی، مگر تیسرے دن اس میں سے بُو آنے لگی مجبوراً بھری دیگ ضائع کرنی پڑی۔ اگلے دن پھر سے وہ ٹیوب ویل پہنچی تو کپڑے دھوتے ہوئے کسی عورت نے اسی عورت سے پوچھ لیا کہ آج کیا کھایا؟ تو اس نے وہی جواب دیا: "ایک ماہ سے ہر

روز کھیر کھا رہی ہوں" وہ اس کے پاس گئی اور حیرانی سے کہنے لگی "بہن میں نے تو دو دن کھائی تیسرے دن اتنی شدید بدبو آنے لگی کہ مجبوراً ضائع کرنا پڑی، تمہاری ہمت ہے جو ایک ماہ سے کھائے جارہی ہو"

وہ عورت اس کی بات سن کر ہنس پڑی اور کہنے لگی: "میں نے ایک ماہ پہلے کھیر کی دیگ اتروا کر محلے کے ہر گھر میں بانٹ دی تھی، اس کے بعد سے روزانہ جس کسی گھر میں کھیر پکتی ہے وہ میرے گھر بھی بھجوا دیتا ہے، اس طرح ہر روز کھیر کھاتی ہوں"

لہذا بانٹنا سیکھیں کہ بانٹنے سے بظاہر چیز ختم ہوتی ہے مگر بالیقین وہ بڑھتی رہتی ہے اور کبھی ختم نہیں ہوتی مزید لوگوں کے درمیان عزت مفت میں ملتی ہے۔

(53) جنرل اور چرواہا

یہ ۱۹۱۷ کی بات ہے عراق کے پہاڑوں میں برطانوی جنرل کا ایک چرواہے سے سامنا ہوا۔ جنرل چرواہے کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے مترجم سے کہا ان سے کہہ دو کہ جنرل تمہیں ایک پاونڈ (برطانیہ میں چلنے والا روپیہ) دے گا بدلے میں تمہیں اپنے کتے کو ذبح کرنا ہوگا۔

کتا چرواہے کے لئے بہت اہم ہوتا ہے یہ اس کی بکریاں چراتا ہے، دور گئے ریوڑ کو واپس لاتا ہے، درندوں کے حملوں سے ریوڑ کی حفاظت کرتا ہے، لیکن چرواہے نے یہ سوچا کہ پاونڈ کی مالیت تو آدھا ریوڑ سے بھی زیادہ بنتی ہے، اس کے چہرے پر لالچی مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کتا پکڑ لایا اور جنرل کے قدموں میں ذبح کر دیا۔

جنرل نے چرواہے سے کہا اگر تم اس کی کھال بھی اتار دو تو میں تمہیں ایک اور پاونڈ دینے کو تیار ہوں، چرواہے نے خوشی خوشی کتے کی کھال بھی اتار دی، جنرل نے کہا میں مزید ایک اور پاونڈ دینے کے لئے تیار ہوں اگر تم اس کی بوٹیاں بھی بنادو چرواہے نے فوری یہ آفر بھی قبول کرلی جنرل چرواہے کو تین پاونڈ دے کر چلتا بنا۔

جنرل چند قدم آگے ہی چلا تھا کہ اسے پیچھے سے چرواہے کی آواز سنائی دی وہ پیچھے پیچھے آرہا تھا اور کہہ رہا تھا جنرل اگر میں کتے کا گوشت کھالوں تو کیا آپ مجھے ایک اور پاونڈ دیں گے؟

جنرل نے انکار میں سر ہلایا کہ میں صرف تمہاری نفسیات اور اوقات دیکھنا چاہتا تھا، تم نے صرف تین پاونڈ کے لئے اپنے محافظ اور دوست کو ذبح کر دیا اس کی کھال اتار دی، اس کے ٹکڑے کیا اور چوتھے پاونڈ کے لئے اسے کھانے کے لئے بھی تیار ہو، اور یہی چیز مجھے یہاں چاہئے۔

پھر جنرل اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا جس قوم کے لوگوں کی سوچیں یہ ہوں ان سے تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

آج یہی حال مسلم ملکوں اور معاشروں کا ہے، اپنی چھوٹی سی مصلحت اور ضرورت کے لئے اپنی سب سے قیمتی اور اہم چیز کا سودا کر دیتے ہیں۔ اور یہ وہ ہتھیار ہے جسے ہر استعمار، ہر قابض، ہر شاطر دشمن ہمارے خلاف استعمال کرتا رہا ہے، اسی کے ذریعے اس نے حکومت کی ہے اور اسی کے ذریعے ملکوں کو لوٹا ہے۔

آج ہمارے درمیان ہمارے ملکوں میں کتنے ہی ایسے چرواہے ہیں جو نہ صرف کتے کا گوشت کھانے کے لئے تیار ہیں بلکہ اپنے ہم وطن بھائیوں کا گوشت کھا رہے ہیں اور چند سکوں کے عوض اپنا دین و مذہب بیچ رہے ہیں۔

(54) حکیم سقراط کی حکمت وفراست

سقراط ایک بہت بڑا حکیم تھا اور گویا ایک درجہ میں طب کا موجد سمجھا جاتا ہے اور رات دن پہاڑوں میں جڑی بوٹیوں کا امتحان کرتا تھا سارا دن گھومتے گھامتے ایک دن ایک دکان پر بیٹھا دن بھر کا تھکا ہوا تھا اس کی آنکھ لگ گئی، اتنے میں بادشاہ وقت کی سواری نکل پڑی، نقیب و چوبدار نعرہ بلند کرتے جا رہے تھے اور اس بیچارے کو کچھ خبر نہیں یہاں تک کہ بادشاہ کی سواری قریب آ گئی تو بادشاہ کو ناگوار گزرا کہ ایک آدمی اور پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے نہ بادشاہ کی تعظیم ہے نہ عظمت ہے، بڑا بے ادب و گستاخ ہے، بادشاہ کو اتنا غصہ آیا کہ سواری سے اتر کر اس کو ایک ٹھوکر ماری، اب سقراط کی آنکھ کھل گئی اور دیکھنے لگا، بادشاہ نے کہا کہ جانتا بھی ہے تو کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا جی ہاں میں یہی جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کون ہیں؟ اور اب تک اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شاید آپ جنگل کے کوئی درندے معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ آپ نے ٹھوکر ماری ہے اور وہی ٹھوکر مار کر چلتے ہیں۔ بادشاہ کو اور زیادہ ناگوار گزرا اس سے کہا کہ تو جانتا نہیں کہ میں بادشاہ وقت ہوں، میرے ہاتھ میں اتنے خزانے ہیں، اتنی فوجیں ہیں، اتنے سپاہ، اتنے قلعے ہیں اور اتنے شہر ہیں۔

سقراط نے بڑی دلیری سے کہا کہ بندۂ خدا تونے اپنی بڑائی کے لئے فوجوں کو ہتھیاروں کو خزانوں کو روپے کو پیسے کو پیش کیا لیکن ان میں سے ایک چیز بھی تیرے اندر کی تو نہیں ہے۔ سب باہر ہی باہر کی چیزیں ہیں تیرے اندر کیا کمال ہے جس کی وجہ سے تو دعویٰ کرے کہ تو باکمال ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ روپے پیسے نے تجھے چھوڑ دیا بس تو ذلیل ہو گیا اب تیری عزت ختم ہو گئی تاج و تخت اتفاق سے پاس نہ ہو تو بس تو ذلیل ہو گیا۔ فوجیں اگر کہیں رہ جائیں اور تو شکار میں آگے بڑھ جائے تو ذلیل ہو جائے اس لئے کہ فوج تو ہے ہی نہیں۔ یہ کیا عزت ہوئی کہ اندر کچھ نہیں اور بیرونی چیزوں پر مدار کار رکھے ہوئے ہے۔ تیرے اندر کی کیا چیز ہے نہ فوجیں تیرے اندر کی ہیں نہ تاج و تخت تیرے اندر کا ہے، تو اگر اپنا کمال بتلاتا ہے اور بڑائی بتلاتا ہے تو اندر کا کمال پیش کر اگر تیرے اندر واقعی کوئی کمال ہے۔ اب وہ بیچارہ بادشاہ بھی حیران ہوا کہ واقعی بات تو سچ ہے۔

حکیم سقراط نے کہا کہ اگر مجھے کمال دکھلاتا ہے تو ایک لنگوٹا باندھ اور کپڑے اتار اور میں بھی لنگوٹا باندھتا ہوں اور کپڑے اتار کر اس دریا میں کودتے ہیں اور وہاں اپنے اپنے کمالات دکھلائیں گے۔ اس وقت معلوم ہو گا کہ تو باکمال ہے یا میں باکمال ہوں، تو گویا سقراط نے بتلایا کہ حقیقت میں کمال جس پر آدمی فخر کرے وہ اندرونی کمال ہے اندر تو کمال نہ ہوا اور باہر کی چیزوں پر فخر کرے جو کہ ہمیشہ جدا ہونے والی چیزیں ہیں، وہ جدا ہو گئیں تو بے کمال ہو گیا۔ ذلیل ہو گیا یہ کیا کمال ہے؟

(55) برستی آنکھوں سے کیوں دیکھتے ہیں؟

ایک امام کا کہنا ہے کہ میں جہاں جمعہ پڑھاتا ہوں وہاں میرے سامعین میں ایک سفید ریش عمر رسیدہ بزرگ ہیں جو اکثر میری طرف دیکھتے ہیں تو بس دیکھتے دیکھتے ان کی آنکھیں بھیگ جاتیں ہیں۔ میں کوئی ایسا خطیب تو نہیں کہ قوم کو ہر جمعے رلا دوں بس کبھی کبھی کوئی ایسی آیت یا حدیث و واقعہ آجاتا ہے کہ کوئی آنسو نکل آئے..... میں نے ان سے پوچھا: بابا جی آپ ہر جمعے میں، ہر درس میں، ہر واقعے میں روتے ہیں کیا وجہ ہے....؟

بابا جی نے کہا: بیٹا تو ٹھیک کہتا ہے ہر درس میں یا جمعے میں رونے والی بات نہیں ہوتی، مگر... میں نہ واقعہ سن کر روتا ہوں نہ ہی کسی شعر یا بات پر، اصل بات یہ ہے کہ یہ آنسو رشک کے آنسو ہیں...! میں نے کہا: بابا جی! کیا

مطلب؟رشک کے آنسوں.....؟؟ باباجی نے کہا:جی مولوی صاحب..بات یہ ہے کہ میں آپ کے داداجی کو بھی اچھی طرح جانتاہوں اور آپ کے والد تو میرے سامنے بچپن،لڑکپن اور جوانی کو پہنچے،

رشک اس بات پر آتاہے میرے تین بیٹے ہیں ساری زندگی میں نے بھی محنت ومزدوری کی اور پیسہ کمایاان کو پڑھایا،اب میں کسی کام کا نہیں ہوں بس بیمار رہتاہوں،سوچتاہوں ایک دن موت آئے گی چلا جاؤں گا،مگر میرا ایک بھی بیٹا نمازی نہیں... مسجد میں نہیں آتا،نہ کوئی ذکر،نہ تلاوت،اور دوسری طرف آپ ہو جو جمعہ،درس،ترجمہ،کلاس اور بچوں بڑوں کی تربیت میں لگے ہوئے ہو،آپ کے دادااور والد بھی چلے گئے،ان کے اعمال میں روزانہ کتنا اضافہ ہوتاہوگا ...؟آپ ان کے لیے صدقہ جاریہ ہو...مجھے رشک آتا ہے ان پر جن کی اولاد دین دار اور ممبر ومصلی کی وارث ہیں،میں جب بھی تجھے کچھ دیر دیکھتاہوں تو رشک سے میرے آنسوں نکل آتے ہیں۔

خدارااپنے اوپر احسان کریں اپنے بچوں کو اپنے مستقبل کے لیے روشن ستارے بنائیں انہیں عالم دین بنائیں۔

(56)تین ہمنام بھائی

کہتے ہیں کسی جگہ ایک شخص رہتا تھا جس کے تین بیٹے تھے،اس شخص نے اپنے ان تینوں بیٹوں کا نام "عبد اللہ" رکھا،دن گزرتے رہے حتیٰ کہ اسے مرض الموت نے آن لیا،اس نے اپنے تینوں بیٹوں کو بلا کر وصیت کی کہ عبد اللہ کو وراثت ملے گی،عبد اللہ کو وراثت نہیں ملے گی اور عبد اللہ کو وراثت ملے گی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی روح قبض ہوگئی۔ یہ خود تو فوت ہوگیا مگر اپنے بیٹوں کو حیرت میں ڈال گیا کہ کیسے فیصلہ کریں کن دوعبد اللہ کو وراثت ملے گی اور کس ایک کو نہیں ملے گی۔ تینوں نے فیصلہ کیا کہ شہر جاکر قاضی سے اپنا مسئلہ بیان کریں اور اس سے کوئی حل مانگیں۔

تینوں اپنے زاد راہ کے ساتھ شہر کیلئے عازم سفر ہوئے،راستے میں انہوں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اپنی کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرتا پھرتا تھا،ان بھائیوں کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اس کی اونٹنی گم ہوگئی ہے جسے وہ تلاش کرتا پھر رہاہے۔

ایک عبد اللہ نے پوچھا کیا تیری اونٹنی ایک آنکھ سے کانی تھی؟اس آدمی نے کہاہاں ہاں!ایساہی تھا۔

دوسرے عبد اللہ نے پوچھا کیا تیری اونٹنی ایک ٹانگ سے لنگڑی تھی؟تو اس آدمی نے جلدی سے کہا،بالکل صحیح،میری اونٹنی واقعی ایک ٹانگ سے لنگڑی تھی۔

تیسرے عبد اللہ نے اونٹنی کے مالک سے پوچھا کیا تیری اونٹنی کی دم کٹی ہوئی تھی؟ تو اس نے خوشی سے کہا بالکل ٹھیک، میری اونٹنی کی دُم بھی کٹی ہوئی تھی، بس اب جلدی سے بتادو میری اونٹنی کہاں ہے؟

تینوں عبد اللہ نے مل کر جواب دیا: بخدا ہمیں آپ کی اونٹنی کے بارے میں کوئی علم نہیں، ہم نے اسے ہرگز نہیں دیکھا۔ اونٹنی کا مالک ان کی یہ بات سن کر غصے سے پاگل ہو گیا، اس نے فیصلہ کیا کہ ان تینوں کو کھینچ کر قاضی کے پاس لے جائے گا۔ اسے پورا یقین تھا کہ اس کی اونٹنی کو یہ تینوں ذبح کر کے کھا چکے ہیں اور اب اپنے جرم کو چھپانے کیلئے جھوٹ بول رہے ہیں۔ اونٹنی والے نے جب تینوں کو اپنا ارادہ بتایا تو انہوں نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ ہم خود بھی قاضی کے پاس ہی جا رہے ہیں۔

جب یہ چاروں قاضی کے پاس پہنچے تو اونٹنی والے نے قاضی سے اپنا قصہ بیان کیا۔ قاضی نے ان تینوں سے کہا جس طرح تم تینوں نے اونٹنی کی نشانیاں بتائی ہیں اس کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اونٹنی تم تینوں کے پاس ہے، بہتر ہے کہ تم اپنے جرم کا اعتراف کر لو۔

پہلے عبد اللہ نے کہا: جناب عالی! ہم نے اونٹنی تو نہیں دیکھی تھی، ہاں! البتہ اونٹنی کے آثار ضرور دیکھے تھے۔ جب میں نے اسے کہا تھا کہ تیری اونٹنی ایک آنکھ سے کانی ہے تو میں نے دیکھا تھا کہ راستے کے ایک طرف کی گھاس تو خوب چری ہوئی تھی مگر دوسری طرف کی ویسے ہی صحیح سالم موجود تھی۔ اس کا ایک ہی مطلب تھا کہ اس شخص کی اونٹنی ایک آنکھ سے کانی رہی ہو گی۔

دوسرے عبد اللہ نے کہا: میں نے دیکھا تھا کہ راستے میں تین قدم تو گہرے لگے ہوئے ہیں جبکہ چوتھا قدم زمین پر معمولی پڑا ہوا تھا جس کا مطلب بس اتنا ہی بنتا تھا کہ یہ جانور لنگڑا بھی تھا۔

تیسرے عبد اللہ نے کہا: اونٹ جب راہ چلتے ہوئے اپنا گوبر گراتے ہیں تو دم (یعنی پونچھ) سے ادھر اُدھر بکھیرتے ہیں۔ جبکہ ہم جس راہ سے آئے تھے وہاں پر گوبر ایک ہی لائن میں سیدھا گرا ہوا تھا جس کا ایک مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ اونٹنی کی دُم کٹی ہوئی ہے جو اپنا گوبر دائیں بائیں نہیں پھیلا پائی۔

قاضی نے بغیر کسی دیر کے اس آدمی کی طرف دیکھا اور کہا: تم جا سکتے ہو۔ تمہاری اونٹنی ان لوگوں کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی انہوں نے اُسے دیکھا ہے۔

اونٹنی والے شخص کے جانے کے بعد ان تینوں بھائیوں نے قاضی سے اپنا قصہ بیان کیا جسے سُن کر قاضی بہت حیران ہوا۔ ان تینوں سے کہا: تم آج کی رات مہمان خانے میں ٹھہرو، میں کل تمہیں سوچ کر کوئی حل بتاؤں گا۔

یہ تینوں مہمان خانے میں جا کر ٹھہرے تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی نگرانی کی جا رہی ہے۔ کچھ دیر کے بعد ان کے لئے کھانا لایا گیا جو گوشت کے پکے ہوئے سالن اور روٹیوں پر مشتمل تھا۔ پہلے نے کھانے کو دیکھتے ہی کہا: یہ سالن کتے کے گوشت کا بنا ہوا ہے۔ دوسرے نے کہا: روٹیاں جس عورت نے پکائی ہے وہ حمل کے ساتھ اور پورے دنوں سے ہے۔ تیسرے نے کہا: یہ قاضی حرام کی اولاد ہے۔

بات قاضی تک پہنچ گئی، اُس نے تینوں کو دوسرے دن اپنی عدالت میں طلب کر لیا اور تینوں سے مخاطب ہو کر کہا: تم میں سے کس نے کہا تھا یہ کتے کا گوشت پکا ہوا ہے؟ پہلا بولا: میں نے کہا تھا۔ قاضی نے باورچی کو بلوا کر پوچھا تو اس نے اعتراف کیا کہ پکانے کیلئے کچھ نہیں تھا تو اس کو شرارت سوجھی اور اس نے کتا مار کر اس کا گوشت پکایا اور ان کو کھانے کیلئے بجھوا دیا۔

قاضی نے پہلے سے پوچھا: تمہیں کیسے پتہ چلا یہ گوشت کتے کا ہے؟ تو اس نے بتایا: گائے، بکری یا اونٹ کے گوشت کے نیچے چربی لگی ہوتی ہے جبکہ یہ سارا چربی نما تھا جس کے نیچے کہیں کہیں گوشت لگا ہوا تھا۔ قاضی نے کہا تم وہ عبد اللہ ہو جس کو اپنے باپ کے مال سے وراثت ملے گی۔

قاضی نے دوبارہ ان سے مخاطب ہو کر پوچھا: کس نے کہا یہ روٹیاں ایسی عورت نے بنائی ہے جو نو ماہ کے حمل کے ساتھ اور اپنے پورے دنوں سے ہے؟ جواب میں دوسرے نے کہا: میں ہوں جس نے یہ کہا تھا۔ قاضی نے پوچھا تمہیں کیونکر یہ لگا؟ تو اس نے کہا: میں نے دیکھا روٹیاں ایک طرف سے پھولی ہوئی اور خوب پکی ہوئی ہیں تو دوسری طرف سے کچی اور موٹی رہ گئی ہیں۔ میں نے اس سے یہی اخذ کیا کہ روٹیاں بنانے والی ایسی خاتون ہے جس سے تکلیف کے مارے زیادہ جھکا نہیں جا رہا اور وہ سامنے کی چیز بھی نہیں دیکھ پا رہی، جس کا مطلب یہی بنتا تھا کہ عورت حاملہ ہے اور

روٹیاں بنانے میں تکلیف محسوس کرتی رہی ہے۔ قاضی نے اس دوسرے سے بھی کہا: کہ تم وہ عبد اللہ ہو جسے اس کے باپ کے ترکہ سے وراثت میں حصہ ملے گا۔

پھر قاضی نے تینوں سے مخاطب ہو کر پوچھا: یہ کس نے کہا تھا: کہ میں (یعنی قاضی) ولد الحرام ہوں؟ تیسرے نے جواب دیا: کہ یہ میں نے کہا تھا۔ قاضی اُٹھ کر اندر گیا اور اپنی ماں سے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ وہ حرامی ہے تو اُس کی ماں نے کہا یہ سچ ہے کہ تم حرام کے ہو۔ قاضی نے واپس آکر اس تیسرے عبد اللہ سے پوچھا تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ میں حرامی ہوں؟ تو اُس نے جواب دیا: اگر تم حلالی ہوتے تو مہمان خانے میں ہم پر نگران مقرر نہ کرتے، نہ ہی کتے کا گوشت پکوا کر ہمیں کھانے کیلئے بھجواتے اور نہ ہی کچی روٹیاں کسی مظلوم عورت سے بنوا کر ہمیں کھلواتے۔

قاضی نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم وہ عبد اللہ ہو جسے اُس کے باپ کے مال سے وراثت نہیں ملے گی۔ تیسرے نے حیرت کے ساتھ قاضی کو دیکھا اور پوچھا: مگر ایسا کیوں ہے؟ قاضی نے کہا: کیونکہ ایک حرامی ہی دوسرے ولد الحرام کو ٹھیک ٹھیک پہچان سکتا ہے اور تم بھی میری طرح حرام کی اولاد ہو۔

وراثت پانے والے دونوں عبد اللہ اپنی ماں کی طرف لوٹے اور دریافت کیا کہ ہمارے تیسرے بھائی کا کیا ماجرا ہے تو اُن کی ماں نے کہا تمہارا باپ ایک بار صبح کی نماز پڑھنے مسجد گیا تو اسے دراوزے پر رکھا ہوا پایا تھا، اسے گھر لایا، اس کا نام بھی تم دونوں جیسا عبد اللہ رکھا اور اس کی پرورش کی۔

(57) قرآن کی عظمت

حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک ہندو پنڈت نے ایک اعلان کیا کہ ہندو مذہب سچا مذہب ہے اور اسلام جھوٹا مذہب ہے اور دلیل اس نے یہ پیش کی کہ ہمارا فلاں مندر جو دو ہزار سال سے بنا ہوا ہے آج تک بالکل صحیح سالم ہے اس کی دیواریں کھڑکیاں دروازے غرض سب کچھ ویسے کا ویسے آج تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے جبکہ مسلمانوں کی مساجد ایک سال بھی نہیں گزرتا کہ رنگ روغن در و دیوار دروازے کھڑکیاں سب کچھ خراب ہونا شروع ہو جاتے ہیں، لہذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام مٹنے والا ہے اور ہندو مت باقی رہنے والا ہے۔

مسلمانوں کی اکثریت اس پروپیگنڈا کا جواب دینے میں ناکام رہی اور اس کی وجہ سے لوگ بہت شش و پنج میں مبتلا ہو گئے کہ اس پروپیگنڈا کا روک تھام کیسے کیا جائے؟

ایسے میں حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ آگے آئے اور انہوں نے اعلان کیا کہ اس کا جواب میں دوں گا، پنڈت نے کہا کیا جواب ہے؟ حضرت نے کہا کہ ایسے نہیں اسی مندر کے دروازے پر جواب دوں گا مقررہ وقت پر مسلمان اور ہندو سب جمع ہو گئے کہ دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں حضرت صاحب مندر کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۲۱) (پ۲۸،الحشر،۲۱)

ترجمہ کنز الایمان: اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے اور یہ مثالیں لوگوں کے لیے ہم بیان فرماتے ہیں کہ وہ سوچیں۔

پس آپ آیت پڑھتے جاتے اور مندر کے درودیوار دروازوں کے طرف انگلی سے اشارہ کرتے جاتے ایسے میں اللہ تعالی نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اپنے دین کی حقانیت کی کرامت ظاہر کر دی اور مندر کی دیواریں گرنا شروع ہو گئیں، دروازے ٹوٹنے لگے مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، پنڈت جلدی حضرت کے قدموں میں گر گیا اور کہا بس کریں بہت ہو گیا، لیکن اس کی حقیقت تو بتا دیں کہ یہ کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ قرآن اگر پہاڑ پر نازل کر دیتا تو وہ بھی اپنی جگہ نہیں ٹھہر سکتا پھر اس مندر کی کیا مجال ہے یہ اپنی جگہ پر کھڑا رہتا، یہ تو مسجد کی عظمت ہے کہ اس میں روزانہ قرآن پڑھا جاتا ہے پھر بھی اپنی جگہ پر کھڑا رہتا ہے۔(تفسیر عزیزی صفحہ نمبر ۱۷۹)

(58)عدنان خاشقجی کا عروج وزوال

ستر اور اسی کی دہائی میں عدنان خاشقجی کی شہرت اور دولت کا اتنا چرچا تھا کہ "شہزادیاں" اور "شہزادے" اس کے ساتھ ایک کپ کافی پینا اپنے لئے "اعزاز" سمجھتے تھے۔وہ کینیا میں موجود اپنے وسیع و عریض فارم ہاوس میں چھٹیاں گزار رہا تھا اس کی کم سن بیٹی نے آئیسکریم اور چاکلیٹ کی خواہش کی تو اس نے اپنا ایک جہاز بمع عملہ پیرس بھیجا جہاں سے آئیسکریم خریدنے کے بعد جنیوا سے چاکلیٹ لے کر اسی دن جہاز واپس کینیا پہنچا۔

اس کے ایک دن کا خرچہ ایک ملین ڈالرز تھا۔لندن، پیرس، نیویارک، سڈنی سمیت دنیا کے ۱۲ مہنگے ترین شہروں میں اس کے "لگژری محلات" تھے۔ اسے عربی نسل گھوڑوں کا شوق تھا دنیا کے کئی ممالک میں اس کے خاص اصطبل تھے۔

اس کی دی ہوئی طلاق آج تک دنیا کی مہنگی ترین طلاق سمجھی جاتی ہے جب اس نے ۸۷۵ ملین ڈالر اپنی امریکی بیوی کے منہ پر مارے اور اسے طلاق دی۔ اس کی ملکیت میں جو یاٹ تھی وہ اپنے دور کی سب سے بڑی یاٹ تھی، جو اس وقت بادشاہوں کو بھی نصیب نہ تھی، اس یاٹ میں ۴ ہیلی کاپٹر ہر وقت تیار رہتے جب کہ ۲۱۰ افراد پر مشتمل خدام اور عملہ تھا، وہ یاٹ بعد میں ان سے برونائی کے سلطان نے خریدی اس سے ہوتے ہوئے ڈونلڈ ٹرامپ تک پہنچی، ٹرامپ نے ۲۹ ملین ڈالر میں خریدی۔

اپنی پچاسویں سالگرہ پر اس نے اسپین کے ساحل پر دنیا کی مہنگی ترین پارٹی دی جس میں دنیا کی ۴۰۰ معروف شخصیات نے ۵ دن تک خوب مستی کی۔ وہ اسلحے کا بہت بڑا سوداگر تھا ملکوں کے درمیان وہ اسلحے کی ڈیل اور معاہدے کراتا تھا، سعودی عرب اور برطانیہ کے درمیان اس نے ۲۰ ارب ڈالر کے معاہدے کرائے۔ شراب اور شباب اس کی کمزوری تھی ۴ جائز اور ۸ ناجائز بیگمات اس کے عقد میں تھیں۔

یتیموں پر دست شفقت رکھنا، بیواؤں کا خیال، مسکینوں کی مدد، سیلاب اور زلزلوں میں انسانی ہمدردی کے تحت فلاحی کام ان سب سے اسے سخت الرجی تھی اس کا یہ جملہ مشہور تھا کہ آدم علیہ السلام نے اپنی اولاد کی کفالت کی ذمہ داری مجھے نہیں سونپی ہے۔ ۸۰ کی دہائی میں وہ ۴۰ ارب ڈالرز کے اثاثوں کا مالک تھا۔

پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالی نے اس کی رسی کھینچ لی، اب تنزل و انحطاط کی طرف اس کا سفر شروع ہوا، اربوں ڈالرز کی مالیت کے اس کے ہیرے سمندر میں ڈوب گئے، کاروبار میں خسارے پہ خسارہ شروع ہوا، قرضے پہ قرضہ چڑھا سب اثاثے فروخت کرڈالے، اس کے دوست احباب، اس کے چاہنے والوں نے اس سے نظریں پھیر لیں، یہ ایک لمبی مدت گمنامی کے پاتال میں چلا گیا، کسی کو خبر نہ تھی کہ کہاں ہے۔

پھر ایک دن یہ لندن میں کسی سعودی تاجر کو ملا، اس کی حالت غیر ہو چکی تھی، اس تاجر سے کہا وطن واپس جانا چاہتا ہوں لیکن کرایہ نہیں، اس سعودی تاجر نے اکانومی کلاس کا ٹکٹ خرید کر اسے دیا اور یہ جملہ کہا: اے عدنان! اللہ تعالی نے فقیروں اور غریبوں پر مال خرچ کرنے اور صدقہ کا حکم دیا ہے یہ ٹکٹ بھی صدقہ ہے۔ اپنے دور کا یہ کھرب پتی شخص صدقے کی ٹکٹ پر عام مسافروں کے ساتھ جہاز میں بیٹھ کر جدہ پہنچ گیا۔

اس عرب پتی تاجر عدنان خاشقجی عرب نژاد ترکی تھا، اس کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی تھی اس کا والد شاہی طبیب تھا، یہ شخص ترکی میں قتل ہوئے صحافی جمال خاشقجی کا چچا تھا، ۲۰۱۷ میں اس کا انتقال ۸۲ سال کی عمر میں ہوا۔

یاد رکھیں! آپ جتنے بھی طاقت ور ہیں آپ جتنے بھی ثروت مند ہیں اللہ تعالی کے آگے بہت کمزور ہیں، اپنی دولت اور طاقت کو کبھی بغاوت کے لئے استعمال نہ کرنا اللہ تعالی کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

(59) بوڑھے والدین کے ساتھ حسن سلوک

ایک نوجوان اپنے بوڑھے ماں باپ کے ساتھ کسی مہنگے ہوٹل میں کھانا کھانے گیا۔ ماں باپ تو نہیں چاہتے تھے لیکن بیٹے کی خواہش تھی کہ وہ انہیں کسی مہنگے ہوٹل میں ضرور کھانا کھلائے گا۔ اسی لیے اس نے اپنی پہلی تنخواہ ملنے کی خوشی میں ماں باپ جیسی عظیم ہستیوں کے ساتھ شہر کے مہنگے ہوٹل میں لنچ کرنے کا پروگرام بنایا۔

باپ کو رعشے کی بیماری تھی، اُس کا جسم ہر لحہ کپکپاہٹ میں رہتا تھا، اور ضعیفہ ماں کو دونوں آنکھوں سے کم دیکھائی دیتا تھا یہ شخص اپنی خستہ حالی اور بوڑھے ماں باپ کے ہمراہ جب ہوٹل میں داخل ہوا تو وہاں موجود امیر لوگوں نے سر سے پیر تک اُن تینوں کو یوں عجیب و غریب نظروں سے دیکھا جیسے وہ غلطی سے وہاں آ گئے ہوں۔

کھانا کھانے کیلئے بیٹا اپنے دونوں ماں باپ کے درمیان بیٹھ گیا وہ ایک نوالہ اپنی ضعیفہ ماں کے منہ میں ڈالتا اور دوسرا نوالہ بوڑھے باپ کے منہ میں۔ کھانے کے دوران کبھی کبھی رعشے کی بیماری کے باعث باپ کا چہرہ ہل جاتا تو روٹی اور سالن کے ذرے باپ کے چہرے اور کپڑوں پر گر جاتے۔ یہی حالت ماں کے ساتھ بھی تھی، وہ جیسے ہی ماں کے چہرے کے پاس نوالہ لے جاتا تو نظر کی کمی کے باعث وہ انجانے میں ادھر اُدھر دیکھتی تو اس کے بھی منہ اور کپڑوں پر کھانے کے داغ پڑ گئے تھے۔

اِرد گرد بیٹھے لوگ جو پہلے ہی انہیں حقیر نگاہوں سے دیکھ رہے تھے، وہ اور بھی منہ چڑانے لگے کہ کھانا کھانے کی تمیز نہیں ہے اور اتنے مہنگے ہوٹل میں آجاتے ہیں بیٹا اپنے ماں باپ کی بیماری اور مجبوری پر آنکھوں میں آنسوں چھپائے، چہرے پر مسکراہٹ سجائے۔ اِرد گرد کے ماحول کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک عبادت سمجھتے ہوئے انہیں کھانا کھلاتا رہا۔

کھانے کے بعد وہ ماں باپ کو بڑی عزت و احترام سے واش بیسن کے پاس لے گیا، وہاں اپنے ہاتھوں سے ان کے چہرے صاف کیے کپڑوں پر پڑے داغ دھوئے اور جب وہ انہیں سہارا دیتے ہوئے باہر کی جانب جانے لگا تو پیچھے سے ہوٹل کے مینجر نے آواز دی اور کہا: بیٹا تم ہم سب کیلئے ایک قیمتی چیز یہاں چھوڑے جارہے ہو۔

اُس نوجوان نے حیرانگی سے پلٹ کر پوچھا کیا چیز؟ مینجر اپنی عینک اُتار کر آنسوں پونچھتے ہوئے بولا: نوجوان بچوں کیلئے سبق اور بوڑھے ماں باپ کیلئے امید۔

اللہ تبارک تعالیٰ جن کے ماں باپ زندہ ہے ان کو لمبی عمر عطا فرمائے اور جن کے ماں باپ وفات پا گئے ہیں ان کو اللہ تبارک و تعالی جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ یقیناً ماں باپ کے ساتھ ایسا ہی مثالی برتاؤ کرنا چاہیئے۔

(60)اللہ سے ملاقات

ایک عابد نے خدا کی زیارت (یعنی دیدار و ملاقات) کے لیے ۴۰ دن کا چلہ کیا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا تھا۔ اعتکاف کی وجہ سے خدا کی مخلوق سے یکسر کٹا ہوا تھا اور اس کا سارا وقت آہ و زاری اور راز و نیاز میں گذرتا تھا۔ ۳۶ویں رات اس عابد نے ایک آواز سنی: شام کو تانبے کے بازار میں فلاں تانبہ ساز کی دکان پر جاؤ اور اپنی مراد پالو۔

عابد وقت مقررہ سے پہلے پہنچ گیا اور مارکیٹ کی گلیوں میں تانبہ ساز کی اس دوکان کو ڈھونڈنے لگا وہ کہتا ہے: "میں نے ایک بوڑھی عورت کو دیکھا جو تانبے کی دیگچی پکڑے ہوئے تھی اور اسے ہر تانبہ ساز کو دکھارہی تھی۔" اسے وہ بیچنا چاہتی تھی، وہ جس تانبہ ساز کو دیگچی دکھاتی وہ اسے تول کر کہتا ۴ریال ملیں گے، بڑھیا کہتی ۶ ریال میں بیچوں گی۔ کوئی تانبہ ساز اسے ۴ریال سے زیادہ دینے کو تیار نہ تھا۔

آخر کار وہ بڑھیا ایک تانبہ ساز کے پاس پہنچی تانبہ ساز اپنے کام میں مصروف تھا، بڑھیا نے کہا: میں یہ برتن بیچنے کے لیے لائی ہوں اور اسے ٦ ریال میں بیچوں گی، کیا آپ ٦ ریال دیں گے ؟

تانبہ ساز نے پوچھا: صرف ٦ ریال میں کیوں؟ بڑھیا نے دل کی بات بتاتے ہوئے کہا: میرا بیٹا بیمار ہے، حکیم نے اس کے لیے نسخہ لکھا ہے جس کی قیمت ٦ ریال ہے۔

تانبہ ساز نے دیگچی لے کر کہا: ماں یہ دیگچی بہت عمدہ اور قیمتی ہے۔ اگر آپ بیچنا ہی چاہتی ہیں تو میں اسے ٣٠ ریال میں خریدوں گا۔ بوڑھی عورت نے کہا: کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟" کہا: ہر گز نہیں،" میں واقعی ٣٠ ریال دوں گا، یہ کہہ کر اس نے برتن لیا اور بوڑھی عورت کے ہاتھ میں ٣٠ ریال رکھ دیئے۔ بوڑھی عورت بہت حیران ہوئی اور دعا دیتی جلدی سے اپنے گھر کی طرف چل پڑی۔

عابد کہتا ہے میں یہ سارا ماجرہ دیکھ رہا تھا جب وہ بڑھیا چلی گئی تو میں نے تانبے کی دکان والے سے کہا: چچا! لگتا ہے آپ کو کاروبار نہیں آتا؟ بازار میں کم و بیش سبھی تانبے والے اس دیگچی کو تولتے تھے اور ٤ ریال سے زیادہ کسی نے اس کی قیمت نہیں لگائی اور آپ نے ٣٠ ریال میں اسے خریدا ہے۔

بوڑھے تانبہ ساز نے کہا: میں نے برتن نہیں خریدا، میں نے اس کے بچے کا نسخہ خریدنے کے لیے اسے پیسے دیئے ہیں، میں نے ایک ہفتے تک اس کے بیمار بچے کی دیکھ بھال کے لئے پیسے دیئے ہیں، میں نے اسے اس لئے یہ قیمت دی کہ گھر کا باقی سامان بیچنے کی نوبت نہ آئے۔

عابد کہتا ہے میں سوچتا اور اس کو دیکھتا رہ گیا... اتنے میں غیبی آواز آئی: "صرف چلہ کشی سے کوئی میری زیارت کا شرف حاصل نہیں کر سکتا، بلکہ ساتھ ساتھ میری مخلوق کی خدمت بھی کرو۔ گرنے والے کو تھامو اور غریب کا ہاتھ پکڑو میں خود تمہارے پاس چل کر آؤں گا۔"

(61) سمجھداری یا چالاکی

ایک شاطر اور چالاک مالدار شخص کسی گاؤں میں ایک کسان کے پاس پہنچا اور اُسے پارٹنر شپ کی آفر کی، کہ رقم میری ہوگی اور محنت تمہاری، لیکن جب فصل تیار ہو جائے گی تو جو حصّہ زمین کے اندر ہوتا ہے وہ تمہارا جبکہ اوپر والا سارا میرا ہوگا (یہ چالاکی اس نے اس لئے کی کہ زمین میں جڑیں ہوتی ہیں جو اس بے وقوف کسان کے حصے میں آئیں گی

اور اصل قیمت تو اوپر والے حصے کی ہوتی ہے وہ میں لے اُڑوں گا) بہر حال کسان نے کچھ دیر سوچا اور آفر قبول کرلی۔ جب فصل تیار ہوگئی تو چالاک مالدار اپنا حصہ لینے پہنچا تو یہ دیکھ کر اپنا سر پکڑ لیا کہ کسان نے پیاز کی فصل بوئی تھی چنانچہ معاہدے کے مطابق پیاز کسان کے حصے میں آئی اور اوپر کے بے قیمت پتے مالدار کو ملے۔

چالاک مالدار نے سبق سیکھ کر باز آنے کے بجائے ایک اور داؤ کھیلنے کا سوچا اور کسان کو ایک مرتبہ پھر پارٹنر شپ کی آفر کی، لیکن اس مرتبہ شرط یہ رکھی کہ فصل کا جو حصہ زمین کے اندر ہوگا وہ میرا اور اوپر والا تمہارا۔ کسان نے یہ شرط قبول کرلی۔ جب فصل تیار ہونے پر چالاک مالدار اپنا حصہ لینے پہنچا تو دیکھ کر ہکّابکّارہ گیا کہ کسان نے گنّے اُگائے تھے جس کی بے کار جڑیں اس کے حصے میں آئیں اور قیمتی گنّے کسان کو ملے۔

کسان کی سمجھداری کے ہاتھوں دو مرتبہ اپنی چالاکی کا نقصان اُٹھانے کے بعد بھی مالدار نے ہار نہیں مانی اور سارا حساب چُکانے کے لئے کسان کو اگلی فصل کے لئے رقم دیتے ہوئے کہا: میں دو مرتبہ نقصان میں رہا ہوں اس لئے اس مرتبہ فصل کا نچلا اور اُوپر والا حصہ میرا ہوگا درمیان میں جو کچھ ہوگا وہ تمہارا ہوگا۔

اب کی بار فصل تیار ہوئی تو چالاک مالدار خوشی خوشی کھیتوں میں پہنچا کہ اس مرتبہ فائدہ صرف میرا ہوگا، لیکن کھیتوں میں پہنچ کر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا کہ کسان نے اس مرتبہ مکئی (چھلیاں) اُگائی تھی جس کا نچلا اور سب سے اوپر والا حصہ بے قیمت ہوتا ہے اور اصل قیمت درمیان میں موجود چھَلی کی ہوتی ہے۔ یوں کسان کی سمجھداری نے مالدار کی چالاکی کو شکست دے دی۔

عقل اللہ پاک کی دی ہوئی بہت بڑی نعمت ہے، اب یہ انسان پر موقوف ہے کہ وہ عقل کا استعمال مثبت کرتا ہے یا منفی، سمجھداری میں کرتا ہے یا چالاکی میں۔

(62) عالم کی شایانِ شان

ایک بادشاہ لوگوں کو خنزیر کھانے پر مجبور کیا کرتا تھا، ایک عالم نے اس کا یہ حکم ماننے سے انکار کردیا۔ بادشاہ نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا اور کہا: میں اپنے سامنے اسے خنزیر کھلاؤں گا، کھانے سے انکار کرے گا تو اسے قتل کروں گا۔ چنانچہ عالم کو بادشاہ کے دربار میں لایا گیا۔ دروازے پر موجود ایک عہدے دار نے عالم کے کان میں کہا: آپ کے آگے جو گوشت رکھا جائے گا، وہ بکری کا ہوگا، لہٰذا جب بادشاہ آپ کو خنزیر کھانے کا حکم دے تو آپ بے فکر ہو کر کھالیجئے

گا، میں نے خفیہ طور پر سب انتظام کر لیا ہے، دیکھنے والے خیال کریں گے کہ آپ خنزیر کھا رہے ہیں، لیکن ہو گا وہ بکری کا گوشت، اس طرح آپ کی جان بچ جائے گی۔

بادشاہ نے آج اور بھی بے شمار لوگوں کو گوشت کی دعوت دی تھی، دراصل وہ ان سب پر واضح کرنا چاہتا تھا کہ دیکھو، آج میں نے اس عالم کو خنزیر کھلا دیا۔ جب سب لوگوں کے ساتھ اس عالم کے سامنے بھی گوشت رکھا گیا، سب لوگ عالم کی طرف دیکھنے لگے۔ وہ آپس میں کہہ رہے تھے: عالم صاحب نے کھالیا تو ہم بھی کھالیں گے، ورنہ ہم بھی نہیں کھائیں گے۔ عالم صاحب کے سامنے اس عہدے دار کی خفیہ ہدایت کے مطابق بکری کا گوشت رکھا جاچکا تھا اور یہ بات عالم کو معلوم تھی، اس کے باوجود انہوں نے گوشت کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا اور بولے: نہیں! میں یہ گوشت نہیں کھاؤں گا۔

عہدے دار سامنے ہی موجود تھا، اس نے اشارہ کیا کہ گوشت کھالیں، آپ کی جان بچ جائے گی، یہ بکری کا ہے. خنزیر کا نہیں۔ اس اشارہ کے باوجود وہ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ان کے انکار پر بادشاہ نے اسی عہدے دار کو حکم دیا: اسے باہر لے جاکر قتل کر دیا جائے۔

عہدے دار عالم کو لے کر باہر آیا اور حیرت زدہ انداز میں بولا: میں نے آپ کو بتا دیا تھا، دربار میں بھی آپ کو اشاروں میں کہتا رہا کہ آپ اس گوشت کو کھالیں، یہ خنزیر کا نہیں ہے، لیکن افسوس آپ نے میری بات پر اعتبار نہ کیا۔ کیا آپ نے یہ گمان کیا تھا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں؟

عالم نے اس کی بات کے جواب میں کہا: ایسی بات نہیں، میں جانتا تھا، میرے سامنے جو گوشت تھا وہ بکری کا تھا ، لیکن دربار میں جتنے لوگ بھی موجود تھے، انہیں تو یہی معلوم تھا کہ وہ گوشت خنزیر کا ہے اور جب میں وہ گوشت کھاتا، تو سب یہی خیال کرتے کہ میں نے موت کے ڈر سے خنزیر کا گوشت کھانا قبول کر لیا ہے اور سب لوگ میری پیروی کرتے اور خنزیر کا گوشت کھانے لگتے۔

عہدہ دار دنگ رہ گیا، گویا اس عالم نے اپنا قتل تو گوارہ کر لیا تھا، لیکن دوسروں کا وبال اپنے سر لینا منظور نہ کیا، عالم کی شان یہی ہوتی ہے۔

(63) ایک قابل رشک

ایک معلم قرآن انتہائی نصیحت آموز واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: ایک بچہ میرے پاس آیا جو مدرسے میں داخلہ لینے کا شدید خواہشمند تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: بچے! آپ کو قرآن کا کچھ حصہ زبانی یاد ہے؟ بچے نے کہا: جی!

میں نے اس کا امتحان لیتے ہوئے کہا: پھر آپ مجھے تیسواں پارہ سنائیں۔ اس نے مجھے تیسواں پارہ زبانی سنا دیا۔

میں نے پوچھا: آپ کو سورۃ الملک بھی یاد ہے؟ اس نے مجھے سورۃ الملک بھی سنا دی۔ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اس چھوٹے سے بچے نے کم سنی کے باوجود قرآن کریم کا کچھ حصہ حفظ کیا ہوا ہے۔ میں نے اس سے سورۃ النحل سنانے کو کہا تو اسے وہ بھی یاد تھی۔ جوں جوں وہ میرے سوالات کا جواب دے رہا تھا، میری حیرانی بڑھتی جا رہی تھی۔

میں نے سوچا کہ اب اس سے بڑی سورتوں کے متعلق پوچھتا ہوں، میں نے کہا: آپ کو سورۃ البقرہ بھی یاد ہے؟ اس نے "ہاں" میں جواب دیا اور ساتھ میں کسی غلطی کے بغیر سورۃ البقرہ بھی زبانی سنا ڈالی۔

میں نے متعجب ہو کر پوچھا: بچے! لگتا ہے آپ نے پورا قرآن حفظ کر رکھا ہے؟ اس نے کہا: جی! یہ سنتے ہی فرط مسرت سے میری زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ! ماشاءاللہ! تبارک اللہ! کے الفاظ ادا ہونا شروع ہو گئے۔

میں نے اس سے کہا: آپ کل میرے دفتر آجایئے گا اور ساتھ اپنے سرپرست کو بھی لیتے آیئے گا۔ میں بچے کے جانے کے بعد حیرت و استعجاب کے سمندر میں ڈوبا رہا اور دل ہی دل میں تانے بانے بنتا رہا کہ یقیناً اس کے والد صاحب دین کے پابند، نیک سیرت اور قرآن سے شدید محبت رکھنے والے ہوں گے جس کے نتیجے میں اس نے اپنے بچے کو اتنی چھوٹی عمر میں قرآن یاد کرا دیا ہے۔

مجھے اس وقت حیرانی کا شدید جھٹکا لگا جب وہ کل صبح اپنے والد صاحب کو لے کر آیا تو اس کے والد صاحب ظاہری شکل و صورت سے بالکل بھی متبع سنت اور پابند شریعت نہیں لگ رہے تھے۔ اس بچے کے باپ نے میری پریشانی اور استعجاب کو بھانپ لیا اور فوراً بولا: میں جانتا ہوں کہ آپ میرے اس بچے کا والد ہونے کی وجہ سے حیران و ششدر ہو رہے ہیں۔ میں ابھی آپ کی حیرت ختم کیے دیتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس بچے کے حفظ قرآن کے پیچھے اس کی والدہ کا ہاتھ ہے جو بچوں کی تربیت کے حوالے سے ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے۔ آپ یہ بات سن کر مزید حیران

ہوں گے کہ میرے تین بیٹے ہیں اور سب قرآن کے حافظ ہیں۔ میری سب سے چھوٹی بیٹی چار سال کی ہے اور وہ بھی تیسواں پارہ حفظ کر چکی ہے۔

میری حیرانی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ میں نے پوچھا: یہ کیسے ممکن ہے! چار سال کی بچی نے تیسواں پارہ کیسے یاد کر لیا ہے؟ اس نے جواب دیا: بچوں کی والدہ کا طریقہ کار یہ ہے کہ جب بچہ بولنا شروع کرتا ہے تو وہ اسے قرآن یاد کروانا اور حفظ قرآن کا شوق دلانا شروع کر دیتی ہے۔ وہ بچوں کا مقابلہ کرواتی ہے اور کہتی ہے: کہ جو سب سے پہلے یہ سورۃ یاد کرے گا، رات کا کھانا اس کی پسند کا بنے گا۔ جو سب سے پہلے پارہ حفظ کرے گا، پکنک میں اس کی پسند کی جگہ جائیں گے۔ جو سب سے پہلے قرآن ختم کرے گا، ہم سالانہ چھٹیاں اس کے منتخب کردہ علاقے میں گزارنے جائیں گے۔ یوں بچے اپنے شوق کی تکمیل کے لیے حفظ قرآن میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

جی ہاں، ایسی نیک مائیں ہی گھر سنوارتی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے امیر المومنین فی الحدیث بننے کے پیچھے ان کی والدہ ہی کی کاوشیں تھیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم فقیہ و محدث بننے کے پیچھے ان کی والدہ ماجدہ کی جہود مسعودہ تھیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے امام دار الہجرہ کے منصب عالی پر فائز ہونے کے پیچھے ان کی والدہ محترمہ کا ہاتھ تھا۔ امام احمد بن حنبل کے امام اہل السنۃ والجماعۃ کا لقب حاصل کرنے کے پیچھے ان کی والدہ محترمہ کی محنتیں تھیں۔

یاد رکھیے! نیک اور صالح عورت نصف معاشرہ نہیں ہوتی بلکہ معاشرے کی بنیاد اور ستون ہوتی ہے۔

مصنف کی دیگر کتب کا تعارف

(1)۔۔۔خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ اوّل

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ جس میں ۶ بیان پیر رضا ثاقب مصطفائی اور ۶ بیان مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے شامل ہیں۔

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطاب ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
1	عظمت رسالتِ آب ﷺ	1	محمد ﷺ اللہ کے مظہر ہیں
2	ذکر کی فضیلت اور اس کے اثرات	2	جمیع عالم برائے مصطفی ﷺ
3	ولی کی پہچان	3	امت کا معنی اور اس کا مفہوم
4	سنّت اور بدعت	4	امت محمدیہ کی عمر کم کیوں رکھی گئی
5	نورِ حسّی اور نورِ معنوی	5	اعلیٰ حضرت کا عشق رسول ﷺ
6	تفسیر سورۂ تکاثر	6	تفسیر سورۂ کوثر: محبوب ہم نے تم کو سب کچھ دیا

خطیبِ اوّل: **مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی**

خطیبِ ثانی و مرتب: **مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(2)۔۔۔خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ دوم

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ جس میں ۶ بیان پیر رضا ثاقب مصطفائی اور ۶ بیان مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے شامل ہیں۔

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطابات ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
7	حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے	7	شانِ مصطفی ﷺ
8	منیٰ سے کربلا تک	8	مصطفی ﷺ دنیا کی جان ہیں
9	آؤ در تواب پے روتے ہوئے آؤ	9	اللہ عزوجل سے محبت کیجئے
10	اہلِ تقویٰ اور جنت	10	ماں باپ کے حقوق
11	فلسفۂ رمضان	11	اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا چرچا رہے گا
12	تفسیر سورۂ بلد	12	تفسیر سورۂ عصر، قیامت کا بیان

خطیبِ اوّل: **مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی**

خطیبِ ثانی و مرتب: **مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(3)۔۔۔خطباتِ مصطفائی و خطباتِ شفیقی حصہ سوم

اصلاحی و تبلیغی خطبات کا ایک منفرد و مقبول گلدستہ جس میں ۶ بیان پیر رضا ثاقب مصطفائی اور ۶ بیان مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری کے شامل ہیں۔

آپ اس کتاب میں ان عنوان پر خطابات ملاحظہ فرمائیں گے:

	خطباتِ مصطفائی		خطباتِ شفیقی
13	اثبات وجودِ باری تعالی	13	حدیث کی اہمیت
14	نفس اور شیطان	14	نسبت کا بیان
15	اسلام میں احترام آدمیت	15	سرکار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم آ گئے
16	ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے	16	اللہ عزوجل کے نام پر مانگنا
17	مقصدِ حج	17	آؤ توبہ کریں
18	تفسیر سورۂ مائدہ	18	تفسیر سورۂ ملک، موت وحیات

خطیبِ اوّل: **مبلغ اسلام پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی**

خطیبِ ثانی و مرتب: **مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری**

(4)۔۔۔القول الاظہر شرح الفقہ الاکبر

عقائد کے متعلق ۱۳۰۰ سال پرانی امامِ اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اہم کتاب "الفقہ الاکبر" کا آسان اردو شرح ہے مزید باطل فرقوں کے مختصر تعارف وعقائد کا بھی بیان شامل ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... عقائد کے کتنے اور کون کون سے امام ہیں؟
☆... اللہ پر ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟
☆... واحد اور احد میں کیا فرق ہے؟
☆... کیا اللہ عدد کے اعتبار سے ایک ہے؟
☆... کیا اللہ اپنی مخلوق کے مشابہ ہے؟
☆... اللہ کی صفات ذاتی اور فعلی کیا ہیں؟
☆... حادث اور قدیم کا کیا معنی ہے؟
☆... قرآن کے مخلوق ہونے، نہ ہونے کی بحث
☆... اللہ کی صفات قدیم کیسے ہیں؟
☆... اہل سنت کی نشانی در زمانۂ امام اعظم
☆... کیا زمین گھومتی ہے؟
☆... اللہ کا کسی کو گمراہ کرنے کے کیا معنی ہیں؟

☆...بندوں کے افعال کا خالق کون ہے؟ ☆...کیا گناہ بھی اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں؟

☆...مرتکب کبیرہ کے بارے میں معرکۃ الآرا بحث ☆کیا تمام قرآنی فضیلت میں برابر ہیں؟...

☆...۷۳ فرقوں کے بارے میں مختصر معلومات اور ان کے عقائد۔

☆...اگلے مہینے کا چاند کب نظر آئے گا معلوم کرنے کا فارمولا

مصنف: امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(5)۔۔۔صرف کے دلچسپ سوالات

علمِ صرف کی بہترین کتاب جس میں صرف کے قاعدوں کی علتیں اور افعال کے مختلف صیغوں کی وجہ وحکمت بیان کی گئی ہیں، مزید مراح الارواح کا متن مع اعراب و ترجمہ بھی شامل کیا گیا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...وزن کے لئے "ف، ع، ل" کو کیوں خاص کیا گیا؟ ☆...فعل ماضی کے ۱۴ صیغے ہی کیوں آتے ہیں؟

☆...فعل ماضی مبنی ہے حالانکہ اس کے آخر میں حرکت ہے؟ ☆...فعل مضارع معرب کیوں ہوتا ہے؟

☆...فعل مضارع بنانے کے لئے حروف اتین کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟ ☆...فعل امر کو مضارع سے ہی کیوں بناتے ہیں؟

☆...ثلاثی مجرد کے اسم فاعل میں الف کا اضافہ کیوں کرتے ہیں؟ ☆...اسم مفعول بنانے میں میم کا اضافہ کیوں کیا گیا؟

☆...صیغوں کی تعلیل کرنے کے آسان ۱۶ قاعدے ☆...نون تثنیہ اور تنوین میں فرق

☆...ان چیزوں کا بیان جن سے ثقل لازم آتا ہے ☆...ان چیزوں کا بیان جن سے خفت پیدا ہوتی ہے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(6)۔۔۔قصور کس کا؟

کئی لڑکیاں پیدا ہونے کے بعد لوگ کہتے ہیں "اس عورت کو طلاق دے دو" آخر لڑکیوں کی پیدائش میں قصور کس کا؟ مرد کا، یا عورت کا، اس کتاب میں اسلام اور سائنس کی روشنی میں بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے مزید دلچسپ سوالات وجوابات بھی ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...زمانۂ جاہلیت کی کچھ یادیں ☆...پانچ لرزہ خیز واردات ☆...بیٹیوں کے فضائل

☆...سائنس کیا کہتی ہے؟ ☆...دلچسپ سوالات وجوابات ☆...عِلْمُ الْجَنِیْن کیا ہے؟

☆...بچے کی پیدائش کا سبب کیا ہے؟ ☆...بچے کی پیدائش کا مرحلہ ☆...بے اولادی کے 4 روحانی علاج

☆...اولادِ نرینہ کے روحانی علاج

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(7)---امّتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات

حضرتِ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: امتِ محمد صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے کم سوال کسی امت نے نہ کئے کہ امتِ محمد صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے صرف ۱۴ سوالات کئے۔ (التفسیر الکبیر جلد ۳ ص ۱۰۲) اس کتاب میں ان سوالات کے جوابات کے ساتھ ساتھ مختصر تشریح بھی بیان کی گئی ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...امتِ محمدیہ کے ۱۴ سوالات ☆...انفال کا معنی

☆...چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کی حکمت ☆...حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو روح کا علم حاصل ہے

☆...شراب حرام ہونے کا ۱۰ انداز میں بیان ☆...ذوالقرنین کے تین سفر

☆...جوئے کے دنیوی نقصانات ☆...سدِ سکندری کب ٹوٹے گی؟

☆...حَیض کی حکمت ☆...اہلِ ایمان کی شفاعت کی دلیل

☆...بندوک کی گولی سے شکار کرنے کا شرعی حکم ☆...شفاعت سے متعلق (۵) اَحادیث

☆...نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم کو قیامت قائم ہونے کے وقت کا علم دیا گیا ہے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(8)---نصاب مسائلِ نماز

امامت ٹیسٹ کی تیاری کرنے کے لئے بہترین کتاب جس میں نماز کے بنیادی مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...اپنی ضرورت کا علم سیکھنا فرض ہے! ☆...حصولِ علم کے ذرائع ☆...چندے کے مسائل

☆...شرائطِ نماز ☆...فرائضِ نماز ☆...واجبات نماز

☆...مفسداتِ نماز ☆...مکروہاتِ نماز ☆...مسائلِ سجدۂ سہو

☆...امامت کی شرائط ☆...اقتداء کی شرائط ☆...مسائلِ نمازِ جمعہ
☆...مسائلِ نمازِ عیدین ☆...مسائلِ معذورِ شرعی ☆...جماعت کا ایک اہم مسئلہ
☆...مسائلِ شرعی مسافر ☆...مسائلِ نمازِ جنازہ ☆...مسائلِ سجدۂ تلاوت
☆...مسائلِ اذان واقامت ☆...مسائلِ لقمہ ☆...چاند کب نکلے گا؟

مرتب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(9)---شفیقیہ شرح الاربعین نوویہ

"الاربعین النوویہ" شیخ الاسلام الحافظ الامام محی الدین ابوزکریا یحیی بن شرف نووی علیہ رحمۃ اللہ القوی کی چالیس احادیث پر مشتمل کتاب ہے جس کا اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...مصنف کا تعارف ☆...شارح کا تعارف
☆...عربی عبارت مع اعراب ☆...عربی عبارت کا اردو سلیس ترجمہ
☆...راویوں کے حالات ☆...دیگر دلچسپ باتیں

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(10)---قرآنی سورتوں کے مضامین

قرآنِ عظیم کی (۱۱۴) سورتوں کے متعلق اجمالی دلچسپ معلومات پر مشتمل یہ کتاب ہے جو اپنے اعتبار سے بہت علمی کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...سورت کا مقامِ نزول ☆...آیات، کلمات اور حروف کی تعداد
☆...سورت کا نام رکھے جانے کی وجہ ☆...سورت کے فضائل
☆...سورت کے مضامین ☆...پچھلی سورت کے ساتھ مناسبت
☆...اور رنگ برنگے مدنی پھول

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(11)---سب سے پہلے سب سے آخر

دلچسپ معلومات کا ایک اچھوتا انداز "سب سے پہلے فلاں کام کس نے کیا" پر مشتمل کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...سب سے پہلے کس نے منبر پر خطبہ پڑھا؟

☆...سب سے پہلے کس نے راہِ خدا میں جہاد کیا؟

☆...سب سے پہلے کس نے ثرید تیار کیا؟

☆...سب سے پہلے ترازو کس نے بنایا؟

☆...سب سے پہلے کس نے ہتھیار بنائے؟

☆...سب سے پہلے "اَمَّا بَعْدُ" کس نے کہا؟

☆...سب سے پہلے اسلام میں مسجد کس نے بنائی؟

☆...سب سے پہلے اسلام میں سولی کس کو دی گئی؟

☆...سب سے پہلے اسلام میں خطبہ کون سا پڑھا گیا؟

☆...سب سے پہلے کس نے تاج شاہی سر پر رکھا؟

☆راہب کے ۶۲ سوالات اور ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے جوابات☆

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(12)---میری سنّت میری امّت

ان احادیث کا مجموعہ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنی سنت اور اپنی امت کا تذکرۂ دلنواز فرمایا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...میری سنت کو زندہ کرنے کا مطلب

☆...میری سنت میں سے یہ چیزیں ہیں

☆...میری سنت سے جس نے محبت کی

☆...میری سنت میں جس کا سکون ہو

☆...میری امت کا سلام

☆...میری امت میں ایسا شخص پیدا فرمایا

☆...میری امت کے لئے امان ہیں

☆...میری امت کی گوشہ نشینی

☆...پچھلی امتوں کی بیماریاں

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(13)---موت کے وقت

مرنے والے کو موت کے وقت پیش آنے والے دردناک و عبرت ناک معاملات پر مشتمل واقعات کا مجموعہ ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...موت کے وقت

☆...موت کا وقت

☆...نزع کا عالم

☆...نزع کے عالم

☆...وصال کا وقت

☆...وصال کے وقت

☆...وفات کا وقت

☆...وفات کے وقت

☆...انتقال کا وقت

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(14)---شارق الفلاح شرح نور الایضاح

درسِ نظامی کے کورس میں داخلِ نصاب کتاب "نور الایضاح" کی آسان اردو شرح ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مصنف کا تعارف
☆... شارح کا تعارف
☆... فقہی اصطلاحات
☆... بنیادی باتیں
☆... صاحبِ نور الایضاح کے غیر مفتی بہ اقوال
☆... عبارت مع اعراب
☆... سلیس اردو ترجمہ
☆... سوالاً جواباً عبارت کی شرح

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(15)---مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ

غفلت اڑا کر فکرِ آخرت پیدا کرنے والے واقعات کا مجموعہ بنام "ما فعل اللہ بک" یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے کیونکہ اس کتاب میں ان واقعات کو جمع کیا گیا ہے جن میں خواب دیکھنے والا مرنے والے سے مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِكَ (یعنی اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟) کے ذریعہ سوال کر کے مرنے کے بعد پیش آنے والے معاملات دریافت کرتا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... اولیاء اپنے پیروکاروں کی شفاعت کریں گے
☆... دنیا میں سب سے زیادہ رونے والے حضرات
☆... ایک رقت انگیز رخصتی
☆... چالیس سال تک گناہ نہیں کیا
☆... شہوت پرستی کے مختلف انداز
☆... لوگوں کی چار اقسام
☆... دنیا کی چھ چیزیں اور ان کی حقیقت
☆... سفید بالوں کی فضیلت
☆... ناپ تول میں کمی کا وبال
☆... حوریں پانے کا عمل
☆... قربِ الٰہی پانے کا طریقہ
☆... رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پھلوں کو چوما کرتے تھے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(16)۔۔۔کیا حال ہے؟

دلچسپ و عبرت ناک واقعات کا مجموعہ بنام "کیا حال ہے؟

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... پہلا باب : کیا حال ہے

☆... دوسرا باب : صبح کس حال میں کی

☆... تیسرا باب : آپ کیسے ہیں؟

☆... چوتھا باب : کیسے ہو؟

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(17)۔۔۔عقائد کی حکمتیں

اس کتاب میں عقائدِ اہلسنت کی عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ اچھوتے انداز میں حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... حکمت کیا ہے

☆... حکمت کہاں اور کیسے ملتی ہے

☆اللہ پاک کا ہونا کیوں ضروری ہے؟...

☆... اللہ پاک کا اولاد سے پاک ہونے کی حکمتیں

☆... اللہ کو اللہ کہنے کی حکمتیں

☆... کیا اللہ پاک سوتا بھی ہے؟

☆... اللہ کا مکان سے پاک ہونے کی حکمتیں

☆... اللہ پاک کے کل کتنے نام ہیں؟

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(18)۔۔۔پانچ نمازوں کی حکمت

اس کتاب میں نماز اور ارکانِ نماز کی عقلی دلائل کے ساتھ ساتھ اچھوتے انداز میں حکمتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... قرآن میں لفظِ صلوۃ کتنی بار آیا؟

☆... نماز کے اعظم الفرائض ہونے کی چھ حکمت

☆... نماز کو صلوۃ کہنے کی چار حکمت

☆... نماز کے افضل العبادات ہونے کی پانچ حکمت

☆... نماز کی برکات

☆... پانچ نمازوں کے فرض ہونے کی سات حکمت

☆... انسانی زندگی کی پانچ حالت

☆... سورج کی پانچ حالت

☆... نماز کے شرائط و فرائض کی حکمتیں

☆... قبلہ مقرر کرنے کی چار حکمت

☆... کعبہ کو قبلہ مقرر کرنے کی نو حکمت

☆... نمازوں کی رکعتوں کے مختلف ہونے کی حکمتیں

☆... احکامِ الٰہی کے مختلف ہونے کی حکمت

☆... پانچ نمازوں کے ناموں کی حکمت

☆... فرضوں کے ساتھ سنن کی حکمت

☆... اعمالِ نماز کا شرعی جائزہ

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(19)---کامیابی کے 10 اصول

مایوسی کا خاتمہ کر کے کامیابی کی جانب گامزن کرنے والے اصولوں کا مجموعہ بنام "کامیابی کے دس اصول" یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد ہے کیونکہ اس کتاب میں ان اصولوں کو جمع کیا گیا ہے جن سے مایوسی کا خاتمہ ہونے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ کر کچھ کر گزرنے کا جذبہ نو پیدا ہوتا ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مثبت سوچ رکھنے والا ہو

☆... نظم و ضبط کے ساتھ رہنے والا ہو

☆... لوگوں کے مزاج کو پرکھنے کی صلاحیت رکھنے والا ہو

☆... اپنے کام کو شوق و لگن کے ساتھ کرنے والا ہوں

☆... ناکام لوگوں سے سبق حاصل کرنے والا ہو

☆... سخت محنت اور اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے والا ہو

☆... کام کو بانٹنے والا ہو

☆... خدار اور متوکل ہو

☆... آخرت کی فکر کو مقدم رکھنے والا ہو

☆... ان سب کا سرچشمہ خوفِ خدا والا ہو

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(20)---عرفان الاثار شرح معانی الاثار

فقہ حنفی کی دلائل پر مشتمل احادیث کی مستند کتاب معانی الاثار کی اردو شرح ہے جو درسِ نظامی میں داخلِ نصاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... مصنف کا تعارف
☆... شارح کا تعارف
☆... متن مع اعراب
☆... متن کا سلیس اردو ترجمہ
☆... اختلافِ فقہائے کرام مع دلائل
☆... ترجیحاتِ مذہبِ احناف

مصنف: ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ المعروف امام طحاوی رضی اللہ عنہ

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(21)۔۔۔شفیق المصباح شرح مراح الارواح

دعوتِ اسلامی کے جامعات المدینہ کے نصاب میں شامل علمِ صرف کی مشہور و معروف کتاب بنام ''مراح الارواح'' کی آسان اردو شرح ہے جس میں عربی عبارت پر اعراب و اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ سوالاً جواباً تشریح پیش کی گئی ہے جو اپنے اعتبار سے بڑی مفید و دلچسپ کتاب ہے۔

مصنف: الشیخ احمد بن علی بن مسعود (علیہ رحمۃ اللہ الودود)

شارح: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(22)۔۔۔شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو حصہ اول

دعوتِ اسلامی کے جامعات المدینہ کے درجۂ اولی کے نصاب میں شامل علمِ نحو کی مشہور و معروف کتاب بنام ''خلاصۃ النحو'' کی تمارین کو اس کتاب میں حل کیا گیا ہے۔

مرتب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(23)۔۔۔شفیق النحو لحل خلاصۃ النحو حصہ دوم

دعوتِ اسلامی کے جامعات المدینہ کے درجۂ اولی کے نصاب میں شامل علمِ نحو کی مشہور و معروف کتاب بنام ''خلاصۃ النحو'' کی تمارین کو اس کتاب میں حل کیا گیا ہے۔

مرتب: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(24)۔۔۔تسلیم التوقیت

یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے کہ اس میں چار علوم کو یکجا کیا گیا ہے:(۱)۔علمِ توقیت۔(۲)۔علمِ فلکیات۔(۳)علمِ تقویم۔(۴)۔علمِ طب۔ان چار علوم کے متعلق ایک اہم اور آسان تصنیف ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... علمِ توقیت ☆... علمِ فلکیات

☆... علمِ تقویم ☆... علمِ طب

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(25)۔۔۔فیضانِ قرآن کورس

90دن میں صرف 30منٹ کی کلاس میں قرآن،اذکارِ نماز،دعائیں،سنتیں اور آداب سیکھنے کا منفرد کورس کی کتاب

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... فیضانِ قرآن کورس کے فوائد ☆... فیضانِ قرآن کورس کے جدول چلانے کی رہنمائی

☆... مدنی قاعدہ کے 22اسباق ☆...22کاموں کی سنتیں اور آداب

☆...23دعائیں ☆...10قرآنی سورتوں کا حفظ و مشق

☆... اذکارِ نماز کا حفظ و مشق ☆...5کلمے،ایمانِ مجمل و ایمانِ مفصل کا حفظ و مشق

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(26)۔۔۔فیضانِ شریعت کورس

ہر اتوار کو صرف 30منٹ کی کلاس میں عقائد،عبادات،معاملات اور تصوف کے متعلق بہت کچھ سیکھنے کا منفرد کورس کی کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... درود شریف کی فضیلت ☆... فیضانِ شریعت کورس کے فوائد

☆... عقائد کے ۱۶ بیان ☆... عبادات کے ۱۶ بیان

☆... معاملات ۱۶ بیان ☆... تصوف ۱۶ بیان

☆... فیضانِ شریعت کورس کے جدول چلانے کی رہنمائی

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(27)---آسان فرض علوم

فرض علوم کے متعلق تقریباً 1200 سوالات پر مشتمل جدید انداز کی آسان ترین سوالا جوابا کتاب ہے۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... کتاب العقائد	☆... تہتر فرقوں کا بیان	☆... باطنی گناہوں کی معلومات
☆... کتاب الطہارۃ	☆... کتاب الصلوۃ	☆... کتاب الجنائز
☆... کتاب الصوم	☆... کتاب الزکوۃ	☆... کتاب الحج
☆... کتاب النکاح	☆... کتاب الطلاق	☆... کتاب الاضحیہ
☆... کتاب القسم	☆... کتاب الحدود	☆... حلال طریقے سے کمانے کا بیان

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(28)---تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے

عام آدمی کے درجے سے نکل کر تاریخ ساز شخصیت بننے اور دین وسنیت کی اشاعت کرنے کے فارمولوں پر مشتمل انوکھی تحریر

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆... پہلا باب: تاریخ ساز شخصیت بننے کے 6 فارمولے

☆... دوسرا باب: تاریخ ساز ۱۷ شخصیات

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(29)---تدریس کے 26 طریقے

جدید دور میں جدید و قدیم تدریس کے طریقوں کا مجموعہ بنام "تدریس کے 26 طریقے" اس کتاب میں تدریس کے طریقوں کے ساتھ ساتھ اپنی تدریس کو بہتر اور مقبولِ عام بنانے کے فارمولے بھی بیان کئے گئے ہیں۔

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...**پہلا باب:** تدریس کے نکات

☆...**دوسرا باب:** تدریس کے 26 طریقے

☆...**تیسرا باب:** درجے کی ترقی کے فارمولے

☆...**چوتھا باب:** طلبہ کے درمیان کئے جانے والے 19 بیان

☆...**پانچواں باب:** جسمانی و ذہنی نشو نما کے فارمولے

☆...**چھٹا باب:** تاریخ ساز شخصیت بننے کے فارمولے

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

(30)---رفیق التدریس

استاد کو تدریس کے اعلی منصب کی جانب لے جانے والی ایک نمایاں تحریر جس میں تدریس میں نکھار پیدا کرنے والی چیزوں کو بیان کیا گیاہے۔

اس کتاب میں چھ ابواب ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆...**پہلا باب:** 63 انوکھی معلومات

☆...**دوسرا باب:** 63 انوکھے سوالات

☆...**تیسرا باب:** 63 انوکھے چٹکلے

☆...**چوتھا باب:** 63 انوکھی پہیلیاں

☆...**پانچواں باب:** 63 انوکھی حکمتیں

☆...**چھٹا باب:** 63 انوکھی حکایات

مصنف: مولانا ابو شفیع محمد شفیق خان عطاری مدنی فتحپوری

یادداشت

ش	عنوان	صفحہ

یادداشت

ش	عنوان	صفحہ

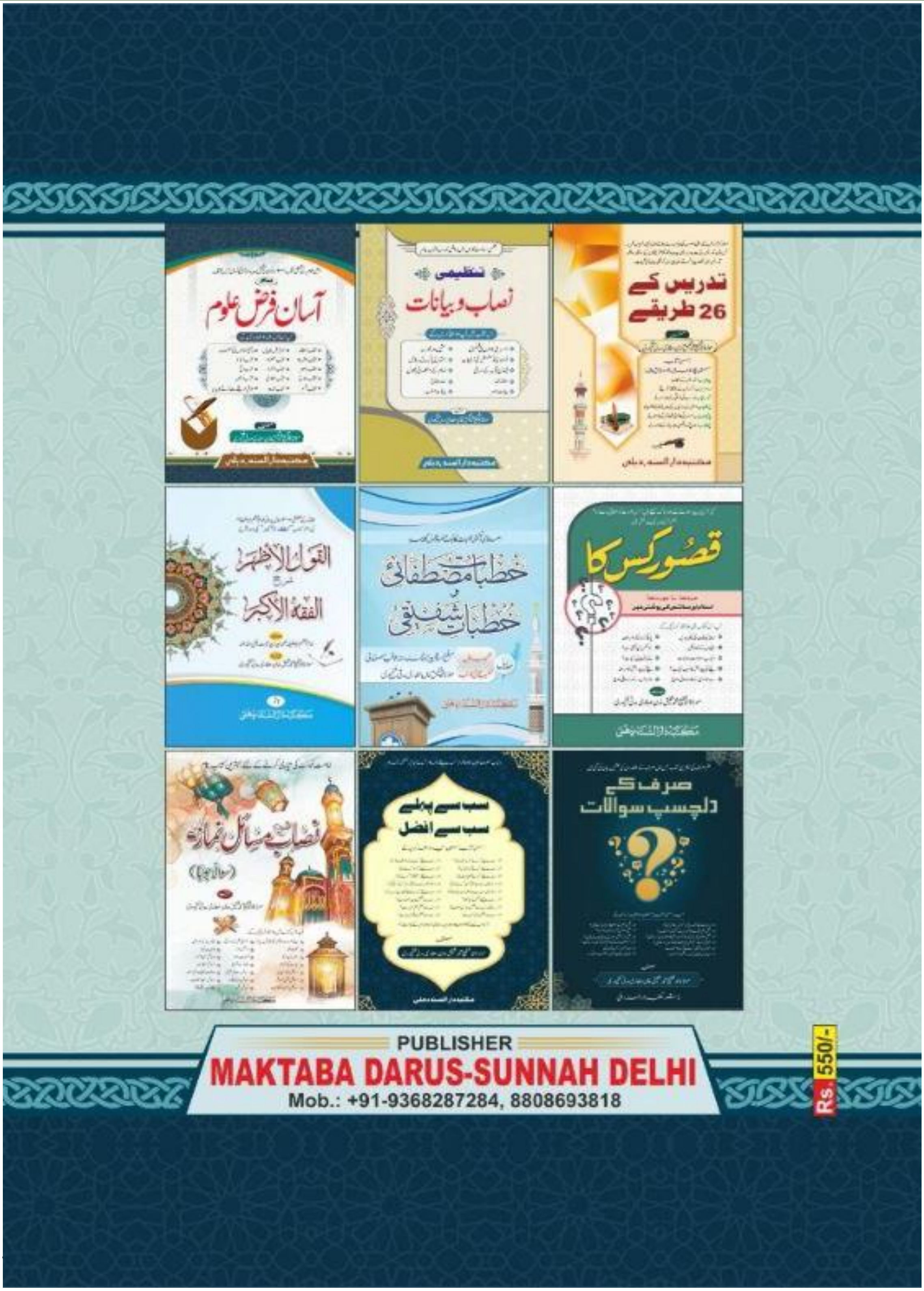
آسان فرض علوم
تنظیمی
نصاب و بیانات
تدریس کے
26 طریقے
القول الأظهر
شرح
الفقه الأكبر
خطبات مصطفائی
و
خطبات شفیقی
قصور کس کا
نصاب مسائل نماز
سب سے پہلے
سب سے افضل
صرف کے
دلچسپ سوالات
PUBLISHER
MAKTABA DARUS-SUNNAH DELHI
Mob.: +91-9368287284, 8808693818
Rs. 550/-